روحانی خزائن

تصنیفات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

۱۵

روحانی خزائن

مجموعہ کتب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام
(جلد پانزدہم)

Ruhaani Khazaa'in

(Volume 15)

Collection of the books of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian,
The Promised Messiah and Mahdi (1835-1908), peace be upon him.
Volumes 1-23

First Published in Rabwah, Pakistan in the 1960s
Reprinted in the UK in 1984
Reprinted in 1989
Second edition (with computerized typesetting) published in 2008
Reprinted in the UK in 2009
Published in Qadian, India in 2008 (Vol. 1-10)
Present edition published in the UK in 2021

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey, GU9 9PS UK

Printed in Turkey at:
Levent Offset

ISBN: 978-1-84880-134-9 (Set Vol. 1-23)
10 9 8 7 6 5 4 3 2 1

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب
کے مطالعہ کے متعلق

حضرت امیر المومنین خلیفة المسیح الخامس
ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

روحانی خزائن کے کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن ۲۰۰۸ء
کی اشاعت کے موقع پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالنّاصــــر

وَاجْعَلْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا
امام جماعت احمدیہ

لندن
10-8-2008

پیغام

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

اللہ تعالیٰ نے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے کے امام اور مہدی کے طور پر مبعوث فرمایا کہ تا اس کی توحید کا دنیا میں بول بالا ہو اور ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور قرآن کریم کی صداقت دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

قرآن کریم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب اسلام کی اشاعت اور تبلیغ ساری دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے سامان اس خدائے قادر مطلق نے پہلے سے مقرر کر رکھے تھے۔ اسی لئے اس زمانے میں سائنسی ایجادات اتنی تیزی اور کثرت سے ہوئی ہیں کہ انسانی عقل وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَھَا کے مصداق حیران ہو جاتی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس کے بارے میں وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی پیشگوئی فرما کر یہ بتلا دیا کہ اس زمانے میں ایسی ایسی ایجادات ہوں گی کہ کتابوں اور رسالوں کی نشر و اشاعت عام ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اور نشر صحف سے اس کے وسائل یعنی پریس وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے ایسی قوم کو پیدا کیا جس نے آلات طبع ایجاد کئے۔ دیکھو کس قدر

پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں''۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۴۷۳)

ایک اور کتاب میں آپؑ فرماتے ہیں:

''کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادیٔ دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتا بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے......ایسا ہی آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو مِنْهُمْ کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ **ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہوگا** جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہوگا......اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ اور حسب منطوق آیت قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور

مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لایئے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجّت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤں گا۔ کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل ونحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے''۔

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۶۰-۲۶۳)

سو اس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانے اور اسلام کی سچائی کو ساری دنیا پر ثابت کرنے اور خدائے واحد و یگانہ کی توحید کا پرچار کرنے کے لئے اسلام کا یہ بطل جلیل، جری اللہ، سیف کا کام قلم سے لیتے ہوئے قلمی اسلحہ پہن کر سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اترا اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا ایسا کرشمہ دکھایا کہ ہر مخالف کے پرخچے اڑا دیے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا پرچم پھر سے ایسا بلند کیا کہ آج بھی اس کے پھریرے آسمان کی رفعتوں پر بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں اور ساری دنیا پر اسلام کا یہ پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے ذریعہ پھیل رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ مسیح محمدی کی زندگی بخش تحریرات کی ہی یہ برکت ہے کہ ایک جہان روحانی اور جسمانی احیاء کی نوید سے مستفیض ہو رہا ہے اور صدیوں کے مردے ایک دفعہ پھر زندہ ہو رہے ہیں اور ایسا کیوں

نہ ہوتا کہ اسلام کی گزشتہ تیرہ صدیوں میں صرف آپ کا ہی کلام ایسا تھا جسے کبھی خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ''مضمون بالا رہا'' کی سند نصیب ہوئی تو کبھی الہاماً یہ نوید عطا ہوئی کہ:

''درکلامِ تو چیزے است کہ شعراء را دراں دخلے نیست۔ كَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ كَرِيْمٍ''۔ (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۲۔ تذکرہ صفحہ ۵۰۸)

ترجمہ: ''تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۶)

چنانچہ ایسی ہی عظیم الٰہی تائیدات سے طاقت پا کر آپ فرماتے ہیں:

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دوربین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

ایک اور جگہ آپ فرماتے ہیں:

''میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے''۔ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۴)

پس یہ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ آبِ حیات جو آپ کے مبارک قلم سے آپ کی کتابوں کی شکل میں دنیا کی روحانی اور علمی پیاس بجھانے کے لئے نکلا ہے اس سے سارا عالم فیضیاب ہو۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہر گز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا''۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

عزیزو! یہی وہ چشمۂ رواں ہے کہ جو اس سے پئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا اور ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی **یفیض المال حتی لا یقبلہ احد** (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفا اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں۔ اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم اٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے''۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ ۳۶۵)

اسی طرح آپؑ نے فرمایا کہ:

''وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے

نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ‘‘۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

’’سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دیئے جلانے والے بن سکیں اور خدا اور اس کے رسول کی محبت اس طرح ہمارے دلوں میں موجزن ہو کہ اس کے طفیل ہم کل عالم میں بنی نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفة المسیح الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی ہدایات اور راہنمائی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ تصانیف کا سیٹ ''روحانی خزائن'' پہلی بار کمپیوٹرائزڈ شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔اس سیٹ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل میں ہر کتاب فسٹ ایڈیشن کے عین مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک سے زائد ایڈیشن چھپے ہیں تو آخری ایڈیشن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔پورے سیٹ میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ صفحہ کی سائیڈ پر ایڈیشن اوّل کا صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

۳۔ایڈیشن اوّل میں اگر سہو کتابت واقع ہوا ہے تو متن میں اس لفظ کو اسی طرح کمپوز کیا گیا ہے۔البتہ حاشیہ میں یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ متن میں سہو کتابت معلوم ہوتا ہے اور غالباً صحیح لفظ یوں ہے۔

۴۔یہ ایڈیشن روحانی خزائن کے سابقہ ایڈیشن کے صفحات کے عین مطابق ہے تا کہ جماعتی لٹریچر میں گزشتہ نصف صدی سے آنے والے حوالہ جات کی تلاش میں سہولت رہے۔

۵۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اس سیٹ میں مندرجہ ذیل اضافے کئے گئے ہیں۔

(ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مضمون جو آپ نے منشی گردیال صاحب مدرس مڈل اسکول چنیوٹ کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور روحانی خزائن میں شامل نہیں ہو سکا تھا۔ اسے روحانی خزائن کے نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۲ میں شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اہم مضمون **''ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات''** جو پہلے ''تصدیق النبی'' کے نام سے سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے آخر میں شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔

(ج) روحانی خزائن جلد ۴ میں الحق مباحثہ دہلی کے عنوان سے ایک کتاب شامل ہے۔اس کے صفحہ ۲۲۱ پر مراسلت نمبر ۱ مابین مولوی محمد بشیر صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب ہے۔اس کے بعد مراسلت نمبر ۲ مابین منشی بوبہ صاحب و منشی محمد اسحاق و مولوی سید محمد احسن صاحب کسی وجہ سے روحانی خزائن میں شامل ہونے سے رہ گئی ہے۔اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے نئے ایڈیشن میں شامل کر لیا گیا ہے۔

ہونے سے رہ گئی ہے۔ اسے روحانی خزائن جلد نمبر ۴ کے نئے ایڈیشن میں شامل کرلیا گیا ہے۔

(د) روحانی خزائن جلد نمبر ۵ آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں ’’التبلیغ‘‘ کے نام سے جو عربی خط شامل ہے اس کے آخر میں عربی قصیدہ درج ہے۔ ایڈیشن اول میں اس قصیدہ کے بعد ایک عربی نظم شائع شدہ ہے جو کسی وجہ سے روحانی خزائن جلد ۵ میں شامل نہیں ہوسکی تھی۔ نئے ایڈیشن میں یہ نظم شامل کردی گئی ہے۔

(ہ) جلسہ اعظم مذاہب ۱۸۹۶ء کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریر فرمودہ بے مثال مضمون جو ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے نام سے اردو اور دوسری زبانوں میں چھپ چکا ہے اس کے اصل مسودہ کے کچھ صفحات کسی وجہ سے شامل اشاعت نہیں ہو سکے تھے انہیں اصل مسودہ سے جو خلافت لائبریری میں موجود ہے نقل کر کے جلد نمبر ۱۰ میں شامل کیا گیا ہے۔

(و) ریویو آف ریلیجنز اردو کا پہلا شمارہ ۹؍جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ اس میں صفحہ ۹ تا ۳۴ پر مشتمل ’’گناہ کی غلامی سے رہائی پانے کی تدابیر کیا ہیں؟‘‘ کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بصیرت افروز مضمون شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کو روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸ کے آخر میں کتاب نزول المسیح کے بعد شامل کیا جارہا ہے۔

(ز) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھا ہوا ’’عصمت انبیاء‘‘ کے عنوان سے ایک اور مضمون بھی ریویو آف ریلیجنز اردو مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۷۵ تا ۲۰۹ میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون اب تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوا۔ اسے بھی روحانی خزائن جلد ۱۸ کے آخر میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

والسلام

سید عبدالحی

ناظر اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فرستادہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی اشاعت و تبلیغِ اسلام کے جہاد میں صَرف کی اور اس مقصد کے لئے آپ نے نہ صرف کثیر تعداد میں کتب تصنیف فرمائیں بلکہ اشتہارات و تقاریر کے ذریعہ بھی خدمت اسلام کے اس فریضہ کا حق ادا فرمایا۔ حضور علیہ السلام کی جملہ تصانیف کو روحانی خزائن کی تئیس جلدوں کے سیٹ میں طبع کیا جاچکا ہے۔ اسی طرح آپؑ کے پُر معارف کلمات و تقاریر و مجالس علم و عرفان کو ملفوظات کی دس جلدوں میں، جبکہ آپؑ کے تحریر فرمودہ اشتہارات کو مجموعہ اشتہارات کے عنوان سے تین جلدوں میں تیار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات کی روشنی میں علوم و فیوض روحانی سے لبریز اس لٹریچر (روحانی خزائن، ملفوظات اور مجموعہ اشتہارات) کے نئے ایڈیشن تیار کئے گئے ہیں جن کی اب سیدنا حضور اقدس کی منظوری سے یہاں انگلستان سے طباعت کی جارہی ہے تاکہ بیرون ممالک میں قائم جماعتوں کی بھی علمی و روحانی تشنگی دور ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جملہ تصانیف منیفہ جو روحانی خزائن کے نام سے ۲۳ جلدوں میں شائع شدہ ہیں، اس کے کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن میں بعض مقامات پر کتابت کے سہو اور اغلاط کی نشاندہی ہوئی تھی۔

امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کے نئے ایڈیشن کی تیاری کا ارشاد فرماتے ہوئے بعض درج ذیل ہدایات سے نوازا:

”حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی صحت کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے لازم ہے کہ ان کو اوّل ایڈیشن کے عین مطابق اور اسی حال میں برقرار رکھا جائے۔ اگر اوّل ایڈیشن میں کہیں سہوِ کتابت ہے تو اس کو بعینہٖ

قائم رکھا جائے۔ البتہ واضح سہو اور غلطی کی ناشر کی طرف سے حاشیہ میں وضاحت دی جائے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں اس کے ایک سے زیادہ ایڈیشنز شائع ہوئے تھے تو آپ کی زندگی میں مطبوعہ آخری ایڈیشن کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

غرضیکہ اوّل ایڈیشن سے تقابل کرکے اگر مابعد کسی سہو یا کتابت کی غلطی کی درستگی کی گئی ہے تو اسے نظر انداز کرکے اوّل ایڈیشن کے بالکل مطابق کردیا جائے اور متن میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔"

اوّل ایڈیشن کے وقت اس زمانہ کی طرزِ کتابت کے مطابق "ے" اور "ی" کو اکثرو بیشتر "ی" لکھا گیا ہے۔ پہلے قارئین خود سمجھ جاتے تھے کہ فقرہ کی ترتیب کے لحاظ سے یہاں یائے معروف ہے یا یائے مجہول۔ لیکن اب اس تفریق کو سمجھنے میں قاری کو دقت اور مشکل درپیش ہوتی ہے۔ اس لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقرہ کی مناسبت سے یائے معروف اور یائے مجہول کو ظاہر کردیا جائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "روحانی خزائن کے پہلے ایڈیشن کے مطابق صفحات نمبر اور عبارات رکھی جائیں۔" چنانچہ اس ہدایت کی پابندی کی گئی ہے۔ اس لئے ناشر کی طرف سے اگر کوئی وضاحت ضروری سمجھی گئی تو اس کو بارڈر سے باہر رکھا گیا ہے۔

ایسے انگریزی الفاظ، اسماء وغیرہ جو اردو رسم الخط میں تحریر شدہ ہیں اور جن کو صحیح تلفظ سے پڑھنا مشکل ہے سہولت کی غرض سے ان کو انگریزی طرز میں بھی حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔

الحق مباحثہ دہلی کا ایک حصہ "مراسلت نمبر ۲" جو روحانی خزائن کی تدوین کے وقت دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے شامل نہ ہوسکا۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن کے وقت یہ مراسلت مل گئی اور اسے جلد ۴ کے آخر پر صفحہ ۴۸۳ پر دے دیا گیا۔ اس ایڈیشن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اسے الحق مباحثہ دہلی کے آخر پر مراسلت نمبر ا کے بعد شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

محمود کی آمین تو جلد ۱۲ میں آچکی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی آمین بھی لکھی تھی۔ یہ نظم ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی جو روحانی خزائن کی کسی جلد میں شامل نہیں۔

اب روحانی خزائن کی نظر ثانی کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر اسے اپنے زمانی اعتبار سے روحانی خزائن جلد ۱۷ میں شامل کیا گیا ہے، مگر جلد کے آخر پر تا کہ صفحات کی ترتیب میں فرق نہ آئے۔

روحانی خزائن میں جو فارسی اشعار، عبارات اور رقوم بیان ہوئی ہیں ان کا ترجمہ اس ایڈیشن میں متن کے اختتام پر دے دیا گیا ہے تا کہ قارئین کو مفہوم سمجھنے میں سہولت ہو۔

یہاں انگلستان میں متعدد مرتبہ خاکسار نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مختلف امور میں راہنمائی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی اور ان ہدایات کی تعمیل کروائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام نے بارہا ان بیش بہا علوم کو پڑھنے اور پھیلانے کی نصیحت فرمائی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم سب ان سے کماحقہ فائدہ اٹھانے والے ہوں۔ آمین

خاکسار

منیر الدین شمس

ایڈیشنل وکیل التصنیف

فروری ۲۰۲۱ء

ترتیب

روحانی خزائن جلد۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تعارف

(از حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس)

یہ روحانی خزائن کی پندرھویں جلد ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ۱۔''مسیح ہندوستان میں'' ۲۔''ستارۂ قیصرہ'' ۳۔''تریاق القلوب'' ۴۔''تحفہ غزنویہ'' اور روئداد جلسہ دعاء'' پر مشتمل ہے۔

مسیح ہندوستان میں

یہ کتاب آپ نے اپریل ۱۸۹۹ء میں تصنیف فرمائی اور اس کی عام اشاعت پہلی بار ۲۰؍نومبر ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا ایک عظیم الشان مقصد احادیث میں کسر صلیب یعنی صلیبی عقیدہ کا جس پر موجودہ عیسائیت کی بنیاد ہے باطل ثابت کرنا بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر مر کر انسانوں کے لئے لعنتی بنے تا وہ انہیں شریعت کی لعنت سے آزاد کریں۔ چنانچہ پولوس لکھتا ہے:۔

''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔'' (گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳)

اور لکھا ہے:۔

''اگر مسیح (مُردوں سے) نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ اور تمہارا ایمان

بھی بے فائدہ۔'' (ا۔کرنتھیوں باب ۱۵ آیت ۱۴)

پس ضروری تھا کہ مسیح موعود جس کا عظیم الشان کام کسر صلیب قرار دیا گیا تھا۔ وہ اس صلیبی فتنہ کو پاش پاش کرتا۔ اور اس صلیبی عقیدہ کا جو مسئلہ کفارہ کی بنیاد ہے یا بالفاظ دیگر عیسائیت کی جان ہے۔ دلائل و براہین سے باطل ہونا ثابت کرتا۔ اس مسئلہ سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اگرچہ اپنی دوسری مؤلفات میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ لیکن اس کتاب میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

''اس کتاب کا اصل مدعا مسلمانوں اور عیسائیوں کی اس غلطی کی اصلاح ہے جو ان کے بعض اعتقادات میں دخل پا گئی ہے۔ ...... کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے ہیں .... اور کسی وقت آخری زمانہ میں پھر زمین پر نازل ہوں گے اور ان دونوں فریق یعنی اہلِ اسلام اور مسیحیوں کے بیان میں فرق صرف اتنا ہے کہ عیسائی تو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دی اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں ہاتھ جا بیٹھے اور پھر آخری زمانہ میں دنیا کی عدالت کے لئے زمین پر آئیں گے ....تب ہر ایک آدمی جس نے اس کو یا اس کی ماں کو بھی خدا کر کے نہیں مانا پکڑا جائے گا اور جہنّم میں ڈالا جائے گا جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ مگر مسلمانوں کے مذکورہ بالا فرقے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ صلیب پر مرے بلکہ اس وقت جبکہ یہودیوں نے ان کو مصلوب کرنے کے لئے گرفتار کیا۔ خدا کا فرشتہ ان کو مع جسم عنصری آسمان پر لے گیا اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں ...... وہ آخری زمانہ میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے منارہ کے قریب یا کسی اور جگہ اُتریں گے...........اور بجز ایسے شخص کے جو بلاتوقف مسلمان ہو جائے اور کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵، ۶)

اور فرماتے ہیں:۔

''اس کتاب کو میں اس مراد سے لکھتا ہوں کہ تا واقعات صحیحہ اور نہایت کامل اور ثابت شدہ تاریخی شہادتوں اور غیر قوموں کی قدیم تحریروں سے ان غلط اور خطرناک خیالات کو دُور کروں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے اکثر فرقوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پہلی اور آخری زندگی کی نسبت پھیلے ہوئے ہیں۔

(مسیح ہندوستان میں۔روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۳)

اور فرماتے ہیں:۔

''سو میں اس کتاب میں یہ ثابت کروں گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہئے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سرینگر کشمیر میں فوت ہو گئے اور سرینگر محلّہ خانیار میں ان کی قبر ہے اور میں نے صفائی بیان کے لئے اس تحقیق کو دس باب اور ایک خاتمہ پر منقسم کیا ہے۔'' (آگے ان کی تفصیل درج فرمائی ہے)

(مسیح ہندوستان میں۔روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۴)

گو حضور کا ارادہ دس باب اور ایک خاتمہ لکھنے کا تھا مگر بعد میں صرف مندرجہ ذیل چار ابواب پر ہی اکتفا کی۔

باب اول:۔ مسیح کے صلیبی موت سے بچنے پر انجیلی دلائل۔

باب دوم:۔ اُن شہادتوں کے بیان میں جو حضرت مسیحؑ کے صلیبی موت سے بچ جانے کی نسبت قرآن وحدیث سے ملتی ہیں۔

باب سوم:۔ اُن شہادتوں کے بیان میں جو طب کی کتابوں سے لی گئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے زندہ اُتر آئے اور ان کے زخموں کے علاج کے لئے ان کے حواریوں نے یہ مرہم تیار کی جس کا نام ''مرہم عیسیٰ'' ہے۔

باب چہارم:۔ اُن شہادتوں کے بیان میں جو تاریخی کتب سے لی گئی ہیں جن میں حضرت مسیح علیہ السلام

کے واقعہ صلیب کے بعد اپنے ملک سے ان کے نصیبین، افغانستان اور ہندوستان کی طرف ہجرت کرنے کا ذکر آتا ہے۔

اس باب میں حضرت اقدسؑ نے اسلامی لٹریچر، بُدھ مت کی کتابوں اور دیگر کتب تاریخ سے مسیحؑ کی سیاحت پر روشنی ڈالی ہے اور اس کتاب کے صفحہ ۶۸ پر اس راستہ کا نقشہ بھی دیا ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یروشلم سے ہندوستان آنے کے لئے اختیار کیا تھا اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ کشمیر اور افغانستان میں مسیحؑ کی کھوئی ہوئی بھیڑیں آباد تھیں جن کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث فرمایا تھا۔ اور تریاق القلوب میں حضرت اقدسؑ اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:۔

> ”جو شخص میری کتاب **”مسیح ہندوستان میں“** اول سے آخر تک پڑھے گا گو وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا یہودی یا آریہ۔ ممکن نہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اس بات کا وہ قائل نہ ہو جائے کہ مسیح کے آسمان پر جانے کا خیال لغو اور جھوٹ اور افتراء ہے۔“ (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۴۵)

الغرض یہ کتاب ایک نہایت اہم مسئلہ کی علمی تحقیق پر مشتمل ہے جو دنیا کی تین بڑی اقوام سے تعلق رکھتا ہے یعنی یہودی، عیسائی اور مسلمان۔ اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب میں فرمایا تھا کہ اس پیشگوئی میں کہ مسیح موعود کسر صلیب کرے گا یہی اشارہ تھا:۔

> ”کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔“ (مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۶۴)

چنانچہ اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے میں نے اثنائے قیام لندن میں اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ہے WHERE DID JESUS DIE اس وقت تک اس کتاب کے چار ایڈیشن نکل چکے ہیں اور ملیالم اور ڈچ زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ چھپ چکا ہے۔ فرانسیسی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں مَیں نے بعض ان کتب اور شہادات کا ذکر کیا ہے جو اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں صلیبی عقیدہ کے بطلان کے لئے ظاہر کی ہیں۔ اور

اب ہندو اور عیسائی محققین بھی اس نظریہ کی صحت کو تسلیم کرنے لگے ہیں کہ مسیحؑ صلیب پر نہیں مرے تھے بلکہ زندہ اُتارے گئے تھے۔

اور اناجیل سے متعلق یورپ اور امریکہ کے محققین نے یہ اعتراف کیا ہے کہ اناجیل کے وہ مقامات جن میں حضرت مسیحؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے۔ یقیناً الحاقی ہیں اور امریکہ میں بعد تحقیق و تمحیص جو اناجیل شائع کی گئی ہیں ان میں سے وہ آیات نکال دی گئی ہیں۔

ستارۂ قیصرہ

یہ رسالہ ۲۴؍اگست ۱۸۹۹ء کو شائع ہوا۔ اس رسالہ میں آپ نے اسی مضمون کا نئے پیرایہ میں اعادہ کیا ہے جو تحفہ قیصریہ میں لکھا تھا۔ اور درحقیقت یہ رسالہ تحفہ قیصریہ کی یاددہانی ہے۔ اس میں بھی انگریزی حکومت کی مذہبی رواداری اور مذہبی آزادی کا جو سب مذاہب کو اس نے یکساں طور پر دی ہوئی تھی ذکر کرتے ہوئے صلیبی عقیدہ کی نہایت احسن پیرایہ میں تردید فرمائی ہے اور اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ پیش کیا ہے۔

تریاق القلوب

تریاق القلوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نہایت ہی بلند پایہ تصنیف ہے۔ بابو الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ جو پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معتقدین میں سے تھے اور بعد میں آپ سے منحرف ہو گئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے اوہام اور وساوس کو دُور کرنے کے لئے ۱۸۹۸ء میں رسالہ **ضرورۃ الامام** لکھا مگر وہ اس کے بعد اپنی اصلاح کرنے کی بجائے جادۂ رشد و ہدایت سے اور بھی دُور ہو گئے اور الحکم ۲؍اگست ۱۸۹۹ء کے مطابق اس نے اپنے چند ساتھیوں منشی عبدالحق پنشنر اکاؤنٹنٹ، خاں بہادر فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر اور حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر سے مل کر ایک فتنہ کی طرح ڈالی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں دو خط لکھے۔ دوسرا خط ۱۶؍جون ۱۸۹۹ء کو بھیجا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

”پھر اخیر پر خدا تعالیٰ کی قسم آپ کو دیتا ہوں کہ آپ وہ تمام مخالفانہ پیشگوئیاں جو میری نسبت آپ کے دل میں ہوں لکھ کر چھاپ دیں۔ اب دس دن سے زیادہ میں آپ کو

مہلت نہیں دیتا۔ جون مہینے کی تین تاریخ تک آپ کا اشتہار مخالفانہ پیشگوئیوں کا میرے پاس آ جانا چاہئے ورنہ یہی کاغذ چھاپ دیا جائے گا۔ اور پھر آئندہ آپ کو کبھی مخاطب کرنا بھی بے فائدہ ہوگا۔'' (تشحیذ الاذہان مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۴۶)

اس خط کے جواب میں منشی الٰہی بخش صاحب نے جولائی ۱۸۹۹ء کے پہلے ہفتہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں حضور اور سلسلہ احمدیہ کے خلاف دو ایک پیشگوئیاں بھی درج تھیں اس خوف سے کہ لوگوں پر حق و باطل مشتبہ ہو کر نہ رہ جائیں۔ جولائی ۱۸۹۹ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **تریاق القلوب** کتاب لکھنا شروع کی۔ اس میں آپ نے ایک فارسی قصیدہ میں **مرد کامل** کی صفات بیان فرما کر ان آسمانی نشانات کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید میں ظاہر فرمائے تھے اور تمام اہلِ مذاہب کو **نشان نمائی میں** مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے یہ اصل پیش کیا:۔

''ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنی روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہوا کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی پیروی کی جائے جس کو شفیع اور منجی سمجھا جائے وہ اپنے روحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ ہو۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۳۸)

اور فرمایا:۔

''خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو مجھے آسمانی نشان عطا فرمائے ہیں اور کوئی نہیں کہ ان میں میرا مقابلہ کر سکے اور دنیا میں کوئی عیسائی نہیں کہ جو آسمانی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے۔'' (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸)

اور مسلمان فقراء، صوفیاء اور مشائخ جو آپ کے دعویٰ کے مصدق نہیں تھے ان کے لئے مقابلہ کا یہ سہل طریق بتایا کہ:۔

''ایک مجمع مقرر کر کے کوئی ایسا شخص جو میرے دعویٰ مسیحیت کو نہیں مانتا اور اپنے

تیئں ملہم اور صاحب الہام جانتا ہے مجھے مقام بٹالہ یا امرتسر یا لاہور میں طلب کرے اور ہم دونوں جناب الٰہی میں دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جناب الٰہی میں سچا ہے۔ایک سال میں کوئی عظیم الشان نشان جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور معمولی انسانوں کے دسترس سے بلند تر ہو۔اس سے ظہور میں آوے...... پھر اس دعا کے بعد ایسا شخص جس کی کوئی خارق عادت پیشگوئی یا اور کوئی عظیم الشان نشان ایک برس کے اندر ظہور میں آجائے اور اس عظمت کے ساتھ ظہور میں آئے جو اس مرتبہ کا نشان حریف مقابل سے ظہور میں نہ آسکے تو وہ شخص سچا سمجھا جائے گا جس سے ایسا نشان ظہور میں آیا۔اور پھر اسلام میں سے تفرقہ دور کرنے کے لئے شخص مغلوب پر لازم ہوگا کہ اس شخص کی مخالفت چھوڑ دے اور بلا توقف اور بلا تامل اس کی بیعت کرلے اور اس خدا سے جس کا غضب کھا جانے والی آگ ہے ڈرے۔''

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۷۰)

پھر آپ نے **الہام شیطانی** اور **الہام ربانی** میں یہ فرق بتایا کہ

''پس ہر ایک شخص کا الہام جو نرے الفاظ ہوں اور کوئی فوق العادت امر اُن میں نہ ہو' خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی الہام ہرگز قابلِ پذیرائی نہیں جب تک کہ اس میں الٰہی شوکت نہ ہو۔اور الٰہی شوکت یہ ہے کہ فوق العادت اور عظیم الشان پیشگوئیاں جو الُوہیت کی قدرت اور علم سے بھری ہوئی ہوں اس الہام میں پائی جائیں یا دوسرے الہاموں میں جو اسی شخص کے منہ سے نکلے ہوں۔اور باایں ہمہ یہ شرط بھی ہوگی کہ اس مجلس کے انعقاد سے دس دن پہلے بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے مجھ کو خبر کردی جائے کہ ان تینوں مقامات متذکرہ بالا میں سے فلاں مقام اور نیز فلاں تاریخ اور وقت اس کام کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔اس اطلاع دہی کے اشتہار پر بیس۲۰ معزز اور نامور علماء اور شہر کے رئیسوں کے دستخط ہونے چاہئیں تا ایسا نہ ہو کہ کوئی سفلہ محض ہنسی اور شرارت سے ایسا اشتہار شائع کردے۔''

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۱۷۰،۱۷۱)

یہ مضمون آپ نے یکم اگست ۱۸۹۹ء تک لکھ لیا۔(دیکھئے صفحہ ۱۷۱ جلد ھٰذا) اس کے بعد آپ نے ضمیمہ رسالہ تریاق القلوب کے طور پر لیکھرام کی پیشگوئی کا ذکر کر کے اس میں چار ہزار مصدقین میں سے جنہوں نے اپنے دستخطوں سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی تصدیق کی تھی، ۲۷۹ نام بطور نمونہ درج کئے۔(دیکھئے صفحہ ۱۷۲۔۱۹۱ جلد ھٰذا) اور ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۲ میں ان نشانوں کا ذکر فرمایا جو ۲۰؍اگست ۱۸۹۹ء تک ظہور میں آ چکے تھے۔اور ضمیمہ نمبر۳ میں ''گورنمنٹ عالیہ میں ایک درخواست'' مرقومہ ۲۷؍ستمبر ۱۸۹۹ء اور ضمیمہ نمبر۴ میں ایک الہامی پیشگوئی کا اشتہار مرقومہ ۲۲؍اکتوبر ۱۸۹۹ء اور ضمیمہ نمبر۵ میں ''اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کے لئے ایک دعا اور حضرت عزّت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست'' مرقومہ ۵؍نومبر ۱۸۹۹ء اور ''اشتہار واجب الاظہار'' مرقومہ ۴؍نومبر ۱۹۰۰ء درج فرمائے۔اس آخری اشتہار میں آپ نے اپنی جماعت کا نام ''**مسلمان فرقہ احمدیہ**'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالی نام احمدؐ کی بنا پر رکھا۔(دیکھئے صفحہ ۵۲۷ جلد ھٰذا)

زمانہ تالیف

یاد رہے کہ تریاق القلوب کا زمانہ تالیف سوائے ''اشتہار واجب الاظہار'' کے جو ۴؍نومبر ۱۹۰۰ء کا ہے ۱۸۹۹ء ہے نہ کہ ۱۹۰۲ء جیسا کہ ٹائٹل پیج اور ضمیمہ نمبر۲ کے اخیر میں لکھا گیا ہے اور اصل حقیقت جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں حقائق واقعیہ اور دلائل قاطعہ کی رُو سے تحریر فرمایا ہے، یہ ہے:۔

> ''تریاق القلوب ۱۸۹۹ء سے لکھی جانی شروع ہوئی اور جنوری ۱۹۰۰ء تک بالکل تیار ہو چکی تھی۔لیکن چونکہ ان دنوں میں ایک وفد نصیبین جانے والا تھا۔اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک عربی رسالہ لکھنا شروع کر دیا اور اس کی اشاعت رُک گئی۔۱۹۰۲ء میں جبکہ کتب خانہ کا چارج حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کے ہاتھ میں تھا آپ نے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ خلیفہ اول سے عرض کی کہ بعض کتب بالکل تیار ہیں لیکن اس وقت تک شائع نہیں ہوئیں۔آپ حضرت مسیح موعودؑ

سے عرض کریں کہ ان کے شائع کرنے کی اجازت فرماویں۔ چنانچہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ سے ذکر کیا اور حضورؑ نے اجازت دے دی۔ تریاق القلوب ساری چھپ چکی تھی اور صرف ایک صفحہ کے قریب مضمون حضرت اقدسؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کاتب کے پاس بچا پڑا تھا اس کے ساتھ حضرت اقدسؑ نے ایک صفحہ کے قریب مضمون اور بڑھا دیا اور کل دو صفحہ آخر میں لگا کر (یعنی ضمیمہ ۲ کے آخر میں۔ شمس) کتاب شائع کر دی گئی'' (حقیقۃ النبوۃ۔ انوار العلوم جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۶۵)

چنانچہ تریاق القلوب کے کاتب حضرت پیر منظور محمد رضی اللہ عنہ نے یہ حلفیہ شہادت دی کہ

''تریاق القلوب صفحہ ۱۵۸ تک (جلد ھٰذا کے صفحہ ۴۸۳ تک۔ شمس) میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ یہاں تک لکھنے اور چھپنے کے بعد تریاق القلوب بہت مدت تک چھپنے اور شائع ہونے سے رُکی رہی۔ پھر اس کے بعد ۱۹۰۲ء میں جب اس کتاب کی اشاعت ہونے لگی تو آخری کاپی سے بچا ہوا کچھ مضمون میرے پاس پڑا ہوا تھا جو قریب ایک صفحہ کے تھا۔ وہ میں نے حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو دے دیا۔ جو دوسرے کاتب سے لکھوایا گیا۔ چھپنے کے بعد جب میں نے دیکھا تو اس بچے ہوئے مضمون کے ساتھ ایک صفحہ اور بڑھا کر (یعنی صفحہ ۱۶۰ اور جلد ھٰذا کا صفحہ ۴۸۶،۴۸۵۔ شمس) کتاب کو ختم کر دیا گیا تھا۔ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ تمام تریاق القلوب میں صرف ٹائٹل کا صفحہ اور صفحہ ۱۵۹ اور صفحہ ۱۶۰ یعنی کل تین صفحے دوسرے کاتب کے لکھے ہوئے ہیں اور باقی کل تریاق القلوب مع ضمیمہ نمبر ۳ وضمیمہ نمبر ۴ وضمیمہ نمبر ۵ میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔'' (حقیقۃ النبوۃ۔ انوار العلوم جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰)

اور حضرت کرم علی کاتب رضی اللہ عنہ نے یہ حلفیہ شہادت دی۔

''میں حلفیہ شہادت دیتا ہوں کہ تریاق القلوب کا صفحہ ٹائٹل پیج (TITLE PAGE) اور آخری ورق یعنی صفحہ ۱۵۹۔ اور صفحہ ۱۶۰ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور حکیم فضل الدین صاحب مرحوم نے مجھے مضمون دیا تھا کیونکہ ان دنوں میں مَیں ان کے ماتحت

کام کیا کرتا تھا۔ اور اس سے پہلے تریاق القلوب صفحہ ۱۵۸ تک مدت سے چھپی
ہوئی پڑی تھی۔ جب میں نے ٹائٹل پیج اور آخری ورق لکھا تب یہ کتاب شائع
ہوئی۔'' (حقیقۃ النبوۃ۔انوار العلوم جلد نمبر۲ صفحہ ۳۷۰)

اورحضرت مرزا محمد اسماعیل بیگ رضی اللہ عنہ جو اس وقت پریس مین تھے ان کی شہادت یہ ہے کہ

''تریاق القلوب میں نے چھاپی اور چھپ کر ایک مدت تک پڑی رہی۔ پھر اکتوبر ۱۹۰۲ء
میں ٹائٹل اور صرف آخری ورق یعنی صفحہ ۱۵۹ تا صفحہ ۱۶۰ چھاپ کر اُسے شائع کر دیا گیا۔''
تفصیل دیکھئے صفحہ (حقیقۃ النبوۃ۔انوار العلوم جلد نمبر۲ ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳)

اور اسی کے مطابق حضرت میر مہدی حسین رضی اللہ عنہ خادم المسیح الموعود مہاجر قادیانی اور حضرت مولوی سیّد سرور شاہ رضی اللہ عنہ اور حضرت یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ ایڈیٹر الحکم نے شہادتیں دیں۔

(حقیقۃ النبوۃ انوار العلوم جلد۲ صفحہ ۳۷۰ تا ۳۷۳)

اس دعویٰ کی صحت پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اور بھی دلائل دیئے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ **کشتی نوح** جو ۵؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:۔

''مثیل موسیٰ' موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر''
(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد نمبر۱۹، صفحہ ۱۴)

اور فرماتے ہیں:۔

''خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔''
(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد نمبر۱۹، صفحہ ۱۷)

اِسی طرح الحکم ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱ میں ''یکم اکتوبر کی سیر'' کی ڈائری میں لکھا ہے۔

''مجھے یہ معلوم کرایا گیا ہے کہ محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء موسوی سلسلہ کے
خاتم الخلفاء سے بڑھ کر ہے۔''

اسی طرح رسالہ دافع البلاء میں جو ۲۳؍ اپریل ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو مسیح ناصری سے افضل قرار دیا ہے۔ لیکن تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷ پہلا ایڈیشن اور اس جلد کے صفحہ ۴۸۱ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔''

پس اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ نے یہ تحریر ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۲ء کو لکھی تھی اور کشتی نوح میں اس سے بیس دن پہلے آپ تحریر فرما چکے تھے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے تو آپ تریاق القلوب میں بیس دن بعد اس کے خلاف کیونکر لکھ سکتے تھے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ تریاق القلوب کا یہ صفحہ بھی ۱۸۹۹ء کا لکھا ہوا تھا نہ کہ ۱۹۰۲ء کا۔

اور تریاق القلوب سے بھی ظاہر ہے کہ یہ کتاب ۱۸۹۹ء میں لکھی گئی تھی۔ اصل کتاب جو جلد ھذا کے صفحہ ۱۷۱ پر ختم ہوئی ہے۔ اس کے آخر میں اس کے لکھے جانے کی تاریخ یکم اگست ۱۸۹۹ء لکھی ہے اور اس جلد کے صفحہ ۴۴۴ اور ایڈیشن اوّل کے صفحہ ۱۳۷ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''اب اس وقت تک کہ ۵/دسمبر ۱۸۹۹ء ہے''

گویا ۱۳۷ صفحات ایڈیشن اوّل کے ۵/دسمبر ۱۸۹۹ء تک لکھے جا چکے تھے اور اس وقت آپ آگے لکھ رہے تھے۔ اور دوسرے ضمیموں کی تاریخیں اُوپر ذکر کی جا چکی ہیں۔ پس تریاق القلوب سے اندرونی شہادت بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ یہ کتاب دسمبر ۱۸۹۹ء میں مکمل ہو چکی تھی۔ جب ۱۹۰۲ء میں اس کی اشاعت کا وقت آیا تو اس وقت صرف آخری صفحہ ضمیمہ نمبر۲ کا آپ نے ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۲ء کو تحریر فرمایا۔ چونکہ آپ کا ارادہ تریاق القلوب میں سو سے زیادہ نشانات ذکر کرنے کا تھا۔ لیکن اس اثناء میں آپ کتاب **نزول المسیح** کی تصنیف شروع فرما چکے تھے۔ اس لئے ضمیمہ نمبر۲ کی آخری سطور میں آپ نے فرمایا:۔

''اور واضح ہو کہ اس کتاب کا وہ حصہ جس میں پیشگوئیاں ہیں پورے طور پر شائع نہیں ہوا۔ کیونکہ کتاب نزول المسیح نے اس سے مستغنی کر دیا جس میں ڈیڑھ سو پیشگوئی درج ہے۔ خدا نے جو چاہا وہی ہوا۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵، صفحہ ۴۸۶)

تحفہ غزنویہ

رسالہ تحفہ غزنویہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبدالحق غزنوی کے ایک اشتہار کے جواب میں لکھا جس میں اس نے سخت زبانی اور ٹھٹھا اور ہنسی کی تھی۔ حضرت اقدس اس اشتہار سے متعلق فرماتے ہیں:۔

''یہ اشتہار دو رنگ کے حملوں پر مشتمل ہے۔ اول میاں عبدالحق نے بعض گذشتہ نشانوں اور پیشگوئیوں کو جو فی الواقع پوری ہو چکیں یا وہ جو عنقریب پوری ہونے کو ہیں پیش کر کے عام لوگوں کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا وہ پوری نہیں ہوئیں۔''

(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۳۴)

''دوسرا حملہ میاں عبدالحق کا یہ ہے کہ وہ تجویز جو میں نے خدا تعالیٰ کے الہام سے بطور اتمام حجت پیش کی تھی جس کو میں اس سے پہلے بھی بذریعہ اشتہار شائع کر چکا تھا یعنی بیماروں کی شفا کے ذریعہ سے استجابت دعا کا مقابلہ اس تجویز کو میاں عبدالحق منظور نہیں فرماتے اور یہ عذر کرتے ہیں کہ بھلا سارے مشائخ اور علماءِ ہندوستان و پنجاب کس طرح جمع ہوں اور ان کے اخراجات کا کون متکفل ہو۔''

(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۳۸)

ان دونوں قسم کے حملوں کا دندان شکن جواب حضرت اقدس علیہ السّلام نے اس رسالہ میں دیا ہے اور میاں عبدالحق سے جو مباہلہ ہوا تھا اس کے بعد جو اللہ تعالیٰ کی تائیدات ترقی جماعت اور ظہور نشانات سماوی اور مالی فتوحات وغیرہ کی صورت میں آپ کو حاصل ہوئیں ان کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اور مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم کے اس ارشاد کا بروایت منشی محمد یعقوب ذکر فرمایا ہے کہ

''ایک نُور آسمان سے اُترا ہے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔''

(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۴۶)

اور بروایت حافظ محمد یوسف ان کے اس کشف کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ

''ایک نُور آسمان سے گرا اور وہ قادیان پر نازل ہوا اور میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔''
(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۶۵)

اور انہیں مقابلہ کے لئے دعوت دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

''اگر آیت **فلمّا توفّیتنی** کے معنے بجُز مارنے اور ہلاک کرنے کے کسی حدیث سے کچھ اَور ثابت کر سکو یا کسی آیت یا حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع جسم عنصری آسمان پر چڑھنا یا مع جسم عنصری آسمان سے اُترنا ثابت کر سکو یا اگر اخبار غیبیہ میں جو خدا تعالیٰ سے مجھ پر ظاہر ہوتی ہیں میرا مقابلہ کر سکو یا استجابتِ دعا میں میرا مقابلہ کر سکو یا تحریر زبان عربی میں میرا مقابلہ کر سکو یا اَور آسمانی نشانوں میں جو مجھے عطا ہوئے ہیں، میرا مقابلہ کر سکو تو میں جھوٹا ہوں۔ آپ لوگ تو ان سوالات کے وقت مُردہ کی طرح ہو گئے۔ یہی وجہ تو ہے کہ آپ لوگوں کو چھوڑ کر ہزار ہا نیک مرد اور عالم فاضل اس جماعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔''
(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۴۳)

یہ رسالہ لکھا تو ۱۹۰۰ء میں گیا تھا مگر اس کی اشاعت ۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ہوئی۔

روئداد جلسہ دُعاء

۲ر فروری ۱۹۰۰ء کو عید الفطر کے روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پر سرکار برطانیہ کی کامیابی کے لئے دُعا کے واسطے ایک عام جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں قادیان اور قریبی دیہات کے علاوہ افغانستان، عراق، مدراس، کشمیر اور ہندوستان کے مختلف اضلاع کے باشندے ایک ہزار کی تعداد میں حاضر ہوئے۔ قادیان کے غربی جانب قدیمی عیدگاہ میں عید کی نماز ادا کی گئی۔ حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید الفطر کی نماز پڑھائی۔ اور نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نہایت لطیف اور مؤثر خطبہ پڑھا۔ جس میں سورۃ ''النّاس'' کی لطیف اور پُر از نکات و معارف تفسیر بیان کرتے ہوئے حکّام مجازی کے حقوق کا ذکر فرمایا اور گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کی وجہ سے اس کی وفاداری کے لئے تلقین فرمائی اور خطبہ عید کے بعد

ٹرانسوال کی جنگ میں انگریزوں کی فتح کے لئے دعا کی تحریک فرما کر مجمع سمیت جوش وخلوص سے دُعا کی اوراسی مناسبت سے یہ تقریب **''جلسہ دُعا''** کے نام سے موسوم کی گئی اور مجروحین افواج برطانیہ کے لئے چندہ بھیجنے کی بھی پُرزور تحریک فرمائی اور جب پانچ سَو روپیہ چندہ جمع ہوگیا تو وہ گورنمنٹ کے متعلقہ محکمہ کو بھیج دیا گیا۔

آخر میں ہم اللہ تعالیٰ سے جس نے اس زمانہ کی ہدایت کے لئے ازراہ فضل وترحم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا نہایت تضرع اور عاجزی اور زاری سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان **روحانی خزائن** کے قارئین کو ہر قسم کے روحانی اور جسمانی انعامات عطا فرمائے اور اپنے خاص فضل اور رحمت کا وارث بنائے اور یہ **روحانی خزائن** ان کے لئے اور ان کی آئندہ نسلوں کے لئے دائمی خیر وبرکت کا موجب ہوں۔ آمین۔

خاکسار

جلال الدین شمس

۲؍نومبر۱۹۶۴ء
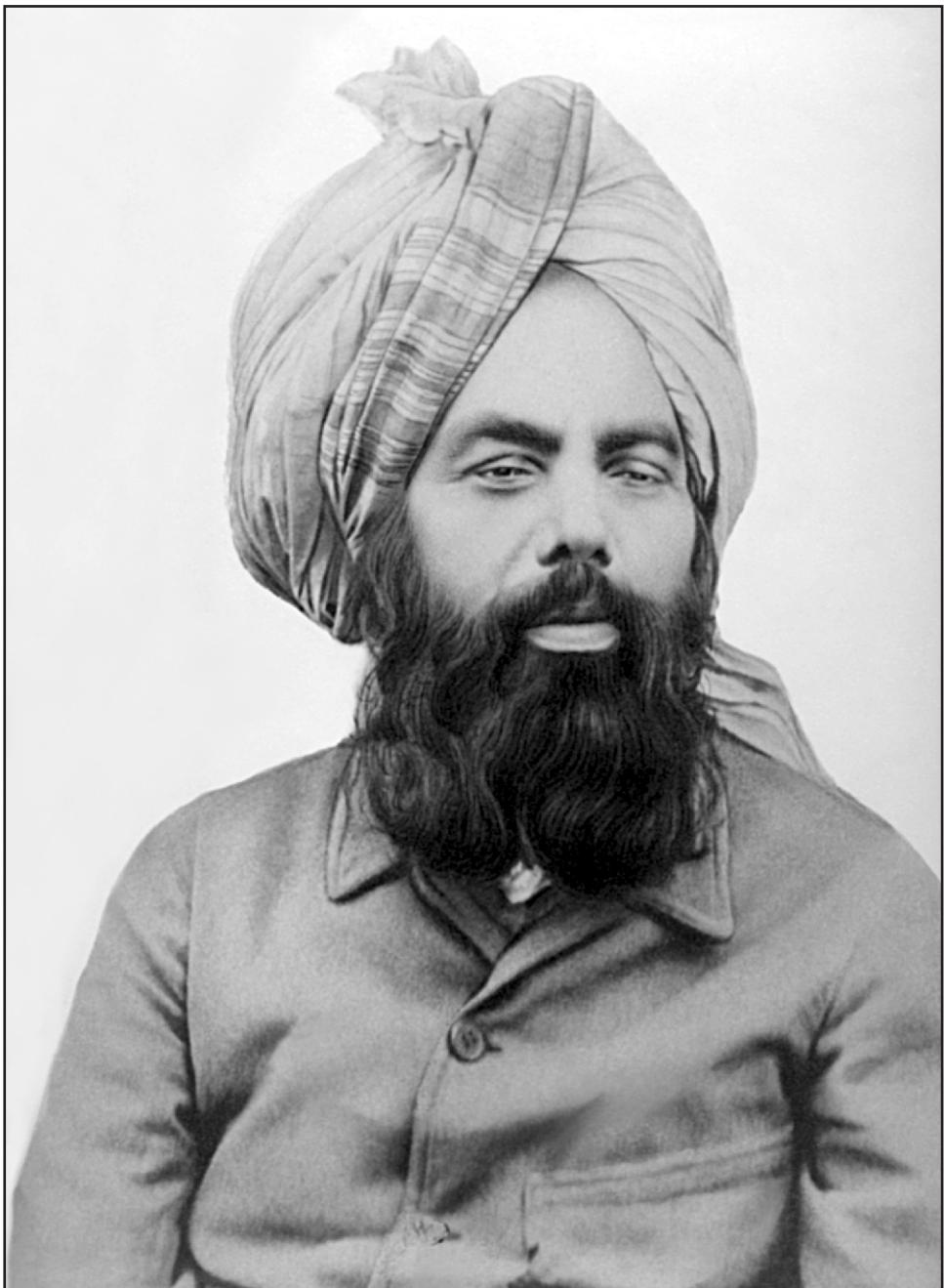
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

ٹائیٹل بار اول

حمد بیحد و قیاس اور لاانتہا و لامتناہی سپاس

خدائے رحیم و کریم ملک الجنۃ والناس

کہ گوہر بے بہا و نسخۂ کیمیا گم گشتگان کا رہنما

یعنی رسالہ

مسیح ہندوستان میں

سفتۂ الماس قلم اعجاز رقم حضرت مسیح الہند مرزا غلام احمد صاحب

قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام

درباره نجات مسیح ناصری از صلیب اور انکا سفر جانب ہندوستان

بتوفیق یزدانی و فضل ربانی

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان ضلع گورداسپور میں

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر و

مالک مطبع طبع ہو کر ۲۰ نومبر ۱۹۰۸ء کو

شائع ہوا

تعداد اشاعت ۷۰۰ قیمت ۳ ر

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ

اے ہمارے خدا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر اور تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

دیباچہ

اس کتاب کو میں اس مراد سے لکھتا ہوں کہ تا واقعات صحیحہ اور نہایت کامل اور ثابت شدہ تاریخی شہادتوں اور غیر قوموں کی قدیم تحریروں سے اُن غلط اور خطرناک خیالات کو دور کروں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے اکثر فرقوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پہلی اور آخری زندگی کی نسبت پھیلے ہوئے ہیں۔ یعنی وہ خیالات جن کے خوفناک نتیجے نہ صرف توحید باری تعالیٰ کے رہزن اور غارت گر ہیں بلکہ اس ملک کے مسلمانوں کی اخلاقی حالت پر بھی ان کا نہایت بد اور زہریلہ اثر متواتر مشاہدہ میں آ رہا ہے اور ایسی بے اصل کہانیوں اور قصوں پر اعتقاد رکھنے سے بد اخلاقی اور بداندیشی اور سخت دلی اور بے مہری کی رُوحانی بیماریاں اکثر اسلامی فرقوں میں پھیلتی جاتی ہیں اور ان کی صفت انسانی ہمدردی اور رحم اور انصاف اور انکسار اور تواضع کی پاک صفات اس قدر روز بروز کم ہوتی جاتی ہیں کہ گویا وہ اب جلد تر الوداع کہنے کو طیّار ہیں۔ اس سخت دلی اور بداخلاقی

نوٹ:۔ کتاب ’’مسیح ہندوستان میں‘‘ کے متن میں جن انگریزی کتب اور ان کے مصنفین کے نام دیئے گئے ہیں۔ صحت تلفظ کے لئے انہیں حاشیہ میں انگریزی میں دیا گیا ہے (ناشر)

﴿۲﴾ کی وجہ سے بہتیرے مسلمان ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ ان میں اور درندوں میں شاید کچھ تھوڑا ہی سا فرق ہوگا۔ اور ایک جین مت کا انسان اور یا بُدھ مذہب کا ایک پابند ایک مچھر یا پسّو کے مارنے سے بھی پرہیز کرتا اور ڈرتا ہے۔ مگر افسوس کہ ہم مسلمانوں میں سے اکثر ایسے ہیں کہ وہ ایک ناحق کا خون کرنے اور ایک بے گناہ انسان کی جان ضائع کرنے کے وقت بھی اُس قادر خدا کے مواخذہ سے نہیں ڈرتے جس نے زمین کے تمام جانوروں کی نسبت انسان کی جان کو بہت زیادہ قابلِ قدر قرار دیا ہے۔ اس قدر سخت دلی اور بے رحمی اور بے مہری کا کیا سبب ہے؟ یہی سبب ہے کہ بچپن سے ایسی کہانیاں اور قصّے اور بے جا طور پر جہاد کے مسئلے ان کے کانوں میں ڈالے جاتے اور اُن کے دل میں بٹھائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے رفتہ رفتہ ان کی اخلاقی حالت مردہ ہو جاتی ہے اور ان کے دل ان نفرتی کاموں کی بدی کو محسوس نہیں کر سکتے۔ بلکہ جو شخص ایک غافل انسان کو قتل کر کے اس کے اہل وعیال کو تباہی میں ڈالتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ گویا اُس نے بڑا ہی ثواب کا کام بلکہ قوم میں ایک فخر پیدا کرنے کا موقعہ حاصل کیا ہے۔ اور چونکہ ہمارے اس ملک میں اس قسم کی بدیوں کے روکنے کے لئے وعظ نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو نفاق سے۔ اس لئے عوام الناس کے خیالات کثرت سے ان فتنہ انگیز باتوں کی طرف جھکے ہوئے ہیں چنانچہ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ اپنی قوم کے حال پر رحم کر کے اردو اور فارسی اور عربی میں ایسی کتابیں لکھی ہیں جن میں یہ ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا مسئلہ اور کسی خونی امام کے آنے کے انتظار کا مسئلہ اور دوسری قوموں سے بُغض رکھنے کا مسئلہ یہ سب بعض کوتہ اندیش علماء کی غلطیاں ہیں ورنہ اسلام میں بجز دفاعی طور کی جنگ یا ان جنگوں کے سوا جو بغرض سزائے ظالم یا آزادی قائم کرنے کی نیت سے ہوں اور کسی صورت میں دین کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں اور دفاعی طور کی جنگ سے مراد وہ لڑائیاں ہیں جن کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کہ مخالفوں کے بلوہ سے اندیشہ جان ہو یہ تین قسم کے شرعی جہاد ہیں بجز ان تین صورتوں کی جنگ کے اور کوئی صورت جو دین کے پھیلانے کے

لئے ہو اسلام میں جائز نہیں۔ غرض اس مضمون کی کتابیں میں نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے اس ملک اور نیز عرب اور شام اور خراسان وغیرہ ممالک میں تقسیم کی ہیں لیکن اب مجھے خدائے تعالیٰ کے فضل سے ایسے باطل اور بے اصل عقائد کو دلوں میں سے نکالنے کے لئے وہ دلائلِ قویہ اور کھلے کھلے ثبوت اور قرائن یقینیّہ اور تاریخی شہادتیں ملی ہیں جن کی سچائی کی کرنیں مجھے بشارت دے رہی ہیں کہ عنقریب اُن کی اشاعت کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں اِن عقائد کے مخالف ایک تعجب انگیز تبدیلی پیدا ہونے والی ہے اور نہایت یقین سے امید کی جاتی ہے کہ ان سچائیوں کے سمجھنے کے بعد اسلام کے سعادت مند فرزندوں کے دلوں میں سے حلم اور انکسار اور رحم دلی کے خوشنما اور شیریں چشمے جاری ہوں گے اور اُن کی رُوحانی تبدیلی ہو کر ملک پر ایک نہایت نیک اور بابرکت اثر پڑے گا۔ ایسا ہی مجھے یقین ہے کہ عیسائی مذہب کے محقق اور دوسرے تمام سچائی کے بھوکے اور پیاسے بھی اس میری کتاب سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور یہ جو میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ اس کتاب کا اصل مدعا مسلمانوں اور عیسائیوں کی اُس غلطی کی اصلاح ہے جو ان کے بعض اعتقادات میں دخل پا گئی ہے یہ بیان کسی قدر تفصیل کا محتاج ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ ﴿۳﴾

واضح ہو کہ اکثر مسلمانوں اور عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے ہیں۔ اور یہ دونوں فرقے ایک مدت سے یہی گمان کرتے چلے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور کسی وقت آخری زمانہ میں پھر زمین پر نازل ہوں گے۔ اور ان دونوں فریق یعنی اہلِ اسلام اور مسیحیوں کے بیان میں فرق صرف اتنا ہے کہ عیسائی تو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دی اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر مع جسمِ عنصری چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں ہاتھ جا بیٹھے اور پھر آخری زمانہ میں دنیا کی عدالت کے لئے زمین پر آئیں گے اور کہتے ہیں کہ دنیا کا خدا اور خالق اور مالک وہی یسوع مسیح ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ وہی ہے جو

﴿۴﴾ دنیا کے اخیر میں سزا جزا دینے کے لئے جلالی طور پر نازل ہوگا تب ہر ایک آدمی جس نے اس کو یا اس کی ماں کو بھی خدا کر کے نہیں مانا پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ مگر مسلمانوں کے مذکورہ بالا فرقے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ صلیب پر مرے بلکہ اس وقت جبکہ یہودیوں نے ان کو مصلوب کرنے کے لئے گرفتار کیا خدا کا فرشتہ ان کو مع جسم عنصری آسمان پر لے گیا اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور مقام ان کا دوسرا آسمان ہے جہاں حضرت یحییٰ نبی یعنی یوحنّا ہیں۔ اور نیز مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بزرگ نبی ہے مگر نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے منارہ کے قریب یا کسی اور جگہ اتریں گے اور امام محمد مہدی کے ساتھ مل کر جو پہلے سے بنی فاطمہ میں سے دنیا میں آیا ہوا ہوگا دنیا کی تمام غیر قوموں کو قتل کر ڈالیں گے اور بجز ایسے شخص کے جو بلا توقف مسلمان ہو جائے اور کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ غرض مسلمانوں کا وہ فرقہ جو اپنے تئیں اہلِ سنّت یا اہلِ حدیث کہتے ہیں جن کو عوام وہابی کے نام سے پکارتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر نازل ہونے سے اصل مقصد یہ قرار دیتے ہیں کہ تا وہ ہندوؤں کے مہادیو کی طرح تمام دنیا کو فنا کر ڈالیں۔ اول یہ دھمکی دیں کہ مسلمان ہو جائیں اور اگر پھر بھی لوگ کفر پر قائم رہیں تو سب کو تہ تیغ کر دیں۔ اور کہتے ہیں کہ اسی غرض سے وہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ رکھے گئے ہیں کہ تا ایسے زمانہ میں جبکہ اسلامی سلاطین کی طاقتیں کمزور ہو جائیں آسمان سے اتر کر غیر قوموں کو ماریں اور جبر سے مسلمان کریں یا بصورت انکار قتل کر دیں۔ بالخصوص عیسائیوں کی نسبت بڑے زور سے فرقہ مذکورہ کے عالم یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو وہ دنیا کی تمام صلیبوں کو توڑ دیں گے اور تلوار کے ساتھ سخت بے رحمی کی کارروائیاں کریں گے اور دنیا کو خون میں غرق کر دیں گے۔ اور جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے یہ لوگ یعنی مسلمانوں میں سے اہلِ حدیث وغیرہ بڑے جوش سے یہ

اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح کے اترنے سے کچھ عرصہ پہلے بنی فاطمہ میں سے ایک امام پیدا ہوگا ﴿۵﴾
جس کا نام محمد مہدی ہوگا اور دراصل خلیفۂ وقت اور بادشاہ وہی ہوگا کیونکہ وہ قریش میں سے ہوگا۔
اور چونکہ اصل غرض اس کی یہ ہوگی کہ تمام غیر قوموں کو جو اسلام سے منکر ہیں قتل کر دیا جائے بجز
ایسے شخص کے کہ جو جلدی سے کلمہ پڑھ لے اس لئے اُس کی مدد اور ہاتھ بٹانے کے لئے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بجائے خود ایک مہدی ہیں
بلکہ بڑے مہدی وہی ہیں لیکن اس سبب سے کہ خلیفۂ وقت قریش میں سے ہونا چاہیئے اس لئے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام خلیفۂ وقت نہیں ہوں گے بلکہ خلیفۂ وقت وہی محمد مہدی ہوگا۔ اور کہتے ہیں
کہ یہ دونوں مل کر زمین کو انسانوں کے خون سے بھر دیں گے اور اس قدر خونریزی کریں گے
جس کی نظیر ابتداء دنیا سے اخیر تک کسی جگہ نہیں پائی جائے گی اور آتے ہی خونریزی ہی شروع
کر دیں گے اور کوئی وعظ وغیرہ نہیں کریں گے اور نہ کوئی نشان دکھائیں گے اور کہتے ہیں کہ
اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام محمد مہدی کے لئے بطور مشیر یا وزیر کے ہوں گے اور عنانِ
حکومت صرف مہدی کے ہاتھ میں ہوگی لیکن حضرت مسیح تمام دنیا کے قتل کرنے کے لئے حضرت
امام محمد مہدی کو ہر وقت اکسائیں گے۔ اور تیز مشورے دیتے رہیں گے۔ گویا اُس اخلاقی زمانہ
کی کسر نکالیں گے جبکہ آپ نے یہ تعلیم دی تھی کہ کسی شر کا مقابلہ مت کرو اور ایک گال پر طمانچہ کھا
کر دوسری گال بھی پھیر دو۔

یہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت عقیدے ہیں اور اگرچہ عیسائیوں
کی یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ وہ ایک عاجز انسان کو خدا کہتے ہیں لیکن بعض اہلِ اسلام جن میں سے
اہلِ حدیث کا وہ فرقہ بھی ہے جن کو وہابی بھی کہتے ہیں ان کے یہ عقائد کہ جو خونی مہدی اور خونی مسیح موعود
کی نسبت ان کے دلوں میں ہیں ان کی اخلاقی حالتوں پر نہایت بد اثر ڈال رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ
اس بد اثر کی وجہ سے نہ کسی دوسری قوم سے نیک نیتی اور صلح کاری اور دیانت کے ساتھ رہ سکتے ہیں

﴿۶﴾ اور نہ کسی دوسری گورنمنٹ کے نیچے سچی اور کامل اطاعت اور وفاداری سے بسر کر سکتے ہیں اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسا عقیدہ سخت اعتراض کی جگہ ہے کہ غیر قوموں پر اس قدر جبر کیا جائے کہ یا تو بلاتوقف مسلمان ہو جائیں اور یا قتل کئے جائیں۔ اور ہر ایک کانشنس بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ قبل اس کے کہ کوئی شخص کسی دین کی سچائی کو سمجھ لے اور اس کی نیک تعلیم اور خوبیوں سے مطلع ہو جائے یونہی جبر اور اکراہ اور قتل کی دھمکی سے اس کو اپنے دین میں داخل کرنا سخت ناپسندیدہ طریقہ ہے اور ایسے طریقہ سے دین کی ترقی تو کیا ہوگی بلکہ برعکس اس کے ہر ایک مخالف کو اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور ایسے اصولوں کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ نوع انسان کی ہمدردی بکلّی دل سے اٹھ جائے اور رحم اور انصاف جو انسانیت کا ایک بھاری خلق ہے ناپدید ہو جائے اور بجائے اُس کے کینہ اور بداندیشی بڑھتی جائے اور صرف درندگی باقی رہ جائے اور اخلاقِ فاضلہ کا نام و نشان نہ رہے۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسے اصول اس خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے جس کا ہر ایک مواخذہ اتمام حجت کے بعد ہے۔

سو چنا چاہیئے کہ اگر مثلاً ایک شخص ایک سچے مذہب کو اس وجہ سے قبول نہیں کرتا کہ وہ اس کی سچائی اور اس کی پاک تعلیم اور اس کی خوبیوں سے ہنوز ناواقف اور بے خبر ہے تو کیا ایسے شخص کے ساتھ یہ برتاؤ مناسب ہے کہ بلاتوقّف اس کو قتل کر دیا جائے بلکہ ایسا شخص قابلِ رحم ہے اور اس لائق ہے کہ نرمی اور خلق سے اُس مذہب کی سچائی اور خوبی اور روحانی منفعت اُس پر ظاہر کی جائے نہ یہ کہ اس کے انکار کا تلوار یا بندوق سے جواب دیا جائے۔ لہٰذا اس زمانہ کے ان اسلامی فرقوں کا مسئلہ جہاد اور پھر اُس کے ساتھ یہ تعلیم کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک خونی مہدی پیدا ہوگا جس کا نام امام محمد ہوگا اور مسیح اس کی مدد کے لئے آسمان سے اترے گا اور وہ دونوں مل کر دنیا کی تمام غیر قوموں کو اسلام کے انکار پر قتل کر دیں گے۔ نہایت درجہ اخلاقی مسئلہ کے مخالف ہے۔ کیا یہ وہ عقیدہ نہیں ہے کہ جو انسانیت کے تمام پاک قویٰ کو معطل کرتا اور درندوں کی طرح جذبات پیدا کر دیتا ہے اور ایسے عقائد والوں کو ہر ایک قوم

﴿۷﴾ سے منافقانہ زندگی بسر کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ غیر قوم کے حکام کے ساتھ بھی سچی اطاعت کے ساتھ پیش آنا محال ہوجاتا ہے بلکہ دروغ گوئی کے ذریعہ سے ایک جھوٹی اطاعت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک برٹش انڈیا میں اہلِ حدیث کے بعض فرقے جن کی طرف ہم ابھی اشارہ کر آئے ہیں گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت دو رویہ طرز کی زندگی بسر کر رہے ہیں یعنی پوشیدہ طور پر عوام کو وہی خونریزی کے زمانہ کی امیدیں دیتے ہیں اور خونی مہدی اور خونی مسیح کے انتظار میں ہیں اور اسی کے مطابق مسئلے سکھاتے ہیں اور پھر جب حکام کے سامنے جاتے ہیں تو ان کی خوشامدیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایسے عقیدوں کے مخالف ہیں لیکن اگر سچ مچ مخالف ہیں تو کیا وجہ کہ وہ اپنی تحریرات کے ذریعہ سے اس کی عام اشاعت نہیں کرتے اور کیا وجہ کہ وہ آنے والے خونی مہدی اور مسیح کی ایسے طور سے انتظار کر رہے ہیں کہ گویا اس کے ساتھ شامل ہونے کے لئے دروازے پر کھڑے ہیں۔ غرض ایسے اعتقادات سے اس قسم کے مولویوں کی اخلاقی حالت میں بہت کچھ تنزل پیدا ہوگیا ہے اور وہ اس لائق نہیں رہے کہ نرمی اور صلح کاری کی تعلیم دے سکیں بلکہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو خواہ نخواہ قتل کرنا دینداری کا ایک بڑا فرض سمجھا گیا ہے۔ ہم اس سے بہت خوش ہیں کہ کوئی فرقہ اہلِ حدیث میں سے ان غلط عقیدوں کا مخالف ہو۔ لیکن ہم اس بات کو افسوس کے ساتھ بیان کرنے سے رُک نہیں سکتے کہ اہل حدیث☆ کے فرقوں میں سے وہ چھپے وہابی بھی ہیں جو خونی مہدی اور جہاد کے مسائل کو مانتے ہیں اور طریق صحیح کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور کسی موقع کے وقت میں دوسرے مذاہب کے تمام لوگوں کو قتل کر دینا بڑے ثواب کا طریق خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ عقائد یعنی اسلام کے لئے قتل یا ایسی پیشگوئیوں پر عقیدہ رکھنا کہ گویا کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح دنیا میں آئے گا اور خونریزی اور خونریزی کی دھمکیوں سے اسلام کو ترقی دینا چاہے گا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بالکل مخالف ہیں۔ ہمارے

☆ اہل حدیث میں سے بعض بڑی گستاخی اور ناحق شناسی سے اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ عنقریب مہدی پیدا ہونے والا ہے اور وہ ہندوستان کے بادشاہ انگریزوں کو اپنا اسیر بنائے گا اور اس وقت عیسائی بادشاہ گرفتار ہوکر اس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ کتابیں اب تک ان اہل حدیث کے گھروں میں موجود ہیں۔ منجملہ ان کے کتاب اقتراب الساعۃ ایک بڑے مشہور اہل حدیث کی تصنیف ہے جس کے صفحہ ۶۴ میں یہی قصہ لکھا ہے۔ منہ

﴿۸﴾

نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ میں اور پھر بعد اس کے بھی کفار کے ہاتھ سے دکھ اٹھایا اور بالخصوص مکہ کے تیرہ برس اس مصیبت اور طرح طرح کے ظلم اٹھانے میں گذرے کہ جس کے تصور سے بھی رونا آتا ہے لیکن آپ نے اس وقت تک دشمنوں کے مقابل پر تلوار نہ اٹھائی اور نہ ان کے سخت کلمات کا سخت جواب دیا جب تک کہ بہت سے صحابہ اور آپ کے عزیز دوست بڑی بے رحمی سے قتل کئے گئے اور طرح طرح سے آپ کو بھی جسمانی دکھ دیا گیا اور کئی دفعہ زہر بھی دی گئی۔ اور کئی قسم کی تجویزیں قتل کرنے کی کی گئیں جن میں مخالفوں کو ناکامی رہی جب خدا کے انتقام کا وقت آیا تو ایسا ہوا کہ مکہ کے تمام رئیسوں اور قوم کے سربرآوردہ لوگوں نے اتفاق کر کے یہ فیصلہ کیا کہ بہرحال اس شخص کو قتل کر دینا چاہئیے۔ اس وقت خدا نے جو اپنے پیاروں اور صدیقوں اور راستبازوں کا حامی ہوتا ہے آپ کو خبر دے دی کہ اس شہر میں اب بجز بدی کے کچھ نہیں اور قتل پر کمر بستہ ہیں یہاں سے جلد بھاگ جاؤ تب آپ بحکم الٰہی مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے مگر پھر بھی مخالفوں نے پیچھا نہ چھوڑا بلکہ تعاقب کیا۔ اور بہرحال اسلام کو پامال کرنا چاہا۔ جب اس حد تک ان لوگوں کی شورہ پشتی بڑھ گئی اور کئی بے گناہوں کے قتل کرنے کے جرم نے بھی ان کو سزا کے لائق بنایا تب ان کے ساتھ لڑنے کے لئے بطور مدافعت اور حفاظت خود اختیاری اجازت دی گئی اور نیز وہ لوگ بہت سے بے گناہ مقتولوں کے عوض میں جن کو انہوں نے بغیر کسی معرکہ جنگ کے محض شرارت سے قتل کیا تھا اور ان کے مالوں پر قبضہ کیا تھا اس لائق ہو گئے تھے کہ اسی طرح ان کے ساتھ اور ان کے معاونوں کے ساتھ معاملہ کیا جاتا۔ مگر مکہ کی فتح کے وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو بخش دیا لہٰذا یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے کبھی دین پھیلانے کے لئے لڑائی کی تھی یا کسی کو جبراً اسلام میں داخل کیا تھا سخت غلطی اور ظلم ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں ہر ایک قوم کا اسلام کے ساتھ تعصب بڑھا ہوا تھا اور مخالف لوگ اس کو ایک فرقہ جدیدہ اور جماعت قلیلہ سمجھ کر اس کے نیست و نابود کرنے کی تدبیروں میں لگے ہوئے تھے اور ہر ایک اس فکر میں تھا

﴿۹﴾ کہ کسی طرح یہ لوگ جلد نابود ہو جائیں اور یا ایسے منتشر ہوں کہ ان کی ترقی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے اس وجہ سے بات بات میں ان کی طرف سے مزاحمت تھی اور ہر ایک قوم میں سے جو شخص مسلمان ہو جاتا تھا وہ قوم کے ہاتھ سے یا تو فی الفور مارا جاتا اور یا اس کی زندگی سخت خطرہ میں رہتی تھی تو ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے نومسلم لوگوں پر رحم کر کے ایسی متعصب طاقتوں پر یہ تعزیر لگا دی تھی کہ وہ اسلام کے خراج دہ ہو جائیں اور اس طرح اسلام کے لئے آزادی کے دروازے کھول دیں اور اس سے مطلب یہ تھا کہ تا ایمان لانے والوں کی راہ سے روکیں دور ہو جائیں اور یہ دنیا پر خدا کا رحم تھا اور اس میں کسی کا حرج نہ تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس وقت کے غیر قوم کے بادشاہ اسلام کی مذہبی آزادی کو نہیں روکتے، اسلامی فرائض کو بند نہیں کرتے اور اپنی قوم کے مسلمان ہونے والوں کو قتل نہیں کرتے، ان کو قید خانوں میں نہیں ڈالتے ان کو طرح طرح کے دکھ نہیں دیتے تو پھر کیوں اسلام ان کے مقابل پر تلوار اٹھاوے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ اگر قرآن شریف اور تمام حدیث کی کتابوں اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے اور جہاں تک انسان کے لئے ممکن ہے تدبر سے پڑھا یا سنا جائے تو اس قدر وسعت معلومات کے بعد قطعی یقین کے ساتھ معلوم ہوگا کہ یہ اعتراض کہ گویا اسلام نے دین کو جبراً پھیلانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے نہایت بے بنیاد اور قابلِ شرم الزام ہے اور یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے تعصب سے الگ ہو کر قرآن اور حدیث اور اسلام کی معتبر تاریخوں کو نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ اور بہتان لگانے سے پورا پورا کام لیا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے ان بہتانوں کی حقیقت پر مطلع ہو جائیں گے۔ کیا اس مذہب کو ہم جبر کا مذہب کہہ سکتے ہیں جس کی کتاب قرآن میں صاف طور پر یہ ہدایت ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[1] یعنی دین میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ کیا ہم اس بزرگ نبی کو جبر کا الزام دے سکتے ہیں جس نے مکہ معظّمہ کے تیرہ برس میں اپنے تمام دوستوں کو دن رات یہی نصیحت دی کہ شر کا مقابلہ مت کرو اور صبر کرتے رہو۔ ہاں جب دشمنوں کی بدی حد سے گذر گئی اور دین اسلام کے مٹا دینے کے لئے تمام قوموں نے

[1] البقرة:۲۵۷

﴿۱۰﴾ کوشش کی تو اس وقت غیرتِ الٰہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں۔ ورنہ قرآن شریف نے ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دی۔ اگر جبر کی تعلیم ہوتی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جبر کی تعلیم کی وجہ سے اس لائق نہ ہوتے کہ امتحانوں کے موقع پر سچے ایمانداروں کی طرح صدق دکھلا سکتے لیکن ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ کے صحابہ کی وفاداری ایک ایسا امر ہے کہ اس کے اظہار کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ ان سے صدق اور وفاداری کے نمونے اس درجہ پر ظہور میں آئے کہ دوسری قوموں میں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس وفادار قوم نے تلواروں کے نیچے بھی اپنی وفاداری اور صدق کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنے بزرگ اور پاک نبی کی رفاقت میں وہ صدق دکھلایا کہ کبھی انسان میں وہ صدق نہیں آ سکتا جب تک ایمان سے اس کا دل اور سینہ منور نہ ہو۔ غرض اسلام میں جبر کو دخل نہیں۔ اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں (۱) دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظت خود اختیاری۔ (۲) بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون۔ (۳) بطور آزادی قائم کرنے کے یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے۔ پس جس حالت میں اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ کسی شخص کو جبر اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے تو پھر کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کی انتظار کرنا سراسر لغو اور بیہودہ ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآنی تعلیم کے برخلاف کوئی ایسا انسان بھی دنیا میں آوے جو تلوار کے ساتھ لوگوں کو مسلمان کرے۔ یہ بات ایسی نہ تھی کہ سمجھ نہ آ سکتی یا اس کے سمجھنے میں کچھ مشکلات ہوتیں لیکن نادان لوگوں کو نفسانی طمع نے اس عقیدہ کی طرف جھکایا ہے کیونکہ ہمارے اکثر مولویوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ مہدی کی لڑائیوں کے ذریعہ سے بہت سا مال ان کو ملے گا یہاں تک کہ وہ سنبھال نہیں سکیں گے اور چونکہ آج کل اس ملک کے اکثر مولوی بہت تنگ دست ہیں اس وجہ سے بھی وہ ایسے مہدی کے دن رات منتظر ہیں کہ تا شاید اسی ذریعہ سے ان کی نفسانی حاجتیں پوری ہوں لہٰذا جو شخص ایسے مہدی کے آنے سے انکار کرے

﴿۱۱﴾ یہ لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس کو فی الفور کافر ٹھہرایا جاتا اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے چنانچہ میں بھی انہی وجوہ سے ان لوگوں کی نظر میں کافر ہوں کیونکہ ایسے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں ہوں بلکہ ان بیہودہ عقیدوں کو سخت کراہت اور نفرت سے دیکھتا ہوں اور میرے کافر کہنے کی صرف یہی وجہ نہیں کہ میں نے ایسے فرضی مہدی اور فرضی مسیح کے آنے سے انکار کر دیا ہے جس پر ان کا اعتقاد ہے بلکہ ایک یہ بھی وجہ ہے کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے الہام پا کر اس بات کا عام طور پر اعلان کیا ہے کہ وہ حقیقی اور واقعی مسیح موعود جو وہی درحقیقت مہدی بھی ہے جس کے آنے کی بشارت انجیل اور قرآن میں پائی جاتی ہے اور احادیث میں بھی اس کے آنے کے لئے وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں مگر بغیر تلواروں اور بندوقوں کے۔ اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ نرمی اور آہستگی اور حلم اور غربت کے ساتھ اس خدا کی طرف لوگوں کو توجہ دلاؤں جو سچا خدا اور قدیم اور غیر متغیر ہے اور کامل تقدّس اور کامل علم اور کامل رحم اور کامل انصاف رکھتا ہے۔

اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں۔ اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں اور غیب کی باتیں اور آئندہ کے بھید جو خدائے تعالیٰ کی پاک کتابوں کی رو سے صادق کی شناخت کے لئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں اور پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں اس لئے ان روحوں نے مجھ سے دشمنی کی جو سچائی کو نہیں چاہتیں اور تاریکی سے خوش ہیں مگر میں نے چاہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے نوع انسان کی ہمدردی کروں۔ سو اس زمانہ میں عیسائیوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کو اس سچے خدا کی طرف توجہ دی جائے جو پیدا ہونے اور مرنے اور درد دکھ وغیرہ نقصانوں سے پاک ہے۔ وہ خدا جس نے تمام ابتدائی اجسام واجرام کو

﴿۱۲﴾ کروی شکل پر پیدا کر کے اپنے قانون قدرت میں یہ ہدایت منقوش کی کہ اس کی ذات میں کرویت کی طرح وحدت اور یک جہتی ہے اس لئے بسیط چیزوں میں سے کوئی چیز سہ گوشہ پیدا نہیں کی گئی یعنی جو کچھ خدا کے ہاتھ سے پہلے پہلے نکلا جیسے زمین، آسمان، سورج، چاند اور تمام ستارے اور عناصر وہ سب کروی ہیں جن کی کرویت توحید کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ سو عیسائیوں سے سچی ہمدردی اور سچی محبت اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں کہ اس خدا کی طرف ان کو رہبری کی جائے جس کے ہاتھ کی چیزیں اس کو تثلیث سے پاک ٹھہراتی ہیں۔

اور مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے اور ان کی ان جھوٹی امیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں جو اسلامی ہدایتوں کی سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے۔ اور میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ حال کے بعض علماء کے یہ خیالات کہ مہدی خونی آئے گا اور تلوار سے اسلام کو پھیلائے گا یہ تمام خیالات قرآنی تعلیم کے مخالف اور صرف نفسانی آرزوئیں ہیں اور ایک نیک اور حق پسند مسلمان کے لئے ان خیالات سے باز آجانے کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ قرآنی ہدایتوں کو غور سے پڑھے اور ذرہ ٹھہر کر اور فکر اور سوچ سے کام لے کر نظر کرے کہ کیونکر خدائے تعالیٰ کا پاک کلام اس بات کا مخالف ہے کہ کسی کو دین میں داخل کرنے کے لئے قتل کی دھمکی دی جائے۔ غرض یہی ایک دلیل ایسے عقیدوں کے باطل ثابت کرنے کے لئے کافی ہے لیکن تاہم میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ تاریخی واقعات وغیرہ روشن ثبوتوں سے بھی مذکورہ بالا عقائد کا باطل ہونا ثابت کروں۔ سو میں اس کتاب میں یہ ثابت کروں گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہیے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سرینگر کشمیر میں فوت ہو گئے اور سرینگر محلہ خان یار میں ان کی قبر ہے۔ اور میں نے صفائی بیان کے لئے اس تحقیق کو دس۱۰ باب اور ایک خاتمہ پر منقسم کیا ہے۔ (۱) اوّل وہ شہادتیں جو اس بارے میں انجیل سے ہم کو ملی ہیں۔ (۲) دوم وہ شہادتیں جو اس بارے میں

﴿۱۳﴾ قرآن شریف اور حدیث سے ہم کو ملی ہیں۔ (۳) سوم وہ شہادتیں جو طبابت کی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں۔ (۴) چہارم وہ شہادتیں جو تاریخی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں۔ (۵) پنجم وہ شہادتیں جو زبانی تواترات سے ہم کو ملی ہیں۔ (۶) ششم وہ شہادتیں جو قرائن متفرقہ سے ہم کو ملی ہیں۔ (۷) ہفتم وہ شہادتیں جو معقولی دلائل سے ہم کو ملی ہیں۔ (۸) ہشتم وہ شہادتیں جو خدا کے تازہ الہام سے ہم کو ملی ہیں۔ یہ آٹھ باب ہیں۔ (۹) نویں باب میں برعایت اختصار عیسائی مذہب اور اسلام کا تعلیم کی رو سے مقابلہ کر کے دکھلایا جائے گا اور اسلامی مذہب کے سچائی کے دلائل بیان کئے جائیں گے۔ (۱۰) دسویں باب میں کچھ زیادہ تفصیل ان امور کی کی جائے گی جن کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور یہ بیان ہوگا کہ میرے مسیح موعود اور منجانب اللہ ہونے کا ثبوت کیا ہے۔ اور اخیر پر ایک خاتمہ کتاب کا ہوگا جس میں بعض ضروری ہدایتیں درج ہوں گی۔

ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو غور سے پڑھیں اور یونہی بدظنی سے ان سچائیوں کو ہاتھ سے پھینک نہ دیں اور یاد رکھیں کہ ہماری یہ تحقیق سرسری نہیں ہے بلکہ یہ ثبوت نہایت تحقیق اور تفتیش سے بہم پہنچایا گیا ہے۔ اور ہم خدائے تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کام میں ہماری مدد کرے اور اپنے خاص الہام اور القا سے سچائی کی پوری روشنی ہمیں عطا فرماوے کہ ہر ایک صحیح علم اور صاف معرفت اسی سے اترتی اور اسی کی توفیق سے دلوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار **مرزا غلام احمد** از قادیاں

۲۵؍اپریل ۱۸۹۹ء

﴿۱۴﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پہلا باب

جاننا چاہیے کہ اگرچہ عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودا اسکریوطی کی شرارت سے گرفتار ہو کر مصلوب ہو گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ لیکن انجیل شریف پر غور کرنے سے یہ اعتقاد سراسر باطل ثابت ہوتا ہے۔ متی باب ۱۲ آیت ۴۰ میں لکھا ہے کہ جیسا کہ یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا۔ اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بیہوشی اور غشی تھی۔ اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔ اور آخر قوم نے اس کو قبول کیا۔ پھر اگر حضرت مسیح علیہ السلام مچھلی☆ کے پیٹ میں مر گئے تھے تو مردہ کو زندہ سے کیا مشابہت اور زندہ کو مردہ سے کیا مناسبت؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح ایک نبی صادق تھا اور جانتا تھا کہ وہ خدا جس کا وہ پیارا تھا لعنتی موت سے اس کو بچائے گا۔ اس لئے اس نے خدا سے الہام پا کر پیشگوئی کے طور پر یہ مثال بیان کی تھی اور اس مثال میں جتلا دیا تھا کہ وہ صلیب پر نہ مرے گا اور نہ لعنت کی لکڑی پر اس کی جان نکلے گی بلکہ یونس نبی کی طرح صرف غشی کی حالت ہوگی۔ اور مسیح نے اس مثال میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پھر قوم سے ملے گا

☆ کاتب کی غلطی سے پہلے ایڈیشن میں ’’مچھلی‘‘ لکھا گیا۔ اصل میں ’’زمین‘‘ ہے۔ (شمس)

﴿۱۵﴾ اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائے گا۔ سو یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔ کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ میں سے نکل کر اپنی ان قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں یعنی بنی اسرائیل کے وہ دس فرقے جن کو شالمنذر[1] شاہ اسور سامریہ سے مسیح سے سات سو اکیس برس ☆ پیشتر اسیر کر کے لے گیا آخر وہ ہندوستان کی طرف آ کر اس ملک کے متفرق مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اور ضرور تھا کہ مسیح اس سفر کو اختیار کرتا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی اس کی نبوت کی علت غائی تھی کہ وہ ان گمشدہ یہودیوں کو ملتا جو ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے وجہ یہ کہ درحقیقت وہی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھیں جنہوں نے ان ملکوں میں آ کر اپنے باپ دادے کا مذہب بھی ترک کر دیا تھا اور اکثر ان کے بُدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ اور پھر رفتہ رفتہ بت پرستی تک نوبت پہنچی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر نے بھی اپنی کتاب وقائع سیر و سیاحت میں کئی اہل علم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کشمیر کے باشندے دراصل یہودی ہیں کہ جو تفرقہ شاہ اسور کے ایام میں اس ملک میں آ گئے تھے۔ ۞ بہرحال حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے یہ ضروری تھا کہ ان گمشدہ بھیڑوں کو تلاش کرتے جو اس ملک ہند میں آ کر دوسری قوموں میں مخلوط ہو گئی تھیں۔ چنانچہ آگے چل کر ہم اس بات کا ثبوت دیں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فی الواقع اس ملک ہند میں آئے اور پھر منزل بمنزل کشمیر میں پہنچے۔ اور اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کا بدھ مذہب میں پتہ لگا لیا۔ اور انہوں نے آخر اس کو اسی طرح قبول کیا جیسا کہ یونس کی قوم نے یونس کو قبول کر لیا تھا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ مسیح انجیل میں اپنی زبان سے اس بات کو بیان کرتا ہے کہ وہ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ماسوا اس کے صلیب کی موت سے نجات پانا اس کو اس لئے بھی ضروری تھا کہ مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ اور لعنت کا ایک ایسا مفہوم ہے کہ جو عیسیٰ مسیح جیسے برگزیدہ پر ایک دم کے لئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے۔ کیونکہ باتفاق تمام اہل زبان لعنت کا مفہوم دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس حالت میں کسی کو ملعون کہا جائے گا

☆ اور ان کے سوا اور یہودی بھی بابلی حوادث سے مشرقی بلاد کی طرف جلاوطن ہوئے۔ **منہ**

۞ دیکھو جلد دوم واقعات سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر فرانسیسی۔

1. Shalmaneser

﴿۱۶﴾ جب کہ حقیقت میں اس کا دل خدا سے برگشتہ ہو کر سیاہ ہو جائے اور خدا کی رحمت سے بے نصیب اور خدا کی محبت سے بے بہرہ اور خدا کی معرفت سے بکلی تہی دست اور خالی اور شیطان کی طرح اندھا اور بے بہرہ ہو کر گمراہی کے زہر سے بھرا ہوا ہو اور خدا کی محبت اور معرفت کا نور ایک ذرہ اس میں باقی نہ رہے اور تمام تعلق مہر و وفا کا ٹوٹ جائے اور اس میں اور خدا میں باہم بغض اور نفرت اور کراہت اور عداوت پیدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے۔ غرض ہر ایک صفت میں شیطان کا وارث ہو جائے اور اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے۔☆ اب ظاہر ہے کہ ملعون کا مفہوم ایسا پلید اور ناپاک ہے کہ کسی طرح کسی راستباز پر جو کہ اپنے دل میں خدا کی محبت رکھتا ہے صادق نہیں آ سکتا۔ افسوس کہ عیسائیوں نے اس اعتقاد کے ایجاد کرنے کے وقت لعنت کے مفہوم پر غور نہیں کی ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگ ایسا خراب لفظ مسیح جیسے راستباز کی نسبت استعمال کر سکتے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح پر کبھی ایسا زمانہ آیا تھا کہ اس کا دل درحقیقت خدا سے برگشتہ اور خدا کا منکر اور خدا سے بیزار اور خدا کا دشمن ہو گیا تھا؟ کیا ہم گمان کر سکتے ہیں کہ مسیح کے دل نے کبھی یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اب خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور کفر اور انکار کی تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے؟ پھر اگر مسیح کے دل پر کبھی ایسی حالت نہیں آئی بلکہ وہ ہمیشہ محبت اور معرفت کے نور سے بھرا رہا تو اے دانشمندو! یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے دل پر نہ ایک لعنت بلکہ ہزاروں خدا کی لعنتیں اپنی کیفیت کے ساتھ نازل ہوئی تھیں۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ لعنتی ہوا؟ نہایت افسوس ہے کہ انسان جب ایک بات منہ سے نکال لیتا ہے یا ایک عقیدہ پر قائم ہو جاتا ہے تو پھر گو کیسی ہی خرابی اس عقیدہ کی کھل جائے کسی طرح اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ نجات حاصل کرنے کی تمنا اگر کسی حقیقت حقّہ پر بنیاد رکھتی ہو تو قابل تعریف امر ہے لیکن یہ کیسی نجات کی خواہش ہے جس سے ایک سچائی کا خون کیا جاتا اور

☆ دیکھو کتب لغت۔ لسان العرب، صحاح جوہری، قاموس، محیط، تاج العروس وغیرہ۔ **منه**

﴿۱۷﴾ ایک پاک نبی اور کامل انسان کی نسبت یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ گویا اس پر یہ حالت بھی آئی تھی کہ اس کا خدائے تعالیٰ سے رشتہ تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اور بجائے یک دِلی اور یک جہتی کے مغائرت اور مبائنت اور عداوت اور بیزاری پیدا ہوگئی تھی اور بجائے نور کے دل پر تاریکی چھا گئی تھی۔

یہ بھی یاد رہے کہ ایسا خیال صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی شانِ نبوت اور مرتبہ رسالت کے ہی مخالف نہیں بلکہ ان کے اس دعویٰ کمال اور پاکیزگی اور محبت اور معرفت کے بھی مخالف ہے جو انہوں نے جا بجا انجیل میں ظاہر کیا ہے۔ انجیل کو پڑھ کر دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف دعویٰ کرتے ہیں کہ میں جہان کا نور ہوں۔ میں ہادی ہوں۔ اور میں خدا سے اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رکھتا ہوں۔ اور میں نے اُس سے پاک پیدائش پائی ہے اور میں خدا کا پیارا بیٹا ہوں۔ پھر باوجود ان غیر منفک اور پاک تعلقات کے لعنت کا ناپاک مفہوم کیونکر مسیح کے دل پر صادق آ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں پس بلا شبہ یہ بات ثابت ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنی صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اس کی ذات صلیب کے نتیجہ سے پاک ہے۔ اور جبکہ مصلوب نہیں ہوا تو لعنت کی ناپاک کیفیت سے بیشک اس کے دل کو بچایا گیا۔ اور بلا شبہ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ وہ آسمان پر ہرگز نہیں گیا کیونکہ آسمان پر جانا اس منصوبہ کی ایک جز تھی اور مصلوب ہونے کی ایک فرع تھی۔ پس جبکہ ثابت ہوا کہ وہ نہ لعنتی ہوا اور نہ تین دن کے لئے دوزخ میں گیا اور نہ مرا تو پھر یہ دوسری جز آسمان پر جانے کی بھی باطل ثابت ہوئی اور اس پر اور بھی دلائل ہیں جو انجیل سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہ قول ہے جو مسیح کے منہ سے نکلا ’’لیکن میں اپنے جی اٹھنے کے بعد تم سے آگے جلیل کو جاؤں گا‘‘ دیکھو متی باب ۲۶ آیت ۳۲۔ اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح قبر سے نکلنے کے بعد جلیل کی طرف گیا تھا نہ آسمان کی طرف۔ اور مسیح کا یہ کلمہ کہ ’’اپنے جی اٹھنے کے بعد‘‘ اس سے مرنے کے

﴿۱۸﴾ بعد جینا مراد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ چونکہ یہودیوں اور عام لوگوں کی نظر میں وہ صلیب پر مر چکا تھا اس لئے مسیح نے پہلے سے اُن کے آئندہ خیالات کے موافق یہ کلمہ استعمال کیا۔ اور درحقیقت جس شخص کو صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے پیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے یہاں تک کہ وہ اس تکلیف سے غشی میں ہوکر مردہ کی سی حالت میں ہوگیا۔ اگر وہ ایسے صدمہ سے نجات پا کر پھر ہوش کی حالت میں آ جائے تو اس کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ میں پھر زندہ ہوگیا اور بلاشبہ اس صدمہ عظیمہ کے بعد مسیح کا بچ جانا ایک معجزہ تھا معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ مسیح کی جان نکل گئی تھی۔ سچ ہے کہ انجیلوں میں ایسے لفظ موجود ہیں لیکن یہ اسی قسم کی انجیل نویسوں کی غلطی ہے جیسا کہ اور بہت سے تاریخی واقعات کے لکھنے میں انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ انجیلوں کے محقق شارحوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ انجیلوں میں دو حصے ہیں (۱) ایک دینی تعلیم ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح علیہ السلام سے ملی تھی جو اصل روح انجیل کا ہے۔ (۲) اور دوسرے تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کا شجرہ نسب اور ان کا پکڑا جانا اور مارا جانا اور مسیح کے وقت میں ایک معجزہ نما تالاب کا ہونا وغیرہ یہ وہ امور ہیں جو لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھے تھے۔ سو یہ باتیں الہامی نہیں ہیں بلکہ لکھنے والوں نے اپنے خیال کے موافق لکھی ہیں اور بعض جگہ مبالغہ بھی حد سے زیادہ کیا ہے جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ جس قدر مسیح نے کام کئے یعنی معجزات دکھلائے اگر وہ کتابوں میں لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں۔ یہ کس قدر مبالغہ ہے۔

ماسوا اس کے ایسے بڑے صدمہ کو جو مسیح پر وارد ہوا تھا موت کے ساتھ تعبیر کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے۔ ہر ایک قوم میں قریباً یہ محاورہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک مہلک صدمہ میں مبتلا ہوکر پھر آخر بچ جائے اس کو کہا جاتا ہے کہ نئے سرے زندہ ہوا اور کسی قوم اور ملک کے محاورہ میں ایسی بول چال میں کچھ بھی تکلف نہیں۔

ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ برنباس کی انجیل

میںؔ جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور نہ صلیب پر ﴿۱۹﴾
جان دی۔ اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی
فیصلہ کے ردّ کر دی گئی ہے مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پرانی کتاب ہے اور اسی زمانہ کی ہے
جب کہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں۔ کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پرانی اور دیرینہ کتاب کو عہد قدیم
کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس سے فائدہ اٹھاویں؟ اور کیا کم
سے کم اس کتاب کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مسیح علیہ السلام کے صلیب کے وقت تمام لوگ
اس بات پر اتفاق نہیں رکھتے تھے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے۔ پھر ماسوا اس کے جب کہ
خود ان چار انجیلوں میں ایسے استعارات موجود ہیں کہ ایک مردہ کو کہہ دیا ہے کہ یہ سوتا ہے مرا نہیں تو
اس حالت میں اگر غشی کی حالت میں مردہ کا لفظ بولا گیا تو کیا یہ بعید ہے۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی کے
کلام میں جھوٹ جائز نہیں۔ مسیح نے اپنی قبر میں رہنے کے تین دن کو یونس کے تین دنوں سے
مشابہت دی ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ یونس تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا
ایسا ہی مسیح بھی تین دن قبر میں زندہ رہا اور یہودیوں میں اس وقت کی قبریں اس زمانہ کی قبروں کے
مشابہ نہ تھیں بلکہ وہ ایک کوٹھے کی طرح اندر سے بہت فراخ ہوتی تھیں اور ایک طرف کھڑکی ہوتی
تھی جس کو ایک بڑے پتھر سے ڈھانکا ہوا ہوتا تھا۔ اور عنقریب ہم اپنے موقعہ پر ثابت کریں گے کہ
عیسٰی علیہ السلام کی قبر جو حال میں سری نگر کشمیر میں ثابت ہوئی ہے وہ بعینہٖ اسی طرز کی قبر ہے جیسا کہ
یہ قبر تھی جس میں حضرت مسیح غشی کی حالت میں رکھے گئے۔

غرض یہ آیت جس کو ابھی ہم نے لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکل کر
گلیل کی طرف گیا۔ اور مرقس کی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے نکل کر جلیل کی سڑک پر جاتا ہوا
دکھائی دیا اور آخر ان گیارہ حواریوں کو ملا جب کہ وہ کھانا کھا رہے تھے اور اپنے ہاتھ اور پاؤں

﴿۲۰﴾ جو زخمی تھے دکھائے اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید یہ روح ہے۔ تب اس نے کہا کہ مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو اور ان سے ایک بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتا لیا اور ان کے سامنے کھایا۔ دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴۔ اور لوقا باب ۲۴ آیت ۳۹ اور ۴۰ اور ۴۱ اور ۴۲۔ ان آیات سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ قبر سے نکل کر جلیل کی طرف گیا اور معمولی جسم اور معمولی کپڑوں میں انسانوں کی طرح تھا۔ اگر وہ مر کر زندہ ہوتا تو کیونکر ممکن تھا کہ جلالی جسم میں صلیب کے زخم باقی رہ جاتے اور اس کو روٹی کھانے کی کیا حاجت تھی اور اگر تھی تو پھر اب بھی روٹی کھانے کا محتاج ہوگا۔

ناظرین کو اس دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے کہ یہودیوں کی صلیب اس زمانہ کی پھانسی کی طرح ہوگی جس سے نجات پانا قریباً محال ہے کیونکہ اس زمانہ کی صلیب میں کوئی رسّا گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور نہ تختہ پر سے گرا کر لٹکایا جاتا تھا بلکہ صرف صلیب پر کھینچ کر ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور یہ بات ممکن ہوتی تھی کہ اگر صلیب پر کھینچنے اور کیل ٹھونکنے کے بعد ایک دو دن تک کسی کی جان بخشی کا ارادہ ہو تو اسی قدر عذاب پر کفایت کر کے ہڈیاں توڑنے سے پہلے اس کو زندہ اتار لیا جائے۔ اور اگر مارنا ہی منظور ہوتا تھا تو کم سے کم تین دن تک صلیب پر کھنچا ہوا رہنے دیتے تھے اور پانی اور روٹی نزدیک نہ آنے دیتے تھے اور اسی طرح دھوپ میں تین دن یا اس سے زیادہ چھوڑ دیتے تھے اور پھر اس کے بعد اس کی ہڈیاں توڑتے تھے اور پھر آخر ان تمام عذابوں کے بعد وہ مر جاتا تھا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اس درجہ کے عذاب سے بچا لیا جس سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ انجیلوں کو ذرہ غور کی نظر سے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تین دن تک صلیب پر رہے اور نہ تین دن کی بھوک اور پیاس اٹھائی اور نہ ان کی ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ قریباً دو گھنٹہ تک صلیب پر رہے اور خدا کے رحم اور فضل نے ان کے لئے یہ تقریب قائم کر دی کہ دن کے اخیر حصے میں صلیب دینے کی تجویز ہوئی اور وہ جمعہ

﴿۲۱﴾ کا دن تھا اور صرف تھوڑا سا دن باقی تھا اور اگلے دن سبت اور یہودیوں کی عید فسح تھی اور یہودیوں کے لئے یہ حرام اور قابل سزا جرم تھا کہ کسی کو سبت یا سبت کی رات میں صلیب پر رہنے دیں اور مسلمانوں کی طرح یہودی بھی قمری حساب رکھتے تھے اور رات دن پر مقدم سمجھی جاتی تھی۔ پس ایک طرف تو یہ تقریب تھی کہ جو زمینی اسباب سے پیدا ہوئی۔ اور دوسری طرف آسمانی اسباب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیدا ہوئے کہ جب چھٹا گھنٹہ ہوا تو ایک ایسی آندھی آئی کہ جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور وہ اندھیرا تین گھنٹے برابر رہا۔ دیکھو مرقس باب ۱۶☆ آیت ۳۳۔ یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا۔ یعنی وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے۔ اب یہودیوں کو اس شدّت اندھیرے میں یہ فکر پڑی کہ مبادا سبت کی رات آجائے اور وہ سبت کے مجرم ہو کر تاوان کے لائق ٹھہریں۔ اس لئے انہوں نے جلدی سے مسیح کو اور اس کے ساتھ کے دو چوروں کو بھی صلیب پر سے اتار لیا۔ اور اس کے ساتھ ایک اور آسمانی سبب یہ پیدا ہوا کہ جب پلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اس کی جورو نے اسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ (یعنی اس کے قتل کرنے کے لئے سعی نہ کر) کیونکہ میں نے آج رات خواب میں اس کے سبب سے بہت تکلیف پائی دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۱۹۔ سو یہ فرشتہ جو خواب میں پلاطس کی جورو کو دکھایا گیا۔ اس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہ سمجھے گا کہ خدا کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے۔ جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی آج تک یہ کبھی نہ ہوا کہ جس شخص کے بچانے کے لئے خدائے تعالیٰ رؤیا میں کسی کو ترغیب دے کہ ایسا کرنا چاہیے تو وہ بات خطا جائے۔ مثلاً انجیل متی میں لکھا ہے کہ خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کے کہا ''اٹھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا اور وہاں جب تک میں تجھے خبر نہ دوں ٹھہرا رہ کیونکہ ہیرودوس اس لڑکے کو ڈھونڈے گا کہ مار ڈالے''۔ دیکھو انجیل متی باب ۲ آیت ۱۳۔ اب کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوع کا مصر میں پہنچ کر مارا جانا ممکن تھا

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے '' باب ۱۵ '' ہونا چاہیے۔ (ناشر)

﴿۲۲﴾ اسی طرح خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تدبیر تھی کہ پلاطوس کی جورو کو مسیح کے لئے خواب آئی۔ اور ممکن نہ تھا کہ یہ تدبیر خطا جاتی اور جس طرح مصر کے قصہ میں مسیح کے مارے جانے کا اندیشہ ایک ایسا خیال ہے جو خدائے تعالیٰ کے ایک مقرر شدہ وعدہ کے برخلاف ہے۔ اسی طرح اس جگہ بھی یہ خلاف قیاس بات ہے کہ خدائے تعالیٰ کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آوے اور وہ اس ہدایت کی طرف اشارہ کرے کہ اگر مسیح صلیب پر فوت ہو گیا تو یہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا تو پھر اس غرض سے فرشتہ کا ظاہر ہونا بے سود جاوے اور مسیح صلیب پر مارا جائے کیا اس کی دنیا میں کوئی نظیر ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر ایک نیک دل انسان کا پاک کانشنس جب پلاطوس کی بیوی کے خواب پر اطلاع پائے گا تو بیشک وہ اپنے اندر اس شہادت کو محسوس کرے گا کہ درحقیقت اس خواب کا منشاء یہی تھا کہ مسیح کے چھڑانے کی ایک بنیاد ڈالی جائے۔ یوں تو دنیا میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے عقیدہ کے تعصب سے ایک کھلی کھلی سچائی کو ردّ کر دے اور قبول نہ کرے۔ لیکن انصاف کے رو سے ماننا پڑتا ہے کہ پلاطوس کی بیوی کی خواب مسیح کے صلیب سے بچنے پر ایک بڑے وزن کی شہادت ہے۔ اور سب سے اول درجہ کی انجیل یعنی متی نے اس شہادت کو قلمبند کیا ہے۔ اگرچہ ایسی شہادتوں سے جو میں بڑے زور سے اس کتاب میں لکھوں گا مسیح کی خدائی اور مسئلہ کفارہ یک لخت باطل ہوتا ہے لیکن ایمانداری اور حق پسندی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ ہم سچائی کے قبول کرنے میں قوم اور برادری اور عقائد رسمیّہ کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے آج تک اس کی کوتہ اندیشیوں نے ہزاروں چیزوں کو خدا بنا ڈالا ہے۔ یہاں تک کہ بلیوں اور سانپوں کو بھی پوجا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی عقلمند لوگ خداداد توفیق سے اس قسم کے مشرکانہ عقیدوں سے نجات پاتے آئے ہیں۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہمیں مسیح ابن مریم کی صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر ملتی ہیں اس کا وہ سفر دور دراز ہے جو قبر سے نکل کر جلیل کی طرف اس نے

﴿۲۳﴾ کیا۔ چنانچہ اتوار کی صبح کو پہلے وہ مریم مگدلینی کو ملا۔ مریم نے فی الفور حواریوں کو خبر کی کہ مسیح تو جیتا ہے لیکن وہ یقین نہ لائے پھر وہ حواریوں میں سے دو کو جبکہ وہ دیہات کی طرف جاتے تھے دکھائی دیا آخر وہ گیارہوں کو جبکہ وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور ان کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی۔ دیکھو انجیل مرقس باب [۱۶] آیت ۹ سے آیت ۱۴ تک۔ اور جب مسیح کے حواری سفر کرتے ہوئے اس بستی کی طرف جا رہے تھے جس کا نام املوس☆ ہے جو یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلے پر ہے تب مسیح ان کو ملا۔ اور جب وہ اس بستی کے نزدیک پہنچے تو مسیح نے آگے بڑھ کر چاہا کہ ان سے الگ ہو جائے۔ تب انہوں نے اس کو جانے سے روک لیا کہ آج رات ہم اکٹھے رہیں گے اور اس نے ان کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی اور وہ سب مع مسیح کے اماؤس نام ایک گاؤں میں رات رہے۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۱۳ سے ۳۱ تک۔ اب ظاہر ہے کہ ایک جلالی جسم کے ساتھ جو موت کے بعد خیال کیا گیا ہے مسیح سے فانی جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا اور پینا اور سونا اور جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے قریباً سترؔ کوس کے فاصلے پر تھا بالکل غیر ممکن اور نامعقول بات ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خیالات کے میلان کی وجہ سے انجیلوں کے ان قصوں میں بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے تاہم جس قدر الفاظ پائے جاتے ہیں ان سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اُسی فانی اور معمولی جسم سے اپنے حواریوں کو ملا اور پیادہ پا جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کیا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھلائے اور رات ان کے پاس روٹی کھائی اور سویا۔ اور آگے چل کر ہم ثابت کریں گے کہ اس نے اپنے زخموں کا ایک مرہم کے استعمال سے علاج کیا۔

اب یہ مقام ایک سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ایک جلالی اور ابدی جسم پانے کے بعد یعنی اس غیر فانی جسم کے بعد جو اس لائق تھا کہ کھانے پینے سے پاک ہو کر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کے دائیں ہاتھ بیٹھے اور ہر ایک داغ اور درد اور نقصان سے منزّہ ہو اور ازلی ابدی خدا کے جلال کا اپنے اندر رنگ رکھتا ہو ابھی اس میں یہ نقص باقی رہ گیا کہ اس پر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے

☆ ایڈیشن اول میں سہو کتابت ہے۔ درست اماؤس ہے (EMMAUS)

﴿۲۴﴾ جن سے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف ان کے ساتھ تھی جن کے واسطے ایک مرہم بھی طیار کی گئی تھی۔ اور جلالی اور غیر فانی جسم کے بعد بھی جو ابد تک سلامت اور بے عیب اور کامل اور غیر متغیر چاہیے تھا کئی قسم کے نقصانوں سے بھرا رہا اور خود مسیح نے حواریوں کو اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلائیں اور پھر اسی پر کفایت نہیں بلکہ اس فانی جسم کے لوازم میں سے بھوک اور پیاس کی درد بھی موجود تھی ورنہ اس لغو حرکت کی کیا ضرورت تھی کہ مسیح جلیل کے سفر میں کھانا کھاتا اور پانی پیتا اور آرام کرتا اور سوتا۔ اس میں کیا شک ہے کہ اس عالم میں جسم فانی کے لئے بھوک اور پیاس بھی ایک درد ہے جس کے حد سے زیادہ ہونے سے انسان مرسکتا ہے۔ پس بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور نہ کوئی نیا جلالی جسم پایا بلکہ ایک غشی کی حالت ہوگئی تھی جو مرنے سے مشابہ تھی۔ اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے یہ اتفاق ہوا کہ جس قبر میں وہ رکھا گیا وہ اس ملک کی قبروں کی طرح نہ تھی بلکہ ایک ہوادار کوٹھہ تھا جس میں ایک کھڑکی تھی اور اس زمانہ میں یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ قبر کو ایک ہوادار اور کشادہ کوٹھہ کی طرح بناتے تھے اور اس میں ایک کھڑکی رکھتے تھے اور ایسی قبریں پہلے سے موجود رہتی تھیں اور پھر وقت پر میّت اس میں رکھی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ گواہی انجیلوں سے صاف طور پر ملتی ہے۔ انجیل لوقا میں یہ عبارت ہے ’’اور وے یعنی عورتیں اتوار کے دن بڑے تڑکے یعنی کچھ اندھیرے سے ہی ان خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں اور ان کے ساتھ کئی اور بھی عورتیں تھیں۔ اور انہوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکا ہوا پایا۔ (اس مقام میں ذرہ غور کرو) اور اندر جا کے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی‘‘ دیکھو لوقا باب ۲۴۔ آیت ۲ و ۳۔ اب اندر جانے کے لفظ کو ذرہ سوچو۔ ظاہر ہے کہ اسی قبر کے اندر انسان جا سکتا ہے کہ جو ایک کوٹھے کی طرح ہو اور اس میں کھڑکی ہو۔ اور ہم اپنے محل پر اسی کتاب میں بیان کریں گے کہ حال میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں پائی گئی ہے وہ بھی اس قبر کی طرح کھڑکی دار ہے۔ اور یہ ایک بڑے راز کی بات ہے جس پر توجہ کرنے

﴿۲۵﴾

سے محققین کے دل ایک عظیم الشان نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں پلاطس کا وہ قول ہے جو انجیل مرقس میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ ’’اور جبکہ شام ہوئی اس لئے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا۔ یوسف ارمتیا جو نامور مشیر اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا آیا اور دلیری سے پلاطس پاس جا کے یسوع کی لاش مانگی اور پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ یعنی مسیح ایسا جلد مر گیا‘‘۔ دیکھو مرقس باب ۱۶☆ آیت ۴۲ سے ۴۴ تک۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہ ہوا۔ اور شبہ بھی ایسے شخص نے کیا جس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ ’’پھر یہودیوں نے اس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جائیں کیونکہ وہ دن طیاری کا تھا۔ بلکہ بڑا ہی سبت تھا پلاطوس سے عرض کی کہ ان کی ٹانگیں توڑی اور لاشیں اتاری جائیں۔ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے توڑیں لیکن جب انہوں نے یسوع کی طرف آ کے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا‘‘۔ دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۱ سے آیت ۳۴ تک۔ ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کسی مصلوب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ دستور تھا کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اس کو کئی دن صلیب پر رکھتے تھے اور پھر اس کی ہڈیاں توڑتے تھے لیکن مسیح کی ہڈیاں دانستہ نہیں توڑی گئیں اور وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اتارا گیا۔ اسی وجہ سے پسلی چھیدنے سے خون بھی نکلا۔ مردہ کا خون جم جاتا ہے۔ اور اس جگہ یہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر یہ کچھ سازش کی بات تھی۔ پلاطوس ایک خداترس اور نیک دل آدمی تھا۔ کھلی کھلی رعایت سے قیصر سے ڈرتا تھا

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’باب ۱۵‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

﴿۲۶﴾ کیونکہ یہودی مسیح کو باغی ٹھہراتے تھے مگر وہ خوش قسمت تھا کہ اس نے مسیح کو دیکھا۔ لیکن قیصر نے اس نعمت کو نہ پایا۔ اس نے نہ صرف دیکھا بلکہ بہت رعایت کی اور اس کا ہرگز منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پاوے چنانچہ انجیلوں کے دیکھنے سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ پلاطوس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ مسیح کو چھوڑ دے لیکن یہودیوں نے کہا کہ اگر تو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تُو قیصر کا خیر خواہ نہیں اور یہ کہا کہ یہ باغی ہے اور خود بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۲۔ اور پلاطوس کی بیوی کی خواب اور بھی اس بات کی محرک ہوئی تھی کہ کسی طرح مسیح کو مصلوب ہونے سے بچایا جائے ورنہ ان کی اپنی تباہی ہے مگر چونکہ یہودی ایک شریر قوم تھی اور پلاطوس پر قیصر کے حضور میں مخبری کرنے کو بھی طیار تھے اس لئے پلاطوس نے مسیح کے چھڑانے میں حکمت عملی سے کام لیا۔ اوّل تو مسیح کا مصلوب ہونا ایسے دن پر ڈال دیا کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف چند گھنٹے دن سے باقی تھے۔ اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تھا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کے موافق صرف شام کے وقت تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں۔ اور پھر شام ہوتے ہی ان کا سبت ہے جس میں صلیب پر رکھنا روا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مسیح شام سے پہلے صلیب پر سے اتارا گیا۔ اور یہ قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے مگر مسیح صرف دو گھنٹہ تک مر گیا بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے سے بچانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ سمجھ دار آدمی کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں چور صلیب پر سے زندہ اتارے گئے اور ہمیشہ معمول تھا کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اتارے جاتے تھے اور صرف اس حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں اور یا بھوک اور پیاس کی حالت میں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی مگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی نہ وہ کئی دن صلیب پر بھوکا پیاسا رکھا گیا اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی گئیں اور یہ کہہ کر کہ مسیح مر چکا ہے یہودیوں کو اس کی طرف سے

﴿۲۷﴾ غافل کر دیا گیا مگر چوروں کی ہڈیاں توڑ کر اسی وقت ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ ان دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ یہ مرچکا ہے اس کی ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تھا جو اس نواح کا رئیس تھا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تھا وہ عین وقت پر پہنچ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تھا۔ مسیح کو ایک لاش قرار دے کر اس کے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تھا اور یہودی اس کے ساتھ کچھ پرخاش نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ پہنچا تو مسیح کو جو غشی میں تھا ایک لاش قرار دے کر اس نے لیا اور اسی جگہ ایک وسیع مکان تھا جو اس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پر بنایا گیا تھا اور اس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقع پر تھا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تھا اسی جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکھا گیا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت موسیٰ کی وفات پر چودھویں صدی گذر رہی تھی اور اسرائیلی شریعت کے زندہ کرنے کے لئے مسیح چودھویں صدی کا مجدد تھا۔ اور اگرچہ یہودیوں کو اس چودھویں صدی میں مسیح موعود کا انتظار بھی تھا اور گذشتہ نبیوں کی پیشگوئیاں بھی اس وقت پر گواہی دیتی تھیں لیکن افسوس کہ یہودیوں کے نالائق مولویوں نے اس وقت اور موسم کو شناخت نہ کیا اور مسیح موعود کو جھوٹا قرار دے دیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کو کافر قرار دیا اس کا نام ملحد رکھا اور آخر اس کے قتل پر فتویٰ لکھا اور اس کو عدالت میں کھینچا۔ اس سے یہ سمجھ آتا ہے کہ خدا نے چودھویں صدی میں کچھ تاثیر ہی ایسی رکھی ہے جس میں قوم کے دل سخت اور مولوی دنیا پرست اور اندھے اور حق کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اس جگہ اگر موسیٰ کی چودھویں صدی اور موسیٰ کے مثیل کی چودھویں صدی کا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باہم مقابلہ کیا جائے تو اوّل یہ نظر آئے گا کہ ان دونوں چودھویں صدیوں میں دو ایسے شخص ہیں جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ سچا تھا اور خدا کی طرف سے تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ قوم کے علماء

﴿۲۸﴾ نے ان دونوں کو کافر قرار دیا اور ان دونوں کا نام ملحد اور دجال رکھا اور ان دونوں کی نسبت قتل کے فتوے لکھے گئے اور دونوں کو عدالتوں کی طرف کھینچا گیا جن میں سے ایک رومی عدالت تھی اور دوسری انگریزی۔ آخر دونوں بچائے گئے اور دونوں قسم کے مولوی یہودی اور مسلمان ناکام رہے۔ اور خدا نے ارادہ کیا کہ دونوں مسیحوں کو ایک بڑی جماعت بنا وے اور دونوں قسم کے دشمنوں کو نامراد رکھے۔ غرض موسیٰ کی چودھویں صدی اور ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چودھویں صدی اپنے اپنے مسیحوں کے لئے سخت بھی ہیں اور انجام کار مبارک بھی۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہمیں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنی آیت ۳۶ سے آیت ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کئے جانے کا الہام پا کر تمام رات جنابِ الٰہی میں رو رو کر اور سجدے کرتے ہوئے دعا کرتے رہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسی تضرع کی دعا جس کے لئے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کی جاتی کیونکہ مقبول کا سوال جو بے قراری کے وقت کا سوال ہو ہرگز ردّ نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دعا اور دردمند دل کی دعا اور مظلومانہ حالت کی دعا ردّ ہوگئی۔ حالانکہ مسیح دعویٰ کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اس کی سنتا تھا جبکہ ایسی بے قراری کی دعا سنی نہ گئی۔ اور انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دلی یقین تھا کہ اس کی وہ دعا ضرور قبول ہوگئی اور اس دعا پر اس کو بہت بھروسہ تھا۔ اسی وجہ سے جب وہ پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور ظاہری علامات کو اس نے اپنی امید کے موافق نہ پایا تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا کہ "ایلی ایلی لما سبقتانی"☆ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا یعنی مجھے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ میرا انجام یہ ہوگا اور میں صلیب پر مروں گا۔ اور میں یقین رکھتا تھا کہ تو میری دعا سنے گا۔ پس

☆ متی باب ۲۷ آیت ۴۶۔ (ناشر)

﴿۲۹﴾

اؔن دونوں مقامات انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دلی یقین تھا کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی اور میرا تمام رات کا رورو کر دعا کرنا ضائع نہیں جائے گا اور خود اس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دعا کرو گے تو قبول کی جائے گی بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خدا سے ڈرتا تھا۔ اور اس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ تا حواریوں کو یقین آجائے کہ بے شک خدائے تعالیٰ دعا سنتا ہے۔ اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنے کا خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم تھا مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بنا پر دعا کی کہ خدائے تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اس کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود دعا قبول نہ ہوئی یہ ایک ایسا امر ہے جو شاگردوں پر نہایت بداثر پیدا کرنے والا تھا۔ سو کیونکر ممکن تھا کہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضائع کرنے والا تھا حواریوں کو دیا جاتا جبکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح جیسے بزرگ نبی کی تمام رات کی پُرسوز دعا قبول نہ ہوسکی تو اس بدنمونہ سے ان کا ایمان ایک سخت امتحان میں پڑتا تھا۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دعا کو قبول کرتا یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جو گتسمینی نام مقام میں کی گئی تھی ضرور قبول ہوگئی تھی۔

ایک اور بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ مسیح کے قتل کے لئے مشورہ ہوا تھا اور اس غرض کے لئے قوم کے بزرگ اور معزز مولوی قیافا نامی سردار کاہن کے گھر میں اکٹھے ہوئے تھے کہ کسی طرح مسیح کو قتل کردیں یہی مشورہ حضرت موسیٰ کے قتل کرنے کے لئے ہوا تھا اور یہی مشورہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے مکہ میں دارالندوہ کے مقام میں ہوا تھا مگر قادر خدا نے ان دونوں بزرگ نبیوں کو اس مشورہ کے بداثر سے بچالیا۔ اور مسیح کے لئے جو مشورہ ہوا ان دونوں مشوروں کے درمیان میں ہے۔ پھر کیا وجہ کہ وہ بچایا نہ گیا حالانکہ اس نے ان دونوں بزرگ نبیوں سے بہت زیادہ

﴿۳۰﴾ دعا کی۔اور پھر جبکہ خدا اپنے پیارے بندوں کی ضرور سنتا ہے اور شریروں کے مشورہ کو باطل کر کے دکھاتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کی دعا نہیں سنی گئی۔ ہر ایک صادق کا تجربہ ہے کہ بیقراری اور مظلومانہ حالت کی دعا قبول ہوتی ہے بلکہ صادق کے لئے مصیبت کا وقت نشان ظاہر کرنے کا وقت ہوتا ہے چنانچہ میں خود اس میں صاحبِ تجربہ ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ دو برس کا عرصہ ہوا ہے کہ مجھ پر ایک جھوٹا مقدمہ اقدامِ قتل کا ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلارک عیسائی مقیم امرت سر پنجاب نے عدالت ضلع گورداسپورہ میں دائر کیا اور یہ استغاثہ پیش کیا کہ گویا میں نے ایک شخص عبدالحمید نامی کو بھیج کر ڈاکٹر مذکور کو قتل کرنا چاہا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ اس مقدمہ میں تینوں قوم کے چند منصوبہ باز آدمی یعنی عیسائی اور ہندو اور مسلمان میرے مخالف متفق ہو گئے اور جہاں تک ان سے ہو سکتا تھا یہ کوشش کی کہ مجھ پر اقدامِ قتل کا الزام ثابت ہو جائے۔عیسائی پادری مجھ سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ میں اس کوشش میں تھا اور اب بھی ہوں کہ مسیح کی نسبت جو ان کا غلط خیال ہے اس سے خدا کے بندوں کو نجات دوں اور یہ اوّل نمونہ تھا جو میں نے ان لوگوں کا دیکھا۔اور ہندو مجھ سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ میں نے لیکھرام نامی ان کے ایک پنڈت کی نسبت اس کی رضامندی سے اس کے مرنے کی نسبت خدا کا الہام پا کر پیشگوئی کی تھی اور وہ پیشگوئی اپنی میعاد میں اپنے وقت پر پوری ہو گئی اور وہ خدا کا ایک ہیبت ناک نشان تھا اور ایسا ہی مسلمان مولوی بھی ناراض تھے کیونکہ میں ان کے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے سے اور نیز ان کے جہاد کے مسئلہ کا مخالف تھا۔لہٰذا ان تین قوموں کے بعض سر برآوردہ لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ کسی طرح قتل کا جرم میرے پر لگ جائے اور میں مارا جاؤں یا قید کیا جاؤں۔اور ان خیالات میں وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم تھے۔اور خدا نے مجھے اس گھڑی سے پہلے کہ ایسے منصوبے مخفی طور پر کئے جائیں اطلاع دے دی۔اور پھر انجام کار بَری کرنے کی مجھے خوشخبری سنائی۔اور یہ خدا کے پاک الہام صدہا لوگوں میں قبل از وقت مشہور کئے گئے اور جبکہ

﴿۳۱﴾ مَیں نے الہام کی خبر پا کر دعا کی کہ اے میرے مولیٰ اس بلا کو مجھ سے ردّ کر۔ تب مجھے الہام ہوا کہ میں ردّ کروں گا اور تجھے اس مقدمہ سے بری کردوں گا اور وہ الہام بہتوں کو سنایا گیا جو تین سو سے بھی زیادہ تھے جو اب تک زندہ موجود ہیں۔ اور ایسا ہوا کہ میرے دشمنوں نے جھوٹے گواہ بنا کر اور عدالت میں گذران کر اس مقدمہ کو ثبوت تک پہنچا دیا اور تین قوموں کے لوگوں نے جن کا ذکر ہو چکا ہے میرے مخالف گواہی دی۔ تب ایسا ہوا کہ جس حاکم کے پاس وہ مقدمہ تھا جس کا نام کپتان ڈبلیو ڈگلس تھا جو ضلع گورداسپورہ کا ڈپٹی کمشنر تھا خدا نے طرح طرح کے اسباب سے تمام حقیقت اس مقدمہ کی اس پر کھول دی۔ اور اس پر کھل گیا کہ وہ مقدمہ جھوٹا ہے۔ تب اس کی انصاف پسندی اور عدل پروری نے یہ تقاضا کیا کہ اس ڈاکٹر کا جو پادری کا بھی کام کرتا تھا کچھ بھی لحاظ نہ کر کے اس مقدمہ کو خارج کیا۔ اور جیسا کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے الہام پا کر موجودہ خوفناک صورتوں کے برخلاف عام جلسوں میں اور صدہا لوگوں میں اپنا انجام بری ہونا بتلایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا اور بہت سے لوگوں کی قوت ایمان کا باعث ہوا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی اس قسم کی کئی تہمتیں اور مجرمانہ صورت کے الزام میرے پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے لگائے گئے اور عدالت تک مقدمے پہنچائے گئے مگر خدا نے مجھے قبل اس کے جو میں عدالت میں بلایا جاتا اپنے الہام سے اوّل اور آخر کی خبر دے دی اور ہر ایک خوفناک مقدمہ میں مجھے بَری ہونے کی بشارت دی۔

اس تقریر سے مدعا یہ ہے کہ بلاشبہ خدائے تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے بالخصوص جبکہ اس پر بھروسہ کرنے والے مظلوم ہونے کی حالت میں اس کے آستانہ پر گرتے ہیں تو وہ ان کی فریاد کو پہنچتا ہے اور ایک عجیب طور پر ان کی مدد کرتا ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں تو پھر کیا باعث اور کیا سبب کہ مسیح کی ایسی بے قراری کی دعا منظور نہ ہوئی؟ نہیں بلکہ منظور ہوئی اور خدا نے اس کو بچا لیا۔ خدا نے اس کے بچانے کے لئے زمین سے بھی اسباب پیدا کئے اور آسمان سے بھی۔ یوحنا یعنی یحییٰ نبی کو خدا نے دعا کرنے کے لئے

﴿۳۲﴾ مہلت نہ دی کیونکہ اس کا وقت آ چکا تھا۔ مگر مسیح کو دعا کرنے کے لئے تمام رات مہلت دی گئی اور وہ ساری رات سجدہ میں اور قیام میں خدا کے آگے کھڑا رہا۔ کیونکہ خدا نے چاہا کہ وہ بیقراری ظاہر کرے۔ اور اس خدا سے جس کے آگے کوئی بات اَن ہونی نہیں اپنی مَخلصی چاہے۔ سو خدا نے اپنی قدیم سنت کے موافق اس کی دعا کو سنا۔ یہودی اس بات میں جھوٹے تھے جنہوں نے صلیب دے کر یہ طعنہ مارا کہ اس نے خدا پر توکل کیا تھا کیوں خدا نے اس کو نہ چھوڑایا کیونکہ خدا نے یہودیوں کے تمام منصوبے باطل کئے اور اپنے پیارے مسیح کو صلیب اور اس کی لعنت سے بچالیا اور یہودی نامراد رہے۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ آیت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ ’’ہابل راستباز کے خون سے برخیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا‘‘۔ دیکھو متی باب ۲۴☆ آیت ۳۵ و ۳۶۔ اب ان آیات پر اگر نظر غور کرو تو واضح ہوگا کہ ان میں حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودیوں نے جس قدر نبیوں کے خون کئے ان کا سلسلہ ذکریا نبی تک ختم ہوگیا۔ اور بعد اس کے یہودی لوگ کسی نبی کے قتل کرنے کے لئے قدرت نہیں پائیں گے۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی ہے اور اس سے نہایت صفائی کے ساتھ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے بچ کر نکل گئے اور آخر طبعی موت سے فوت ہوئے۔ کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ذکریا کی طرح یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تھے تو ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام ضرور اپنے قتل کئے جانے کی طرف بھی اشارہ کرتے۔ اور اگر یہ کہو کہ گو حضرت مسیح علیہ السلام بھی یہودیوں کے ہاتھ سے مارے گئے لیکن ان کا مارا جانا یہودیوں کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں تھی کیونکہ وہ بطور کفارہ کے

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’باب ۲۳‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

﴿۳۳﴾ مارے گئے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۱ میں مسیح نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودی مسیح کے قتل کرنے کے ارادہ سے سخت گناہ گار ہیں۔ اور ایسا ہی اور کئی مقامات میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ اس جرم کی عوض میں جو مسیح کی نسبت ان سے ظہور میں آیا خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل سزا ٹھہر گئے تھے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۶ آیت ۲۴۔

اور منجملہ ان انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ ’’میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے‘‘۔ دیکھو انجیل متی باب ۱۶ آیت ۲۸۔ ایسا ہی انجیل یوحنّا کی یہ عبارت ہے۔ یسوع نے اسے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ جب تک میں آؤں وہ (یعنی یوحنّا حواری) یہیں ٹھہرے یعنی یروشلم میں۔ دیکھو یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۲ یعنی اگر میں چاہوں تو یوحنّا نہ مرے جب تک میں دوبارہ آؤں۔ ان آیات سے بکمال صفائی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا کہ بعض لوگ اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کہ وہ پھر واپس ہو اور ان زندہ رہنے والوں میں سے یوحنا کو بھی قرار دیا تھا۔ سو ضرور تھا کہ یہ وعدہ پورا ہوتا۔ چنانچہ عیسائیوں نے بھی اس بات کو مان لیا ہے کہ یسوع کا اس زمانہ میں جبکہ بعض اہل زمانہ زندہ ہوں پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے آنا نہایت ضروری تھا تا وعدہ کے موافق پیشگوئی ظہور میں آوے۔ اسی بنا پر پادری صاحبوں کو اس بات کا اقرار ہے کہ یسوع اپنے وعدہ کے موافق یروشلم کی بربادی کے وقت آیا تھا اور یوحنا نے اس کو دیکھا کیونکہ وہ اس وقت تک زندہ تھا مگر یاد رہے کہ عیسائی اس بات کو نہیں مانتے کہ مسیح اس وقت حقیقی طور پر اپنے قرارداد نشانوں کے موافق آسمان سے نازل ہوا تھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ایک کشفی رنگ میں یوحنا کو نظر آ گیا تا اپنی اس پیشگوئی کو پورا کرے جو متی باب ۱۶ آیت ۳۸☆ میں ہے مگر میں کہتا ہوں کہ

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’آیت ۲۸‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

﴿۳۴﴾ اس قسم کے آنے سے پیشگوئی پوری نہیں ہوسکتی یہ تو نہایت ضعیف تاویل ہے۔ گویا نکتہ چینیوں سے نہایت تکلّف کے ساتھ پیچھا چھوڑانا ہے۔ اور یہ معنی اس قدر غلط اور بدیہی البطلان ہیں کہ اس کے رد کرنے کی بھی حاجت نہیں۔ کیونکہ اگر مسیح نے خواب یا کشف کے ذریعہ سے کسی پر ظاہر ہونا تھا تو پھر ایسی پیشگوئی گویا ایک ہنسی کی بات ہے☆۔ اس طرح تو ایک مدت اس سے پہلے حضرت مسیح پولوس پر بھی ظاہر ہو چکے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی جو متی باب ۱۶ آیت ۲۸ میں ہے اس نے پادری صاحبوں کو نہایت گھبراہٹ میں ڈال رکھا ہے۔ اور وہ اپنے عقیدہ کے موافق کوئی معقول معنی اس کے نہیں کر سکے۔ کیونکہ یہ کہنا ان کے لئے مشکل تھا کہ مسیح یروشلم کی بربادی کے وقت اپنے جلال کے ساتھ آسمان سے نازل ہوا تھا۔ اور جس طرح آسمان پر ہر ایک طرف چمکنے والی بجلی سب کو نظر آ جاتی ہے سب نے اس کو دیکھا تھا۔ اور انجیل کے اس فقرہ کو بھی نظر انداز کرنا ان کے لئے آسان نہ تھا کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔ لہٰذا نہایت تکلف سے اس پیشگوئی کو کشفی رنگ میں مانا گیا مگر یہ نادرست ہی ہے کشفی طور پر تو ہمیشہ خدا کے برگزیدہ بندے خاص لوگوں کو نظر آ جایا کرتے ہیں۔ اور کشفی طور میں خواب کی بھی شرط نہیں بلکہ بیداری میں ہی نظر آ جاتے ہیں چنانچہ میں خود اس میں صاحبِ تجربہ ہوں۔ میں نے کئی دفعہ کشفی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ اور اور بعض نبیوں سے بھی میں نے عین بیداری میں ملاقات کی ہے۔ اور

☆ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس زمانہ کے مولوی عیسائیوں سے بھی زیادہ متی باب ۲۶ آیت ۲۴☆ کے پُرتکلّف معنی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جبکہ مسیح نے اپنے آنے کے لئے یہ شرط لگا دی تھی کہ بعض شخص اس زمانہ کے ابھی زندہ ہوں گے اور ایک حواری بھی زندہ ہوگا جب مسیح آئے گا تو اس صورت میں ضروری ہے کہ وہ حواری اب تک زندہ ہو کیونکہ مسیح اب تک نہیں آیا اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حواری کسی پہاڑ میں پوشیدہ طور پر مسیح کے انتظار میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہے۔ منہ

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’متی باب ۱۶ آیت ۲۸‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

﴿۳۵﴾ مَیں نے سید و مولیٰ اپنے امام نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی دفعہ عین بیداری میں دیکھا ہے اور باتیں کی ہیں۔ اور ایسی صاف بیداری سے دیکھا ہے جس کے ساتھ خواب یا غفلت کا نام ونشان نہ تھا۔ اور میں نے بعض اور وفات یافتہ لوگوں سے بھی ان کی قبر پر یا اور موقعہ پر عین بیداری میں ملاقات کی ہے اور ان سے باتیں بھی کی ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اس طرح پر عین بیداری میں گذشتہ لوگوں کی ملاقات ہو جاتی ہے اور نہ صرف ملاقات بلکہ گفتگو ہوتی ہے اور مصافحہ بھی ہوتا ہے اور اس بیداری اور روزمرہ کی بیداری میں لوازم حواس میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔ دیکھا جاتا ہے کہ ہم اسی عالم میں ہیں اور یہی کان ہیں اور یہی آنکھیں ہیں اور یہی زبان ہے۔ مگر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم اور ہے۔ دنیا اس قسم کی بیداری کو نہیں جانتی کیونکہ دنیا غفلت کی زندگی میں پڑی ہے یہ بیداری آسمان سے ملتی ہے یہ ان کو دی جاتی ہے جن کو نئے حواس ملتے ہیں۔ یہ ایک صحیح بات ہے اور واقعات حقہ میں سے ہے پس اگر مسیح اسی طرح یروشلم کی بربادی کے وقت یوحنّا کو نظر آیا تھا تو گو وہ بیداری میں نظر آیا اور گو اس سے باتیں بھی کی ہوں اور مصافحہ کیا ہوتا ہم وہ واقعہ اس پیشگوئی سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ وہ امور ہیں جو ہمیشہ دنیا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور اب بھی اگر ہم توجہ کریں تو خدا کے فضل سے مسیح کو یا اور کسی مقدس نبی کو عین بیداری میں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ایسی ملاقات سے متی باب ۱۶ آیت ۲۸ کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہو سکتی۔

سو اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح جانتا تھا کہ میں صلیب سے بچ کر دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا اور خدا نہ مجھے ہلاک کرے گا اور نہ دنیا سے اٹھائے گا جب تک کہ میں یہودیوں کی بربادی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں اور جب تک کہ وہ بادشاہت جو برگزیدوں کے لئے آسمان میں مقرر ہوتی ہے اپنے نتائج نہ دکھلاوے میں ہرگز وفات نہیں پاؤں گا۔ اس لئے مسیح نے یہ پیشگوئی کی تا اپنے شاگردوں کو اطمینان دے کہ عنقریب تم میرا یہ نشان دیکھو گے کہ جنہوں نے مجھ پر تلوار اٹھائی وہ میری زندگی اور میرے مشافہ میں تلواروں

﴿۳۶﴾ سے ہی قتل کئے جائیں گے۔ سو اگر ثبوت کچھ چیز ہے تو اس سے بڑھ کر عیسائیوں کے لئے اور کوئی ثبوت نہیں کہ مسیح اپنے منہ سے پیشگوئی کرتا ہے کہ ابھی تم میں سے بعض زندہ ہوں گے کہ میں پھر آؤں گا۔

یاد رہے کہ انجیلوں میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں جو حضرت مسیح کے آنے کے متعلق ہیں۔ (۱) ایک وہ جو آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے وہ وعدہ روحانی طور پر ہے اور وہ آنا اسی قسم کا آنا ہے جیسا کہ ایلیا نبی مسیح کے وقت دوبارہ آیا تھا۔ سو وہ ہمارے اس زمانہ میں ایلیا کی طرح آچکا ہے اور وہ یہی راقم ہے جو خادم نوع انسان ہے جو مسیح موعود ہو کر مسیح علیہ السلام کے نام پر آیا۔ اور مسیح نے میری نسبت انجیل میں خبر دی ہے۔ سو مبارک وہ جو مسیح کی تعظیم کے لئے میرے باب میں دیانت اور انصاف سے غور کرے۔ اور ٹھوکر نہ کھاوے۔ (۲) دوسری قسم کی پیشگوئیاں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے متعلق انجیلوں میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت مسیح کی اس زندگی کے ثبوت کے لئے بیان کی گئی ہیں جو صلیب کے بعد خدائے تعالیٰ کے فضل سے قائم اور بحال رہی اور صلیبی موت سے خدا نے اپنے برگزیدہ کو بچالیا جیسا کہ یہ پیشگوئی جو ابھی بیان کی گئی۔ عیسائیوں کی یہ غلطی ہے کہ ان دونوں مقاموں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے بڑی گھبراہٹ اور طرح طرح کے مشکلات ان کو پیش آتے ہیں۔ غرض مسیح کے صلیب سے بچ جانے کے لئے یہ آیت جو متی ۱۶ باب میں پائی جاتی ہے بڑا ثبوت ہے۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔ ''اور اس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے''۔ دیکھو متی باب ۲۴ آیت ۳۰۔ اس آیت کا اصل مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جبکہ آسمان سے

﴿۳۷﴾

یعنی محض خدا کی قدرت سے ایسے علوم اور دلائل اور شہادتیں پیدا ہو جائیں گی کہ جو آپ کی الوہیت یا صلیب پر فوت ہونے اور آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کے عقیدہ کا باطل ہونا ثابت کردیں گی۔ اور جو قومیں آپ کے نبی صادق ہونے کی منکر تھیں بلکہ صلیب دیئے جانے کی وجہ سے ان کو لعنتی سمجھتی تھیں جیسا کہ یہود۔ اُن کے جھوٹ پر بھی آسمان گواہی دے گا کیونکہ یہ حقیقت بخوبی کھل جائے گی کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے اس لئے لعنتی بھی نہیں ہوئے تب زمین کی تمام قومیں جنہوں نے ان کے حق میں افراط یا تفریط کی تھی ماتم کریں گی اور اپنی غلطی کی وجہ سے سخت ندامت اور خجالت ان کے شامل حال ہوگی۔ اور اسی زمانہ میں جبکہ یہ حقیقت کھل جائے گی لوگ روحانی طور پر مسیح کو زمین پر نازل ہوتے دیکھیں گے یعنی ان ہی دنوں میں مسیح موعود جوان کی قوت اور طبیعت میں ہوکر آئے گا آسمانی تائید سے اور اس قدرت اور جلال سے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس کے شامل ہوگی اپنے چمکتے ہوئے ثبوت کے ساتھ ظاہر ہوگا اور پہچانا جائے گا۔ اس آیت کی تشریح یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قضا وقدر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایسا وجود ہے اور ایسے واقعات ہیں جو بعض قوموں نے ان کی نسبت افراط کیا ہے اور بعض نے تفریط کی راہ لی ہے۔ یعنی ایک وہ قوم ہے کہ جو انسانی لوازم سے ان کو دور تر لے گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ اب تک وہ فوت نہیں ہوئے اور آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ اور ان سے بڑھ کر وہ قوم ہے جو کہتے ہیں کہ صلیب پر فوت ہوکر اور پھر دوبارہ زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے ہیں اور خدائی کے تمام اختیار ان کو مل گئے ہیں بلکہ وہ خود خدا ہیں۔ اور دوسری قوم یہودی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر مارے گئے اس لئے نعوذ باللہ وہ ہمیشہ کے لئے لعنتی ہوئے اور ہمیشہ کے لئے موردِ غضب۔ اور خدا اُن سے بیزار ہے اور بیزاری اور دشمنی کی نظر سے ان کو دیکھتا ہے اور وہ کاذب اور مفتری اور نعوذ باللہ کافر اور ملحد ہیں اور خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ سو یہ افراط اور تفریط ایسا ظلم سے بھرا ہوا طریق تھا کہ ضرور تھا کہ خدائے تعالیٰ اپنے سچے نبی کو ان

﴿۳۸﴾ الزاموں سے بری کرتا۔ سو انجیل کی آیت مذکورہ بالا کا اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو کہا کہ زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ یہ اس بات کی طرف ایما کی گئی ہے کہ وہ تمام فرقے جن پر قوم کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے اس روز چھاتی پیٹیں گی اور جزع فزع کریں گی اور ان کا ماتم سخت ہوگا۔ اس جگہ عیسائیوں کو ذرہ توجہ سے اس آیت کو پڑھنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جبکہ اس آیت میں کل قوموں کے چھاتی پیٹنے کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے تو اس صورت میں عیسائی اس ماتم سے کیونکر باہر رہ سکتے ہیں۔ کیا وہ قوم نہیں ہیں۔ اور جبکہ وہ بھی اس آیت کے رو سے چھاتی پیٹنے والوں میں داخل ہیں تو پھر وہ کیوں اپنی نجات کا فکر نہیں کرتے۔ اس آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ جب مسیح کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا تو زمین پر جتنی قومیں ہیں وہ چھاتی پیٹیں گی۔ سو ایسا شخص مسیح کو جھٹلاتا ہے جو کہتا ہے کہ ہماری قوم چھاتی نہیں پیٹے گی۔ ہاں وہ لوگ چھاتی پیٹنے کی پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہر سکتے جن کی جماعت ابھی تھوڑی ہے اور اس لائق نہیں ہے جو اُس کو قوم کہا جائے۔ اور وہ ہمارا فرقہ ہے بلکہ یہی ایک فرقہ ہے جو پیشگوئی کے اثر اور دلالت سے باہر ہے کیونکہ اس فرقہ کے ابھی چند آدمی ہیں جو کسی طرح قوم کا لفظ ان پر صادق نہیں آ سکتا۔ مسیح نے خدا سے الہام پا کر بتلایا کہ جب آسمان پر ایک نشان ظاہر ہوگا تو زمین کے کل وہ گروہ جو بباعث اپنی کثرت کے قوم کہلانے کے مستحق ہیں چھاتی پیٹیں گے اور کوئی ان میں سے باقی نہیں رہے گا مگر وہی کم تعداد لوگ جن پر قوم کا لفظ صادق نہیں آ سکتا۔ اس پیشگوئی کے مصداق سے نہ عیسائی باہر رہ سکتے ہیں اور نہ اس زمانہ کے مسلمان اور نہ یہودی اور نہ کوئی اور مکذب۔ صرف ہماری یہ جماعت باہر ہے کیونکہ ابھی خدا نے ان کو تخم کی طرح بویا ہے۔ نبی کا کلام کسی طور سے جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ جبکہ کلام میں صاف یہ اشارہ ہے کہ ہر ایک قوم جو زمین پر ہے چھاتی پیٹے گی تو ان قوموں میں سے کونسی قوم باہر رہ سکتی ہے۔ مسیح نے تو اس آیت میں کسی قوم کا استثنا نہیں کیا۔ ہاں وہ جماعت بہرصورت مستثنیٰ ہے جو ابھی قوم

﴿۳۹﴾ کے اندازہ تک نہیں پہنچی یعنی ہماری جماعت۔ اور یہ پیشگوئی اس زمانہ میں نہایت صفائی سے پوری ہوئی کیونکہ وہ سچائی جو حضرت مسیح کی نسبت اب پوری ہوئی ہے وہ بلاشبہ ان تمام قوموں کے ماتم کا موجب ہے کیونکہ اس سے سب کی غلطی ظاہر ہوتی ہے اور سب کی پردہ دری ظہور میں آتی ہے۔ عیسائیوں کے خدا بنانے کا شور و غوغا حسرت کی آہوں سے بدل جاتا ہے۔ مسلمانوں کا دن رات کا ضد کرنا کہ مسیح آسمان پر زندہ گیا۔ آسمان پر زندہ گیا رونے اور ماتم کے رنگ میں آ جاتا ہے اور یہودیوں کا تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

اور اس جگہ یہ بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں جو لکھا ہے کہ اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ اس جگہ زمین سے مراد بلادِ شام کی زمین ہے جس سے یہ تینوں قومیں تعلق رکھتی ہیں۔ یہودی اس لئے کہ وہی ان کا مبدء اور منبع ہے اور اسی جگہ اُن کا معبد ہے۔ عیسائی اس لئے کہ حضرت مسیح اسی جگہ ہوئے ہیں اور عیسائی مذہب کی پہلی قوم اسی ملک میں پیدا ہوئی ہے۔ مسلمان اس لئے کہ وہ اس زمین کے قیامت تک وارث ہیں اور اگر زمین کے لفظ کے معنی ہر یک زمین لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ حقیقت کھلنے پر ہر یک مکذب نادم ہوگا۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ ’’اور قبریں کھل گئیں اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی جو آرام میں تھیں☆ اٹھیں اور اس کے اٹھنے کے بعد (یعنی مسیح کے اٹھنے کے بعد) قبروں میں سے نکل کر اور مقدس شہر میں جا کر بہتوں کو نظر آئیں‘‘۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۵۲✿۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ قصہ جو انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح کے اٹھنے کے بعد پاک لوگ قبروں میں سے باہر نکل آئے اور زندہ ہو کر بہتوں کو نظر آئے یہ کسی تاریخی واقعہ کا بیان نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر گویا اسی دنیا میں قیامت نمودار ہو جاتی اور وہ امر جو صدق اور ایمان دیکھنے کے لئے دنیا پر مخفی رکھا گیا تھا وہ سب پر کھل جاتا اور ایمان ایمان نہ رہتا اور ہر یک مومن اور کافر کی نظر میں آنے والے عالم کی حقیقت ایک بدیہی چیز ہو جاتی جیسا کہ چاند اور سورج اور دن اور رات کا وجود بدیہی ہے تب ایمان ایسی قیمتی اور قابل قدر چیز نہ ہوتی جس پر اجر پائیں❀ گے کچھ

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’آرام میں تھے‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر) ✿ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’آیت ۵۲، ۵۳‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر) ❀ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’پانے کی‘‘ ہونا چاہیے۔ بحوالہ روحانی خزائن۔ (ناشر)

﴿۴۰﴾ امید ہوسکتی۔لوگ اور بنی اسرائیل کے گذشتہ نبی جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے سچ مچ واقعہ صلیب کے وقت زندہ ہوگئے تھے اور زندہ ہوکر شہر میں آ گئے تھے اور حقیقت میں مسیح کی سچائی اور خدائی ثابت کرنے کے لئے یہ معجزہ دکھلایا گیا تھا جو صدہا نبیوں اور لاکھوں راستبازوں کو ایک دم میں زندہ کردیا گیا تو اس صورت میں یہودیوں کو یہ ایک عمدہ موقعہ ملا تھا کہ وہ زندہ شدہ نبیوں اور دوسرے راستبازوں اور اپنے فوت شدہ باپ دادوں سے مسیح کی نسبت دریافت کرتے کہ کیا یہ شخص جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے درحقیقت خدا ہے یا کہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اور قرین قیاس ہے کہ اس موقعہ کو انہوں نے ہاتھ سے نہ دیا ہوگا اور ضرور دریافت کیا ہوگا کہ یہ شخص کیسا ہے کیونکہ یہودی ان باتوں کے بہت حریص تھے کہ اگر مردے دنیا میں دوبارہ آ جائیں تو ان سے دریافت کریں تو پھر جس حالت میں لاکھوں مردے زندہ ہوکر شہر میں آ گئے اور ہرایک محلّہ میں ہزاروں مردے چلے گئے تو ایسے موقعہ کو یہودی کیونکر چھوڑ سکتے تھے ضرور انہوں نے نہ ایک نہ دو سے بلکہ ہزاروں سے پوچھا ہوگا اور جب یہ مردے اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوئے ہوں گے۔تو ان لاکھوں انسانوں کے دنیا میں دوبارہ آنے سے گھر گھر میں شور پڑ گیا ہوگا اور ہرایک گھر میں یہی شغل اور یہی ذکر اور یہی تذکرہ شروع ہوگیا ہوگا کہ مردوں سے پوچھتے ہوں گے کہ کیا آپ لوگ اس شخص کو جو یسوع مسیح کہلاتا ہے حقیقت میں خدا جانتے ہیں۔مگر چونکہ مُردوں کی اس گواہی کے بعد جیسا کہ امید تھی یہودی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے اور نہ کچھ نرم دل ہوئے بلکہ اور بھی سخت دل ہوگئے تو غالباً معلوم ہوتا ہے کہ مردوں نے کوئی اچھی گواہی نہیں دی۔ بلکہ بلاتوقف یہ جواب دیا ہوگا کہ یہ شخص اپنے اس دعویٰ خدائی میں بالکل جھوٹا ہے اور خدا پر بہتان باندھتا ہے۔تبھی تو لاکھوں انسان بلکہ پیغمبروں اور رسولوں کے زندہ ہونے کے بعد بھی یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور حضرت مسیح کو مار کر پھر دوسروں کے قتل کی طرف متوجہ ہوئے۔ بھلا یہ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ لاکھوں راستباز کہ جو حضرت آدم سے لے کر حضرت یحییٰ تک اس زمین پاک کی قبروں میں سوئے ہوئے تھے وہ سب کے سب

﴿۴۱﴾
زندہ ہو جائیں اور پھر وعظ کرنے کے لئے شہر میں آئیں اور ہر ایک کھڑا ہو کر ہزار ہا انسانوں کے سامنے یہ گواہی دے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا ہے اسی کی پوجا کیا کرو اور پہلے خیالات کو چھوڑ و ورنہ تمہارے لئے جہنم ہے جس کو خود ہم دیکھ کر آئے ہیں۔ اور پھر باوجود اس اعلیٰ درجہ کی گواہی اور شہادت رویت کے جو لاکھوں راستباز مردوں کے منہ سے نکلی یہودی اپنے انکار سے باز نہ آئیں۔ ہمارا کانشنس تو اس بات کو نہیں مانتا۔ پس اگر فی الحقیقت لاکھوں راستباز فوت شدہ پیغمبر اور رسول وغیرہ زندہ ہو کر گواہی کے لئے شہر میں آئے تھے تو کچھ شک نہیں کہ انہوں نے کچھ الٹی ہی گواہی دی ہوگی اور ہرگز حضرت مسیح کی خدائی کو تصدیق نہیں کیا ہوگا تبھی تو یہودی لوگ مردوں کی گواہیوں کو سن کر اپنے کفر پر پکے ہو گئے اور حضرت مسیح تو ان سے خدائی منوانا چاہتے تھے مگر وہ تو اس گواہی کے بعد نبوت سے بھی منکر ہو بیٹھے۔

غرض ایسے عقیدے نہایت مضر اور بد اثر ڈالنے والے ہیں کہ ایسا یقین کیا جائے کہ یہ لاکھوں مردے یا اس سے پہلے کوئی مردہ حضرت مسیح نے زندہ کیا تھا کیونکہ ان مردوں کے زندہ ہونے کے بعد کوئی نیک نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ اگر مثلاً کوئی شخص کسی دور دراز ملک میں جاتا ہے اور چند برس کے بعد اپنے شہر میں واپس آتا ہے تو طبعاً اس کے دل میں یہ جوش ہوتا ہے کہ اس ملک کے عجائب غرائب لوگوں کے پاس بیان کرے اور اس ولایت کے عجیب در عجیب واقعات سے ان لوگوں کو اطلاع دے نہ یہ کہ اتنی مدت کی جدائی کے بعد جب اپنے لوگوں کو ملے تو زبان بند رکھے اور گونگوں کی طرح بیٹھا رہے بلکہ ایسے موقعہ میں دوسرے لوگوں میں بھی فطرتاً یہ جوش پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے پاس دوڑے آتے ہیں اور اُس ملک کے حالات اس سے پوچھتے ہیں اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ ان لوگوں کے ملک میں کوئی غریب شکستہ حال وارد ہو جس کی ظاہری حیثیت غریبانہ ہو اور وہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں اُس ملک کا بادشاہ ہوں جس کے پایہ تخت کا

﴿۴۲﴾ سیر کر کے یہ لوگ آئے ہیں۔ اور میں فلاں فلاں بادشاہ سے بھی اپنے شاہانہ مرتبہ میں اوّل درجہ پر ہوں تو لوگ ایسے سیاحوں سے ضرور پوچھا کرتے ہیں کہ بھلا یہ تو بتلائیے کہ فلاں شخص جو ان دنوں میں ہمارے ملک میں اس ملک سے آیا ہوا ہے کیا سچ مچ یہ اس ملک کا بادشاہ ہے اور پھر وہ لوگ جیسا کہ واقعہ ہو بتلا دیا کرتے ہیں تو اس صورت میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حضرت مسیح کے ہاتھ سے مُردوں کا زندہ ہونا فقط اس حالت میں قابل پذیرائی ہوتا جبکہ وہ گواہی جو ان سے پوچھی گئی ہوگی جس کا پوچھا جانا ایک طبعی امر ہے کوئی مفید نتیجہ بخشتی لیکن اس جگہ ایسا نہیں ہے۔ پس ناچار اس بات کے فرض کرنے سے کہ مُردے زندہ ہوئے تھے اس بات کو بھی ساتھ ہی فرض کرنا پڑتا ہے کہ ان مردوں نے حضرت مسیح کے حق میں کوئی مفید گواہی نہیں دی ہوگی جس سے ان کی سچائی تسلیم کی جاتی بلکہ ایسی گواہی دی ہوگی جس سے اور بھی فتنہ بڑھ گیا ہوگا۔ کاش اگر انسانوں کی جگہ دوسرے چارپایوں کا زندہ کرنا بیان کیا جاتا تو اس میں بہت کچھ پردہ پوشی متصور تھی۔ مثلاً یہ کہا جاتا کہ حضرت مسیح نے کئی ہزار بیل زندہ کئے تھے تو یہ بات بہت معقول ہوتی اور کسی کے اعتراض کے وقت جبکہ مذکورہ بالا اعتراض کیا جاتا یعنی یہ کہا جاتا کہ ان مردوں کی گواہی کا نتیجہ کیا ہوا تو ہم فی الفور کہہ سکتے کہ وہ تو بیل تھے ان کی زبان کہاں تھی جو بھلی یا بُری گواہی دیتے۔ بھلا وہ تو لاکھوں مردے تھے جو حضرت مسیح نے زندہ کئے آج مثلاً چند ہندوؤں کو اگر بلا کر پوچھو کہ اگر تمہارے فوت شدہ باپ دادے دس بیس زندہ ہو کر دنیا میں واپس آ جائیں اور گواہی دیں کہ فلاں مذہب سچا ہے تو کیا پھر بھی تم کو اس مذہب کی سچائی میں شک باقی رہ جائے گا۔ تو ہرگز نفی کا جواب نہیں دیں گے۔ پس یقیناً سمجھو کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں کہ اس قدر انکشاف کے بعد پھر بھی اپنے کفر اور انکار پر اڑا رہے۔ افسوس ہے کہ ایسی کہانیوں کی بندش میں ہمارے ملک کے سکھ خالصہ عیسائیوں سے اچھے رہے اور انہوں نے ایسی کہانیوں کے بنانے میں خوب ہوشیاری کی۔ کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے گورو باوا نانک نے ایک دفعہ ایک ہاتھی مردہ زندہ کیا تھا۔

﴿۴۳﴾ اب یہ اس قسم کا معجزہ ہے کہ نتائج مذکورہ کا اعتراض اس پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ سکھ کہہ سکتے ہیں کہ کیا ہاتھی کی کوئی بولنے والی زبان ہے کہ تا باوا نانک کی تصدیق یا تکذیب کرتا۔ غرض عوام تو اپنی چھوٹی سی عقل کی وجہ سے ایسے معجزات پر بہت خوش ہوتے ہیں مگر عقلمند غیر قوموں کے اعتراضوں کا نشانہ بن کر کوفتہ خاطر ہوتے ہیں اور جس مجلس میں ایسی بیہودہ کہانیاں کی جائیں وہ بہت شرمندہ ہوتے ہیں۔ اب چونکہ ہم کو حضرت مسیح علیہ السلام سے ایسا ہی محبت اور اخلاص کا تعلق ہے جیسا کہ عیسائیوں کو تعلق ہے بلکہ ہم کو بہت بڑھ کر تعلق ہے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کس کی تعریف کرتے ہیں مگر ہم جانتے ہیں کہ ہم کس کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کو دیکھا ہے لہٰذا اب ہم اس عقیدہ کی اصل حقیقت کو کھولتے ہیں کہ جو انجیلوں میں لکھا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے وقت تمام راستباز فوت شدہ زندہ ہو کر شہر میں آ گئے تھے۔

پس واضح ہو کہ یہ ایک کشفی امر تھا جو صلیب کے واقعہ کے بعد بعض پاک دل لوگوں نے خواب کی طرح دیکھا تھا کہ گویا مقدس مردے زندہ ہو کر شہر میں آ گئے ہیں۔ اور لوگوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں اور جیسا کہ خوابوں کی تعبیر خدا کی پاک کتابوں میں کی گئی ہے۔ مثلاً جیسا کہ حضرت یوسف کی خواب کی تعبیر کی گئی۔ ایسا ہی اس خواب کی بھی ایک تعبیر تھی۔ اور وہ یہ تعبیر تھی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور خدا نے اس کو صلیب کی موت سے نجات دے دی۔ اور اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ تعبیر تمہیں کہاں سے معلوم ہوئی تو اس کا یہ جواب ہے کہ فن تعبیر کے اماموں نے ایسا ہی لکھا ہے اور تمام معبرین نے اپنے تجربہ سے اس پر گواہی دی ہے۔ چنانچہ ہم قدیم زمانہ کے ایک امام فن تعبیر یعنی صاحب کتاب تعطیر الانام کی تعبیر کو اس کی اصل عبارت کے ساتھ ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے

مَن رأی أنّ الموتیٰ وثبوا من قبورھم و رجعوا الیٰ دورھم فانه یطلق من فی السجن۔ دیکھو کتاب تعطیر الانام فی تعبیر المنام مصنفہ قطب الزمان شیخ عبدالغنی النابلسی صفحہ ۲۸۹۔

ترجمہ: اگر کوئی یہ خواب دیکھے یا کشفی طور پر مشاہدہ کرے کہ مردے قبروں میں سے نکل آئے اور اپنے

﴿۴۴﴾ گھروں کی طرف رجوع کیا تو اس کی یہ تعبیر ہے کہ ایک قیدی قید سے رہائی پائے گا اور ظالموں کے ہاتھ سے اس کو مَخلصی حاصل ہوگی۔ طرز بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قیدی ہوگا کہ ایک شان اور عظمت رکھتا ہوگا۔ اب دیکھو یہ تعبیر کیسی معقولی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق آتی ہے اور فی الفور سمجھ آجاتا ہے کہ اسی اشارہ کے ظاہر کرنے کے لئے فوت شدہ راستباز زندہ ہوکر شہر میں داخل ہوتے نظر آئے کہ تا اہل فراست معلوم کریں کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے۔

ایسا ہی اور بہت سے مقامات انجیلوں میں پائے جاتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے نہیں مرے بلکہ مَخلصی پاکر کسی دوسرے ملک میں چلے گئے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے بیان کیا ہے وہ منصفوں کے سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

ممکن ہے کہ بعض دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ انجیلوں میں یہ بھی تو بار بار ذکر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہوگئے اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے۔ ایسے اعتراضات کا جواب میں پہلے بطور اختصار دے چکا ہوں۔ اور اب بھی اس قدر بیان کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی واقعہ کے بعد حواریوں کو ملے اور گلیل تک سفر کیا اور روٹی کھائی اور کباب کھائے اور اپنے زخم دکھلائے اور ایک رات بمقام امّاؤس حواریوں کے ساتھ رہے اور خفیہ طور پر پلاطوس کے علاقہ سے بھاگے اور نبیوں کی سنت کے موافق اس ملک سے ہجرت کی اور ڈرتے ہوئے سفر کیا تو یہ تمام واقعات اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے اور فانی جسم کے تمام لوازم ان کے ساتھ تھے اور کوئی نئی تبدیلی ان میں پیدا نہیں ہوئی تھی اور آسمان پر چڑھنے کی کوئی عینی شہادت انجیل سے نہیں ملتی☆۔ اور اگر ایسی شہادت ہوتی بھی تب بھی لائق اعتبار نہ تھی۔ کیونکہ انجیل نویسوں کی

☆ کوئی بیان نہیں کرتا کہ میں اس بات کا گواہ ہوں اور میری آنکھوں نے دیکھا ہے کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ منہ

﴿۴۵﴾ یہ عادت معلوم ہوتی ہے کہ وہ بات کا بتنگڑ ا بنا لیتے ہیں اور ایک ذرہ سی بات پر حاشیے چڑھاتے چڑھاتے ایک پہاڑ اس کو کر دیتے ہیں۔ مثلاً کسی انجیل نویس کے منہ سے نکل گیا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اب دوسرا انجیل نویس اس فکر میں پڑتا ہے کہ اس کو پورا خدا بنا وے اور تیسرا تمام زمین آسمان کے اختیار اس کو دیتا ہے اور چوتھا واشگاف کہہ دیتا ہے کہ وہی ہے جو کچھ ہے اور کوئی دوسرا خدا نہیں۔ غرض اس طرح پر کھینچتے کھینچتے کہیں کا کہیں لے جاتے ہیں۔ دیکھو وہ رؤیا جس میں نظر آیا تھا کہ گویا مُردے قبروں میں سے اٹھ کر شہر میں چلے گئے۔ اب ظاہری معنوں پر زور دے کر یہ جتلایا گیا کہ حقیقت میں مُردے قبروں میں سے باہر نکل آئے تھے اور یروشلم شہر میں آ کر اور لوگوں سے ملاقاتیں کی تھیں۔ اس جگہ غور کرو کہ کیسے ایک پر کا کوا بنایا گیا۔ پھر وہ ایک کوا نہ رہا بلکہ لاکھوں کوے اڑائے گئے۔ جس جگہ مبالغہ کا یہ حال ہو اس جگہ حقیقتوں کا کیونکر پتہ لگے۔ غور کے لائق ہے کہ ان انجیلوں میں جو خدا کی کتابیں کہلاتی ہیں ایسے ایسے مبالغات بھی لکھے گئے کہ مسیح نے وہ کام کئے کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جاتے تو وہ کتابیں جن میں وہ لکھے جاتے دنیا میں سما نہ سکتیں☆۔ کیا اتنا مبالغہ طریق دیانت و امانت ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اگر مسیح کے کام ایسے ہی غیر محدود اور حد بندی سے باہر تھے تو تین برس کی حد میں کیونکر آ گئے۔ ان انجیلوں میں یہ بھی خرابی ہے کہ بعض پہلی کتابوں کے حوالے غلط بھی دیئے ہیں۔ شجرہ نسب مسیح کو بھی صحیح طور پر لکھ نہ سکے۔ انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی عقل کچھ موٹی تھی یہاں تک کہ بعض حضرت مسیح کو بھوت سمجھ بیٹھے اور ان انجیلوں پر قدیم سے یہ بھی الزام چلا آتا ہے کہ وہ اپنی صحت پر باقی نہیں رہیں۔ اور خود جس حالت میں بہت سی اور بھی کتابیں انجیل کے نام سے تالیف کی گئیں۔ تو ہمارے پاس کوئی پختہ دلیل اس بات پر نہیں کہ کیوں ان دوسری کتابوں کے سب کے سب مضمون رد کئے جائیں اور کیوں اِن انجیلوں کا کل لکھا ہوا مان لیا جائے۔ ہم خیال نہیں کر سکتے کہ کبھی دوسری انجیلوں میں اس قدر بے اصل مبالغات

☆ یوحنا باب ۲۱ آیت ۱۵۔ (ناشر)

﴿۴۶﴾ لکھے گئے ہیں جیسا کہ ان چار انجیلوں میں۔ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو ان کتابوں میں مسیح کا پاک اور بے داغ چال چلن مانا جاتا ہے اور دوسری طرف اس پر ایسے الزام لگائے جاتے ہیں جو کسی راستباز کی شان کے ہرگز مناسب نہیں ہیں۔ مثلاً اسرائیلی نبیوں نے یوں تو توریت کے منشاء کے موافق ایک ہی وقت میں صدہا بیویوں کو رکھا تا پاکوں کی نسل کثرت سے پیدا ہو مگر آپ نے کبھی نہیں سنا ہوگا کہ کسی نبی نے اپنی بے قیدی کا یہ نمونہ دکھلایا کہ ایک ناپاک بدکردار عورت اور شہر کی مشہور فاسقہ اس کے بدن سے اپنے ہاتھ لگاوے اور اس کے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ملے اور اپنے بال اس کے پاؤں پر ملے۔ اور وہ یہ سب کچھ ایک جوان ناپاک خیال عورت سے ہونے دے اور منع نہ کرے۔ اس جگہ صرف نیک ظنی کی برکت سے انسان ان اوہام سے بچ سکتا ہے جو طبعاً ایسے نظارہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں لیکن بہرحال یہ نمونہ دوسروں کے لئے اچھا نہیں۔ غرض ان انجیلوں میں بہت سی باتیں ایسی بھری پڑی ہیں کہ وہ بتلا رہی ہیں کہ یہ انجیلیں اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہیں یا ان کے بنانے والے کوئی اور ہیں حواری اور ان کے شاگرد نہیں ہیں۔ مثلاً انجیل متی کا یہ قول ’’اور یہ بات آج تک یہودیوں میں مشہور ہے☆‘‘۔ کیا اس کا لکھنے والا متی کو قرار دینا صحیح اور مناسب ہوسکتا ہے؟ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اس انجیل متی کا لکھنے والا کوئی اور شخص ہے جو متی کی وفات کے بعد گذرا ہے۔ پھر اسی انجیل متی باب ۲۸ آیت ۱۲و۱۳ میں ہے۔ ’’تب انہوں نے یعنی یہودیوں نے بزرگوں کے ساتھ اکٹھے ہوکر صلاح کی اور ان پہرہ والوں کو بہت روپیہ دیئے اور کہا تم کہو کہ رات کو جب ہم سوتے تھے اس کے شاگرد یعنی مسیح کے شاگرد آکر اسے چورا کر لے گئے‘‘۔ دیکھو یہ کیسی کچی اور نامعقول باتیں ہیں۔ اگر اس سے مطلب یہ ہے کہ یہودی اس بات کو پوشیدہ کرنا چاہتے تھے کہ یسوع مُردوں میں سے جی اٹھا ہے اس لئے انہوں نے پہرہ والوں کو رشوت دی تھی کہ تا یہ عظیم الشان معجزہ ان کی قوم میں مشہور نہ ہو تو کیوں یسوع نے جس کا یہ فرض تھا کہ اپنے اس معجزہ کی یہودیوں میں اشاعت کرتا اس کو مخفی رکھا بلکہ دوسروں کو بھی اس کے ظاہر کرنے سے منع کیا۔

☆ متی باب ۲۸ آیت ۱۵

﴿۴۷﴾ اگر یہ کہو کہ اس کو پکڑے جانے کا خوف تھا تو میں کہتا ہوں کہ جب ایک دفعہ خدائے تعالیٰ کی تقدیر اس پر وارد ہو چکی اور وہ مر کر پھر جلالی جسم کے ساتھ زندہ ہو چکا تو اب اس کو یہودیوں کا کیا خوف تھا۔ کیونکہ اب یہودی کسی طرح اس پر قدرت نہیں پا سکتے تھے۔ اب تو وہ فانی زندگی سے ترقی پا چکا تھا۔ افسوس کہ ایک طرف تو اس کا جلالی جسم سے زندہ ہونا اور حواریوں کو ملنا اور جلیل کی طرف جانا اور پھر آسمان پر اٹھائے جانا بیان کیا گیا ہے اور پھر بات بات میں اس جلالی جسم کے ساتھ بھی یہودیوں کا خوف ہے اس ملک سے پوشیدہ طور پر بھاگتا ہے کہ تا کوئی یہودی دیکھ نہ لے اور جان بچانے کے لئے ستّر کوس کا سفر جلیل کی طرف کرتا ہے۔ بار بار منع کرتا ہے کہ یہ واقعہ کسی کے پاس بیان نہ کرو۔ کیا یہ جلالی جسم کے لچھّن اور علامتیں ہیں؟ نہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی جلالی اور نیا جسم نہ تھا وہی زخم آلودہ جسم تھا جو جان نکلنے سے بچایا گیا۔ اور چونکہ یہودیوں کا پھر بھی اندیشہ تھا اس لئے برعایت ظاہر اسباب مسیح نے اس ملک کو چھوڑ دیا۔ اس کے مخالف جس قدر باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ سب کی سب بیہودہ اور خام خیال ہیں کہ پہرہ داروں کو یہودیوں نے رشوت دی کہ تم یہ گواہی دو کہ حواری لاش کو چورا کر لے گئے اور ہم سوتے تھے۔ اگر وہ سوتے تھے تو ان پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ تم کو سونے کی حالت میں کیونکر معلوم ہو گیا کہ یسوع کی لاش کو چوری اٹھا لے گئے۔ اور کیا صرف اتنی بات سے کہ یسوع قبر میں نہیں کوئی عقلمند سمجھ سکتا تھا کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہے۔ کیا دنیا میں اور اسباب نہیں جن سے قبریں خالی رہ جاتی ہیں؟ اس بات کا بارِ ثبوت تو مسیح کے ذمہ تھا کہ وہ آسمان پر جانے کے وقت دو تین سو یہودیوں کو ملتا اور پلاطوس سے بھی ملاقات کرتا۔ جلالی جسم کے ساتھ اس کو کس کا خوف تھا مگر اس نے یہ طریق اختیار نہیں کیا اور اپنے مخالفوں کو ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ خوفناک دل کے ساتھ جلیل کی طرف بھاگا۔ اس لئے ہم قطعی طور پر یقین رکھتے اور مانتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ وہ اس قبر میں سے نکل گیا جو کوٹھے کی طرح کھڑکی دار تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر حواریوں کو ملا مگر یہ

﴿۴۸﴾ ہرگز سچ نہیں کہ اس نے کوئی نیا جلالی جسم پایا۔ وہی جسم تھا اور وہی زخم تھے اور وہی خوف دل میں تھا کہ مبادا بد بخت یہودی پھر پکڑ لیں۔ متی باب ۲۸ آیت ۷و۸و۹و۱۰ کو غور سے پڑھو۔ ان آیات میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ وہ عورتیں جن کو کسی نے یہ پتہ دیا تھا کہ مسیح جیتا ہے اور جلیل کی طرف جارہا ہے اور کہنے والے نے چپکے سے یہ بھی کہا تھا کہ شاگردوں کو جاکر یہ خبر کردو۔ وہ اس بات کو سن کر خوش تو ہوئیں مگر بڑی خوفناک حالت میں روانہ ہوئیں یعنی یہ اندیشہ تھا کہ اب بھی کوئی شریر یہودی مسیح کو پکڑ نہ لے۔ اور آیت ۹ میں ہے کہ جب وہ عورتیں شاگردوں کو خبر دینے جاتی تھیں تو یسوع انہیں ملا اور کہا سلام۔ اور آیت دس میں ہے کہ یسوع نے انہیں کہا مت ڈرو یعنی میرے پکڑے جانے کا اندیشہ نہ کرو پر میرے بھائیوں کو کہو کہ جلیل کو جائیں☆۔ وہاں مجھے دیکھیں گے۔ یعنی یہاں میں ٹھہر نہیں سکتا کہ دشمنوں کا اندیشہ ہے۔ غرض اگر فی الحقیقت مسیح مرنے کے بعد جلالی جسم کے ساتھ زندہ ہوا تھا تو یہ بارِ ثبوت اس پر تھا کہ وہ ایسی زندگی کا یہودیوں کو ثبوت دیتا۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ وہ اس بار ثبوت سے سبکدوش نہیں ہوا۔ یہ ایک بدیہی بیہودگی ہے کہ ہم یہودیوں پر الزام لگاویں کہ انہوں نے مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کے ثبوت کو روک دیا بلکہ مسیح نے خود اپنے دوبارہ زندہ ہونے کا ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ بھاگنے اور چھپنے اور کھانے اور سونے اور زخم دکھلانے سے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔

باب دوم

﴿ان شہادتوں کے بیان میں جو حضرت مسیح کے بچ جانے کی نسبت قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ہم کو ملی ہیں﴾

یہ دلائل جو اب ہم اس باب میں لکھنے لگے ہیں بظاہر ان کی نسبت ہر ایک کو خیال پیدا ہوگا کہ عیسائیوں کے مقابل پر ان وجوہات کو پیش کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ وہ لوگ قرآن شریف

☆ نوٹ: اس جگہ مسیح نے عورتوں کو ان الفاظ سے تسلی نہیں دی کہ اب میں نئے اور جلالی جسم کے ساتھ اٹھا ہوں اب میرے پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا بلکہ عورتوں کو کمزور دیکھ کر معمولی تسلی دی جو ہمیشہ مرد عورتوں کو دیا کرتے ہیں۔ غرض جلالی جسم کا کوئی ثبوت نہ دیا بلکہ اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلا کر معمولی جسم کا ثبوت دے دیا۔ منہ

﴿۴۹﴾ یا کسی حدیث کو اپنے لئے حجت نہیں سمجھ سکتے لیکن ہم نے محض اس غرض سے ان کو لکھا ہے کہ تا عیسائیوں کو قرآن شریف اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ معلوم ہو اور ان پر یہ حقیقت کھلے کہ کیونکر وہ سچائیاں جو صدہا برس کے بعد اب معلوم ہوئی ہیں وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے پہلے سے بیان کر دی ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے کسی قدر ذیل میں لکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ [۱] الآیۃ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا [۲] الآیۃ یعنی یہودیوں نے نہ حضرت مسیح کو درحقیقت قتل کیا اور نہ بذریعہ صلیب ہلاک کیا بلکہ ان کو محض ایک شبہ پیدا ہوا کہ گویا حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے ہیں اور ان کے پاس وہ دلائل نہیں ہیں جن کی وجہ سے ان کے دل اس بات پر مطمئن ہو سکیں کہ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر جان نکل گئی تھی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بظاہر مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے مارنے کا ارادہ کیا گیا مگر یہ محض ایک دھوکا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسا خیال کر لیا کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کی جان صلیب پر نکل گئی تھی بلکہ خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے وہ صلیبی موت سے بچ رہا۔ اب انصاف کرنے کا مقام ہے کہ جو کچھ قرآن کریم نے یہود اور نصاریٰ کے برخلاف فرمایا تھا آخر کار وہی بات سچی نکلی۔ اور اس زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح درحقیقت صلیبی موت سے بچائے گئے تھے۔ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہودی اس بات کا جواب دینے سے قاصر رہے کہ کیونکر حضرت مسیح علیہ السلام کی جان بغیر ہڈیاں توڑنے کے صرف دو تین گھنٹہ میں نکل گئی۔ اسی وجہ سے بعض یہودیوں نے ایک اور بات بنائی ہے کہ

[۱، ۲] النسآء: ۱۵۸

﴿۵۰﴾ ہم نے مسیح کو تلوار سے قتل کر دیا تھا۔ حالانکہ یہودیوں کی پورانی تاریخ کے رو سے مسیح کو تلوار کے ذریعہ سے قتل کرنا ثابت نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ مسیح کے بچانے کے لئے اندھیرا ہوا۔ بھونچال آیا۔ پلاطوس کی بیوی کو خواب آئی۔ سبت کے دن کی رات قریب آ گئی جس میں مصلوبوں کو صلیب پر رکھنا روا نہ تھا۔ حاکم کا دل بوجہ ہولناک خواب کے مسیح کے چھوڑانے کے لئے متوجہ ہوا۔ یہ تمام واقعات خدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے کہ تا مسیح کی جان بچ جائے۔ اس کے علاوہ مسیح کو غشی کی حالت میں کر دیا کہ تا ہر ایک کو مُردہ معلوم ہو۔ اور یہودیوں پر اس وقت ایک ہیبت ناک نشان بھونچال وغیرہ کے دکھلا کر بزدلی اور خوف اور عذاب کا اندیشہ طاری کر دیا۔ اور یہ دھڑکہ اس کے علاوہ تھا کہ سبت کی رات میں لاشیں صلیب پر نہ رہ جائیں۔ پھر یہ بھی ہوا کہ یہودیوں نے مسیح کو غشی میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہو گیا ہے۔ اندھیرے اور بھونچال اور گھبراہٹ کا وقت تھا۔ گھروں کا بھی ان کو فکر پڑا کہ شاید اس بھونچال اور اندھیرے سے بچوں پر کیا گزرتی ہوگی۔ اور یہ دہشت بھی دلوں پر غالب ہوئی کہ اگر یہ شخص کاذب اور کافر تھا جیسا کہ ہم نے دل میں سمجھا ہے تو اس کے اس دکھ دینے کے وقت ایسے ہولناک آثار کیوں ظاہر ہوئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ لہٰذا ان کے دل بے قرار ہو کر اس لائق نہ رہے کہ وہ مسیح کو اچھی طرح دیکھتے کہ آیا مر گیا یا کیا حال ہے۔ مگر درحقیقت یہ سب امور مسیح کے بچانے کے لئے خدائی تدبیریں تھیں۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی یہود نے مسیح کو جان سے مارا نہیں ہے لیکن خدا نے ان کو شبہ میں ڈال دیا کہ گویا جان سے مار دیا ہے۔ اس سے راستبازوں کو خدائے تعالیٰ کے فضل پر بڑی امید بڑھتی ہے کہ جس طرح اپنے بندوں کو چاہے بچالے۔

اور قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت حضرت مسیح کے حق میں ہے۔ وَجِيْهًا

فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ [۱] اس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی مسیح کو اس کی زندگی میں وجاہت یعنی عزت اور مرتبہ اور عام لوگوں کی نظر میں عظمت اور بزرگی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے ہیرودوس اور پلاطوس کے علاقہ میں کوئی عزت نہیں پائی بلکہ غایت درجہ کی تحقیر کی گئی۔ اور یہ خیال کہ دنیا میں پھر آ کر عزت اور بزرگی پائیں گے۔ یہ ایک بے اصل وہم ہے جو نہ صرف خدائے تعالیٰ کی کتابوں کے منشاء کے مخالف بلکہ اس کے قدیم قانونِ قدرت سے بھی مغائر اور مبائن اور پھر ایک بے ثبوت امر ہے مگر واقعی اور سچی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس بدبخت قوم کے ہاتھ سے نجات پا کر جب ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا۔ تو اس ملک میں خدائے تعالیٰ نے ان کو بہت عزت دی اور بنی اسرائیل کی وہ دس قومیں جو گم تھیں اس جگہ آ کر ان کو مل گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل اس ملک میں آ کر اکثر ان میں سے بدھ مذہب میں داخل ہوگئے تھے اور بعض ذلیل قسم کی بت پرستی میں پھنس گئے تھے۔ سو اکثر ان کے حضرت مسیح کے اس ملک میں آنے سے راہ راست پر آ گئے۔ اور چونکہ حضرت مسیح کی دعوت میں آنے والے نبی کے قبول کرنے کے لئے وصیت تھی اس لئے وہ دس فرقے جو اس ملک میں آ کر افغان اور کشمیری کہلائے۔ آخر کار سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ غرض اس ملک میں حضرت مسیح کو بڑی وجاہت پیدا ہوئی۔ اور حال میں ایک سکہ ملا ہے جو اسی ملک پنجاب میں سے برآمد ہوا ہے اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام پالی تحریر میں درج ہے اور اُسی زمانہ کا سکہ ہے جو حضرت مسیح کا زمانہ تھا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس ملک میں آ کر شاہانہ عزت پائی۔ اور غالباً یہ سکہ ایسے بادشاہ کی طرف سے جاری ہوا ہے جو حضرت مسیح پر ایمان لے آیا تھا۔ ایک اور سکہ برآمد ہوا ہے اس پر ایک اسرائیلی مرد کی تصویر ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت مسیح کی تصویر ہے۔ قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے

﴿۵۱﴾

[۱] آل عمران:۴۶

﴿۵۲﴾ کہ مسیح کو خدا نے ایسی برکت دی ہے کہ جہاں جائے گا وہ مبارک ہوگا۔☆ سو ان سکوں سے ثابت ہے کہ اُس نے خدا سے بڑی برکت پائی اور وہ فوت نہ ہوا جب تک اس کو ایک شاہانہ عزت نہ دی گئی۔ اسی طرح قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا[1] یعنی اے عیسیٰ میں ان الزاموں سے تجھے بَری کروں گا اور تیرا پاکدامن ہونا ثابت کردوں گا اور ان تہمتوں کو دور کردوں گا جو تیرے پر یہود اور نصاریٰ نے لگائیں۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی تھی اور اس کا ماحصل یہی ہے کہ یہود نے یہ تہمت لگائی تھی کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح مصلوب ہوکر ملعون ہوکر خدا کی محبت ان کے دل میں سے جاتی رہی اور جیسا کہ لعنت کے مفہوم کے لئے شرط ہے ان کا دل خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ہوگیا اور تاریکی کے بے انتہا طوفان میں پڑ گیا اور بدیوں سے محبت کرنے لگا اور کل نیکیوں کا مخالف ہوگیا اور خدا سے تعلق توڑ کر شیطان کی بادشاہت کے ماتحت ہوگیا اور اس میں اور خدا میں حقیقی دشمنی پیدا ہوگئی۔ اور یہی تہمت ملعون ہونے کی نصاریٰ نے بھی لگائی تھی مگر نصاریٰ نے اپنی نادانی سے دو ضدوں کو ایک ہی جگہ جمع کردیا ہے۔ انہوں نے ایک طرف تو حضرت مسیح کو خدا کا فرزند قرار دیا اور دوسری طرف ملعون بھی قرار دیا ہے اور خود مانتے ہیں کہ ملعون تاریکی اور شیطان کا فرزند ہوتا ہے یا خود شیطان ہوتا ہے سو حضرت مسیح پر یہ سخت ناپاک تہمتیں لگائی گئی تھیں۔ اور ’’مُطَهِّرُكَ‘‘ کی پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ ان الزاموں سے حضرت مسیح کو پاک کرے گا۔ اور یہی وہ زمانہ ہے۔

اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تطہیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی سے بھی عقلمندوں کی نظروں میں بخوبی ہوگئی کیونکہ آنجناب نے اور قرآن شریف نے گواہی دی کہ وہ الزام سب جھوٹے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے گئے تھے۔ لیکن یہ گواہی عوام کی نظر میں نظری اور باریک تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کے انصاف نے

☆ وَجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ[2]

[1] آل عمران:۵۶ [2] مریم:۳۲

﴿۵۳﴾ یہی چاہا کہ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنا ایک مشہور امر تھا اور امور بدیہیہ مشہودہ محسوسہ میں سے تھا اسی طرح تطہیر اور بریت بھی امور مشہودہ محسوسہ میں سے ہونی چاہیے۔ سو اب اسی کے موافق ظہور میں آیا یعنی تطہیر بھی صرف نظری نہیں بلکہ محسوس طور پر ہوگئی اور لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ اور جیسا کہ گلگتہ یعنی سری کے مکان پر حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا ایسا ہی سری کے مکان پر یعنی سرینگر میں ان کی قبر کا ہونا ثابت ہوا۔ یہ عجیب بات ہے کہ دونوں موقعوں میں سری کا لفظ موجود ہے۔ یعنی جہاں حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر کھینچے گئے اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اور جہاں انیسویں صدی کے اخیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت ہوئی اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت کہ جو کشمیر کے علاقہ میں ہے یہ بھی سری کی طرف ایک اشارہ ہے۔ غالباً یہ شہر حضرت مسیح کے وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگار مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنی سری رکھا گیا۔ جیسا کہ لاسہ جس کے معنی ہیں معبود کا شہر۔ یہ عبرانی لفظ ہے اور یہ بھی حضرت مسیح کے وقت میں آباد ہوا ہے۔

اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس[۱۲۵] برس کی ہوئی ہے۔ اور اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں دو ایسی باتیں جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں وہ دونوں جمع نہیں ہوئیں۔ (۱) ایک یہ کہ انہوں نے کامل عمر پائی یعنی ایک سو پچیس[۱۲۵] برس زندہ رہے۔ (۲) دوم یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی۔ اس لئے نبی سیاح کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ صرف تینتیس[۳۳] برس کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے جاتے تو اس صورت میں ایک سو پچیس[۱۲۵] برس کی روایت صحیح نہیں

﴿۵۴﴾

ٹھہر سکتی تھی اور نہ وہ اس چھوٹی سی عمر میں یعنی تینتیس برس میں سیاحت کر سکتے تھے۔ اور یہ روایتیں نہ صرف حدیث کی معتبر اور قدیم کتابوں میں لکھی ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے فرقوں میں اس تواتر سے مشہور ہیں کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ **کنز العمّال** جو احادیث کی ایک جامع کتاب ہے اس کے صفحہ ۳۴☆ میں ابو ہریرہ سے یہ حدیث لکھی ہے۔ **اوحی اللّٰہ تعالٰی الٰی عیسٰی ان یاعیسٰی انتقل من مکان الٰی مکان لئلّا تعرف فتؤذٰی** یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل کرتا رہ یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جا تا کہ کوئی تجھے پہچان کر دکھ نہ دے۔ اور پھر اسی کتاب میں جابر سے روایت کر کے یہ حدیث لکھی ہے۔ **کان عیسی ابن مریم یسیح فاذا امسٰی اکل بقل الصحراء و یشرب**❁ **الماء القراح**۞ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے اور جہاں شام پڑتی تھی تو جنگل کے بقولات میں سے کچھ کھاتے تھے اور خالص پانی پیتے تھے۔ اور پھر اسی کتاب میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے جس کے یہ لفظ ہیں۔ **قال احب شیء الی اللّٰہ الغرباء قیل ای شیء الغرباء، قال الذین یفرّون بدینھم و یجتمعون الٰی عیسی ابن مریم**۩ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پیارے خدا کی جناب میں وہ لوگ ہیں جو غریب ہیں۔ پوچھا گیا کہ غریب کے کیا معنی ہیں کہا وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لے کر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔

تیسرا باب

﴿ان شہادتوں کے بیان میں جو طبابت کی کتابوں میں سے لی گئی ہیں﴾

ایک اعلیٰ درجہ کی شہادت جو حضرت مسیح کے صلیب سے بچنے پر ہم کو ملی ہے اور جو ایسی شہادت

☆ جلد دوم[1] ۞ جلد دوم صفحہ ۱۷[2] ۩ جلد چھ صفحہ ۵۱[2]

[1] کنز العمال الباب الاوّل فی الاخلاق فصل خوف العاقبة [2] کنز العمال الباب الاوّل فی الاخلاق فصل الصبر علٰی انواع البلایا
[3] کنز العمال کتاب الفتن. فصل فی الوصیة فی الفتن ❁ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ”شرب“ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

﴿۵۵﴾ ہے کہ بجز ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا وہ ایک نسخہ ہے جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے جو طب کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں سے بعض ایسی ہیں جو عیسائیوں کی تالیف ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن کے مؤلّف مجوسی یا یہودی ہیں۔ اور بعض کے بنانے والے مسلمان ہیں۔ اور اکثر ان میں بہت قدیم زمانہ کی ہیں۔ تحقیق سے ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول زبانی طور پر اس نسخہ کا لاکھوں انسانوں میں شہرہ ہوگیا اور پھر لوگوں نے اس نسخہ کو قلمبند کرلیا۔ پہلے رومی زبان میں حضرت مسیح کے زمانہ میں ہی کچھ تھوڑا عرصہ واقعہ صلیب کے بعد ایک قرابادین تالیف ہوئی جس میں یہ نسخہ تھا اور جس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے یہ نسخہ بنایا گیا تھا۔ پھر وہ قرابادین کئی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوئی یہاں تک کہ مامون رشید کے زمانہ میں عربی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اور یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ ہر ایک مذہب کے فاضل طبیب نے کیا عیسائی اور کیا یہودی اور کیا مجوسی اور کیا مسلمان سب نے اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان کے حواریوں نے طیار کیا تھا اور جن کتابوں میں ادویہ مفردہ کے خواص لکھے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان چوٹوں کے لئے نہایت مفید ہے جو کسی ضربہ یا سقطہ سے لگ جاتی ہیں اور چوٹوں سے جو خون رواں ہوتا ہے وہ فی الفور اس سے خشک ہو جاتا ہے اور چونکہ اس میں مُــرّ بھی داخل ہے اس لئے زخم کیڑا پڑنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اور یہ دوا طاعون کے لئے بھی مفید ہے۔ اور ہر قسم کے پھوڑے پھنسی کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ دوا صلیب کے زخموں کے بعد خود ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے الہام کے ذریعہ سے تجویز فرمائی تھی یا کسی طبیب کے مشورہ سے طیار کی گئی تھی۔ اس میں بعض دوائیں اکسیر کی طرح ہیں۔ خاص کر مُــرّ جس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے۔ بہرحال اس دوا کے استعمال سے حضرت مسیح علیہ السلام

﴿۵۶﴾ کے زخم چندروز میں ہی اچھے ہوگئے۔ اوراس قدر طاقت آ گئی کہ آپ تین روز میں یروشلم سے جلیل کی طرف ستر کوس تک پیادہ پا گئے۔ پس اس دوا کی تعریف میں اس قدر کافی ہے کہ مسیح تو اوروں کو اچھا کرتا تھا مگر اس دوا نے مسیح کو اچھا کیا۔ اور جن طب کی کتابوں میں یہ نسخہ لکھا گیا وہ ہزار کتاب سے بھی زیادہ ہیں۔ جن کی فہرست لکھنے سے بہت طول ہوگا اور چونکہ یہ نسخہ یونانی طبیبوں میں بہت مشہور ہے اس لئے میں کچھ ضرورت نہیں دیکھتا کہ تمام کتابوں کے نام اس جگہ لکھوں۔ محض چند کتابیں جو اس جگہ موجود ہیں ذیل میں لکھ دیتا ہوں۔

فہرست ان طبی کتابوں کی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ وہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لئے یعنی ان کے بدن کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔

قانون شیخ الرئیس بوعلی سینا جلد ثالث صفحہ نمبر ۱۳۳۔ شرح قانون علامہ قطب الدین شیرازی جلد ثالث۔ کامل الصناعۃ تصنیف علی بن العباس المجوسی جلد دوم صفحہ ۶۰۲۔ کتاب مجموعہ بقائی مصنفہ محمود محمد اسماعیل مخاطب از خاقان بخطاب پدر محمد بقا خان جلد ۲ صفحہ ۴۹۷۔ کتاب تذکرۃ اولوا الالباب مصنفہ شیخ داؤد الضریر الانطاکی صفحہ ۳۰۳۔ قرابا دین رومی مصنفہ قریب زمانہ حضرت مسیح جس کا ترجمہ مامون رشید کے وقت میں عربی میں ہوا امراض جلد۔ کتاب عمدۃ المحتاج مصنفہ احمد بن حسن الرشیدی الحکیم اس کتاب میں مرہم عیسیٰ وغیرہ ادویہ سو کتاب میں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کتابوں میں سے لکھی گئی ہیں۔ اور وہ تمام کتابیں فرنچ زبان میں تھیں۔ کتاب قرابادین فارسی مصنفہ حکیم محمد اکبر ارزانی امراض جلد۔ کتاب شفاء الاسقام جلد دوم صفحہ ۲۳۰۔ کتاب مرأۃ الشفا مصنفہ حکیم نتھو شاہ نسخہ قلمی امراض جلد۔ ذخیرۂ خوارزم شاہی امراض جلد۔ شرح قانون گیلانی

﴿۵۷﴾

جلد ثالث ۔ شرح قانون قرشی جلد ثالث ۔ قرابا دین علوی خان امراض جلد۔ کتاب علاج الامراض مصنفہ حکیم محمد شریف خان صاحب صفحہ ۸۹۳۔ قرابا دین یونانی امراض جلد۔ تحفة المؤمنین برحاشیہ مخزن الادویہ صفحہ ۷۱۳۔ کتاب محیط فی الطب صفحہ ۳۶۷۔ کتاب اکسیر اعظم جلد رابع مصنفہ حکیم محمد اعظم خان صاحب المخاطب بناظم جہاں صفحہ ۳۳۱۔ کتاب قرابا دین معصومی لمعصوم بن کریم الدین الشوستری شیرازی۔ کتاب عجالہ نافعہ لمحمد شریف دہلوی صفحہ ۴۱۰۔ کتاب طب شبری مسمّی بلوامع شبریہ تالیف سید حسین شبر کاظمی صفحہ ۴۷۱۔ کتاب مخزن سلیمانی ترجمہ اکسیر عربی صفحہ ۵۹۹۔ مترجم محمد شمس الدین صاحب بہاولپوری۔ شفاء الامراض مترجم مولانا الحکیم محمد نور کریم صفحہ ۲۸۲۔ کتاب الطب داراشکوہی مؤلّفہ نورالدین محمد عبدالحکیم عین الملک الشیرازی ورق ۳۶۰۔ کتاب منہاج الدکان بدستور الاعیان فی اعمال وترکیب النافعہ للابدان تالیف افلاطون زمانہ ورئیس اوانہ ابوالمنا ابن ابی نصر العطار الاسرائیلی الہارونی (یعنی یہودی) صفحہ ۸۶۔ کتاب زبدة الطب لسید الامام ابوابراہیم اسمٰعیل بن حسن الحسینی الجرجانی ورق ۱۸۲۔ طب اکبر مصنفہ محمد اکبر ارزانی صفحہ ۲۴۲۔ کتاب میزان الطب مصنفہ محمد اکبر ارزانی صفحہ ۱۵۲۔ سدیدی مصنفہ رئیس المتکلمین امام المحقّقین السدید الکاذرونی صفحہ ۲۸۳ جلد ۲۔ کتاب حاوی کبیر ابن ذکریا امراض جلد۔ قرابادین ابن تلمیذ امراض جلد۔ قرابا دین ابن ابی صادق امراض جلد۔

یہ وہ کتابیں ہیں جن کو میں نے بطور نمونہ اس جگہ لکھا ہے۔ اور یہ بات اہل علم اور خاص کر طبیبوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اکثر ان میں ایسی کتابیں ہیں جو پہلے زمانہ میں اسلام کے بڑے بڑے مدرسوں میں پڑھائی جاتی تھیں اور یورپ کے طالب العلم بھی ان کو پڑھتے تھے۔ اور یہ کہنا بالکل سچ اور مبالغہ کی ایک ذرہ آمیزش سے بھی پاک

﴿۵۸﴾ ہے کہ ہر ایک صدی میں قریباً کروڑ ہا انسان ان کتابوں کے نام سے واقف ہوتے چلے آئے ہیں اور لاکھوں انسانوں نے ان کو اول سے آخر تک پڑھا ہے اور ہم بڑے زور سے کہہ سکتے ہیں کہ یورپ اور ایشیا کے عالم لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ ان بعض عظیم الشان کتابوں کے نام سے ناواقف ہو جو اس فہرست میں درج ہیں۔ جس زمانہ میں ہسپانیہ اور کیسمنو اور ستلیرنم☆ دار العلم تھے اس زمانہ میں بوعلی سینا کی کتاب قانون جو طب کی ایک بڑی کتاب ہے جس میں مرہم عیسیٰ کا نسخہ ہے اور دوسری کتابیں شفاء اور اشارات اور بشارات جو طبعی اور ہیئت اور فلسفہ وغیرہ میں ہیں بڑے شوق سے اہل یورپ سیکھتے تھے۔ اور ایسا ہی ابونصر فارابی اور ابوریحان اور اسرائیل اور ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق اور اسحاق وغیرہ فاضلوں کی کتابیں اور ان کی یونانی سے ترجمہ شدہ کتابیں پڑھائی جاتی تھیں یقیناً ان کتابوں کے ترجمے یورپ کے کسی حصہ میں اب تک موجود ہوں گے۔ اور چونکہ اسلام کے بادشاہ علم طب وغیرہ کو ترقی دینا بدل چاہتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے یونان کی عمدہ عمدہ کتابوں کا ترجمہ کرایا اور عرصہ دراز تک ایسے بادشاہوں میں خلافت رہی کہ وہ ملک کی توسیع کی نسبت علم کی توسیع زیادہ چاہتے تھے انہی وجوہ اور اسباب سے انہوں نے نہ صرف یونانی کتابوں کے ترجمے عربی میں کرائے بلکہ ملک ہند کے فاضل پنڈتوں کو بھی بڑی بڑی تنخواہوں پر طلب کر کے طب وغیرہ علوم کے بھی ترجمے کرائے پس ان کے احسانوں میں سے حق کے طالبوں پر یہ ایک بڑا احسان ہے جو انہوں نے ان رومی و یونانی وغیرہ طبی کتابوں کے ترجمے کرائے جن میں مرہم عیسیٰ موجود تھی اور جس پر کتبہ کی طرح یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیار کی گئی تھی۔ فاضل حکماء عہد اسلام نے جیسا کہ ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق ہیں جن کو علاوہ علم طب و طبعی و فلسفہ وغیرہ کی یونانی زبان میں خوب مہارت تھی جب

☆ ہسپانیہ یعنی اندلس، کیسمنو یعنی قسطمونیہ، ستلیرنم یعنی شنترین[1]۔ منہ

1. Hispania or Andalusia, Kasmonu or Kastamonu, Satrilnem or Santarem.

﴿۵۹﴾ اسّ قرابا دین کا جس میں مرہم عیسیٰ تھی ترجمہ کیا تو عقلمندی سے شلیخا کے لفظ کو جو ایک یونانی لفظ ہے جو باراں کو کہتے ہیں بعینہٖ عربی میں لکھ دیا تا اس بات کا اشارہ کتابوں میں قائم رہے کہ یہ کتاب یونانی قرابادین سے ترجمہ کی گئی۔ اسی وجہ سے اکثر ہر ایک کتاب میں شلیخا کا لفظ بھی لکھا ہوا پاؤ گے۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگرچہ پرانے سکے بڑی قابل قدر چیزیں ہیں اور ان کے ذریعہ سے بڑے بڑے تاریخی اسرار کھلتے ہیں لیکن ایسی پرانی کتابیں جو مسلسل طور پر ہر صدی میں کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوتی چلی آئیں اور بڑے بڑے مدارس میں پڑھائی گئیں اور اب تک درسی کتابوں میں داخل ہیں ان کا مرتبہ اور عزت ان سکوں اور کتبوں سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ کتبوں اور سکوں میں جعل سازی کی بھی گنجائشیں ہیں لیکن وہ علمی کتابیں جو اپنے ابتدائی زمانہ میں ہی کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوتی چلی آئی ہیں اور ہر ایک قوم ان کی محافظ اور پاسبان ہوتی رہی ہے اور اب بھی ہے۔ ان کی تحریریں بلاشبہ ایسی اعلیٰ درجہ کی شہادتیں ہیں جو سکوں اور کتبوں کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ اگر ممکن ہو تو کسی سکہ یا کتبہ کا نام تو لو جس نے ایسی شہرت پائی ہو جیسا کہ بوعلی سینا کے قانون نے۔ غرض مرہم عیسیٰ حق کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان شہادت ہے۔ اگر اس شہادت کو قبول نہ کیا جائے تو پھر دنیا کے تمام تاریخی ثبوت اعتبار سے گر جاویں گے کیونکہ اگرچہ اب تک ایسی کتابیں جن میں اس مرہم کا ذکر ہے قریباً ایک ہزار ہیں یا کچھ زیادہ لیکن کروڑہا انسانوں میں یہ کتابیں اور ان کے مؤلف شہرت یافتہ ہیں۔ اب ایسا شخص علم تاریخ کا دشمن ہوگا جو اس بدیہی اور روشن اور پُرزور ثبوت کو قبول نہ کرے۔ اور کیا یہ تحکّم پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس قدر عظیم الشان ثبوت کو ہم نظر انداز کر دیں اور کیا ہم ایسے بھاری ثبوت پر بدگمانی کر سکتے ہیں جو یورپ اور ایشیا پر دائرہ کی

﴿۶۰﴾ طرح محیط ہو گیا ہے۔ اور جو یہودیوں اور عیسائیوں اور مجوسیوں اور مسلمانوں کے نامی فلاسفروں کی شہادتوں سے پیدا ہوا ہے۔ اب اے محققوں کی روحو! اس اعلیٰ ثبوت کی طرف دوڑو۔ اور اے منصف مزاجو! اس معاملہ میں ذرہ غور کرو۔ کیا ایسا چمکتا ہوا ثبوت اس لائق ہے کہ اس پر توجہ نہ کی جائے؟ کیا مناسب ہے کہ ہم اس آفتابِ صداقت سے روشنی حاصل نہ کریں؟ یہ وہم بالکل لغو اور بیہودہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے زمانہ سے پہلے چوٹیں لگی ہوں یا نبوت کے زمانہ کی ہی چوٹیں ہوں مگر وہ صلیب کی نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہاتھ اور پیر زخمی ہو گئے ہوں۔ مثلاً وہ کسی کوٹھے پر سے گر گئے ہوں اور اس صدمہ کے لئے یہ مرہم طیار کی گئی ہو کیونکہ نبوت کے زمانہ سے پہلے حواری نہ تھے اور اس مرہم میں حواریوں کا ذکر ہے۔ شلیخا کا لفظ جو یونانی ہے جو باراں کو کہتے ہیں۔ ان کتابوں میں اب تک موجود ہے۔ اور نیز نبوت کے زمانہ سے پہلے حضرت مسیح کی کوئی عظمت تسلیم نہیں کی گئی تھی تا اس کی یادگار محفوظ رکھی جاتی اور نبوت کا زمانہ صرف ساڑھے تین برس تھا۔ اور اس مدت میں کوئی واقعہ ضربہ یا سقطہ کا بجز واقعہ صلیب کے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت تاریخوں سے ثابت نہیں۔ اور اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ممکن ہے کہ ایسی چوٹیں کسی اور سبب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لگی ہوں تو یہ ثبوت اس کے ذمہ ہے کیونکہ ہم جس واقعہ کو پیش کرتے ہیں وہ ایک ایسا ثابت شدہ اور مانا ہوا واقعہ ہے کہ نہ یہودیوں کو اس سے انکار ہے اور نہ عیسائیوں کو یعنی صلیب کا واقعہ۔ لیکن یہ خیال کہ کسی اور سبب سے کوئی چوٹ حضرت مسیح کو لگی ہوگی کسی قوم کی تاریخ سے ثابت نہیں۔ اس لئے ایسا خیال کرنا عمداً سچائی کی راہ کو چھوڑنا ہے۔ یہ ثبوت ایسا نہیں ہے کہ اس قسم کے بیہودہ عذرات سے ردّ ہو سکے۔ اب تک بعض کتابیں بھی موجود ہیں جو مصنّفوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔

﴿۶۱﴾ چنانچہ ایک پرانا قلمی نسخہ قانون بوعلی سینا کا اُسی زمانہ کا لکھا ہوا میرے پاس بھی موجود ہے۔ تو پھر یہ صریح ظلم اور سچائی کا خون کرنا ہے کہ ایسے روشن ثبوت کو یونہی پھینک دیا جائے۔ بار بار اس بات میں غور کرو اور خوب غور کرو کہ کیونکر یہ کتابیں اب تک یہودیوں اور مجوسیوں اور عیسائیوں اور عربوں اور فارسیوں اور یونانیوں اور رومیوں اور اہل جرمن اور فرانسیسیوں اور دوسرے یورپ کے ملکوں اور ایشیا کے پورانے کتب خانوں میں موجود ہیں اور کیا یہ لائق ہے کہ ہم ایسے ثبوت سے جس کی روشنی سے انکار کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں یونہی منہ پھیر لیں؟ اگر یہ کتابیں صرف اہل اسلام کی تالیف اور اہل اسلام کے ہی ہاتھ میں ہوتیں تو شاید کوئی جلد باز یہ خیال کر سکتا کہ مسلمانوں نے عیسائی عقیدہ پر حملہ کرنے کے لئے جعلی طور پر یہ باتیں اپنی کتابوں میں لکھ دی ہیں مگر یہ خیال علاوہ ان وجوہ کے جو ہم بعد میں لکھتے ہیں اس وجہ سے بھی غلط تھا کہ ایسے جعل کے مسلمان کسی طور سے مرتکب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد بلاتوقف آسمان پر چلے گئے۔ اور مسلمان تو اس بات کے قائل بھی نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر کھینچا گیا یا صلیب پر سے ان کو زخم پہنچے پھر وہ عمداً ایسی جعل سازی کیونکر کر سکتے تھے جو ان کے عقیدہ کے بھی مخالف تھی۔ ماسوا اس کے ابھی اسلام کا دنیا میں وجود بھی نہیں تھا جبکہ رومی و یونانی وغیرہ زبانوں میں ایسی قرابادینیں لکھی گئیں اور کروڑ ہا لوگوں میں مشہور کی گئیں جن میں مرہم عیسیٰ کا نسخہ موجود تھا اور ساتھ ہی یہ تشریح بھی موجود تھی کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی تھی۔ اور یہ قومیں یعنی یہودی و عیسائی و اہل اسلام و مجوسی مذہبی طور پر ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پس ان سب کا اس مرہم کو اپنی کتابوں میں درج کرنا بلکہ درج کرنے کے

﴿۶۲﴾ وقت اپنے مذہبی عقیدوں کی بھی پرواہ نہ رکھنا صاف اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مرہم ایسا واقعہ مشہور ہ تھا کہ کوئی فرقہ اور کوئی قوم اس سے منکر نہ ہوسکی۔ ہاں جب تک وہ وقت نہ آیا جو مسیح موعود کے ظہور کا وقت تھا اس وقت تک ان تمام قوموں کے ذہن کو اس طرف التفات نہیں ہوئی کہ یہ نسخہ جو صدہا کتابوں میں درج اور مختلف قوموں کے کروڑہا انسانوں میں شہرت یاب ہو چکا ہے اس سے کوئی تاریخی فائدہ حاصل کریں۔ پس اس جگہ ہم بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے اس کی نسبت ابتدا سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہو کیونکہ خدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو۔ اور وہی ہے جو کسر صلیب اس کے ہاتھ پر ہوگی۔ اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی۔ تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔ لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ یہی مفہوم اس حدیث کا ہے جو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں درج ہے۔ پس ضرور تھا کہ آسمان ان امور اور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں نہ آتا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کریں گے کیونکہ خدا کا مسیح آ گیا۔ اب ضرور ہے کہ دماغوں میں روشنی اور دلوں میں توجہ اور قلموں میں زور اور کمروں میں ہمت پیدا ہو۔ اور اب ہر ایک سعید کو فہم عطا کیا جائے گا اور ہر ایک رشید کو عقل دی جائے گی کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے۔ مبارک

﴿۶۳﴾ وہ جو اس روشنی سے حصہ لے۔ اور کیا ہی سعادت مند وہ شخص ہے جو اس نور میں سے کچھ پاوے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ پھل اپنے وقت پر آتے ہیں ایسا ہی نور بھی اپنے وقت پر ہی اترتا ہے۔ اور قبل اس کے جو وہ خود اترے کوئی اس کو اتار نہیں سکتا۔ اور جبکہ وہ اترے تو کوئی اس کو بند نہیں کر سکتا۔ مگر ضرور ہے کہ جھگڑے ہوں اور اختلاف ہو مگر آخر سچائی کی فتح ہے۔ کیونکہ یہ امر انسان سے نہیں ہے اور نہ کسی آدم زاد کے ہاتھوں سے بلکہ اس خدا کی طرف سے ہے جو موسموں کو بدلاتا اور وقتوں کو پھیرتا اور دن سے رات اور رات سے دن نکالتا ہے۔ وہ تاریکی بھی پیدا کرتا ہے مگر چاہتا روشنی کو ہے۔ وہ شرک کو بھی پھیلنے دیتا ہے مگر پیار اس کا توحید سے ہی ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کا جلال دوسرے کو دیا جائے۔ جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے اس وقت تک کہ نابود ہو جائے خدا کا قانون قدرت یہی ہے کہ وہ توحید کی ہمیشہ حمایت کرتا ہے۔ جتنے نبی اس نے بھیجے سب اسی لئے آئے تھے کہ تا انسانوں اور دوسری مخلوقوں کی پرستش دور کر کے خدا کی پرستش دنیا میں قائم کریں اور ان کی خدمت یہی تھی کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مضمون زمین پر چمکے جیسا کہ وہ آسمان پر چمکتا ہے۔ سو ان سب میں سے بڑا وہ ہے جس نے اس مضمون کو بہت چمکایا۔ جس نے پہلے باطل الٰہوں کی کمزوری ثابت کی اور علم اور طاقت کے رو سے ان کا ہیچ ہونا ثابت کیا۔ اور جب سب کچھ ثابت کر چکا تو پھر اس فتح نمایاں کی ہمیشہ کے لئے **یادگار** یہ چھوڑی کہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**۔ اس نے صرف بے ثبوت دعوے کے طور پر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں کہا بلکہ اس نے پہلے ثبوت دے کر اور باطل کا بطلان دکھلا کر پھر لوگوں کو اس طرف توجہ دی کہ دیکھو اس خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں جس نے تمہاری تمام قوتیں توڑ دیں اور تمام شیخیاں نابود کر دیں۔ سو اس ثابت شدہ بات کو یاد دلانے کے لئے ہمیشہ کے لئے یہ مبارک کلمہ سکھلایا کہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**۔

بابِ چہارم

﴿ان شہادتوں کے بیان میں جو تاریخی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں﴾

چونکہ اس باب میں مختلف قسم کی شہادتیں ہیں اس لئے
صفائی ترتیب کے لئے ہم اس کو کئی فصل پر منقسم کر دیتے ہیں
اور وہ یہ ہیں۔

پہلی فصل

ان شہادتوں کے ذکر میں جو ان اسلامی کتابوں سے
لی گئی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی سیاحت
کو ثابت کرتی ہیں۔

کتاب روضة الصفا جو ایک مشہور تاریخی کتاب ہے اس کے صفحہ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵ میں بزبان فارسی وہ عبارت لکھی ہے جس کا خلاصہ ترجمہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح اس واسطے رکھا گیا کہ وہ سیاحت بہت کرتے تھے ایک پشمی طاقیہ ان کے سر پر ہوتا تھا اور ایک پشمی کرتہ پہنے رہتے تھے۔

﴿۶۵﴾ اور ایک عصا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ ملک بہ ملک اور شہر بشہر پھرتے تھے اور جہاں رات پڑ جاتی وہیں رہ جاتے تھے۔ جنگل کی سبزی کھاتے تھے اور جنگل کا پانی پیتے اور پیادہ سیر کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیاحت کے زمانہ میں ان کے رفیقوں نے ان کے لئے ایک گھوڑا خریدا اور ایک دن سواری کی مگر چونکہ گھوڑے کے آب ودانہ اور چارے کا بندوبست نہ ہوسکا اس لئے اس کو واپس کر دیا۔ وہ اپنے ملک سے سفر کر کے نصیبین میں پہنچے جو ان کے وطن سے کئی سوکوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور آپ کے ساتھ چند حواری بھی تھے۔ آپ نے حواریوں کو تبلیغ کے لئے شہر میں بھیجا۔ مگر اس شہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کی نسبت غلط اور خلافِ واقعہ خبریں پہنچی ہوئی تھیں اس لئے اس شہر کے حاکم نے حواریوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا۔ آپ نے اعجازی برکت سے بعض بیماروں کو اچھا کیا اور اور بھی کئی معجزات دکھلائے۔ اس لئے نصیبین کے ملک کا بادشاہ مع تمام لشکر اور باشندوں کے آپ پر ایمان لے آیا اور نزول مائدہ کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے وہ واقعہ بھی ایام سیاحت کا ہے‘‘۔

یہ خلاصہ بیان تاریخ روضۃ الصفا ہے۔ اور اس جگہ مصنف کتاب نے بہت سے بیہودہ اور لغو اور دور از عقل معجزات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں۔ جن کو ہم افسوس کے ساتھ چھوڑتے ہیں اور اپنی اس کتاب کو ان جھوٹ اور فضول اور مبالغہ آمیز باتوں سے پاک رکھ کر صرف اصل مطلب اس سے لیتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سیر کرتے کرتے نصیبین تک پہنچ گئے تھے اور نصیبین موصل اور شام کے درمیان ایک شہر ہے جس کو انگریزی نقشوں میں نسی بس کے نام سے لکھا ہے۔ جب ہم ملک شام سے فارس کی طرف سفر کریں تو ہماری راہ میں نصیبین آئے گا اور وہ بیت المقدس سے قریباً ساڑھے چار سوکوس ہے اور پھر نصیبین سے قریباً ۴۸ میل موصل ہے جو بیت المقدس سے پانسو میل کے فاصلہ پر ہے اور موصل سے فارس کی حد صرف سو میل رہ جاتی ہے اس حساب سے نصیبین فارس کی حد سے ڈیڑھ سو میل پر ہے اور فارس کی مشرقی حد افغانستان کے شہر ہرات تک ختم ہوتی ہے یعنی فارس کی طرف ہرات افغانستان کی مغربی حد

﴿۶۶﴾ پر واقع ہے اور فارس کی مغربی حد سے قریباً نو سو میل کے فاصلہ پر ہے اور ہرات سے درہ خیبر تک قریباً پانسو میل کا فاصلہ ہے۔ دیکھو نقشہ ھٰذا۔
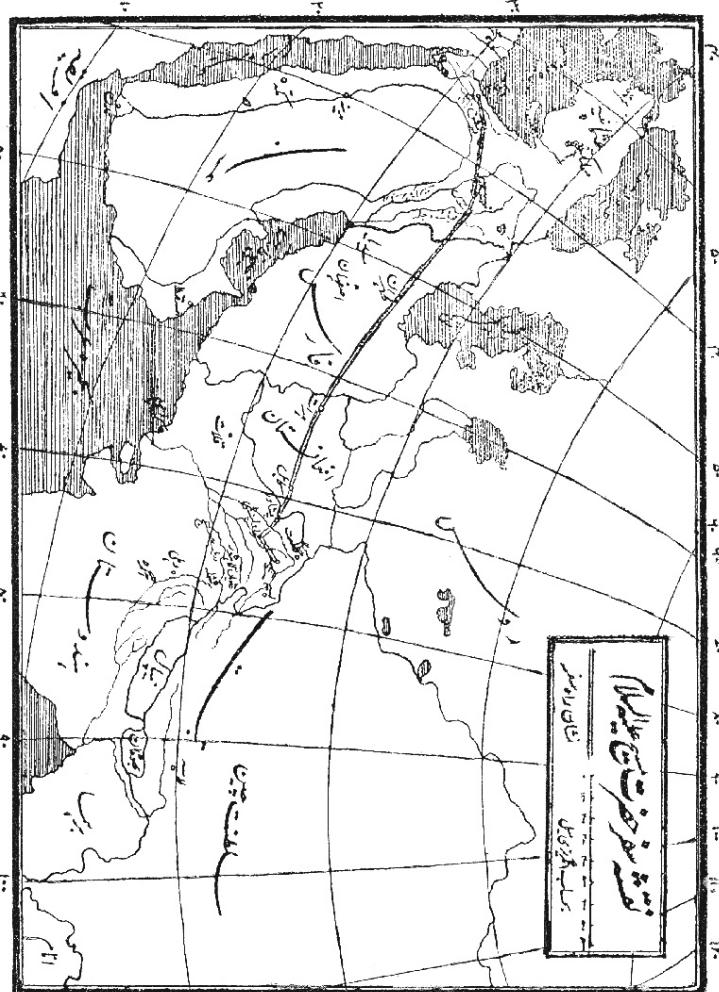
یوسی بیس[1] عیسائی تاریخ یونانی جس کو ہین مر[2] نامی ایک شخص لندن کے رہنے والے نے ۱۶۵۰ء میں انگریزی زبان میں ترجمہ کیا اس کے پہلے باب چودھویں فصل میں ایک خط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ ابگیرس[3] نام نے دریائے فرات کے پار سے حضرت عیسیٰ کو اپنے پاس بلایا تھا۔ ابگیرس کا حضرت عیسیٰ کی طرف خط اور حضرت عیسیٰ کا جواب بہت جھوٹ اور مبالغہ سے بھرا ہوا ہے۔ مگر اس قدر سچی بات معلوم ہوتی ہے کہ اس بادشاہ نے یہودیوں کا ظلم سن کر حضرت عیسیٰ کو اپنے پاس پناہ دینے کے لئے بلایا تھا اور بادشاہ کو خیال تھا کہ یہ سچا نبیؑ ہے۔ منہ

۱ Creed of Eusebeus ۲ Heinmer ۳ Abgerus

﴿۶۷﴾ یہ ان ملکوں اور شہروں کا نقشہ ہے جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کا کشمیر کی طرف آتے ہوئے گذر ہوا۔ اس سیر و سیاحت سے آپ کا یہ ارادہ تھا کہ تا اول ان بنی اسرائیل کو ملیں جن کو شاہ سلمنذر پکڑ کر ملک میدیا میں لے گیا تھا۔ اور یاد رہے کہ عیسائیوں کے شائع کردہ نقشہ میں میدیا بحیرہ خزر کے جنوب میں دکھایا گیا ہے جہاں آج کل فارس کا ملک واقع ہے۔ اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ کم سے کم میدیا اس ملک کا ایک حصہ تھا جسے آج کل فارس کہتے ہیں اور فارس کی مشرقی حد افغانستان سے متصل ہے اور اس کے جنوب میں سمندر ہے۔ اور مغرب میں ملک روم۔ بہرحال اگر روضۃ الصفا کی روایت پر اعتبار کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نصیبین کی طرف سفر کرنا اس غرض سے تھا کہ تا فارس کی راہ سے افغانستان میں آویں اور ان گمشدہ یہودیوں کو جو آخر افغان کے نام سے مشہور ہوئے حق کی طرف دعوت کریں افغان کا نام عبرانی معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ ترکیبی ہے جس کے معنی بہادر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی فتح یابیوں کے وقت یہ خطاب بہادر کا اپنے لئے مقرر کیا۔☆

اب حاصل کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام افغانستان سے ہوتے ہوئے پنجاب کی طرف آئے۔ اس ارادہ سے کہ پنجاب اور ہندوستان دیکھتے ہوئے پھر کشمیر کی طرف قدم اٹھاویں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ افغانستان اور کشمیر کی حد فاصل چترال کا علاقہ اور کچھ حصہ پنجاب کا ہے۔ اگر افغانستان سے کشمیر میں پنجاب کے رستے سے آویں تو قریباً اسّی کوس یعنی ۱۳۰ میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اور چترال کی راہ سے سو کوس

☆ توریت میں بنی اسرائیل کے لئے وعدہ تھا کہ اگر تم آخری نبی پر ایمان لاؤ گے تو آخری زمانہ میں بہت سی مصیبتوں کے بعد پھر حکومت اور بادشاہت تم کو ملے گی۔ چنانچہ وہ وعدہ اس طور پر پورا ہوا کہ بنی اسرائیل کی دس قوموں نے اسلام اختیار کر لیا۔ اسی وجہ سے افغانوں میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے اور نیز کشمیریوں میں بھی۔ **منہ**

﴿۶۸﴾

کا فاصلہ ہے۔لیکن حضرت مسیح نے بڑی عقلمندی سے افغانستان کا راہ اختیار کیا تا اسرائیل کی کھوئی بھیڑیں جو افغان تھے فیضیاب ہو جائیں۔اور کشمیر کی مشرقی حد ملک تبت سے متصل ہے اس لئے کشمیر میں آ کر بآسانی تبت میں جا سکتے تھے۔اور پنجاب میں داخل ہو کر ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ قبل اس کے جو کشمیر اور تبت کی طرف آویں ہندوستان کے مختلف مقامات کا سیر کریں۔سو جیسا کہ اس ملک کی پرانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے۔اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتدا میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہوگی۔اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں مگر افسوس کہ افغانوں کی قوم کا تاریخی شیرازہ نہایت درہم برہم ہے اس لئے ان کے قومی تذکروں کے ذریعہ سے کوئی اصلیت پیدا کرنا نہایت مشکل امر ہے۔بہرحال اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ افغان بنی اسرائیل میں سے ہیں جیسا کہ کشمیری بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں اور جن لوگوں نے اپنی تالیفات میں اس کے برخلاف لکھا ہے انہوں نے سخت دھوکا کھایا ہے اور فکر دقیق سے کام نہیں لیا۔افغان اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ قیس کی اولاد میں سے ہیں اور قیس بنی اسرائیل میں سے ہے۔خیر اس جگہ اس بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔ہم اپنی ایک کتاب میں اس بحث کو کامل طور پر لکھ چکے ہیں۔اس جگہ صرف حضرت مسیح کی سیاحت کا ذکر ہے جو نصیبین کی راہ سے افغانستان میں ہو کر

﴿۶۹﴾ اور پنجاب میں گذر کر کشمیر اور تبت تک ہوئی۔ اس لمبے سفر کی وجہ سے آپ کا نام نبی سیاح بلکہ سیاحوں کا سردار رکھا گیا۔ چنانچہ ایک اسلامی فاضل امام عالم علاّمہ یعنی عارف باللہ ابی بکر محمد بن محمد ابن الولید الفہری الطرطوشی المالکی جو اپنی عظمت اور فضیلت میں شہرۂ آفاق ہیں اپنی کتاب سراج الملوک میں جو مطبع خیریہ مصر میں ۱۳۰۶ھ میں چھپی ہے یہ عبارت حضرت مسیح کے حق میں لکھتے ہیں جو صفحہ ۶ میں درج ہے۔ ’’**این عیسٰی روح اللّٰہ و کلمته رأس الزاھدین و امام السائحین**‘‘ یعنی کہاں ہے عیسٰی روح اللہ وکلمۃ اللہ جو زاہدوں کا سردار اور سیاحوں کا امام تھا یعنی وہ وفات پا گیا اور ایسے ایسے انسان بھی دنیا میں نہ رہے۔ دیکھو اس جگہ اس فاضل نے حضرت عیسٰی کو نہ صرف سیاح بلکہ سیاحوں کا امام لکھا ہے۔ ایسا ہی لسان العرب کے صفحہ ۴۳۱ میں لکھا ہے۔ ’’**قیل سُمِّيَ عیسٰی بمسیح لانَّہٗ کان سائحًا فی الارض لا یستقرّ**‘‘۔ یعنی عیسٰی کا نام مسیح اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا رہتا تھا اور کہیں اور کسی جگہ اس کو قرار نہ تھا۔ یہی مضمون تاج العروس شرح قاموس میں بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح وہ ہوتا ہے جو خیر اور برکت کے ساتھ مسح کیا گیا ہو یعنی اس کی فطرت کو خیر و برکت دی گئی ہو۔ یہاں تک کہ اس کا چھونا بھی خیر و برکت کو پیدا کرتا ہو اور یہ نام حضرت عیسٰی کو دیا گیا اور جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ یہ نام دیتا ہے۔ اور اس کے مقابل پر ایک وہ بھی مسیح ہے جو شر اور لعنت کے ساتھ مسح کیا گیا یعنی اس کی فطرت شر اور لعنت پر پیدا کی گئی یہاں تک کہ اس کا چھونا بھی شر اور لعنت اور ضلالت پیدا کرتا ہے اور یہ نام مسیح دجال کو دیا گیا اور نیز ہر ایک کو جو اس کا ہم طبع ہو اور یہ دونوں نام یعنی مسیح سیاحت کرنے والا اور مسیح برکت دیا گیا یہ باہم ضد نہیں ہیں اور پہلے معنی دوسرے کو باطل نہیں کر سکتے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی یہ بھی عادت ہے کہ ایک نام کسی کو عطا کرتا ہے اور کئی معنی اس سے مراد ہوتے ہیں اور سب اس پر صادق آتے ہیں۔ اب خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا سیاح ہونا

﴿۷۰﴾ اس قدر اسلامی تواریخ سے ثابت ہے کہ اگر ان تمام کتابوں میں سے نقل کیا جائے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مضمون اپنے طول کی وجہ سے ایک ضخیم کتاب ہوسکتی ہے۔ اس لئے اسی پر کفایت کی جاتی ہے۔

دوسری فصل

اُن تاریخی کتابوں کی شہادت میں جو بدھ مذہب کی کتابیں ہیں

واضح ہو کہ بدھ مذہب کی کتابوں میں سے انواع اقسام کی شہادتیں ہم کو دستیاب ہوئی ہیں جن کو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور اس ملک پنجاب و کشمیر وغیرہ میں آئے تھے۔ اُن شہادتوں کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تا ہر ایک منصف ان کو اوّل غور سے پڑھے اور پھر ان کو اپنے دل میں ایک مسلسل صورت میں ترتیب دے کر خود ہی نتیجہ مذکورہ بالا تک پہنچ جائے۔ اور وہ یہ ہیں۔ اوّل وہ خطاب جو بدھ کو دیئے گئے مسیح کے خطابوں سے مشابہ ہیں اور ایسا ہی وہ واقعات جو بدھ کو پیش آئے مسیح کی زندگی کے واقعات سے ملتے ہیں مگر بدھ مذہب سے مراد ان مقامات کا مذہب ہے جو تبت کی حدود یعنی لیہ اور لاسہ اور گلگت اور ہمس وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ جن کی نسبت ثابت ہوا ہے کہ حضرت مسیح ان مقامات میں گئے تھے۔ خطابوں کی مشابہت میں یہ ثبوت کافی ہے کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تعلیموں میں اپنا نام نور رکھا ہے ایسا ہی گوتم کا نام بدھ رکھا گیا ہے جو سنسکرت میں نور کے معنوں پر آتا ہے اور انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام استاد بھی ہے ایسا ہی بدھ کا نام ساستا یعنی استاد ہے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا نام انجیل میں مبارک رکھا گیا ہے۔ اسی طرح بدھ کا نام بھی سُگت ہے یعنی مبارک ہے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا نام شاہزادہ رکھا گیا ہے اور بدھ کا نام بھی شاہزادہ ہے۔ اور ایک نام مسیح کا انجیل میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آنے کے مدعا کو پورا کرنے والا ہے۔ ایسا ہی بدھ کا نام بھی بدھ کی کتابوں میں سدارتھا رکھا گیا ہے یعنی اپنے آنے کا مدعا پورا کرنے والا۔ اور انجیل میں حضرت مسیح کا ایک نام یہ بھی ہے کہ وہ تھکوں ماندوں کو

﴿۷۱﴾ پناہ دینے والا ہے۔ ایسا ہی بدھ کی کتابوں میں بدھ کا نام ہے اَسَرَن سَرَن یعنی بے پناہوں کو پناہ دینے والا۔ اور انجیل میں حضرت مسیح بادشاہ بھی کہلائے ہیں گو آسمان کی بادشاہت مراد لے لی ایسا ہی بدھ بھی بادشاہ کہلایا ہے۔ اور واقعات کی مشابہت کا یہ ثبوت ہے کہ مثلاً جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطان سے آزمائے گئے اور شیطان نے ان کو کہا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو تمام دنیا کی دولتیں اور بادشاہتیں تیرے لئے ہوں گی۔ یہی آزمائش بدھ کی بھی کی گئی اور شیطان نے اس کو کہا کہ اگر تو میرا یہ حکم مان لے کہ ان فقیری کے کاموں سے باز آجائے اور گھر کی طرف چلا جائے تو میں تجھ کو بادشاہت کی شان وشوکت عطا کروں گا لیکن جیسا کہ مسیح نے شیطان کی اطاعت نہ کی ایسا ہی لکھا ہے کہ بدھ نے بھی نہ کی۔ دیکھو کتاب ٹی ڈبلیو رائس ڈیوڈس[1] بُدھ ازم۔ اور کتاب مونیر ولیمس بدھ ازم[2]۔ ۞

اب اس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام انجیل میں کئی قسم کے خطاب اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہی خطاب بدھ کی کتابوں میں جو اس سے بہت عرصہ پیچھے لکھی گئی ہیں بدھ کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطان سے آزمائے گئے ایسا ہی ان کتابوں میں بدھ کی نسبت دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ بھی شیطان سے آزمایا گیا بلکہ ان کتابوں میں اس سے زیادہ بدھ کی آزمائش کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ جب شیطان بدھ کو دولت اور بادشاہت کی طمع دے چکا تب بدھ کو خیال پیدا ہوا کہ کیوں اپنے گھر کی طرف واپس نہ جائے لیکن اس نے اس خیال کی پیروی نہ کی اور پھر ایک خاص رات میں وہی شیطان اس کو پھر ملا اور اپنی تمام ذرّیات ساتھ لایا اور ہیبت ناک صورتیں بنا کر اس کو ڈرایا اور بدھ کو وہ شیاطین سانپوں کی طرح نظر آئے جن کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور ان سانپوں نے زہر اور آگ اس کی طرف پھینکنی شروع کی لیکن زہر پھول بن جاتے تھے اور آگ بدھ کے گرد ایک ہالہ بنا لیتی تھی۔ پھر جب اس طرح پر کامیابی نہ ہوئی تو شیطان نے

۞ نیز دیکھو۔ چائنیز[3] بدھ ازم مصنفہ اڈکنس + بُدھ[4] مصنّفہ اولڈن برگ ترجمہ ڈبلیو ہوئی، لائف[5] آف بدھ۔ ترجمہ راک ہل۔ منہ

1. Buddhism By T.W Rhys Davids 2. Buddhism By Monier Williams 3.Chinese Buddhism By Edkins 4.Buddha by Oldenberg Translated By W.Hoey 5.Life of Buddha Translated by Rockhill

﴿۷۲﴾ اپنی سولہ لڑکیوں کو بلایا اور اُن کو کہا کہ تم اپنی خوبصورتی بدھ پر ظاہر کرو لیکن اس سے بھی بدھ کے دل کو تزلزل نہ ہوا اور شیطان اپنے ارادوں میں نامراد رہا اور شیطان نے اوراور طریقے بھی اختیار کئے مگر بدھ کے استقلال کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ گئی اور بدھ اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کو طے کرتا گیا اور آخرکار ایک لمبی رات کے بعد یعنی سخت آزمائشوں اور دیرپا امتحانوں کے پیچھے بدھ نے اپنے دشمن یعنی شیطان کو مغلوب کیا اور سچے علم کی روشنی اس پر کھل گئی اور صبح ہوتے ہی یعنی امتحان سے فراغت پاتے ہی اس کو تمام باتوں کا علم ہوگیا اور جس صبح کو یہ بڑی جنگ ختم ہوئی وہ بدھ مذہب کی پیدائش کا دن تھا۔ اُس وقت گوتم کی عمر پینتیس برس کی تھی اور اس وقت اس کو بدھ یعنی نور اور روشنی کا خطاب ملا اور جس درخت کے نیچے وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا وہ درخت نور کے درخت کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اب انجیل کھول کر دیکھو کہ یہ شیطان کا امتحان جس سے بُدھ آزمایا گیا کس قدر حضرت مسیح کے امتحان سے مشابہ ہے یہاں تک کہ امتحان کے وقت میں جو حضرت مسیح کی عمر تھی قریباً وہی بدھ کی عمر تھی اور جیسا کہ بدھ کی کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان درحقیقت انسان کی طرح مجسم ہوکر لوگوں کے دیکھتے ہوئے بدھ کے پاس نہیں آیا بلکہ وہ ایک خاص نظارہ تھا جو بدھ کی آنکھوں تک ہی محدود تھا اور شیطان کی گفتگو شیطانی الہام تھی یعنی شیطان اپنے نظارہ کے ساتھ بدھ کے دل میں یہ القا بھی کرتا تھا کہ یہ طریق چھوڑ دینا چاہیے اور میرے حکم کی پیروی کرنی چاہیے میں تجھے دنیا کی تمام دولتیں دے دوں گا۔ اسی طرح عیسائی محقق مانتے ہیں کہ شیطان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا وہ بھی اس طرح نہیں آیا تھا کہ یہودیوں کے سامنے انسان کی طرح ان کی گلیوں کوچوں سے ہوکر اپنی مجسم حالت میں گذرتا ہوا حضرت مسیح کو آملا ہو اور انسانوں کی طرح ایسی گفتگو کی ہو کہ حاضرین نے بھی سنی ہو بلکہ یہ ملاقات بھی

ایک کشفی رنگ میں ملاقات تھی۔ جو حضرت مسیح کی آنکھوں تک محدود تھی اور باتیں بھی الہامی رنگ میں تھیں۔ یعنی شیطان نے جیسا کہ اس کا قدیم سے طریق ہے اپنے ارادوں کو وسوسوں کے رنگ میں حضرت مسیح کے دل میں ڈالا تھا مگر ان شیطانی الہامات کو حضرت مسیح کے دل نے قبول نہ کیا بلکہ بدھ کی طرح ان کو رد کیا۔ ﴿۷۳﴾

اب سوچنے کا مقام ہے کہ اس قدر مشابہت بدھ میں اور حضرت مسیح میں کیوں پیدا ہوئی۔ اس مقام میں آریہ تو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح نے اس سفر کے وقت جبکہ ہندوستان کی طرف انہوں نے سفر کیا تھا بدھ مذہب کی باتوں کو سن کر اور بدھ کے ایسے واقعات پر اطلاع پا کر اور پھر واپس اپنے وطن میں جا کر اسی کے موافق انجیل بنالی تھی۔ اور بدھ کے اخلاق میں سے چرا کر اخلاقی تعلیم لکھی تھی اور جیسا کہ بدھ نے اپنے تئیں نور کہا اور علم کہا اور دوسرے خطاب اپنے نفس کے لئے مقرر کئے وہی تمام خطاب مسیح نے اپنی طرف منسوب کر دیئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ تمام قصہ بدھ کا جس میں وہ شیطان سے آزمایا گیا اپنا قصہ قرار دے دیا۔ لیکن یہ آریوں کی غلطی اور خیانت ہے یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے اور نہ اس وقت کوئی ضرورت اس سفر کی پیش آئی تھی بلکہ یہ ضرورت اس وقت پیش آئی جب کہ بلاد شام کے یہودیوں نے حضرت مسیح کو قبول نہ کیا اور ان کو اپنے زعم میں صلیب دے دیا جس سے خدائے تعالیٰ کی باریک حکمت عملی نے حضرت مسیح کو بچا لیا۔ تب وہ اس ملک کے یہودیوں کے ساتھ حق تبلیغ اور ہمدردی ختم کر چکے اور بباعث اس بدی کے ان یہودیوں کے دل ایسے سخت ہو گئے کہ وہ اس لائق نہ رہے کہ سچائی کو قبول کریں اس وقت حضرت مسیح نے خدائے تعالیٰ سے یہ اطلاع پا کر کہ یہودیوں کے دس گم شدہ فرقے ہندوستان کی طرف آ گئے ہیں ان ملکوں کی طرف قصد کیا۔ اور چونکہ ایک گروہ یہودیوں کا بدھ مذہب میں داخل ہو چکا تھا

﴿۷۴﴾

اس لئے ضرور تھا کہ وہ نبی صادق بدھ مذہب کے لوگوں کی طرف توجہ کرتا۔ سو اس وقت بدھ مذہب کے عالموں کو جو مسیحا بدھ کے منتظر تھے یہ موقع ملا کہ انہوں نے حضرت مسیح کے خطابات اور ان کی بعض اخلاقی تعلیمیں جیسا کہ یہ کہ ’’اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور بدی کا مقابلہ نہ کرو‘‘۔ اور نیز حضرت مسیح کا بگوا یعنی گورا رنگ ہونا جیسا کہ گوتم بدھ نے پیشگوئی میں بیان کیا تھا یہ سب علامتیں دیکھ کر ان کو بدھ قرار دے دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح کے بعض واقعات اور خطابات اور تعلیمیں اسی زمانہ میں گوتم بدھ کی طرف بھی عمداً یا سہواً منسوب کر دیئے گئے ہوں کیونکہ ہمیشہ ہندو تاریخ نویسی میں بہت کچے رہے ہیں۔ اور بدھ کے واقعات حضرت مسیح کے زمانہ تک قلمبند نہیں ہوئے تھے اس لئے بدھ کے عالموں کو بڑی گنجائش تھی کہ جو کچھ چاہیں بدھ کی طرف منسوب کر دیں سو یہ قرینِ قیاس ہے کہ جب انہوں نے حضرت مسیح کے واقعات اور اخلاقی تعلیم سے اطلاع پائی تو ان امور کو اپنی طرف سے اور کئی باتیں ملا کر بدھ کی طرف منسوب کر دیا ہوگا☆۔ چنانچہ آگے چل کر ہم اس بات کا ثبوت دیں گے کہ یہ اخلاقی تعلیم کا حصہ جو بدھ مذہب کی کتابوں میں انجیل کے مطابق پایا جاتا ہے اور یہ خطابات نور وغیرہ جو مسیح کی طرح بدھ کی نسبت لکھے ہوئے ثابت ہوتے ہیں اور ایسا ہی شیطان کا امتحان یہ سب امور اس وقت بدھ مذہب کی پُستکوں میں لکھے گئے تھے جبکہ حضرت مسیح اس ملک میں صلیبی تفرقہ کے بعد تشریف لائے تھے۔

اور پھر ایک اور مشابہت بدھ کی حضرت مسیح سے پائی جاتی ہے کہ بدھ ازم میں لکھا ہے کہ بدھ ان ایام میں جو شیطان سے آزمایا گیا روزے رکھتا تھا اور اس نے چالیس روزے رکھے۔ اور انجیل پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت مسیح نے بھی چالیس روزے رکھے تھے۔

اور جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے بدھ اور مسیح کی اخلاقی تعلیم میں اس قدر مشابہت اور مناسبت ہے کہ ہر ایک ایسا شخص تعجب کی نظر سے دیکھے گا جو دونوں تعلیموں پر اطلاع رکھتا ہوگا۔ مثلاً انجیلوں میں لکھا ہے کہ شر کا مقابلہ نہ کرو۔

☆ نوٹ: ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ بدھ مذہب میں قدیم سے ایک بڑا حصہ اخلاقی تعلیم کا موجود ہے مگر ساتھ اس کے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں سے وہ حصہ جو بعینہٖ انجیل کی تعلیم اور انجیل کی مثالیں اور انجیل کی عبارتیں ہیں یہ حصہ بلاشبہ اس وقت بدھ مذہب کی کتابوں میں ملایا گیا ہے جبکہ حضرت مسیح اس ملک میں پہنچے۔ منہ

﴿۷۵﴾ اور اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور غربت سے زندگی بسر کرو اور تکبر اور جھوٹ اور لالچ سے پرہیز کرو اور یہی تعلیم بدھ کی ہے بلکہ اس میں اس سے زیادہ شد و مد ہے یہاں تک کہ ہر ایک جانور بلکہ کیڑوں مکوڑوں کے خون کو بھی گناہ میں داخل کیا ہے بدھ کی تعلیم میں بڑی بات یہ بتلائی گئی ہے کہ تمام دنیا کی غم خواری اور ہمدردی کرو اور تمام انسانوں اور حیوانوں کی بہتری چاہو اور باہم اتفاق اور محبت پیدا کرو۔ اور یہی تعلیم انجیل کی ہے۔ اور پھر جیسا کہ حضرت مسیح نے مختلف ملکوں کی طرف اپنے شاگردوں کو روانہ کیا اور آپ بھی ایک ملک کی طرف سفر اختیار کیا۔ یہ باتیں بدھ کے سوانح میں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ بدھ ازم مصنفہ سر مونیر ولیم[1] میں لکھا ہے کہ بدھ نے اپنے شاگردوں کو دنیا میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور ان کو اس طرح پر خطاب کیا۔ ''باہر جاؤ اور ہر طرف پھر نکلو اور دنیا کی غمخواری اور دیوتاؤں اور آدمیوں کی بہتری کے لئے ایک ایک ہو کر مختلف صورتوں میں نکل جاؤ اور یہ منادی کرو کہ کامل پرہیزگار بنو۔ پاک دل بنو۔ برہم چاری یعنی تنہا اور مجرد رہنے کی خصلت اختیار کرو''۔ اور کہا کہ ''میں بھی اس مسئلہ کی منادی کے لئے جاتا ہوں''۔ اور بدھ بنارس کی طرف گیا اور اس طرف اس نے بہت معجزات دکھائے۔ اور اس نے ایک نہایت مؤثر وعظ ایک پہاڑی پر کیا۔ جیسا کہ مسیح نے پہاڑی پر وعظ کیا تھا۔ اور پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ بدھ اکثر مثالوں میں وعظ کیا کرتا تھا اور ظاہری چیزوں کو لے کر روحانی امور کو ان میں پیش کیا کرتا تھا۔

اب غور کرنا چاہیے کہ یہ اخلاقی تعلیم اور یہ طریق وعظ یعنی مثالوں میں بیان کرنا یہ تمام طرز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ جب ہم دوسرے قرائن کو اپنی نظر کے سامنے رکھ کر اس طرز تعلیم اور اخلاقی تعلیم کو دیکھتے ہیں تو معاً ہمارے

1.Buddhism by Sir Monier Williams

﴿۷۶﴾ دل میں گذرتا ہے کہ یہ سب باتیں حضرت مسیح کی تعلیم کی نقل ہیں جبکہ وہ اس ملک ہندوستان میں تشریف لائے اور جابجا انہوں نے وعظ بھی کئے تو ان دنوں میں بدھ مذہب والوں نے ان سے ملاقات کر کے اور ان کو صاحب برکات پا کر اپنی کتابوں میں یہ باتیں درج کر لیں بلکہ ان کو بدھ قرار دے دیا کیونکہ یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ جہاں کہیں عمدہ بات پاتا ہے بہر طرح کوشش کرتا ہے کہ اس عمدہ بات کو لے لے یہاں تک کہ اگر کسی مجلس میں کوئی عمدہ نکتہ کسی کے منہ سے نکلتا ہے تو دوسرا اس کو یاد رکھتا ہے۔ تو پھر یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ بدھ مذہب والوں نے انجیلوں کا سارا نقشہ اپنی کتابوں میں کھینچ دیا ہے مثلاً یہاں تک کہ جیسے مسیح نے چالیس روزے رکھے ویسے ہی بدھ نے بھی رکھے اور جیسا کہ مسیح شیطان سے آزمایا گیا ایسا ہی بدھ بھی آزمایا گیا اور جیسا کہ مسیح بے پدر تھا ویسا ہی بدھ بھی۔ اور جیسا کہ مسیح نے اخلاقی تعلیم بیان کی ویسا ہی بدھ نے بھی کی۔ اور جیسا کہ مسیح نے کہا کہ میں نور ہوں ویسا ہی بدھ نے بھی کہا۔ اور جیسا کہ مسیح نے اپنا نام استاد رکھا اور حواریوں کا نام شاگرد ایسا ہی بدھ نے رکھا۔ اور جیسا کہ انجیل متی باب ۱۰ آیت ۸ و ۹ میں ہے کہ سونا اور روپا اور تانبا اپنے پاس مت رکھو یہی حکم بدھ نے اپنے شاگردوں کو دیا۔ اور جیسا کہ انجیل میں مجرّد رہنے کی ترغیب دی گئی ہے ایسا ہی بدھ کی تعلیم میں ترغیب ہے۔ اور جیسا کہ مسیح کو صلیب پر کھینچنے کے بعد زلزلہ آیا ایسا ہی لکھا ہے کہ بدھ کے مرنے کے بعد زلزلہ آیا۔☆ پس اس تمام مطابقت کا اصل باعث یہی ہے کہ بدھ مذہب والوں کی خوش قسمتی سے مسیح ہندوستان میں آیا اور ایک زمانہ دراز تک بدھ مذہب والوں میں رہا اور اس کے سوانح اور اس کی پاک تعلیم پر انہوں نے خوب اطلاع پائی۔ لہٰذا یہ ضروری امر تھا کہ بہت سا حصہ اس تعلیم اور رسوم کا ان میں جاری ہو جاتا کیونکہ ان کی نگاہ میں مسیح عزت کی نظر سے دیکھا گیا اور بدھ قرار دیا گیا۔ اس لئے ان لوگوں نے اس کی باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھا اور گوتم بدھ کی طرف

☆ نوٹ: جیسا کہ عیسائیوں میں عشاء ربانی ہے ایسا ہی بدھ مذہب والوں میں بھی ہے۔ منہ

﴿۷۷﴾ منسوب کر دیا۔ بدھ کا بعینہٖ حضرت مسیح کی طرح مثالوں میں اپنے شاگردوں کو سمجھانا خاص کر وہ مثالیں جو انجیل میں آ چکی ہیں نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے۔ چنانچہ ایک مثال میں بدھ کہتا ہے کہ ”جیسا کہ کسان بیج بوتا ہے اور وہ نہیں کہہ سکتا کہ دانہ آج پھولے گا اور کل نکلے گا ایسا ہی مرید کا حال ہوتا ہے یعنی وہ کچھ بھی رائے ظاہر نہیں کر سکتا کہ اس کا نشوونما اچھا ہوگا یا اس دانہ کی طرح ہوگا جو پتھریلی زمین میں ڈالا جائے اور خشک ہو جائے“۔ دیکھو بعینہٖ یہ وہی مثال ہے جو انجیل میں اب تک موجود ہے۔ اور پھر بدھ ایک اور مثال دیتا ہے کہ ایک ہرنوں کا گلہ جنگل میں خوشحال ہوتا ہے تب ایک آدمی آتا ہے اور فریب سے وہ راہ کھولتا ہے جو ان کی موت کا راہ ہے یعنی کوشش کرتا ہے کہ ایسی راہ چلیں جس سے آخر پھنس جائیں اور موت کا شکار ہو جائیں۔ اور دوسرا آدمی آتا ہے اور وہ اچھا راہ کھولتا ہے یعنی وہ کھیت بوتا ہے تا اس میں سے کھائیں۔ وہ نہر لاتا ہے تا اس میں سے پیویں اور خوشحال ہو جائیں ایسا ہی آدمیوں کا حال ہے وہ خوشحالی میں ہوتے ہیں شیطان آتا ہے اور بدی کی آٹھ راہیں ان پر کھول دیتا ہے تا ہلاک ہوں۔ تب کامل انسان آتا ہے اور حق اور یقین اور سلامتی کی بھری ہوئی آٹھ راہیں ان پر کھول دیتا ہے تا وہ بچ جائیں“۔ بدھ کی تعلیم میں یہ بھی ہے کہ پرہیزگاری وہ محفوظ خزانہ ہے جس کو کوئی چرا نہیں سکتا۔ وہ ایسا خزانہ ہے کہ موت کے بعد بھی انسان کے ساتھ جاتا ہے۔ وہ ایسا خزانہ ہے جس کے سرمایہ سے تمام علوم اور تمام کمال پیدا ہوتے ہیں۔

اب دیکھو کہ بعینہٖ یہ انجیل کی تعلیم ہے اور یہ باتیں بدھ مذہب کی ان پرانی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جن کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے کچھ زیادہ نہیں ہے بلکہ وہی زمانہ ہے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۵ میں ہے کہ بدھ کہتا ہے کہ میں ایسا ہوں کہ کوئی مجھ پر داغ نہیں لگا سکتا۔ یہ فقرہ بھی حضرت مسیح کے قول سے

﴿۷۸﴾ مشابہ ہے اور بدھ ازم کی کتاب کے صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ ’’بدھ کی اخلاقی تعلیم اور عیسائیوں کی اخلاقی تعلیم میں بڑی بھاری مشابہت ہے‘‘۔ میں اس کو مانتا ہوں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ وہ دونوں ہمیں بتاتی ہیں کہ دنیا سے محبت نہ کرو۔ روپیہ سے محبت نہ کرو۔ دشمنوں سے دشمنی مت کرو۔ بُرے اور ناپاک کام مت کرو۔ بدی پر نیکی کے ذریعہ سے غالب آؤ۔ اور دوسروں سے وہ سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وے تم سے کریں۔ یہ اس قدر انجیلی تعلیم اور بدھ کی تعلیم میں مشابہت ہے کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

بدھ مذہب کی کتابوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گوتم بدھ نے ایک اور آنے والے بدھ کی نسبت پیشگوئی کی تھی جس کا نام متیّا بیان کیا تھا۔ یہ پیشگوئی بدھ کی کتاب لگّا وتی سُتّنا[1] میں ہے جس کا حوالہ کتاب اولڈن برگ[2] صفحہ ۱۴۲ میں دیا گیا ہے۔ اس پیشگوئی کی عبارت یہ ہے ’’متیّا لاکھوں مریدوں کا پیشوا ہوگا جیسا کہ میں اب سینکڑوں کا ہوں‘‘۔ اس جگہ یاد رہے کہ جو لفظ عبرانی میں مشیحا ہے وہی پالی زبان میں متیّا کر کے بولا گیا ہے۔ یہ تو ایک معمولی بات ہے کہ جب ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں آتا ہے تو اس میں کچھ تغیر ہو جاتا ہے چنانچہ انگریزی لفظ بھی دوسری زبان میں آ کر تغیر پا جاتا ہے جیسا کہ نظیر کے طور پر میکسمولر[3] صاحب ایک فہرست میں جو کتاب سیکرڈ آف دی ایسٹ[4] جلد نمبر ۱۱ کے ساتھ شامل کی گئی ہے صفحہ ۳۱۸ میں لکھتا ہے کہ ٹی ایچ انگریزی زبان کا جو تھ کی آواز رکھتا ہے فارسی اور عربی زبانوں میں ث ہو جاتا ہے یعنی پڑھنے میں ث یا س کی آواز دیتا ہے۔ سو ان تغیرات پر نظر رکھ کر ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ مسیحا کا لفظ پالی زبان میں آ کر متیّا بن گیا۔ یعنی وہ آنے والا متیّا جس کی بدھ نے پیشگوئی کی تھی وہ درحقیقت مسیح ہے اور کوئی نہیں۔ اس بات پر بڑا پختہ قرینہ یہ ہے کہ بدھ نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ جس مذہب کی اس نے بنیاد رکھی ہے وہ زمین پر پانچ سو برس سے زیادہ قائم

1. Cakkavatti Suttanta 2.Buddha by Dr. Herman Oldenberg.pp.142
3. Max Muller 4. Sacred Books of the East

﴿۷۹﴾

نہیں رہے گا۔ اور جس وقت ان تعلیموں اور اصولوں کا زوال ہوگا۔ تب متیّا اس ملک میں آ کر دوبارہ ان اخلاقی تعلیموں کو دنیا میں قائم کرے گا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح پانسو برس بعد بدھ کے ہوئے ہیں اور جیسا کہ بدھ نے اپنے مذہب کے زوال کی مدت مقرر کی تھی۔ ایسا ہی اس وقت بدھ کا مذہب زوال کی حالت میں تھا۔ تب حضرت مسیح نے صلیب کے واقعہ سے نجات پا کر اس ملک کی طرف سفر کیا اور بدھ مذہب والے اُن کو شناخت کر کے بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کر سکتا کہ وہ اخلاقی تعلیمیں اور وہ روحانی طریقے جو بدھ نے قائم کئے تھے حضرت مسیح کی تعلیم نے دوبارہ دنیا میں ان کو جنم دیا ہے۔ عیسائی مؤرخ اس بات کو مانتے ہیں کہ انجیل کی پہاڑی تعلیم اور دوسرے حصوں کی تعلیم جو اخلاقی امور پر مبنی ہے یہ تمام تعلیم وہی ہے جس کو گوتم بدھ حضرت مسیح سے پانسو ۵۰۰ برس پہلے دنیا میں رائج کر چکا تھا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بدھ صرف اخلاقی تعلیموں کا سکھلانے والا نہیں تھا بلکہ وہ اور بھی بڑی بڑی سچائیوں کا سکھلانے والا تھا۔ اور ان کی رائے میں بدھ کا نام جو ایشیا کا نور رکھا گیا وہ عین مناسب ہے۔ اب بدھ کی پیشگوئی کے موافق حضرت مسیح پانسو برس کے بعد ظاہر ہوئے اور حسب اقرار اکثر علماء عیسائیوں کے ان کی اخلاقی تعلیم بعینہٖ بدھ کی تعلیم تھی تو اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ وہ بدھ کے رنگ پر ظہور فرما ہوئے تھے۔ اور کتاب اولڈن برگ میں بحوالہ بدھ کی کتاب لکاّوتی ستنتا کے لکھا ہے کہ بدھ کے معتقد آئندہ زمانہ کی امید پر ہمیشہ اپنے تئیں تسلی دیتے تھے کہ وہ متیّا کے شاگرد بن کر نجات کی خوشحالی حاصل کریں گے یعنی ان کو یقین تھا کہ متیّا ان میں آئے گا اور وہ اس کے ذریعہ سے نجات پائیں گے کیونکہ جن لفظوں میں بدھ نے ان کو متیّا کی امید دی تھی وہ لفظ صریح

﴿۸۰﴾ دلالت کرتے تھے کہ اس کے شاگرد متیّا کو پائیں گے۔ اب کتاب مذکور کے اس بیان سے بخوبی یہ بات دلی یقین کو پیدا کرتی ہے کہ خدا نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دونوں طرف سے اسباب پیدا کر دیئے تھے یعنی ایک طرف تو حضرت مسیح بوجہ اپنے اس نام کے جو پیدائش باب۳☆ آیت ۱۰ سے سمجھا جاتا ہے۔ یعنی آسف جس کا ترجمہ ہے جماعت کو اکٹھا کرنے والا یہ ضروری تھا کہ اس ملک کی طرف آتے جس میں یہودی آ کر آباد ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف یہ بھی ضروری تھا کہ حسب منشاء بدھ کی پیشگوئی کے بدھ کے معتقد آپ کو دیکھتے اور آپ سے فیض اٹھاتے۔ سو ان دونوں باتوں کو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے یقیناً سمجھ میں آتا ہے کہ ضرور حضرت مسیح علیہ السلام تبت کی طرف تشریف لے گئے تھے اور خود جس قدر تبت کے بدھ مذہب میں عیسائی تعلیم اور رسوم دخل کر گئے ہیں اِس قدر گہرا دخل اس بات کو چاہتا ہے کہ حضرت مسیح ان لوگوں کو ملے ہوں اور بدھ مذہب کے سرگرم مریدوں کا ان کی ملاقات کے لئے ہمیشہ منتظر ہونا جیسا کہ بدھ کی کتابوں میں اب تک لکھا ہوا موجود ہے بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ یہ انتظار شدید حضرت مسیح کے ان کے اس ملک میں آنے کے لئے پیش خیمہ تھا۔ اور دونوں امور متذکرہ بالا کے بعد کسی منصف مزاج کو اس بات کی حاجت نہیں رہتی کہ وہ بدھ مذہب کی ایسی کتابوں کو تلاش کرے جن میں لکھا ہوا ہو کہ حضرت مسیح تبت کے ملک میں آئے تھے کیونکہ جبکہ بدھ کی پیشگوئی کے مطابق آنے کی انتظار شدید تھی تو وہ پیشگوئی اپنی کشش سے حضرت مسیح کو ضرور تبت کی طرف کھینچ لائی ہوگی۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ متیّا کا نام جو بدھ کی کتابوں میں جابجا مذکور ہے بلاشبہ وہ مسیحا ہے۔ کتاب تبت تاتار منگولیا بائی ایچ ٹی پرنسب[1] کے صفحہ ۱۴ میں متیّا بدھ کی نسبت جو در اصل مسیحا ہے یہ لکھا ہے کہ جو حالات ان پہلے مشنریوں (عیسائی واعظوں) نے تبت میں جا کر

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’باب ۴۹‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

1. Tibet,Tatary and Mongolia by H.T.Prinsep

﴿۸۱﴾ اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے۔ ان حالات پر غور کرنے سے وہ اس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ لاموں کی قدیم کتب میں عیسائی مذہب کے آثار موجود ہیں۔ اور پھر اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ متقدمین یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے حواری ابھی زندہ ہی تھے کہ جبکہ عیسائی دین کی تبلیغ اس جگہ پہنچ گئی تھی اور پھر ۷۱ صفحہ میں لکھا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس وقت عام انتظار ایک بڑے **منجّی** کے پیدا ہونے کی لگ رہی تھی جس کا ذکر ٹے سے ٹس نے اس طرح پر کیا ہے کہ اس انتظار کا مدار نہ صرف یہودی تھے بلکہ خود بدھ مذہب نے ہی اس انتظار کی بنیاد ڈالی تھی یعنی اس ملک میں **متیّا** کے آنے کی پیشگوئی کی تھی۔ اور پھر اس کتاب انگریزی پر مصنف نے ایک نوٹ لکھا ہے اس کی یہ عبارت ہے۔ کتاب پتا کتیان اور اتھا کتھا میں ایک اور بدھ کے نزول کی پیشگوئی بڑی واضح طور پر درج ہے جس کا ظہور گوتم یا ساکھی مُنی سے ایک ہزار سال بعد لکھا گیا ہے۔ گوتما بیان کرتا ہے کہ میں پچیسواں بدھ ہوں۔ اور بگوا **متیّا** نے ابھی آنا ہے یعنی میرے بعد اس ملک میں وہ آئے گا جس کا نام متیّا ہوگا اور وہ سفید رنگ ہوگا۔ پھر آگے وہ انگریز مصنف لکھتا ہے کہ **متیّا** کے نام کو مسیحا سے حیرت انگیز مشابہت ہے۔ غرض اس پیشگوئی میں گوتم بدھ نے صاف طور پر اقرار کر دیا ہے کہ اس کے ملک میں اور اس کی قوم میں اور اس پر ایمان لانے والوں میں مسیحا آنے والا ہے یہی وجہ تھی کہ اس کے مذہب کے لوگ ہمیشہ اس انتظار میں تھے کہ ان کے ملک میں مسیحا آئے گا۔ اور بدھ نے اپنی پیشگوئی میں اس آنے والے بدھ کا نام بگوا **متیّا** اس لئے رکھا کہ بگوا سنسکرت زبان میں سفید کو کہتے ہیں۔ اور حضرت مسیح چونکہ بلاد شام کے رہنے والے تھے اس لئے وہ بگوا یعنی سفید رنگ تھے۔ جس ملک میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی یعنی مَگَدھ کا ملک جہاں راجہ گر یہا واقع تھا اس ملک کے لوگ

﴿۸۲﴾ سیاہ رنگ تھے اور گوتم بُدھ خود سیاہ رنگ تھا۔ اس لئے بدھ نے آنے والے بدھ کی قطعی علامت ظاہر کرنے کے لئے دو باتیں اپنے مریدوں کو بتلائی تھیں۔ ایک یہ کہ وہ بگوا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ وہ متیّا ہوگا یعنی سیر کرنے والا ہوگا اور باہر سے آئے گا۔ سو ہمیشہ وہ لوگ انہی علامتوں کے منتظر تھے جب تک کہ انہوں نے حضرت مسیح کو دیکھ لیا۔ یہ عقیدہ ضروری طور پر ہر ایک بدھ مذہب والے کا ہونا چاہیے کہ بدھ سے پانسو ۵۰۰ برس بعد بگوا متیّا ان کے ملک میں ظاہر ہوا تھا☆۔ سو اس عقیدہ کی تائید میں کچھ تعجب نہیں ہے کہ بدھ مذہب کی بعض کتابوں میں متیّا یعنی مسیحا کا ان کے ملک میں آنا اور اس طرح پر پیشگوئی کا پورا ہو جانا لکھا ہوا ہو۔ اور اگر یہ فرض بھی کر لیں کہ لکھا ہوا نہیں ہے تب بھی جبکہ بدھ نے خدائے تعالیٰ سے الہام پا کر اپنے شاگردوں کو یہ امید دی تھی کہ بگوا متیّا ان کے ملک میں آئے گا۔ اس بنا پر کوئی بدھ مت والا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہو اس واقعہ سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ بگوا متیّا جس کا دوسرا نام مسیحا ہے اس ملک میں آیا تھا کیونکہ پیشگوئی کا باطل ہونا مذہب کو باطل کرتا ہے۔ اور ایسی پیشگوئی جس کی میعاد بھی مقرر تھی اور گوتم بدھ نے بار بار اس پیشگوئی کو اپنے مریدوں کے پاس بیان کیا تھا۔ اگر وہ اپنے وقت پر پوری نہ ہوتی تو بدھ کی جماعت گوتم بدھ کی سچائی کی نسبت شبہ میں پڑ جاتی اور کتابوں میں یہ بات لکھی جاتی کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر ہمیں ایک اور دلیل یہ ملتی ہے کہ تبت میں ساتویں صدی عیسوی کی وہ کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں مشیح کا لفظ موجود ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لکھا ہے اور اس لفظ کو مِـیْ شِیْ ھُوْ کر کے ادا کیا ہے۔ اور وہ فہرست جس میں مِـیْ شِیْ ھُو پایا گیا ہے اس کا مرتب کرنے والا ایک بدھ مذہب کا آدمی ہے۔ دیکھو کتاب اے ریکارڈ آف دی بدھسٹ ریلیجن مصنفہ آئی سنگ مترجم جی ٹکا کوسو[1]۔ اور جی ٹکا کو سو

☆ ایک ہزار و پانچ ہزار سال والی میعادیں غلط ہیں۔ منه

1. A Record of the Buddhist Religion by I.Tsing Translated by Taka Kasu

﴿۸۳﴾ ایک جاپانی شخص ہے جس نے آئی سنگ کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور آئی سنگ ایک چینی سیاح ہے جس کی کتاب کے حاشیہ پر اور ضمیمہ میں ٹکاکوسو نے تحریر کیا ہے کہ ایک قدیم تالیف میں مِیْ شِیْ ھُوْ (مسیح) کا نام درج ہے اور یہ تالیف قریباً ساتویں صدی کی ہے اور پھر اس کا ترجمہ حال میں ہی کلیرنڈن پریس آکسفورڈ میں جی ٹکاکوسو نام ایک جاپانی نے کیا۔☆ غرض اس کتاب میں مشیح کا لفظ موجود ہے جس سے ہم بہ یقین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ لفظ بدھ مذہب والوں کے پاس باہر سے نہیں آیا بلکہ بدھ کی پیشگوئی سے یہ لفظ لیا گیا ہے جس کو کبھی انہوں نے مشیح کر کے لکھا اور کبھی بگوا متیّا کر کے۔

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو بُدھ مذہب کی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں ایک یہ ہے کہ بدھا ایزم مصنفہ سر مونیر ولیم[1] صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ چھٹا مُرید بدھ کا ایک شخص تھا جس کا نام یسا تھا۔ یہ لفظ یسوع کے لفظ کا مخفّف معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام بُدھ کی وفات سے پانچسو برس گذرنے کے بعد یعنی چھٹی صدی میں پیدا ہوئے تھے اس لئے چھٹا مرید کہلائے۔ یاد رہے کہ پروفیسر میکسمولر اپنے رسالہ نائنٹینتھ سنچری[2] اکتوبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۵۱۷ میں گذشتہ بالا مضمون کی ان الفاظ سے تائید کرتے ہیں کہ یہ خیال کئی دفعہ ہر دل عزیز مصنفوں نے پیش کیا ہے کہ مسیح پر بدھ مذہب کے اصولوں نے اثر ڈالا تھا اور پھر لکھتے ہیں کہ آج تک اس وقت کے حل کرنے کے لئے کوشش ہو رہی ہے کہ کوئی ایسا سچا تاریخی راستہ معلوم ہو جائے جس کے ذریعہ سے بدھ مذہب مسیح کے زمانہ میں فلسطین میں پہنچ سکا ہو‘‘ اب اس عبارت سے بدھ مذہب کی ان کتابوں کی تصدیق ہوتی ہے جن میں لکھا ہے کہ یسا بدھ کا مرید تھا کیونکہ جبکہ ایسے بڑے درجہ کے عیسائیوں نے جیسا کہ پروفیسر میکسمولر ہیں اس بات کو مان لیا ہے کہ حضرت مسیح کے دل پر بدھ مذہب کے اصولوں کا ضرور اثر پڑا تھا تو دوسرے لفظوں میں اسی کا نام مرید ہونا ہے مگر ہم ایسے الفاظ کو حضرت مسیح

☆ دیکھو صفحہ ۱۶۹ و ۲۲۳ کتاب ھٰذا۔ منہ

1. Buddhism by Sir Monier William 2. The Ninteenth Century October 1894 by Max Muller

﴿۸۴﴾ علیہ السلام کی شان میں ایک گستاخی اور ترک ادب خیال کرتے ہیں۔ اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جو یہ لکھا گیا کہ یسوع بدھ کا مرید یا شاگرد تھا تو یہ تحریر اس قوم کے علماء کی ایک پرانی عادت کے موافق ہے کہ وہ پیچھے آنے والے صاحب کمال کو گذشتہ صاحب کمال کا مرید خیال کر لیتے ہیں۔ علاوہ اس کے جبکہ حضرت مسیح کی تعلیم اور بدھ کی تعلیم میں نہایت شدید مشابہت ہے جیسا کہ بیان ہو چکا تو پھر اس لحاظ سے کہ بدھ حضرت مسیح سے پہلے گذر چکا ہے بدھ اور حضرت مسیح میں پیری اور مریدی کا ربط دینا بے جا خیال نہیں ہے گو طریق ادب سے دور ہے۔ لیکن ہم یورپ کے محققوں کی اس طرز تحقیق کو ہرگز پسند نہیں کر سکتے کہ وہ اس بات کی تفتیش میں ہیں کہ کسی طرح یہ پتہ لگ جائے کہ بدھ مذہب مسیح کے زمانہ میں فلسطین میں پہنچ گیا تھا۔ مجھے افسوس آتا ہے کہ جس حالت میں بدھ مذہب کی پرانی کتابوں میں حضرت مسیح کا نام اور ذکر موجود ہے تو کیوں یہ محقق ایسی ٹیڑھی راہ اختیار کرتے ہیں کہ فلسطین میں بدھ مذہب کا نشان ڈھونڈتے ہیں اور کیوں وہ حضرت مسیح کے قدم مبارک کو نیپال اور تبت اور کشمیر کے پہاڑوں میں تلاش نہیں کرتے لیکن میں جانتا ہوں کہ اتنی بڑی سچائی کو ہزاروں تاریک پردوں میں سے پیدا کرنا ان کا کام نہیں تھا بلکہ یہ اس خدا کا کام تھا جس نے آسمان سے دیکھا کہ مخلوق پرستی حد سے زیادہ زمین پر پھیل گئی اور صلیب پرستی اور انسان کے ایک فرضی خون کی پرستش نے کروڑ ہا دلوں کو سچے خدا سے دور کر دیا۔ تب اس کی غیرت نے ان عقائد کے توڑنے کے لئے جو صلیب پر مبنی تھے ایک کو اپنے بندوں میں سے دنیا میں مسیح ناصری کے نام پر بھیجا۔ اور وہ جیسا کہ قدیم سے وعدہ تھا مسیح موعود ہو کر ظاہر ہوا۔ تب کسر صلیب کا وقت آ گیا یعنی وہ وقت کہ صلیبی عقائد کی غلطی کو ایسی صفائی سے ظاہر کر دینا جیسا کہ ایک لکڑی کو دو ٹکڑے کر دیا جائے۔ سو اب آسمان نے کسر صلیب کی ساری راہ کھول دی تا وہ شخص جو سچائی کا طالب ہے اب

﴿۸۵﴾ اٹھے اور تلاش کرے۔ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا گو ایک غلطی تھی تب بھی اس میں ایک راز تھا اور وہ یہ کہ جو مسیحی سوانح کی حقیقت گم ہوگئی تھی اور ایسی نابود ہوگئی تھی جیسا کہ قبر میں مٹی ایک جسم کو کھا لیتی ہے وہ حقیقت آسمان پر ایک وجود رکھتی تھی اور ایک مجسم انسان کی طرح آسمان میں موجود تھی اور ضرور تھا کہ آخری زمانہ میں وہ حقیقت پھر نازل ہو۔ سو وہ حقیقت **مسیحیہ** ایک مجسم انسان کی طرح اب نازل ہوئی اور اس نے صلیب کو توڑا اور دروغگوئی اور ناحق پرستی کی بُری خصلتیں جن کو ہمارے پاک نبی نے صلیب کی حدیث میں خنزیر سے تشبیہ دی ہے صلیب کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی ایسی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں جیسا کہ ایک خنزیر تلوار سے کاٹا جاتا ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی صحیح نہیں ہیں کہ مسیح موعود کافروں کو قتل کرے گا اور صلیبوں کو توڑے گا بلکہ صلیب توڑنے سے مراد یہ ہے کہ اس زمانہ میں آسمان اور زمین کا خدا ایک ایسی پوشیدہ حقیقت ظاہر کردے گا کہ جس سے تمام صلیبی عمارت یکدفعہ ٹوٹ جائے گی۔ اور خنزیروں کے قتل کرنے سے نہ انسان مراد ہیں نہ خنزیر بلکہ خنزیروں کی عادتیں مراد ہیں یعنی جھوٹ پر ضد کرنا اور بار بار اس کو پیش کرنا جو ایک قسم کی نجاست خوری ہے پس جس طرح مرا ہوا خنزیر نجاست نہیں کھا سکتا اسی طرح وہ زمانہ آتا ہے بلکہ آگیا کہ بُری خصلتیں اس قسم کی نجاست خوری سے روکی جائیں گی۔ اسلام کے علماء نے اس نبوی پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اور اصل معنے صلیب توڑنے اور خنزیر قتل کرنے کے یہی ہیں جو ہم نے بیان کر دیئے ہیں۔ یہ بھی تو لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور آسمان سے ایسی روشن سچائیاں ظاہر ہو جائیں گی کہ حق اور باطل میں ایک روشن تمیز دکھلا دیں گی۔ پس یہ خیال مت کرو کہ میں تلوار چلانے آیا ہوں۔ نہیں بلکہ تمام تلواروں کو میان میں کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ دنیا نے بہت کچھ اندھیرے میں کشتی کی۔ بہتوں نے اپنے سچے خیر خواہوں پر حربے چلائے اور اپنے

﴿۸۶﴾ دردمند دوستوں کے دلوں کو دکھایا اور عزیزوں کو زخمی کیا مگر اب اندھیرا نہیں رہے گا۔ رات گذری، دن چڑھا اور مبارک وہ جو اب محروم نہ رہے۔!!

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو بدھ مذہب کی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں وہ شہادت ہے جو کتاب بدھ ایزم مصنفہ اولڈن برگ صفحہ ۴۱۹ میں درج ہے۔ اس کتاب میں بحوالہ کتاب مہاواگا[1] صفحہ ۵۴ فصل نمبر ا کے لکھا ہے کہ بدھ کا ایک جانشین راحولتا نام بھی گذرا ہے کہ جو اس کا جان نثار شاگرد بلکہ بیٹا تھا۔ اب اس جگہ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ راحولتا جو بدھ مذہب کی کتابوں میں آیا ہے یہ روح اللہ کے نام کا بگاڑا ہوا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ اور یہ قصہ کہ یہ راحولتا بدھ کا بیٹا تھا جس کو وہ شیرخوارگی کی حالت میں چھوڑ کر پردیس میں چلا گیا تھا اور نیز اپنی بیوی کو سوتی ہوئی چھوڑ کر بغیر اس کی اطلاع اور ملاقات کے ہمیشہ کی جدائی کی نیت سے کسی اور ملک میں بھاگ گیا تھا یہ قصہ بالکل بیہودہ اور لغو اور بدھ کی شان کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ ایسا سخت دل اور ظالم طبع انسان جس نے اپنی عاجز عورت پر کچھ رحم نہ کیا اور اس کو سوتے ہوئے چھوڑ کر بغیر اس کے کہ اس کو کسی قسم کی تسلی دیتا یونہی چوروں کی طرح بھاگ گیا اور زوجیت کے حقوق کو قطعاً فراموش کر دیا نہ اسے طلاق دی اور نہ اس سے اس قدر نا پیدا کنار سفر کی اجازت لی اور یکدفعہ غائب ہو جانے سے اس کے دل کو سخت صدمہ پہنچایا اور سخت ایذا دی اور پھر ایک خط بھی اس کی طرف روانہ نہ کیا یہاں تک کہ بیٹا جوان ہو گیا اور نہ بیٹے کے ایام شیرخوارگی پر رحم کیا ایسا شخص کبھی راستباز نہیں ہو سکتا جس نے اپنی اس اخلاقی تعلیم کا بھی کچھ پاس نہ کیا جس کو وہ اپنے شاگردوں کو سکھلاتا تھا۔ ہمارا کانشنس اس کو ایسا ہی قبول نہیں کر سکتا جیسا کہ انجیلوں کے اس قصہ کو کہ مسیح نے ایک مرتبہ ماں کے آنے اور اس کے بلانے کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی تھی بلکہ ایسے الفاظ منہ پر لایا تھا جس میں ماں کی بے عزتی تھی۔ پس اگرچہ بیوی اور ماں کی

1. Mahavagga

﴿۸۷﴾ دل شکنی کرنے کے دونوں قصے بھی باہم ایک گونہ مشابہت رکھتے ہیں لیکن ہم ایسے قصے جو عام اخلاقی حالت سے بھی گرے ہوئے ہیں نہ مسیح کی طرف منسوب کر سکتے ہیں اور نہ گوتم بدھ کی طرف۔ اگر بدھ کو اپنی عورت سے محبت نہیں تھی تو کیا اس عاجز عورت اور شیرخوار بچہ پر رحم بھی نہیں تھا۔ یہ ایسی بداخلاقی ہے کہ صدہا برس کے گذشتہ رفتہ قصے کو سن کر اب ہمیں درد پہنچ رہا ہے کہ کیوں اس نے ایسا کیا۔ انسان کی بدی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنی عورت کی ہمدردی سے لاپروا ہو بجز اس صورت کے کہ وہ عورت نیک چلن اور تابع حکم نہ رہے اور یا بے دین اور بدخواہ اور دشمن جان ہو جائے۔ سو ہم ایسی گندی کارروائی بدھ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے جو خود اس کی نصیحتوں کے بھی برخلاف ہے۔ لہٰذا اس قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ غلط ہے۔ اور درحقیقت راحولتا سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں جن کا نام روح اللہ ہے اور روح اللہ کا لفظ عبرانی زبان میں راحولتا سے بہت مشابہ ہو جاتا ہے اور راحولتا یعنی روح اللہ کو بدھ کا شاگرد اسی وجہ سے قرار دیا گیا ہے جس کا ذکر ابھی ہم کر چکے ہیں۔ یعنی مسیح جو بعد میں آ کر بدھ کے مشابہ تعلیم لایا۔ اس لئے بدھ مذہب کے لوگوں نے اس تعلیم کا اصل منبع بدھ کو قرار دے کر مسیح کو اس کا شاگرد قرار دے دیا۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ بدھ نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر حضرت مسیح کو اپنا بیٹا بھی قرار دیا ہو۔ اور ایک بڑا قرینہ اس جگہ یہ ہے کہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ جب راحولتا کو اس کی والدہ سے علیحدہ کیا گیا تو ایک عورت جو بدھ کی مرید تھی جس کا نام مگدالیانا تھا اس کام کے لئے درمیان میں ایلچی بنی تھی۔ اب دیکھو مگدالیانا کا نام درحقیقت مگدلینی سے بگاڑا ہوا ہے۔ اور مگدلینی ایک عورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مرید تھی جس کا ذکر انجیل میں موجود ہے۔

یہ تمام شہادتیں جن کو ہم نے مجملاً لکھا ہے ہر ایک منصف کو اس نتیجہ تک پہنچاتی ہیں کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے تھے اور

﴿۸۸﴾

قطع نظر ان تمام روشن شہادتوں کے بدھ مذہب اور عیسائی مذہب میں تعلیم اور رسوم کے لحاظ سے جس قدر باہمی تعلقات ہیں بالخصوص تبت کے حصہ میں یہ امر ایسا نہیں ہے کہ ایک دانشمند سہل انگاری سے اس کو دیکھے۔ بلکہ یہ مشابہت یہاں تک حیرت انگیز ہے کہ اکثر محقق عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ بدھ مذہب مشرق کا عیسائی مذہب ہے اور عیسائی مذہب کو مغرب کا بدھ مذہب کہہ سکتے ہیں۔ دیکھو کس قدر عجیب بات ہے کہ جیسے مسیح نے کہا کہ میں نور ہوں میں راہ ہدایت ہوں یہی بدھ نے بھی کہا ہے۔ اور انجیلوں میں مسیح کا نام نجات دہندہ ہے بدھ نے بھی اپنا نام منجی ظاہر کیا ہے۔ دیکھو للتا وسترا اور انجیل میں مسیح کی پیدائش بغیر باپ کے بیان کی گئی ہے ایسا ہی بدھ کے سوانح میں ہے کہ دراصل وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا گو بظاہر حضرت مسیح کے باپ یوسف کی طرح اس کا بھی باپ تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ بدھ کی پیدائش کے وقت ایک ستارہ نکلا تھا۔ اور سلیمان کا قصہ جو اس نے حکم دیا تھا کہ اس بچے کو آدھا آدھا کر کے ان دونوں عورتوں کو دو کہ لے لیں۔ یہ قصہ بدھ کی جاتکا میں بھی پایا جاتا ہے اس سے سمجھ آتا ہے کہ علاوہ اس کے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے اس ملک کے یہود جو اس ملک میں آ گئے تھے ان کے تعلقات بھی بدھ مذہب سے ہو گئے تھے اور بدھ مذہب کی کتابوں میں جو طریق پیدائش دنیا لکھا ہے وہ بھی توریت کے بیان سے بہت ملتا ہے اور جیسا کہ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو عورتوں پر ایک درجہ فوقیت ہے ایسا ہی بدھ مذہب کے رو سے ایک جوگی مرد ایک جوگی عورت سے درجہ میں زیادہ سمجھا جاتا ہے۔ ہاں بُدھ تناسخ کا قائل ہے مگر اس کا تناسخ انجیل کی تعلیم سے مخالف نہیں ہے۔ اس کے نزدیک تناسخ تین قسم پر ہے۔ (۱) اوّل یہ کہ ایک مرنے والے شخص کی عقدِ ہمت اور اعمال کا نتیجہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک اور جسم پیدا ہو۔ (۲) دوسری وہ قسم جس کو تبت والوں نے اپنے لاموں میں مانا ہے یعنی یہ کہ کسی

﴿۸۹﴾ بدھ یا بدھ ستوا کی روح کا کوئی حصہ موجودہ لاموں میں حلول کر آتا ہے یعنی اس کی قوت اور طبیعت اور روحانی خاصیت موجودہ لامہ میں آ جاتی ہے اور اس کی روح اس میں اثر کرنے لگتی ہے۔ (۳) تیسری قسم تناسخ کی یہ ہے کہ اسی زندگی میں طرح طرح کی پیدائشوں میں انسان گذرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ درحقیقت اپنے ذاتی خواص کے لحاظ سے انسان بن جاتا ہے۔ ایک زمانہ انسان پر وہ آتا ہے کہ گویا وہ بیل ہوتا ہے اور پھر زیادہ حرص اور کچھ شرارت بڑھتی ہے تو کتا بن جاتا ہے اور ایک ہستی پر موت آتی ہے اور دوسری ہستی پہلی ہستی کے اعمال کے موافق پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ سب تغیرات اسی زندگی میں ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ عقیدہ بھی انجیل کی تعلیم کے مخالف نہیں ہے۔

اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بدھ شیطان کا بھی قائل ہے۔ ایسا ہی دوزخ اور بہشت اور ملائک اور قیامت کو بھی مانتا ہے اور یہ الزام جو بدھ خدا کا منکر ہے یہ محض افترا ہے بلکہ بدھ ویدانت کا منکر ہے اور اُن جسمانی خداؤں کا منکر ہے جو ہندو مذہب میں بنائے گئے تھے۔ ہاں وہ وید پر بہت نکتہ چینی کرتا ہے اور موجودہ وید کو صحیح نہیں مانتا اور اس کو ایک بگڑی ہوئی اور محرف اور مبدل کتاب خیال کرتا ہے اور جس زمانہ میں وہ ہندو اور وید کا تابع تھا اس زمانہ کی پیدائش کو ایک بُری پیدائش قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ اشارات کے طور پر کہتا ہے کہ میں ایک مدت تک بندر بھی رہا اور ایک زمانہ تک ہاتھی اور پھر میں ہرن بھی بنا اور کتا بھی اور چار دفعہ میں سانپ بنا۔ اور پھر چڑیا بھی بنا اور مینڈک بھی بنا اور دو دفعہ مچھلی بنا اور دس دفعہ شیر بنا اور چار دفعہ مرغا بنا اور دو دفعہ میں سؤر بنا اور ایک دفعہ خرگوش بنا اور خرگوش بننے کے زمانہ میں بندروں اور گیدڑوں اور پانی کے کتوں کو تعلیم دیا کرتا تھا۔ اور پھر کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں بھوت بنا اور ایک دفعہ عورت بنا اور ایک دفعہ ناچنے والا

﴿۹۰﴾ شیطان بنا۔ یہ تمام اشارات اس اپنی تمام زندگی کی طرف کرتا ہے جو بزدلی اور زنانہ خصلت اور ناپاکی اور درندگی اور وحشیانہ حالت اور عیاشی اور شکم پرستی اور توہمات سے بھری ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ اس زمانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ وہ وید کا پیرو تھا کیونکہ وہ وید کے ترک کرنے کے بعد کبھی اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ پھر بھی کوئی حصہ گندی زندگی کا اس کے اندر رہا تھا بلکہ اس کے بعد اس نے بڑے بڑے دعوے کئے اور کہا کہ وہ خدا کا مظہر ہو گیا اور نروان کو پا گیا۔ بدھ نے یہ بھی کہا ہے کہ جب انسان دوزخ کے اعمال لے کر دنیا سے جاتا ہے تو وہ دوزخ میں ڈالا جاتا ہے اور دوزخ کے سپاہی اس کو کھینچ کر دوزخ کے بادشاہ کی طرف اس کو لے جاتے ہیں اور اُس بادشاہ کا نام یمہ ہے اور پھر اس دوزخی سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تو نے ان پانچ رسولوں کو نہیں دیکھا تھا جو تیرے آگاہ کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور وہ یہ ہیں۔ بچپن کا زمانہ۔ بڑھاپے کا زمانہ۔ بیماری۔ مجرم ہو کر دنیا میں سزا پالینا جو آخرت کی سزا پر ایک دلیل ہے۔ مردوں کی لاشیں جو دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتی ہیں۔ مجرم جواب دیتا ہے کہ جناب میں نے اپنی بیوقوفی کے سبب ان تمام باتوں پر کچھ بھی غور نہ کی۔ تب دوزخ کے موکل اس کو کھینچ کر عذاب کے مقام پر لے جائیں گے اور لوہے کی زنجیروں کے ساتھ جو آگ سے اس قدر گرم کئے ہوئے ہوں گے کہ آگ کی طرح سرخ ہوں گے باندھ دیئے جائیں گے اور نیز بدھ کہتا ہے کہ دوزخ میں کئی طبقے ہیں جن میں مختلف قسم کے گنہ گار ڈالے جائیں گے۔ غرض یہ تمام تعلیمیں بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ بدھ مذہب نے حضرت مسیح کے فیض صحبت سے کچھ حاصل کیا ہے لیکن ہم اس جگہ اس سے زیادہ طول دینا پسند نہیں کرتے اور اس فصل کو اسی جگہ ختم کر دیتے ہیں کیونکہ جبکہ بدھ مذہب کی کتابوں میں صریح طور پر حضرت مسیح کے اس ملک میں آنے کے لئے پیشگوئی لکھی

﴿۹۱﴾ گئی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور پھر اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ بدھ مذہب کی اُن کتابوں میں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں تالیف ہوئیں انجیل کی اخلاقی تعلیمیں اور مثالیں موجود ہیں تو ان دونوں باتوں کو باہم ملانے سے کچھ شک نہیں رہ سکتا کہ ضرور حضرت مسیح اس ملک میں آئے تھے۔ سو جس شہادت کو ہم بدھ مذہب کی کتابوں میں سے ڈھونڈنا چاہتے تھے خدا کا شکر ہے کہ وہ شہادت کامل طور پر ہمیں دستیاب ہوگئی ہے۔

تیسری فصل

ان تاریخی کتابوں کی شہادت میں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اس ملک پنجاب اور اس کی مضافات میں آنا ضرور تھا۔

چونکہ طبعاً یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب سے نجات پا کر کیوں اس ملک میں آئے اور کس ضرورت نے ان کو اس دور دراز سفر کے لئے آمادہ کیا۔ اس لئے اس سوال کا تفصیل سے جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور گو ہم پہلے بھی اس بارے میں کسی قدر لکھ آئے ہیں لیکن ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس بحث کو مکمل طور پر درج کتاب کیا جائے۔ سو واضح ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کے فرض رسالت کے رو سے ملک پنجاب اور اس کے نواح کی طرف سفر کرنا نہایت ضروری تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے جن کا نام انجیل میں اسرائیل کی گمشدہ بھیڑیں رکھا گیا ہے ان ملکوں میں آ گئے تھے جن کے آنے سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس ملک کی طرف سفر کرتے اور اُن گم شدہ بھیڑوں کا پتہ لگا کر خدا تعالیٰ کا پیغام ان کو پہنچاتے اور جب تک وہ ایسا نہ کرتے تب تک ان کی رسالت کی غرض بے نتیجہ اور نا مکمل تھی کیونکہ جس حالت میں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن گمشدہ بھیڑوں ﴿۹۲﴾

کی طرف بھیجے گئے تھے تو پھر بغیر اس کے کہ وہ اُن بھیڑوں کے پیچھے جاتے اور ان کو تلاش کرتے اور ان کو طریق نجات بتلاتے یونہی دنیا سے کوچ کر جانا ایسا تھا کہ جیسا کہ ایک شخص ایک بادشاہ کی طرف سے مامور ہو کہ فلاں بیابانی قوم میں جا کر ایک کنواں کھودے اور اس کنوے سے ان کو پانی پلاوے لیکن یہ شخص کسی دوسرے مقام میں تین چار برس رہ کر واپس چلا جائے اور اس قوم کی تلاش میں ایک قدم بھی نہ اٹھائے تو کیا اس نے بادشاہ کے حکم کے موافق تعمیل کی؟ ہر گز نہیں بلکہ اس نے محض اپنی آرام طلبی کی وجہ سے اس قوم کی کچھ پرواہ نہ کی۔

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ کیونکر اور کس دلیل سے معلوم ہوا کہ اسرائیل کی دس قومیں اس ملک میں آ گئی تھیں تو اس کے جواب میں ایسے بدیہی ثبوت موجود ہیں کہ ان میں ایک معمولی اور موٹی عقل بھی شبہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ یہ نہایت مشہور واقعات ہیں کہ بعض قومیں مثلاً افغان اور کشمیر کے قدیم باشندے دراصل بنی اسرائیل ہیں مثلاً الائی کوہستان جو ضلع ہزارہ سے دو تین دن کے راستہ پر واقع ہے اس کے باشندے قدیم سے اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی اس ملک میں ایک دوسرا پہاڑ ہے جس کو کالا ڈاکہ کہتے ہیں اس کے باشندے بھی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں اور خاص ضلع ہزارہ میں بھی ایک قوم ہے جو اسرائیلی خاندان سے اپنے تئیں سمجھتے ہیں ایسا ہی چلاس اور کابل کے درمیان جو پہاڑ ہیں جنوب کی طرف شرقاً و غرباً ان کے باشندے بھی اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ اور کشمیر کے باشندوں کی نسبت وہ رائے نہایت صحیح ثابت ہوتی ہے جو ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب سیر و سیاحت کشمیر[1] کے دوسرے حصے میں بعض محقق انگریزوں کے حوالہ سے لکھی ہے۔ یعنی یہ کہ بلاشبہ کشمیری لوگ بنی اسرائیل ہیں اور ان کے لباس اور چہرے اور بعض رسوم قطعی طور پر فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ اسرائیلی خاندان میں سے ہیں۔ اور فارسٹر نامی

1. Dr. Bernier's Travels in the Mughul Empire

﴿۹۳﴾ ایک انگریز اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ جب میں کشمیر میں تھا تو میں نے خیال کیا کہ میں ایک یہودیوں کی قوم کے درمیان رہتا ہوں۔ اور کتاب دی ریسز آف افغانستان مصنفہ ایچ ڈبلیو بلیوسی ایس آئی مطبوعہ تھا کر سپنک اینڈ کو کلکتہ[1] میں لکھا ہے کہ افغان لوگ ملک سیریا سے آئے ہیں۔ بخت نصر نے انہیں قید کیا اور پرشیا اور میدیا کے علاقوں میں انہیں آباد کیا۔ ان مقامات سے کسی بعد کے زمانہ میں مشرق کی طرف نکل کر غور کے پہاڑی ملک میں جا بسے جہاں بنی اسرائیل کے نام سے مشہور تھے اس کے ثبوت میں ادریس نبی کی پیشگوئی ہے کہ دس قومیں اسرائیل کی جو قید میں ماخوذ ہوئی تھیں۔ قید سے بھاگ کر ملک ارسارۃ میں پناہ گزین ہوئیں۔ اور وہ اسی ملک کا نام معلوم ہوتا ہے جسے آج کل ہزارہ کہتے ہیں اور جو علاقہ غور میں واقع ہے۔ طبقات ناصری جس میں چنگیز خان کی فتوحات ملک افغانستان کا ذکر ہے اس میں لکھا ہے کہ شنبیسی خاندان کے عہد میں یہاں ایک قوم آباد تھی جس کو بنی اسرائیل کہتے تھے اور بعض ان میں بڑے بڑے تاجر تھے۔ یہ لوگ ۶۲۲ ء میں جبکہ محمد یعنی اس زمانہ میں جبکہ سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا اعلان کیا ہرات کے مشرقی علاقہ میں آباد تھے ایک قریش سردار خالد ابن ولید نامی اُن کے پاس رسالت کی خبر لے کر آیا کہ وہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جھنڈے کے نیچے آئیں۔ پانچ چھ سردار منتخب ہو کر اس کے ساتھ ہوئے جن میں بڑا قیس تھا جس کا دوسرا نام کِش ہے۔ یہ لوگ مسلمان ہو کر اسلام کی راہ میں بڑی جان فشانی سے لڑے اور فتوحات حاصل کیں اور ان کی واپسی پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو بہت تحفے دیئے اور ان پر برکت بھیجی اور پیشگوئی کی کہ اس قوم کو عروج حاصل ہوگا۔ اور بطور پیشگوئی فرمایا کہ ہمیشہ ان کے سردار مَلِکْ کے لقب سے مشہور ہوا کریں گے اور قیس کا نام عبد الرشید رکھ دیا اور پہطان کے لقب سے سرافراز

1. The races of Afganistan by, H.W.Bellow (Thacker&Spink&co.Calcutta.)

﴿۹۴﴾ کیا۔ اور لفظ پٹھان کی نسبت افغان مؤلف یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ ایک سریانی لفظ ہے جس کے معنی جہاز کا سُکّان ہے اور چونکہ نومسلم قیس اپنی قوم کی رہنمائی کے لئے جہاز کے سُکّان کی طرح تھا اس لئے پٹھان کا خطاب اس کو ملا۔

اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ کس زمانہ میں غور کے افغان آگے بڑھے اور علاقہ قندھار میں جو آج کل ان کا وطن ہے آباد ہوئے۔ غالباً اسلام کی پہلی صدی میں ایسا ظہور میں آیا۔ افغانوں کا قول ہے کہ قیس نے خالد ابن ولید کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس سے اس کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے جن کا نام سرابان، پطان، اور گُرگشت ہیں۔ سرابان کے دو لڑکے تھے جن کا نام سچرج یُن اور کرش یُن ہیں۔ اور ان ہی کی اولاد افغان یعنی بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ایشیا کوچک کے لوگ اور مغربی اسلامی مؤرخ افغانوں کو سلیمانی کہتے ہیں۔ اور کتاب سائیکلو پیڈیا آف انڈیا ایسٹرن اینڈ سدرن ایشیا مصنفہ ای بیلفور[1] جلد سوم☆ میں لکھا ہے کہ قوم یہودا ایشیا کے وسط جنوب اور مشرق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پہلے زمانہ میں یہ لوگ ملک چین میں بکثرت آباد تھے اور مقام یہ چو (صدر مقام ضلع شو[2]) ان کا معبد تھا۔ ڈاکٹر وولف[3] جو بنی اسرائیل کے دس غائب شدہ فرقوں کی تلاش میں بہت مدت پھرتا رہا اس کی یہ رائے ہے کہ اگر افغان اولاد یعقوب میں سے ہیں تو وہ یہودا اور بن یمین قبیلوں میں سے ہیں۔ ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی لوگ تاتار میں جلاوطن کر کے بھیجے گئے تھے اور بخارا۔ مرو اور خیوا کے متعلقہ علاقوں میں بڑی تعداد میں موجود تھے۔ پرسٹر جان[4] شہنشاہ تاتار نے ایک خط میں جو بنام الکسیس کام نی نس[5] شہنشاہ قسطنطنیہ ارسال کیا تھا اپنے ملک تاتار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس دریا (آموں) کے پار بنی اسرائیل کے دس قبیلے ہیں جو اگرچہ اپنے بادشاہ کے ماتحت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت ہماری

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے'' جلد اوّل ایڈیشن سوم'' ہونا چاہیے۔(ناشر)

1. The Cyclopaedia of India, Eastern and Southern Asia by Balfour 2. Yihchu—Shu
3. Dr. Wolf. 4. Prester John. 5. Alexis Comminus

﴿۹۵﴾ رعیت اور غلام ہیں۔ ڈاکٹر مور[1] کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تاتاری قوم چوزن[2] یہودی الاصل ہیں۔اوران میں اب تک یہودی مذہب کے قدیم آثار پائے جاتے ہیں چنانچہ وہ ختنہ کی رسم ادا کرتے ہیں۔افغانوں میں یہ روایت ہے کہ وہ دس گم شدہ بنی اسرائیلی قبائل ہیں۔بادشاہ بخت نصر[3] نے یروشلم کی تباہی کے بعد گرفتار کر کے غور کے ملک میں بسایا جو بامیان کے نزدیک ہے اور وہ خالد بن ولید کے آنے سے پہلے برابر یہودی مذہب کے پابند رہے۔

افغان شکل و شباہت میں ہر طرح سے یہود نظر آتے ہیں اوران ہی کی طرح چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی کرتا ہے۔ایک فرانسیسی سیّاح فرائر[4] نامی جب ہرات کے علاقہ میں سے گذر رہا تھا تو اس نے لکھا ہے کہ اس علاقہ میں بنی اسرائیل بکثرت ہیں اور اپنے یہودی مذہب کے ارکان کے ادا کرنے کی پوری آزادی انہیں حاصل ہے۔ ربی بن یمین ساکن شہر ٹولیڈو (سپین) بارھویں صدی عیسوی میں گم شدہ قبیلوں کی تلاش میں گھر سے نکلا۔اس کا بیان ہے کہ یہ یہودی لوگ چین ایران اور تبت میں آباد ہیں۔ جوزیفس جس نے ۹۳ء میں یہودیوں کی قدیم تاریخ لکھی ہے اپنی گیارھویں کتاب میں عزرا نبی کے ساتھ قید سے واپس جانے والے یہودیوں کے بیان کے ضمن میں بیان کرتا ہے کہ دس قبیلے دریائے فرات کے اس پار اب تک آباد ہیں اوران کی تعداد شمار سے باہر ہے۔(دریائے فرات سے اس پار سے مراد فارس اور مشرقی علاقے ہیں) اور سینٹ جروم جو پانچویں صدی عیسوی میں گذرا ہے ہوسیع نبی کا ذکر کرتے ہوئے اس معاملہ کے ثبوت میں حاشیہ پر لکھتا ہے کہ اس دن سے (بنی اسرائیل کے) دس فرقے شاہ پارتھیا یعنی پارس کے ماتحت ہیں اور اب تک قید سے رہا نہیں کئے گئے۔اوراسی کتاب کی جلد اوّل میں لکھا ہے کہ کونٹ جورن سٹرنا[5] اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۳، ۲۳۴ میں تحریر کرتا ہے

1.Dr.Moore 2. Chosan 3. Nebuchadnezzar. 4 L.P.Ferrier
5. Count Björn Stjerna

﴿۹۶﴾

کہ افغان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بخت نصر نے ہیکل یروشلم کی تباہی کے بعد بامیان کے علاقہ میں انہیں جلاوطن کر کے بھیج دیا۔ (بامیان کا علاقہ غور کے متصل اور افغانستان میں واقع ہے) اور کتاب اے نیرےٹو آف اے وزٹ ٹو غزنی کابل افغانستان۔ مصنفہ جی ٹی ویگن ایف جی ایس[۱] مطبوعہ ۱۸۴۰ء کے صفحہ ۱۶۶ میں لکھا ہے کہ کتاب مجمع الانساب سے ملا خداداد نے پڑھ کر سنایا کہ یعقوب کا بڑا بیٹا یہودا تھا اس کا بیٹا اُسرک تھا۔ اُسرک کا بیٹا اکنور۔ اکنور کا بیٹا معالب۔ معالب کا فرلائی۔ فرلائی کا بیٹا قیس تھا۔ قیس کا بیٹا طالوت۔ طالوت کا ارمیاہ۔ اور ارمیاہ کا بیٹا افغان تھا اس کی اولاد قوم افغان ہے اور اسی کے نام پر افغان کا نام مشہور ہوا۔ افغان بخت نصر کا ہم عصر تھا اور بنی اسرائیل کہلاتا تھا اور اُس کے چالیس بیٹے تھے۔ اس کی چونتیسویں پشت میں دو ہزار برس بعد وہ قیس ہوا جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں تھا۔ اس سے چونسٹھ☆ نسلیں ہولیں۔ سلم نامی افغان کا سب سے بڑا بیٹا اپنے وطن شام سے ہجرت کر کے غور مشکوہ کے علاقہ میں جو ہرات کے قریب ہے آباد ہوا۔ اس کی اولاد افغانستان میں پھیل گئی۔

اور کتاب اے سائیکلو پیڈیا آف جیوگرافی مرتبہ جیمز برائیس[۲] ایف جی ایس مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ افغان لوگ اپنا سلسلہ نسب سال بادشاہ اسرائیل سے ملاتے ہیں اور اپنا نام بنی اسرائیل رکھتے ہیں۔ الگزنڈر[۳] برنس کا قول ہے کہ افغان یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ یہودی الاصل ہیں۔ شاہ بابل نے انہیں قید کر کے غور کے علاقہ میں لا بسایا جو کابل سے شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہ لوگ ۶۲۲ء تک اپنے یہودی مذہب پر رہے۔ لیکن خالد بن عبداللہ (غلطی سے ولید کی جگہ عبداللہ لکھا ہوا ہے) نے اس قوم کے ایک سردار کی لڑکی سے بیاہ کر لیا اور اُن کو اس سال میں دین اسلام قبول کرایا۔

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’چھیاسٹھ‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

1. A Narrative of a visit to Ghazni, Kabul and Afganistan by G.T.Vigne F.G.S.
2. A Cyclopaedia of Geography by James Bryce 3. Alexander Burns

اور کتاب ہسٹری آف افغانستان مصنفہ کرنیل جی بی میلسن[1] مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ء صفحہ ۳۹ میں لکھا ہے کہ عبد اللہ خان ہراتی اور فرانسیسی سیّاح فرائر یانی سر ولیم جونز (جو ایک بڑا متبحّر عالم علوم شرقیہ گذرا ہے) اس بات پر متفق ہیں کہ افغان قوم بنی اسرائیلی الاصل ہیں اور دس گم شدہ فرقوں کی اولاد ہیں۔ اور کتاب ہسٹری آف دی افغانس مصنفہ جی پی فرائر[2] (فرانسیسی) مترجمہ کپتان ولیم جے سی مطبوعہ لندن ۱۸۵۸ء صفحہ ۱ میں لکھا ہے کہ شرقی مؤرخوں کی کثرت رائے یہی ہے کہ افغان قوم بنی اسرائیل کے دس فرقوں کی اولاد سے ہیں اور یہی رائے افغانوں کی اپنی ہے۔ اور یہی مؤرخ اس کتاب کے صفحہ ۴ میں لکھتا ہے کہ افغانوں کے پاس اس بات کے ثبوت کے لئے ایک دلیل ہے جس کو وہ یوں پیش کرتے ہیں کہ جب نادر شاہ ہند کی فتح کے ارادہ سے پشاور پہنچا تو یوسف زئی قوم کے سرداروں نے اس کی خدمت میں ایک بائبل عبرانی زبان میں لکھی ہوئی پیش کی اور ایسا ہی کئی دوسری چیزیں پیش کیں جو ان کے خاندانوں میں اپنے قدیم مذہب کے رسوم ادا کرنے کے لئے محفوظ چلی آتی تھیں۔ اس کیمپ کے ساتھ یہودی بھی موجود تھے جب ان کو یہ چیزیں دکھلائی گئیں تو فوراً انہوں نے ان کو پہچان لیا اور پھر یہی مؤرخ اپنی کتاب کے صفحہ چہارم کے بعد لکھتا ہے کہ عبد اللہ خان ہراتی کی رائے میرے نزدیک بہت قابل اعتبار ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: ملک طالوت (سال کے دو بیٹے تھے ایک کا نام افغان دوسرے کا نام جالوت۔ افغان اس قوم کا مورث اعلیٰ تھا۔ داؤد اور سلیمان کی حکومت کے بعد بنی اسرائیل میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور فرقے فرقے الگ الگ بن گئے۔ بخت نصر کے زمانہ تک یہی حالت رہی۔ بخت نصر نے چڑھائی کر کے ستر ہزار یہودی قتل کئے اور شہر تباہ کیا۔ اور باقی یہودیوں کو قید کر کے بابل لے گیا۔ اس مصیبت کے بعد افغان کی اولاد خوف کے مارے جُودِیَا سے ملک عرب میں بھاگ کر جا بسے اور بہت عرصہ تک یہاں آباد رہے۔ لیکن چونکہ پانی اور زمین کی قلت تھی

﴿۹۷﴾

1.Col.G.B.Malleson 2. Joseph Pierre Ferrier

﴿۹۸﴾ اورانسان اورحیوان کوتکلیف تھی اس لئے انہوں نے ہندوستان کی طرف چلے آنے کا ارادہ کیا۔ ابدالیوں کا ایک گروہ عرب میں پڑا رہا اور (حضرت) ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں ان کے ایک سردار نے ان کا رشتہ خالد بن ولید سے قائم کیا جب ایران اہل عرب کے قبضہ میں آیا تو یہ قوم عرب سے نکل کر ایران کے علاقوں فارس اور کرمان میں جا بسے۔ اور حملہ چنگیز خان تک یہیں بستے رہے۔ اس کے مظالم کی تاب نہ لاکر ابدالی فرقہ مکران سندھ اور ملتان کے راستے ہندوستان پہنچا۔ لیکن یہاں انہیں چین نصیب نہ ہوا (آخرکار) وہ کوہ سلیمان پر جا ٹھہرے۔ باقی ماندہ ابدالی فرقے کے لوگ بھی یہاں جمع ہوگئے۔ ان کے چوبیس فرقے تھے جو افغان کی اولاد میں سے تھے جس کے تین بیٹے تھے جن کے نام سرابند (سرابان) ارکش (گرگشت) کرلن (بطان) ان میں ہر ایک کے آٹھ فرزند ہوئے جن کے نام پر چوبیس قبیلے ہوئے۔ ان کے نام مع قبائل یہ ہیں:۔

سرابند کے بیٹے	قبائل کے نام	گرگشت (ارکش) کے بیٹے	قبائل کے نام
ابدال	ابدالی	خلج	خلجی غلزئی
یوسف	یوسف زئی	کاکر	کاکری
بابور	بابوری	جمورین	جموریئی
وزیر	وزیری	ستوریان	ستوریانی
لوہان	لوہانی	پین	پینی
برچ	برچی	کس	کسی
خوگیان	خوگیانی	تکان	تکانی
شران	شرانی	نصر	نصری

کرلن کے بیٹے	قبائل	کرلن کے بیٹے	قبائل
خٹک	خٹکی	زاز	زازی
سور	سوری	باب	بابی
آفرید	آفریدی	بنگنیش	بنگنیشی
طور	طوری	لنڈ پیور	لنڈ پیوری

﴿۹۹﴾

تَمَّ کَلَامُہٗ

اور کتاب مخزن افغانی ☆ تالیف خواجہ نعمت اللہ ہراتی بعہد جہانگیر شاہ تالیف شدہ ۱۰۱۸ہجری جس کو پروفیسر برنہارڈ ڈورن (خارکو یونیورسٹی) نے بمقام لندن ترجمہ کر کے ۱۸۳۶ء میں شائع کیا ہے اس کے مفصلہ ذیل ابواب میں یہ بیان ہے۔

باب اوّل میں بیان تاریخ یعقوب اسرائیل ہے جس سے اس (افغان) قوم کا شجرہ نسب شروع ہوتا ہے۔

باب دوم میں مضمون تاریخ شاہ طالوت ہے یعنی افغانوں کا شجرہ نسب طالوت سے ملایا گیا ہے۔

صفحہ ۲۲ و ۲۳ میں لکھا ہے کہ طالوت کے دو بیٹے تھے۔ برخیاہ اور ارمیاہ۔ برخیاہ کا بیٹا آصف تھا اور ارمیاہ کا افغان۔ اور صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ افغان کے ۲۴* بیٹے تھے اور افغان کی اولاد کے برابر کوئی اور اسرائیلی قبیلہ میں نہ تھا۔ اور صفحہ ۶۵** میں لکھا ہے کہ بخت نصر نے تمام شام پر قبضہ کر لیا اور اقوام بنی اسرائیل کو جلا وطن کر کے غور، غزنی، کابل، قندہار اور کوہ فیروز کے کوہستانی علاقوں میں لا بسایا جہاں خاص کر آصف اور افغان کی اولاد رہ پڑی۔

☆ معتبر تواریخ مثلاً تاریخ طبری، مجمع الانساب، گزیدہ جہاں کشائی، مطلع الانوار، معدن اکبر سے خلاصہ کر کے یہ کتاب بنائی گئی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳ دیباچہ از مصنف)

* سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ” ۴۰ “ ہونا چاہیے۔ (ناشر) ** سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ” ۲۵ “ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

﴿۱۰۰﴾ باب سوم میں یہ بیان ہے کہ بخت نصر نے جب بنی اسرائیل کو شام سے نکال دیا تو آصف اور افغان کی نسل کے چند قبائل عرب میں جا گزین ہوئے۔ اور عرب ان کو بنی اسرائیل اور بنی افغان کے ناموں سے نامزد کرتے تھے۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۳۷ و ۳۸ مصنف مجمع الانساب اور مستوفی مصنف تاریخ گزیدہ کے حوالہ سے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں خالد بن ولید نے ان افغانوں کی طرف دعوت اسلام کا پیغام بھیجا جو بخت نصر کے واقعہ کے بعد غور کے علاقہ ہی میں رہ پڑے تھے۔ افغان سردار بسر براہی قیس جو ۳۷ پشتوں کے بعد طالوت کی اولاد تھا حاضر خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ قیس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرشید رکھا۔ (اس جگہ عبدالرشید قیس کا شجرہ نسب طالوت (سال) تک دیا ہے)۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداروں کا نام پٹھان رکھا جس کے معنی سُکّان جہاز کے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد سردار واپس اپنے ملک میں آئے اور اسلام کی تبلیغ کی۔

اور اسی کتاب مخزن افغانی کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے کہ بنی افغنہ یا بنی افغان ناموں کی نسبت فرید الدین احمد اپنی کتاب رسالہ انساب افغانیہ میں مفصلہ ذیل عبارت لکھتا ہے:۔

’’بخت نصر مجوسی جب بنی اسرائیل اور شام کے علاقوں پر مستولی ہوا اور یروشلم کو تباہ کیا تو بنی اسرائیل کو قیدی اور غلام بنا کر جلا وطن کر دیا اور اس قوم کے کئی قبیلے جو موسوی شریعت کے پابند تھے اپنے ساتھ لے گیا اور حکم دیا کہ وہ آبائی مذہب چھوڑ کر خدا کی بجائے اس کی پرستش کریں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ بنابریں بخت نصر نے نہایت عاقل اور فہیم لوگوں میں سے دو ہزار کو مار ڈالا اور باقیوں کے لئے حکم دیا کہ اس کے مقبوضات اور شام سے کہیں باہر چلے جائیں۔ ان کا ایک حصہ ایک سردار کے ماتحت بخت نصر کے مقبوضات سے نکل کر کوہستان

﴿۱۰۱﴾ غوؔر میں چلا گیا اور یہاں ان کی اولاد رہ پڑی۔ دن بدن ان کی تعداد بڑھتی گئی اور لوگوں نے ان کو بنی اسرائیل بنی آصف اور بنی افغان کے ناموں سے موسوم کیا۔

صفحہ ۶۴ میں مصنف مذکور کا قول ہے کہ معتبر کتب مثلاً تاریخ افغانی، تاریخ غوری وغیرہ میں یہ دعویٰ درج ہے ’’افغان بہت زیادہ حصہ تو بنی اسرائیل ہیں اور کچھ حصہ قبطی‘‘۔ نیز ابوالفضل کا بیان ہے کہ بعض افغان اپنے آپ کو مصری الاصل سمجھتے ہیں اور یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل یروشلم سے مصر واپس گئے۔ اس فرقہ (یعنی افغان) نے ہندوستان کو نقل مقام کیا۔ اور صفحہ ۶۴ میں فرید الدین احمد افغان کے نام کی بابت یہ لکھتا ہے: افغان نام کی نسبت بعض نے یہ لکھا ہے کہ (شام سے) جلاوطنی کے بعد جب وہ ہر وقت اپنے وطن مالوف کا دل میں خیال لاتے تھے تو آہ و فغان کرتے تھے لہٰذا ان کا نام افغان ہوا اور یہی رائے سر جان ملکم کی ہے دیکھو ہسٹری آف پرشیا جلد ا صفحہ ۱۰۱۔

اور صفحہ ۶۳ میں مہابت خان کا بیان ہے کہ ’’چوں ایشاں از توابع و لواحق سلیمان علیہ السلام اند بنا براں ایشاں را مردم عرب سلیمانی گویند‘‘۔

اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے تقریباً تمام مشرقی مؤرخوں کی یہی تحقیقات ہے کہ افغان قوم کا اپنا یہی اعتقاد ہے کہ وہ یہودی الاصل ہیں۔ اور اس رائے کو زمانہ حال کے بعض مؤرخوں نے بھی اختیار کیا ہے یا غالباً صحیح سمجھا ہے اور یہ رواج کہ افغان یہودیوں کے نام اپنے نام رکھتے ہیں بے شک افغانوں کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے ہے (لیکن مترجم برنہارڈ دورن کا یہ خیال کوئی ثبوت نہیں رکھتا۔ پنجاب کے شمال و مغربی حصہ میں اکثر ایسی قومیں ہندی الاصل آباد ہیں جو آباد ہو گئی ہیں لیکن ان کے نام یہودی ناموں کی طرز پر ہرگز نہیں۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ہو جانے سے ایک قوم میں یہودی نام داخل نہیں ہو جاتے) ’’افغان کے خط و خال یہودیوں

﴿۱۰۲﴾ سے حیرت انگیز طور پر مشابہت رکھتے ہیں اور اس بات کو ان محققوں نے بھی تسلیم کرلیا ہے جو افغانوں کے دعوائے یہودی الاصل ہونے پر کچھ التفات نہیں کرتے۔ اور یہی ایک ثبوت ہے جو اُن کے یہودی الاصل ہونے کے بارے میں مل سکتا ہے۔ سر جان ملکم کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:۔ ”اگرچہ افغانوں کا (یہودیوں کی) معزز نسل سے ہونے کا دعویٰ بہت مشتبہ ہے۔ لیکن ان کی شکل و ظاہری خط و خال اور ان کے اکثر رسوم سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ وہ (افغان) فارسیوں، تاتاریوں اور ہندیوں سے ایک جدا قوم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی بات اس بیان کو معتبر ٹھہراتی ہے جس کی مخالفت بہت سے قوی واقعات کرتے ہیں اور جس کا کوئی صاف ثبوت نہیں ملتا۔ اگر ایک قوم کی دوسری قوم کے ساتھ شکل و وضع میں مشابہت رکھنے سے کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے تو کشمیری اپنے یہودیوں والے خط و خال کی وجہ سے یقیناً یقیناً یہودی الاصل ثابت ہوں گے اور اس بات کا صرف برنیر نے ہی نہیں بلکہ فارسٹر اور شاید دیگر محققوں نے ذکر کیا ہے“۔ اگرچہ فارسٹر برنیر کی رائے کو تسلیم نہیں کرتا تاہم وہ اقرار کرتا ہے کہ جب وہ کشمیریوں میں تھا تو اس نے خیال کیا کہ وہ ایک یہودیوں کی قوم کے درمیان رہتا ہے۔

اور کتاب ڈکشنری آف جیوگرافی مرتبہ اے کے جانسٹن کے صفحہ ۲۵۰ میں کشمیر کے لفظ کے بیان میں یہ عبارت ہے:۔ یہاں کے باشندے دراز قد، قوی ہیکل، مردانہ شباہت والے، عورتیں مکمل اندام والیں، خوبصورت، بلند خمدار بینی والے، شکل و وضع میں بالکل یہودیوں کے مشابہ ہیں۔

اور سول اینڈ ملٹری گزٹ (مطبوعہ ۲۳؍نومبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۴) میں بعنوان مضمون سواتی اور آفریدی (اقوام) لکھا ہے کہ ہمیں ایک اعلیٰ درجہ کا قیمتی اور دلچسپ مضمون ملا ہے جو برٹش ایسوسی ایشن کے ایک حال کے جلسہ میں ایسوسی ایشن مذکورہ کی شاخ متعلقہ تاریخ طبعی نوع انسان میں پیش کیا گیا ہے اور جو کمیٹی تحقیقات تاریخ

﴿۱۰۳﴾ طبعی انسان کے موسم سرما کے جلسہ میں ابھی سنایا جانا ہے۔ ہم وہ مکمل مضمون ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ہندوستان کی مغربی سرحد کے پٹھان یا پکٹان باشندوں کا حال قدیمی تاریخوں میں موجود ہے اور بہت سے فرقوں کا ذکر ہیروڈوٹس نے اور سکندر اعظم کے تاریخ نویسوں نے کیا ہے۔ وسطی زمانہ میں اس پہاڑ کا غیر آباد اور ویرانہ کا نام روہ تھا۔ اور اس علاقہ کے باشندوں کا نام رہیلہ تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ رہیلے یا پٹھان قوم افغانان کے نام ونشان سے پہلے ان علاقوں میں آباد تھے۔ اب سارے افغان پٹھانوں میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ پٹھانی زبان یعنی پشتو بولتے ہیں لیکن وہ ان سے کسی رشتہ کا اقرار نہیں کرتے۔ اور ان کا دعویٰ ہے کہ ہم بنی اسرائیل ہیں یعنی ان فرقوں کی اولاد ہیں جن کو بخت نصر قید کر کے بابل لے گیا تھا۔ مگر سب نے پشتو زبان کو اختیار کر لیا ہے۔ اور سب اسی مجموعہ قوانین ملکی کو مانتے ہیں جس کا نام پکتان والی ہے اور جس کے بہت سے قواعد پرانی موسوی شریعت سے عجیب طور پر مشابہت رکھتے ہیں اور بعض اقوام راجپوت کے پرانے رسم ورواج سے بھی ملتے جلتے ہیں۔

اگر ہم اسرائیلی آثار کو زیر نظر رکھ کر دیکھیں تو ظاہر ہوگا کہ پٹھانوں کی قومیں دو بڑے حصوں میں منقسم ہو سکتی ہیں یعنی اول وہ فرقے ہندی الاصل ہیں جیسے وزیری، آفریدی، اورک زئی وغیرہ۔ دوسرے افغان جو سامی (SEMITIC) ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سرحد پر زیادہ آبادی انہی کی ہے۔ اور کم سے کم یہ ممکن ہے کہ پکٹان والی جو ایک غیر مکتوب ضابطہ قواعد ملکی ہے۔ سب کامل کر تیار ہوا ہے اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ موسوی احکام راجپوتی رسوم سے ملے ہوئے ہیں جن کی ترمیم اسلامی رسوم نے کی ہے۔ وہ افغان جو اپنے تئیں درّانی کہلاتے ہیں اور جب سے کہ درّانی سلطنت کی بنیاد پڑی ہے یعنی ۱۵۰ سال سے اپنے تئیں درّانی ہی نامزد کرتے آئے ہیں کہتے ہیں کہ وہ اصلاً اسرائیلی فرقوں کی اولاد سے ہیں اور ان کی نسل کش (قیس)

﴿۱۰۴﴾ سے جاری ہوتی ہے جس کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پٹھان کے نام سے موسوم کیا۔ جس کے معنی سریانی زبان میں سُکّان کے ہیں کیونکہ اس نے لوگوں کو اسلام کی لہروں میں (کشتی کی طرح) چلاتا تھا۔ اگر ہم قوم افغان کا قوم اسرائیل سے کوئی قدیمی رشتہ نہ مانیں تو ان اسرائیلی ناموں کی کوئی وجہ بیان کرنا ہمارے لئے مشکل ہو جاتا ہے جو عام طور پر رائج ہیں۔ اور بعض رسوم مثلاً عید فصح کے تہوار کے رائج ہونے کی وجہ بیان کرنا اور بھی ہمارے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔ اور قوم افغان کی یوسف زئی شاخ اگر عید فصح کی حقیقت کو سمجھ کر نہیں مناتے تو کم سے کم ان کا تہوار عید فصح کی نہایت عجیب اور عمدہ نقل ہے۔ ایسا ہی اسرائیلی رشتہ نہ ماننے کی حالت میں ہم اس اصرار کی بھی کوئی وجہ نہیں بتلا سکتے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ افغانوں کو اس روایت کے بیان کرنے اور اس پر قائم رہنے میں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی صداقت کی کوئی اصلی بنیاد ضرور ہوگی۔ بلیو (BELLEW) کی رائے ہے کہ اسرائیلی رشتہ کا درحقیقت سچا ہونا ممکن ہے مگر وہ بیان کرتا ہے کہ افغانوں کی تین بڑی شاخوں میں سے جو اپنے تئیں قیس کی اولاد بیان کرتے ہیں کم سے کم ایک شاخ سارابور کے نام سے موسوم ہے اور یہ لفظ پشتو زبان میں اس نام کا ترجمہ ہے جو پرانے زمانے میں سورج بنسی راجپوتوں کا نام تھا جن کی نسبت یہ معلوم ہے کہ ان کی بستیاں مہا بھارت کی لڑائی میں چندر بنسی خاندان سے شکست کھا کر افغانستان میں آ بسی تھیں۔ اس طرح معلوم ہوا کہ ممکن ہے کہ افغان بنی اسرائیل ہوں جو قدیمی راجپوتوں میں مل گئے ہوں اور ہمیشہ سے میری نظر میں افغانوں کے اصل ونسل کے مسئلہ کا صحیح حل نہایت ہی اغلب طور پر یہی معلوم ہوتا رہا ہے۔ بہرنمط آج کل کے افغان روایت وتامل کی بنا پر اپنے تئیں برگزیدہ قوم یعنی ابراہیم کی اولاد میں سے شمار کرتے ہیں۔

ان تمام تحریرات کو جو نامی مؤلفوں کی کتابوں میں سے ہم نے لکھی ہیں یکجائی

﴿۱۰۵﴾ طور پر تصور میں لانے سے ایک صادق کو یقین کامل ہوسکتا ہے کہ یہ قومیں جو افغان اور کشمیری اس ملک ہندوستان اور اس کے حدود اور نواح میں پائی جاتی ہیں دراصل بنی اسرائیل ہیں۔ اور ہم اس کتاب کے دوسرے حصہ میں انشاء اللہ زیادہ تر تفصیل سے اس بات کو ثابت کریں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے اس سفر دور دراز یعنی ہندوستان کے سفر کی علّت غائی یہی تھی کہ تا وہ اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں جو تمام اسرائیلی قوموں کو تبلیغ کا فرض ان کے ذمہ تھا جیسا کہ وہ انجیل میں اس بات کی طرف اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ پس اس حالت میں یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ ہندوستان اور کشمیر میں آئے ہوں۔ بلکہ تعجب اس بات میں ہے کہ بغیر ادا کرنے اپنے فرض منصبی کے وہ آسمان پر جا بیٹھے ہوں۔ اب ہم اس حصہ کو ختم کرتے ہیں۔

وَالسّلام علٰی مَنِ اتَّبع الھُدیٰ

المؤلف

خاکسار

میرزا غلام احمد مسیح موعود

از قادیان ضلع گورداسپور

ٹائیٹل بار اول

الحمد للہ والمنۃ

کہ

یہ رسالہ مبارکہ جس میں حضرت ملکہ معظمہ قیصرہ دام اقبالہا کی برکات کا ذکر ہے۔ اور یہ بیان ہے کہ جناب ملکہ ممدوحہ کے عہد عدالت عہد میں اور ان کے نہایت روشن ستارہ کی تاثیر سے انواع اقسام کی زمینی اور آسمانی برکتیں ظہور میں آئی ہیں منطبع ہو کر انہی وجوہ کی مناسبت سے نام اس کا

ستارۂ قیصرہ

رکھا گیا

اور یہ رسالہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حکیم فضل دین صاحب مالک مطبع کے چھپکر ۲۴ اگست ۱۸۹۹ء کو شائع ہوا

تعداد جلد ۲۵۰ قیمت ۲ ؍

﴿۱﴾

بحضور عالی شان قیصرہ ہند ملکہ معظّمہ
شہنشاہ ہندوستان وانگلستان
ادام اللّٰہ اقبالھا

سب سے پہلے یہ دعا ہے کہ خدائے قادر مطلق اس ہماری عالیجاہ قیصرہ ہند کی عمر میں بہت بہت برکت بخشے اور اقبال اور جاہ وجلال میں ترقی دے اور عزیزوں اور فرزندوں کی عافیت سے آنکھ ٹھنڈی رکھے۔ اس کے بعد اس عریضہ کے لکھنے والا جس کا نام **میرزا غلام احمد قادیانی** ہے جو پنجاب کے ایک چھوٹے سے گانوٴ **قادیان** نام میں رہتا ہے جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ ستّر میل مشرق اور شمال کے گوشہ میں واقع اور گورداسپورہ کے ضلع میں ہے یہ عرض کرتا ہے کہ اگرچہ اِس ملک کے عموماً تمام رہنے والوں کو بوجہ اُن آراموں کے جو حضور قیصرہ ہند کے عدل عام اور رعایا پروری اور دادگستری سے حاصل ہو رہے ہیں اور بوجہ اُن تدابیر امن عامہ اور تجاویز آسائش جمیع طبقات رعایا کے جو کروڑ ہا روپیہ کے خرچ اور بے انتہا فیاضی سے ظہور میں آئی ہیں۔ جناب ملکہ معظّمہ دام اقبالہا سے بقدر اپنی فہم اور عقل اور شناخت احسان کے درجہ بدرجہ محبت اور دلی اطاعت ہے بجز بعض قلیل الوجود افراد کے جو میں گمان کرتا ہوں کہ در پردہ کچھ ایسے بھی ہیں جو وحشیوں اور درندوں کی طرح بسر کرتے ہیں لیکن اس عاجز کو بوجہ اُس معرفت اور علم کے جو اس گورنمنٹ عالیہ کے حقوق کی نسبت مجھے حاصل ہے جس کو میں اپنے رسالہ **تحفہ قیصریہ** میں مفصل لکھ چکا ہوں وہ اعلیٰ درجہ کا

اخلاص اور محبت اور جوش اطاعت حضور ملکہ معظّمہ اور اس کے **معزّز** افسروں کی نسبت حاصل ہے جو میں ایسے الفاظ نہیں پاتا جن میں اس اخلاص کا اندازہ بیان کرسکوں ﴿۲﴾ اس سچی محبت اور اخلاص کی تحریک سے جشن شصت سالہ جوبلی کی تقریب پر میں نے ایک رسالہ حضرت قیصرہ ہند دام اقبالہا کے نام سے تالیف کر کے اور اس کا نام **تحفہ قیصریہ** رکھ کر جناب ممدوحہ کی خدمت میں بطور درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا اور مجھے قوی یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزت دی جائے گی اور اُمید سے بڑھ کر میری سرافرازی کا موجب ہوگا۔ اور اس امید اور یقین کا موجب حضور قیصرہ ہند کے وہ اخلاق فاضلہ تھے جن کی تمام ممالک مشرقیہ میں دھوم ہے اور جو جناب ملکہ معظّمہ کے وسیع ملک کی طرح وسعت اور کشادگی میں ایسے بے مثل ہیں جو ان کی نظیر دوسری جگہ تلاش کرنا خیال محال ہے مگر مجھے نہایت تعجب ہے کہ ایک کلمہ شاہانہ سے بھی میں ممنون نہیں کیا گیا اور میرا کانشنس ہرگز اِس بات کو قبول نہیں کرتا کہ وہ ہدیہ عاجزانہ یعنی رسالہ **تحفہ قیصریہ** حضور ملکہ معظّمہ میں پیش ہوا ہو اور پھر میں اس کے جواب سے ممنون نہ کیا جاؤں۔ یقیناً کوئی اور باعث ہے جس میں جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کے ارادہ اور مرضی اور علم کو کچھ دخل نہیں۔ لہٰذا اس حسن ظن نے جو میں حضور ملکہ معظّمہ دام اقبالہا کی خدمت میں رکھتا ہوں۔ دوبارہ مجھے مجبور کیا کہ میں اُس تحفہ یعنی رسالہ **تحفہ قیصریہ** کی طرف جناب ممدوحہ کو توجہ دلاؤں اور شاہانہ منظوری کے چند الفاظ سے خوشی حاصل کروں۔ اسی غرض سے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔ اور میں حضور عالی حضرت جناب قیصرہ ہند دام اقبالہا کی خدمت میں یہ چند الفاظ بیان کرنے کے لئے جرأت کرتا ہوں کہ میں پنجاب کے ایک معزز خاندان مغلیہ میں سے ہوں اور سکھوں

کے زمانہ سے پہلے میرے بزرگ ایک خودمختار ریاست کے والی تھے اور میرے پڑ دادا صاحب **مرزا گل محمد** اس قدر دانا اور مدبر اور عالی ہمت اور نیک مزاج اور ملک داری کی خوبیوں سے موصوف تھے کہ جب دہلی کے چغتائی بادشاہوں کی سلطنت بباعث نالیاقتی اور عیاشی اور سستی اور کم ہمتی کے کمزور ہوگئی تو بعض وزراء اس کوشش میں لگے تھے کہ مرزا صاحب موصوف کو جو تمام شرائط بیدار مغزی اور رعایا پروری کے اپنے اندر رکھتے تھے اور خاندان شاہی میں سے تھے دہلی کے تخت پر بٹھایا جائے لیکن چونکہ چغتائی سلاطین کی قسمت اور عمر کا پیالہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس لئے یہ تجویز عام منظوری میں نہ آئی اور ہم پر سکھوں کے عہد میں بہت سی سختیاں ہوئیں اور ہمارے بزرگ تمام دیہات ریاست سے بے دخل کر دیئے گئے اور ایک ساعت بھی امن کی نہیں گذرتی تھی اور انگریزی سلطنت کے قدم مبارک کے آنے سے پہلے ہی ہماری تمام ریاست خاک میں مل چکی تھی اور صرف پانچ گاؤں باقی رہ گئے تھے اور میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰی مرحوم جنہوں نے سکھوں کے عہد میں بڑے بڑے صدمات دیکھے تھے۔ انگریزی سلطنت کے آنے کے ایسے منتظر تھے جیسا کہ کوئی سخت پیاسا پانی کا منتظر ہوتا ہے۔ اور پھر جب گورنمنٹ انگریزی کا اس ملک پر دخل ہوگیا، تو وہ اس نعمت یعنی انگریزی حکومت کی قائمی سے ایسے خوش ہوئے کہ گویا ان کو ایک جواہرات کا خزانہ مل گیا اور وہ سرکار انگریزی کے بڑے خیر خواہ جان نثار تھے اسی وجہ سے انہوں نے ایام غدر ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے مع سواران بہم پہنچا کر سرکار انگریزی کو بطور مدد دیئے تھے۔ اور وہ بعد اس کے بھی ہمیشہ اس بات کے لئے مستعد رہے کہ اگر پھر بھی کسی وقت ان کی مدد کی ضرورت ہو تو بدل و جان اس گورنمنٹ کو مدد دیں۔ اور اگر ۵۷ء کے غدر کا کچھ اور بھی طول ہوتا تو وہ سو۱ سوار تک اور بھی

﴿۳﴾

مدد دینے کو تیار تھے۔ غرض اس طرح ان کی زندگی گذری۔ اور پھر اُن کے انتقال کے بعد یہ عاجز دنیا کے شغلوں سے بکلی علیحدہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مشغول ہوا اور مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اِس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گذار اور دعا گو رہے۔ اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو فارسی۔ عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں یہاں تک کہ اسلام کے دو۲ مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں۔ اور روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کر دی گئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے اُن کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا اور میں اس قدر خدمت کر کے جو بائیس برس تک کرتا رہا ہوں اس محسن گورنمنٹ پر کچھ احسان نہیں کرتا کیونکہ مجھے اِس بات کا اقرار ہے کہ اس بابرکت گورنمنٹ کے آنے سے ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے ایک لوہے کے جلتے ہوئے تنور سے نجات پائی ہے اس لئے میں مع اپنے تمام عزیزوں کے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہوں کہ یا الٰہی اس مبارکہ قیصرہ ہند دام ملکہا کو دیر گاہ تک ہمارے سروں پر سلامت رکھ اور اس کے ہر ایک قدم کے ساتھ اپنی مدد کا سایہ شامل حال فرما اور اس کے اقبال کے دن بہت لمبے کر۔

﴿۴﴾

میں نے تحفہ قیصریہ میں جو حضور قیصرہ ہند کی خدمت میں بھیجا گیا یہی حالات اور خدمات اور دعوات گذارش کئے تھے اور میں اپنی جناب ملکہ معظّمہ کے اخلاق وسیعہ پر نظر رکھ کر ہر روز جواب کا امیدوار تھا اور اب بھی ہوں۔ میرے خیال میں یہ غیر ممکن ہے کہ میرے جیسے دعا گو کا وہ عاجزانہ تحفہ جو بوجہ کمال اخلاص خون دل سے لکھا گیا تھا اگر وہ حضور ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کی خدمت میں پیش ہوتا تو اس کا جواب نہ آتا بلکہ ضرور آتا ضرور آتا۔ اِس لئے مجھے بوجہ اس یقین کے کہ جناب قیصرہ ہند کے پُر رحمت اخلاق پر کمال وثوق سے حاصل ہے اس یاددہانی کے عریضہ کو لکھنا پڑا اور اس عریضہ کو نہ صرف میرے ہاتھوں نے لکھا ہے بلکہ میرے دل نے یقین کا بھرا ہوا زور ڈال کر ہاتھوں کو اِس پُر ارادت خط کے لکھنے کے لئے چلایا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خیر اور عافیت اور خوشی کے وقت میں خدا تعالیٰ اس خط کو حضور قیصرہ ہند دام اقبالہا کی خدمت میں پہنچاوے اور پھر جناب ممدوحہ کے دل میں الہام کرے کہ وہ اس سچی محبت اور سچے اخلاص کو جو حضرت موصوفہ کی نسبت میرے دل میں ہے اپنی پاک فراست سے شناخت کرلیں اور رعیت پروری کے رو سے مجھے پُر رحمت جواب سے ممنون فرماویں اور میں اپنی عالی شان جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کی عالی خدمت میں اس خوشخبری کو پہنچانے کے لئے بھی مامور ہوں کہ جیسا کہ زمین پر اور زمین کے اسباب سے خدا تعالیٰ نے اپنی کمال رحمت اور کمال مصلحت سے ہماری قیصرہ ہند دام اقبالہا کی سلطنت کو اس ملک اور دیگر ممالک میں قائم کیا ہے تا کہ زمین کو عدل اور امن سے بھرے۔ ایسا ہی اس نے آسمان سے ارادہ فرمایا ہے کہ اس شہنشاہ مبارکہ قیصرہ ہند کے دلی مقاصد کو پورا کرنے کے لئے جو عدل اور امن اور آسودگی عامہ خلائق اور رفع فساد اور تہذیب اخلاق اور وحشیانہ حالتوں کا دور کرنا ہے۔ ﴿۵﴾

اس کے عہد مبارک میں اپنی طرف سے اور غیب سے اور آسمان سے کوئی ایسا روحانی انتظام قائم کرے جو حضور ملکہ معظّمہ کے دلی اغراض کو مدد دے۔ اور جس امن اور عافیت اور صلح کاری کے باغ کو آپ لگانا چاہتی ہیں آسمانی آبپاشی سے اس میں امداد فرماوے۔ سو اس نے اپنے قدیم وعدہ کے موافق جو مسیح موعود کے آنے کی نسبت تھا۔ آسمان سے مجھے بھیجا ہے تا میں اُس مرد خدا کے رنگ میں ہو کر جو بیت اللحم میں پیدا ہوا اور ناصرہ میں پرورش پائی۔ حضور ملکہ معظّمہ کے نیک اور بابرکت مقاصد کی اعانت میں مشغول ہوں اُس نے مجھے بے انتہا برکتوں کے ساتھ چھوا اور اپنا مسیح بنایا تا وہ ملکہ معظّمہ کے پاک اغراض کو خود آسمان سے مدد دے۔

اے قیصرہ مبارکہ! خدا تجھے سلامت رکھے اور تیری عمر اور اقبال اور کامرانی سے ہمارے دلوں کو خوشی پہنچاوے۔ اس وقت تیرے عہد سلطنت میں جو نیک نیتی کے نور سے بھرا ہوا ہے مسیح موعود کا آنا خدا کی طرف سے یہ گواہی ہے کہ تمام سلاطین میں سے تیرا وجود امن پسندی اور حسن انتظام اور ہمدردی رعایا اور عدل اور دادگستری میں بڑھ کر ہے۔ مسلمان اور عیسائی دونوں فریق اس بات کو مانتے ہیں کہ مسیح موعود آنے والا ہے مگر اُسی زمانہ اور عہد میں جبکہ بھیڑیا اور بکری ایک ہی گھاٹ میں پانی پئیں گے اور سانپوں سے بچے کھیلیں گے۔ سو اے ملکہ مبارکہ معظّمہ قیصرہ ہند وہ تیرا ہی عہد اور تیرا ہی زمانہ ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جو تعصب سے خالی ہو وہ سمجھ لے۔ اے ملکہ معظّمہ یہ تیرا ہی عہد سلطنت ہے جس نے درندوں اور غریب چرندوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ راستباز جو بچوں کی طرح ہیں وہ شریر سانپوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور تیرے پُرامن سایہ کے نیچے کچھ بھی ان کو خوف نہیں۔ اب

تیرے عہدِ سلطنت سے زیادہ پُر امن اور کونسا عہد سلطنت ہوگا جس میں مسیح موعود آئے گا؟ اے ملکہ معظّمہ تیرے وہ پاک ارادے ہیں جو آسمانی مدد کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور تیری نیک نیتی کی کشش ہے جس سے آسمان رحمت کے ساتھ زمین کی طرف جھکتا جاتا ہے اس لئے تیرے عہد سلطنت کے سوا اور کوئی بھی عہد سلطنت ایسا نہیں ہے جو مسیح موعود کے ظہور کے لئے موزوں ہو۔ سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نور نازل کیا کیونکہ نور نور کو اپنی طرف کھینچتا اور تاریکی تاریکی کو کھینچتی ہے اے مبارک اور با اقبال ملکۂ زمان جن کتابوں میں مسیح موعود کا آنا لکھا ہے ان کتابوں میں صریح تیرے پُر امن عہد کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں مگر ضرور تھا کہ اسی طرح مسیح موعود دنیا میں آتا جیسا کہ ایلیا نبی یوحنّا کے لباس میں آیا تھا یعنی یوحنّا ہی ﴿۶﴾ اپنی خُو اور طبیعت سے خدا کے نزدیک ایلیا بن گیا۔ سو اِس جگہ بھی ایسا ہی ہوا کہ ایک کو تیرے بابرکت زمانہ میں عیسیٰ (علیہ السلام) کی خو اور طبیعت دی گئی۔ اِس لئے وہ مسیح کہلایا اور ضرور تھا کہ وہ آتا کیونکہ خدا کے پاک نوشتوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ اے ملکہ معظّمہ اے تمام رعایا کی فخر یہ قدیم سے عادت اللہ ہے کہ جب شاہِ وقت نیک نیت اور رعایا کی بھلائی چاہنے والا ہو تو وہ جب اپنی طاقت کے موافق امن عامہ اور نیکی پھیلانے کے انتظام کر چکتا ہے اور رعیت کی اندرونی پاک تبدیلیوں کے لئے اس کا دل دردمند ہوتا ہے تو آسمان پر اس کی مدد کے لئے رحمت الٰہی جوش مارتی ہے اور اس کی ہمت اور خواہش کے مطابق کوئی روحانی انسان زمین پر بھیجا جاتا ہے اور اُس کامل ریفارمر کے وجود کو اس عادل بادشاہ کی نیک نیتی اور ہمت اور ہمدردی عامہ خلائق پیدا کرتی ہے۔ یہ تب ہوتا ہے کہ جب ایک عادل بادشاہ ایک زمینی منجّی کی صورت

میں پیدا ہو کر اپنی کمال ہمت اور ہمدردی بنی نوع کے رو سے طبعًا ایک آسمانی منجّی کو چاہتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں ہوا کیونکہ اُس وقت کا قیصر روم ایک نیک نیت انسان تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ زمین پر ظلم ہو اور انسانوں کی بھلائی اور نجات کا طالب تھا تب آسمان کے خدا نے وہ روشنی بخشنے والا چاند ناصرہ کی زمین سے چڑھایا یعنی عیسیٰ مسیح تا جیسا کہ ناصرہ کے لفظ کے معنے عبرانی میں طراوت اور تازگی اور سرسبزی ہے یہی حالت انسانوں کے دلوں میں پیدا کرے۔ سو اے ہماری پیاری قیصرہ ہند خدا تجھے دیرگاہ تک سلامت رکھے۔ تیری نیک نیتی اور رعایا کی سچی ہمدردی اس قیصر روم سے کم نہیں ہے بلکہ ہم زور سے کہتے ہیں کہ اس سے بہت زیادہ ہے کیونکہ تیری نظر کے نیچے جس قدر غریب رعایا ہے جس کی تو اے معظّمہ قیصرہ ہمدردی کرنا چاہتی ہے اور جس طرح تو ہر ایک پہلو سے اپنی عاجز رعیت کی خیرخواہ ہے اور جس طرح تو نے اپنی خیرخواہی اور رعیت پروری کے نمونے دکھلائے ہیں۔ یہ کمالات اور برکات گذشتہ قیصروں میں سے کسی میں بھی نہیں پائے جاتے اس لئے تیرے ہاتھ کے کام جو سراسر نیکی اور فیاضی سے رنگین ہیں سب سے زیادہ اس بات کو چاہتے ہیں کہ جس طرح تو اے ملکہ معظّمہ اپنی تمام رعیت کی نجات اور بھلائی اور آرام کے لئے دردمند ہے اور رعیت پروری کی تدبیروں میں مشغول ہے اسی طرح خدا بھی آسمان سے تیرا ہاتھ بٹاوے سو یہ مسیح موعود جو دنیا میں آیا تیرے ہی وجود کی برکت اور دِلی نیک نیتی اور سچی ہمدردی کا ایک نتیجہ ہے۔ خدا نے تیرے عہد سلطنت میں دنیا کے دردمندوں کو یاد کیا اور آسمان سے اپنے مسیح کو بھیجا اور وہ تیرے ہی ملک میں اور تیری ہی حدود میں پیدا ہوا تا دنیا کے لئے یہ ایک گواہی ہو کہ تیری زمین کے

﴿۷﴾

سلسلہ عدل نے آسمان کے سلسلہ عدل کو اپنی طرف کھینچا اور تیرے رحم کے سلسلہ نے آسمان پر ایک رحم کا سلسلہ بپا کیا اور چونکہ اس مسیح کا پیدا ہونا حق اور باطل کی تفریق کے لئے دنیا پر ایک آخری حکم ہے جس کے رو سے مسیح موعود حَکَم کہلاتا ہے اس لئے ناصرہ کی طرح جس میں تازگی اور سرسبزی کے زمانہ کی طرف اشارہ تھا اس مسیح کے گاؤں کا نام اسلام پور قاضی ماجھی رکھا گیا تا قاضی کے لفظ سے خدا کے اُس آخری حَکَم کی طرف اشارہ ہو جس سے برگزیدوں کو دائمی فضل کی بشارت ملتی ہے اور تا مسیح موعود کا نام جو حَکَم ہے۔اس کی طرف بھی ایک لطیف ایما ہو اور اسلام پور قاضی ماجھی اُس وقت اس گاؤں کا نام رکھا گیا تھا جبکہ بابر بادشاہ کے عہد میں اس ملک ماجھ کا ایک بڑا علاقہ حکومت کے طور پر میرے بزرگوں کو ملا تھا اور پھر رفتہ رفتہ یہ حکومت خودمختار ریاست بن گئی اور پھر کثرت استعمال سے قاضی کا لفظ قادی سے بدل گیا اور پھر اور بھی تغیر پا کر قادیاں ہو گیا۔غرض ناصرہ اور اسلام پور قاضی کا لفظ ایک بڑے پُر معنی نام ہیں جو ایک ان میں سے روحانی سرسبزی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا روحانی فیصلہ پر جو مسیح موعود کا کام ہے۔اے ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند خدا تجھے اقبال اور خوشی کے ساتھ عمر میں برکت دے۔ تیرا عہد حکومت کیا ہی مبارک ہے کہ آسمان سے خدا کا ہاتھ تیرے مقاصد کی تائید کر رہا ہے۔ تیری ہمدردئ رعایا اور نیک نیتی کی راہوں کو فرشتے صاف کر رہے ہیں۔ تیرے عدل کے لطیف بخارات بادلوں کی طرح اُٹھ رہے ہیں تا تمام ملک کو رشک بہار بنا دیں۔شریر ہے وہ انسان جو تیرے عہد سلطنت کا قدر نہیں کرتا اور بدذات ہے وہ نفس جو تیرے احسانوں کا شکر گذار نہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ تحقیق شدہ ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے اس لئے مجھے ضرورت نہیں کہ میں اپنی زبان کی لفاظی سے اِس بات کو ظاہر کروں کہ میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں اور میرے دل میں خاص طور پر

آپ کی محبت اور عظمت ہے۔ ہماری دن رات کی دعائیں آپ کیلئے آبِ رواں کی طرح جاری ہیں اور ہم نہ سیاست قہری کے نیچے ہو کر آپ کے مطیع ہیں بلکہ آپ کی انواع اقسام کی خوبیوں نے ہمارے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ اے بابرکت قیصرہ ہند تجھے یہ تیری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو۔ خدا کی نگاہیں اُس ملک پر ہیں جس پر تیری نگاہیں ہیں۔ خدا کی رحمت کا ہاتھ اُس رعایا پر ہے جس پر تیرا ہاتھ ہے۔ تیری ہی پاک نیتوں ﴿۸﴾ کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا پرہیزگاری اور پاک اخلاق اور صلح کاری کی راہوں کو دوبارہ دنیا میں قائم کروں۔ اے عالی جناب قیصرہ ہند۔ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے علم دیا گیا ہے کہ ایک عیب مسلمانوں اور ایک عیب عیسائیوں میں ایسا ہے جس سے وہ سچی روحانی زندگی سے دور پڑے ہوئے ہیں اور وہ عیب اُن کو ایک ہونے نہیں دیتا بلکہ ان میں باہمی پھوٹ ڈال رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ دو مسئلے نہایت خطرناک اور سراسر غلط ہیں کہ وہ دین کے لئے تلوار کے جہاد کو اپنے مذہب کا ایک رکن سمجھتے ہیں اور اس جنون سے ایک بے گناہ کو قتل کر کے ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے ایک بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور گو اس ملک برٹش انڈیا میں یہ عقیدہ اکثر مسلمانوں کا بہت کچھ اصلاح پذیر ہو گیا ہے اور ہزارہا مسلمانوں کے دل میری بائیس[۲۲] تیئیس[۲۳] سال کی کوششوں سے صاف ہو گئے ہیں لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض غیر ممالک میں یہ خیالات اب تک سرگرمی سے پائے جاتے ہیں گویا ان لوگوں نے اسلام کا مغز اور عطر لڑائی اور جبر کو ہی سمجھ لیا ہے۔ لیکن یہ رائے ہرگز صحیح نہیں ہے۔ قرآن میں صاف حکم ہے کہ دین کے پھیلانے کے لئے تلوار مت اُٹھاؤ اور دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرو اور نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو اور یہ مت خیال کرو کہ ابتدا میں

اسلام میں تلوار کا حکم ہوا کیونکہ وہ تلوار دین کو پھیلانے کے لئے نہیں کھینچی گئی تھی بلکہ دشمنوں کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور یا امن قائم کرنے کے لئے کھینچی گئی تھی مگر دین کے لئے جبر کرنا کبھی مقصد نہ تھا۔ افسوس کہ یہ عیب غلط کار مسلمانوں میں اب تک موجود ہے جس کی اصلاح کے لئے میں نے پچاس ہزار سے کچھ زیادہ اپنے رسالے اور مبسوط کتابیں اور اشتہارات اِس ملک اور غیر ملکوں میں شائع کئے ہیں اور امید رکھتا ہوں کہ جلد تر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اس عیب سے مسلمانوں کا دامن پاک ہو جائے گا۔

دوسرا عیب ہماری قوم مسلمانوں میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایسے خونی مسیح اور خونی مہدی کے منتظر ہیں جو اُن کے زعم میں دنیا کو خون سے بھر دے گا۔ حالانکہ یہ خیال سراسر غلط ہے۔ ہماری معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کوئی لڑائی نہیں کرے گا اور نہ تلوار اُٹھائے گا بلکہ وہ تمام باتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خو اور خُلق پر ہوگا اور ان کے رنگ سے ایسا رنگین ہوگا کہ گویا ہو بہو وہی ہوگا۔ یہ دو غلطیاں حال کے مسلمانوں میں ہیں جن کی وجہ سے اکثر اُن کے دوسری قوموں سے بغض رکھتے ہیں مگر مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ ان غلطیوں کو دور کر دوں اور قاضی یا حَکَم کا لفظ جو مجھے عطا کیا گیا ہے وہ اسی فیصلہ کے لئے ہے۔ ﴿۹﴾

اور ان کے مقابل پر ایک غلطی عیسائیوں میں بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مسیح جیسے مقدس اور بزرگوار کی نسبت جس کو انجیل شریف میں نور کہا گیا ہے نعوذ باللہ لعنت کا لفظ اطلاق کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ لعن اور لعنت ایک لفظ عبرانی اور عربی میں مشترک ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ملعون انسان کا دل خدا سے بکلی برگشتہ اور دور اور مہجور ہو کر ایسا گندہ اور ناپاک ہو جائے جس طرح جذام سے جسم گندہ اور خراب ہو جاتا ہے اور عرب اور عبرانی کے اہل زبان اس

بات پر متفق ہیں کہ ملعون یا لعنتی صرف اُسی حالت میں کسی کو کہا جاتا ہے جبکہ اس کا دل درحقیقت خدا سے تمام تعلقات محبت اور معرفت اور اطاعت کے توڑ دے اور شیطان کا ایسا تابع ہو جائے کہ گویا شیطان کا فرزند ہو جائے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے۔ پس وہی نام حضرت **مسیح** علیہ السلام کے لئے تجویز کرنا اور ان کے پاک اور منوّر دل کو نعوذ باللہ شیطان کے تاریک دل سے مشابہت دینا اور وہ جو بقول ان کے خدا سے نکلا ہے اور وہ جو سراسر نور ہے اور وہ جو آسمان سے ہے اور وہ جو علم کا دروازہ اور خدا شناسی کی راہ اور خدا کا وارث ہے اُسی کی نسبت نعوذ باللہ یہ خیال کرنا کہ وہ لعنتی ہو کر یعنی خدا سے مردود ہو کر اور خدا کا دشمن ہو کر اور دل سیاہ ہو کر اور خدا سے برگشتہ ہو کر اور معرفت الٰہی سے نابینا ہو کر شیطان کا وارث بن گیا اور اس لقب کا مستحق ہو گیا جو شیطان کے لئے خاص ہے یعنی لعنت۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ اس کے سننے سے دِل پاش پاش ہوتا ہے اور بدن پر لرزہ پڑتا ہے۔ کیا خدا کے **مسیح** کا دِل خدا سے ایسا برگشتہ ہو گیا جیسے شیطان کا دل؟ کیا خدا کے پاک مسیح پر کوئی ایسا زمانہ آیا جس میں وہ خدا سے بیزار اور درحقیقت خدا کا دشمن ہو گیا؟ یہ بڑی غلطی اور بڑی بے ادبی ہے قریب ہے جو آسمان اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ غرض مسلمانوں کے جہاد کا عقیدہ مخلوق کے حق میں ایک بداندیشی ہے اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ خود خدا کے حق میں بداندیشی ہے۔ اگر یہ ممکن ہے کہ نور کے ہوتے ہی اندھیرا ہو جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ نعوذ باللہ کسی وقت مسیح کے دِل نے لعنت کی زہرناک کیفیت اپنے اندر حاصل کی تھی۔ اگر انسانوں کی نجات اسی بے ادبی پر موقوف ہے تو بہتر ہے کہ کسی کی بھی نجات نہ ہو کیونکہ تمام گنہگاروں کا مرنا بہ نسبت اِس بات کے اچھا ہے کہ مسیح جیسے نور اور نورانی کو گمراہی کی تاریکی اور لعنت اور خدا

﴿۱۰﴾

کی عداوت کے گڑھے میں ڈوبنے والا قرار دیا جائے۔ سو میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ مسلمانوں کا وہ عقیدہ اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ اصلاح پذیر ہو جائے۔ اور میں شکر کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ان دونوں ارادوں میں کامیاب کیا ہے۔ چونکہ میرے ساتھ آسمانی نشان اور خدا کے معجزات تھے اس لئے مسلمانوں کے قائل کرنے کے لئے مجھے بہت تکلیف اُٹھانی نہیں پڑی اور ہزارہا مسلمان خدا کے عجیب اور فوق العادت نشانوں کو دیکھ کر میرے تابع ہو گئے اور وہ خطرناک عقائد انہوں نے چھوڑ دیئے جو وحشیانہ طور پر ان کے دلوں میں تھے اور میرا گروہ ایک سچا خیر خواہ اس گورنمنٹ کا بن گیا ہے جو برٹش انڈیا میں سب سے اوّل درجہ پر جوشِ اطاعت دل میں رکھتے ہیں جس سے مجھے بہت خوشی ہے اور عیسائیوں کا یہ عیب دور کرنے کے لئے خدا نے میری وہ مدد کی ہے جو میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں شکر کر سکوں اور وہ یہ ہے کہ بہت سے قطعی دلائل اور نہایت پختہ وجوہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ خدا نے اس پاک نبی کو صلیب پر سے بچالیا اور آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ مر کر بلکہ زندہ ہی قبر میں غشی کی حالت میں داخل کئے گئے۔ اور پھر زندہ ہی قبر سے نکلے جیسا کہ آپ نے انجیل میں خود فرمایا تھا کہ میری حالت یونسؑ نبی کی حالت سے مشابہ ہوگی۔ آپ کی انجیل میں الفاظ یہ ہیں کہ یونس نبی کا معجزہ میں دکھلاؤں گا سو آپ نے یہ معجزہ دکھلایا کہ زندہ ہی قبر میں داخل ہوئے اور زندہ ہی نکلے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو انجیلوں سے ہمیں معلوم ہوتی ہیں لیکن اس کے علاوہ ایک بڑی خوشخبری جو ہمیں ملی ہے وہ یہ ہے کہ دلائل قاطعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے اور یہ امر ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ یہودیوں کے ملک سے بھاگ کر نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے

اور ایک مدت تک وہ نعمان میں رہے اور پھر کشمیر میں آئے اور ایک سَو بیس برس کی عمر پا کر سری نگر میں آپ کا انتقال ہوا اور سری نگر محلّہ خان یار میں آپ کا مزار ہے چنانچہ اس بارے میں مَیں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے **مسیح ہندوستان میں** یہ ایک بڑی فتح ہے جو مجھے حاصل ہوئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ جلد تر یا کچھ دیر سے اس کا نتیجہ ہوگا کہ یہ دو بزرگ قومیں عیسائیوں اور مسلمانوں کی جو مدت سے بچھڑی ہوئی ہیں باہم شیر وشکر ہو جائیں گی اور بہت سے نزاعوں کو خیر باد کہہ کر محبت اور دوستی سے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائیں گی۔ چونکہ آسمان پر یہی ارادہ قرار پایا ہے اس لئے ہماری گورنمنٹ انگریزی کو بھی قوموں کے اتفاق کی طرف بہت توجہ ہوگئی ہے جیسا کہ قانون سڈیشن کے بعض دفعات سے ظاہر ہے۔ اصل بھید یہ ہے کہ جو کچھ آسمان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تیاری ہوتی ہے زمین پر بھی ویسے ہی خیالات گورنمنٹ کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ غرض ہماری ملکہ معظّمہ کی نیک نیتی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے آسمان سے یہ اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ دونوں قوموں عیسائیوں اور مسلمانوں میں وہ اتحاد پیدا ہو جائے کہ پھر ان کو دو قوم نہ کہا جائے۔ ﴿۱۱﴾

اب اس کے بعد مسیح علیہ السلام کی نسبت کوئی عقلمند یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھے گا کہ نعوذ باللہ کسی وقت اُن کا دِل لعنت کی زہرناک کیفیت سے رنگین ہو گیا تھا کیونکہ لعنت مصلوب ہونے کا نتیجہ تھا۔ پس جبکہ مصلوب ہونا ثابت نہ ہوا بلکہ یہ ثابت ہوا کہ آپ کی اُن دعاؤں کی برکت سے جو ساری رات باغ میں کی گئی تھیں اور فرشتے کی اُس منشاء کے موافق جو پلاطوس کی بیوی کے خواب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بچاؤ کی سفارش کے لئے

ظاہر ہوا تھا☆ اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کی اس مثال کے موافق جو آپ نے یونس نبی کا تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہنا اپنے انجام کار کا ایک نمونہ ٹھہرایا تھا آپ کو خدا تعالیٰ نے صلیب اور اس کے پھل سے جو لعنت ہے نجات بخشی اور آپ کی یہ دردناک آواز کہ **ایلی ایلی لما سبقتانی**۞ جناب الٰہی میں سنی گئی۔ یہ وہ کھلا کھلا ثبوت ہے جس سے ہر ایک حق کے طالب کا دل بے اختیار خوشی کے ساتھ اچھل پڑے گا۔ سو بلاشبہ یہ ہماری ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کی برکات کا ایک پھل ہے جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دامن کو تخمیناً انیس سو (۱۹۰۰) برس کی بے جا تہمت سے پاک کیا۔ ﴿۱۲﴾

اب میں مناسب نہیں دیکھتا کہ اس عریضہ نیاز کو طول دوں۔ گو میں جانتا ہوں کہ جس قدر میرے دل میں یہ جوش تھا کہ میں اپنے اخلاص اور اطاعت اور شکرگزاری کو حضور قیصرہ ہند دام ملکہا میں عرض کروں۔ پورے طور پر میں اس جوش کو ادا نہیں کرسکا ناچار دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو زمین و آسمان کا مالک اور نیک کاموں کی نیک جزا دیتا ہے وہ آسمان پر سے اس محسنہ قیصرہ ہند دام ملکہا کو ہماری طرف سے نیک جزا دے اور وہ فضل اُس کے شامل حال کرے جو نہ صرف دنیا تک محدود ہو بلکہ سچی اور دائمی خوشحالی جو

☆ یہ بات کسی طرح قبول کے لائق نہیں اور اس امر کو کسی دانشمند کا کانشنس قبول نہیں کرے گا کہ خدا تعالیٰ کا تو یہ ارادہ مصمم ہو کہ مسیح کو پھانسی دے مگر اس کا فرشتہ خواہ نخواہ مسیح کے چھوڑانے کے لئے تڑپتا پھرے۔ کبھی پلاطوس کے دل میں مسیح کی محبت ڈالے اور اُس کے منہ سے یہ کہلاوے کہ میں یسوع کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا اور کبھی پلاطوس کی بیوی کے پاس خواب میں جاوے اور اُس کو کہے کہ اگر یسوع مسیح پھانسی مل گیا تو پھر اس میں تمہاری خیر نہیں ہے یہ کیسی عجیب بات ہے کہ فرشتہ کا خدا سے اختلاف رائے۔ **منه**

۞ ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ **منه**

آخرت کو ہوگی وہ بھی عطا فرماوے اور اس کو خوش رکھے اور ابدی خوشی پانے کے لئے اس کے لئے سامان مہیا کرے اور اپنے فرشتوں کو حکم کرے کہ تا اس مبارک قدم ملکہ معظّمہ کو کہ اس قدر مخلوقات پر نظر رحم رکھنے والی ہے اپنے اس الہام سے **منور** کریں جو بجلی کی چمک کی طرح ایک دم میں دل میں نازل ہوتا اور تمام صحن سینہ کو روشن کرتا اور فوق الخیال تبدیلی کر دیتا ہے یا الٰہی ہماری ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کو ہمیشہ ہر ایک پہلو سے خوش رکھ اور ایسا کر کہ تیری طرف سے ایک بالائی طاقت اس کو تیرے ہمیشہ کے نوروں کی طرف کھینچ کر لے جائے اور دائمی اور ابدی سرور میں داخل کرے کہ تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ آمین۔ اور سب کہیں کہ آمین۔

الملتمس

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپورہ (پنجاب)

۲۰ /اگست ۱۸۹۹ء

☆☆☆

ٹائیٹل بار اول

انّ ھذا الکتاب یدفع وساوس الخنّاس۔ وفیہ شفاءٌ للنّاس۔
وھو یھب السکینۃ ویجلو الکروبؔ۔ وسمیتہ

تریاق القلوب

۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان میں
باہتمام حکیم فضل الدین صاحب مالک مطبع چھپی

قیمت ۱۲ ر   وی پی ۱ ر   محصول ڈاک ۲ ر   کل ۱۵ ر   تعداد اشاعت ۷۰۰

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

قصیدہ درمعرفت انسانِ کامل مظہرحق تعالیٰ وطریق فیصلہ بانزاع کنندگان

ہماں ز نوعِ بشر کامل از خدا باشد ۔۔۔ کہ با نشانِ نمایاں خدا نما باشد

بتابد از رخِ اونورِعشق وصدق و وفا ۔۔۔ ز خلقِ او کرم وغربت و حیا باشد

صفاتِ اوہمہ ظِــلّ صفاتِ حق باشند ۔۔۔ ہم استقامتِ او ہمچو انبیا باشد

رواں بچشمہ ء او بحرِ سرمدی باشد ۔۔۔ عیاں در آئینہ اش روئے کبریا باشد

صعودِ او ہمہ سوئے فلک بود ہردم ۔۔۔ و جودِ او ہمہ رحمت چو مصطفیٰ باشد

خبردہدزقدومش خدا بمصحفِ پاک ۔۔۔ ہم از رسول سلامے بصد ثنا باشد

نتابد از رہِ جانانِ خود سرِ اخلاص ۔۔۔ اگرچہ سیلِ مصیبت بزورہا باشد

براہِ یارِعزیز از بلا نہ پرہیزد ۔۔۔ اگرچہ در رہِ آں یار اژدہا باشد

کندحرام ہمہ عیش وخواب را برنفس ۔۔۔ چو جملہ عارف و عامی دریں بلا باشد

دل ازکف وکاہش باشداوفتادہ زفرق ۔۔۔ فراغت از ہمہ خود بینی و ریا باشد

اصولِ او ہمہ برخلق رحم باشد ولطف ۔۔۔ طریق او ہمہ ہمدردی و عطا باشد

ہمیشہ نفسِ شریفش بکاہد از حسرات ۔۔۔ کہ چوں گروہِ بداں تابع ہدیٰ باشد

ہمیشہ محترز از صحبت بداں ماند ۔۔۔ غیور از پئے دیں ہمچو اصفیا باشد

پناہ دیں بود و ملجاء مسلماناں ۔۔۔ بعقد ہمت خود دافع قضا باشد

ہزار سرزنی و مشکلے نگردد حل	چو پیشِ او بروی کارِ یک دعا باشد
چو شیر زندگی او بود دریں عالم	ز صید او دگرانرا ہمہ غذا باشد
گہے نشاں بنماید ز بہرِ دین قویم	گہے بمعرکہ جنگش باشقیا باشد☆
بود مظفّر ومنصور از خدائے کریم	ز معضلاتِ شریعت گرہ کشا باشد
ز مہرِ یارِ ازل بررخش ببارد نور	ز شانِ حضرتِ اعلیٰ درو ضیا باشد
کشوفِ اہلِ کشوف از برائے او باشند	ہم ازنجوم پئے مقدمش صدا باشد
غرض مقامِ ولایت نشان ہا دارد	نہ ہرکہ دلق بپوشد ز اولیا باشد
کلید ایں ہمہ دولت محبت ست و وفا	خوشا کسیکہ چنیں دولتش عطا باشد
سخن ز فقر بدزدی ہمی تواں گفتن	ولے علامت مرداں رہِ صفا باشد
زمشکلاتِ رہِ راستی چہ شرح دہم	کہ شرطِ ہر قدمے گریہ و بکا باشد
بسوزد آنکہ نسوزد بصدق در رہِ یار	بمیرد آنکہ گریزندہ از فنا باشد
کلاہِ فتح و ظفر ہیچ سر نمی یابد	مگر سرے کہ پئے حفظ دیں فدا باشد
نشانہائے سماوی بہ ہیچکس ندہند	مگر کسے کہ ز خود گم پئے خدا باشد
کسے رسد بمقامِ خوارق و اعجاز	کہ در مقامِ مصافات و اصطفا باشد
ضرورتؔ است کہ دردیں چنیں امام آید	چو خلق جاہل و بیدین و مُردہ سا باشد
جہانیاں ہمہ ممنونِ منتش باشند	چراکہ او پئے ملّت الھُدیٰ باشد
اگرچہ تیغ ندارد مگر بہ تیغِ دلیل	ہے درد صف قومے کہ ناسزا باشد

﴿۲﴾

☆ جنگ سے مراد تلوار بندوق کا جنگ نہیں کیونکہ یہ تو سراسر نادانی اور خلاف ہدایت قرآن ہے جو دین کے پھیلانے کے لئے جنگ کیا جائے بلکہ اس جگہ جنگ سے ہماری مراد زبانی مباحثات ہیں جو نرمی اور انصاف اور معقولیت کی پابندی کے ساتھ کئے جائیں۔ ورنہ ہم اُن تمام مذہبی جنگوں کے سخت مخالف ہیں جو جہاد کے طور پر تلوار سے کئے جاتے ہیں۔ منه

چو پہلواں بدر آید ز نزدِ ربِّ کریم — بہر دمش مددِ صدقِ مدعا باشد
چہ دستہا کہ نماید بروزِ کشتی و جنگ — بایں امید کہ نفسے مگر رہا باشد
ہمیں ست طائفہء برگزیدگانِ خدا — ہمیں علامت شاں از خدائے ما باشد
بجنگ وحرب گزارند ہر دمے کہ بود — کہ تا حفاظت مردم ز فتنہا باشد
بخیر وعافیتت بگذرد شب اندر خواب — کہ پاسبانیٔ ایشاں بصد عنا باشد
غلامِ ہمتِ مردانِ کارزار بباش☆ — کہ امن مرد و زن از مردم وغا باشد
پناہِ بیضۂ اسلام آں جوانمردے ست — کہ خوں بدل ز پئے دینِ مصطفٰے باشد
ازیں بود کہ ہمہ اہل و نیک طینت را — سر نیاز بدرگاہِ شاں فرا باشد
دماغ وکبر بمردانِ حرب نادانی ست — کسے کہ کبر کند سخت بیجا باشد
چہ جائے کبر کہ ایشاں پناہِ ہر بشر اند — طفیلِ شاں ہمہ عمّامہ و قبا باشد
اگر ز مأمن شاں یکدمے جدا بشوی — متاع و مایۂ ایماں ز تو جدا باشد
سر است زیرِ تبر صادقانِ مخلص را — کہ تارہد سرِ قومے کہ در بلا باشد
اصولِ شاں ہمہ ہمدردی ست ومہر وکرم — طریقِ شاں رہِ عجز وسرِ رضا باشد
ہزار جانِ گرامی فدائے آں دل باد — کہ مست ومحو رضاہائے کبریا باشد

☆ مردانِ کارزار سے مراد وہ لوگ نہیں ہیں جو دین پھیلانے کے بہانے سے خلق خدا پر تلوار اُٹھاتے۔ قتل کرتے اور ایک جہان کو مصیبت میں ڈالتے ہیں بلکہ ایسے لوگ جن کے پاس دین پھیلانے کے لئے صرف تلوار ہے درحقیقت درندوں کی طرح ہیں اور کسی تعریف کے لائق یہ لوگ نہیں ہیں۔ کیونکہ ناحق بیجا خونریزی کر کے مخالفوں کو اعتراض کا موقع دیتے ہیں بلکہ اس جگہ مردانِ کارزار سے مراد وہ باخدا مرد ہیں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معجزہ نمائی کی طاقت ملتی ہے اور اعلیٰ دلائل عطا کئے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی کتاب کا علم عطا کیا جاتا ہے۔ سو وہ نشان اور برہان سے منکروں کو ملزم کرتے ہیں اور اس طرح پر میدان مباحثات میں فتح نمایاں پاتے ہیں۔ منه

بکنجِ خلوتِ پاکاں اگر گذر بکنی عیاں شود کہ چہ نورے دراں سرا باشد
بدولت دوجہاں سرفرو نمی آرند بعشق یاردلِ زار شاں دوتا باشد
مناز باکلہ سبز و خرقۂ پشمیں کہ زیرِ دلقِ ملمع فریبہا باشد
زِدست وبازوئے آں مردخد متے آید کہ سوختہ دل وجاں از پئے ہدیٰ باشد
کسے کہ دل زپئے خلق سوز دش شب و روز محقق است کہ او خادم الوریٰ باشد
نہیب حادثہ بنیادِ دیں ز جا ببرد اگر ز ملت ما ظل شاں جدا باشد
ازیں بود کہ چو سالِ صدی تمام شود برآید آنکہ بدیں نائب خدا باشد
رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم کہ او مجددِ ایں دین و رہنما باشد
لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد
عجب مدار اگر خلق سوئے ما بدوند کہ ہر کجا کہ غنی می بود گدا باشد
گلے کہ روئے خزاں راگہے نخواہد دید بباغِ ماست اگر قسمتت رسا باشد
منم مسیح ببانگ بلند مے گویم منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد
مقدراست کہ روزے بریں ادیم زمیں ہزارہا دل و جاں بر رہم فدا باشد
زمینِ مردہ ہمی خواست عیسوی انفاس ز وعظ بے عملاں خود اثر کجا باشد
کشادہ اند درِفضل گر کنوں نائی زِ نامساعدئ بخت نا رسا باشد
بہرزہ طالب آں مہدی و مسیح مباش کہ کارِ شاں ہمہ خونریزی و وغا باشد
عزیز من رہ تائید دیں دگر راہے ست نہ ایں کہ تیغ براری اگر ابا باشد
چہ حاجت است کہ تیغ ازبرائے دیں بکشی نہ دیں بود کہ بہ خونریزیش بقا باشد
چو دیں مدلل ومعقول و باضیا باشد کدام دل کہ ازاں مذہبش ابا باشد
چو دیں درست بود خنجرے نمی باید کہ زورِ قولِ موجہ عجب نما باشد
تو از سرائے طبیعت نیامدی بیروں ازیں ہمہ ہوست جبر باجفا باشد

﴿۳﴾

زجبرِ حجّتِ حق بر جہاں نیاید راست برو دلیل بدہ گر خرد ترا باشد

زجبر کوکبۂ صدق را شکست آید ازیں بود کہ رہ جبرہا خطا باشد

بہوش باش کہ جبراست خود دلیل گریز تسلیٔ دلِ مردم ازیں کجا باشد

مرا بکفر کنی متّہم ازیں گفتار کہ کفر نزدِ تو ابرار را سزا باشد

مگر چہ جائے عجب گر تو ایں چنیں گوئی کہ ہرکہ بے ہنر افتاد ژاژ خا باشد

بگوہر آنچہ بگوئی چو خود نمے دانی کہ ساکنانِ درش را چہ اجتبا باشد

خوشم بجور کشیدن اگرچہ کشتہ شوم ازیں کہ ہر عمل و فعل را جزا باشد

دوچشم خویش صفا کن کہ تا رخم بینی وگرنہ پیش تو صد عدل ہم جفا باشد

مرا بریں سخنم آں فضول عیب کند کہ بے خبر ز رہ و رسم دین ما باشد

کجاست ملہم صادق کہ تا حقیقت ما برو عیاں ہمہ از پردۂ خفا باشد

زمانِ یقظہ بیامد ہنوز در خوابی شنو کہ ہر سحر از ہاتف ایں ندا باشد

بعلم وفضل وکرامت کسے بما نرسد کجاست آنکہ ز ارباب اِدّعا باشد

ہزار نقد نمائی یکے چو سکۂ ما بہ نقشِ خوب و عیار و صفا کجا باشد

مؤیدے کہ مسیحا دم ست ومہدیٔ وقت بشانِ او دگرے کے زِ اتقیا باشد

چو غنچہ بود جہانے خموش و سربستہ من آمدم بقدومے کہ از صبا باشد

چہ فتن ہا کہ بزادست اندریں ایام کدام راہِ بدی کو در اختفا باشد

محال ہست کزیں فتنہ ہا شوی محفوظ مگر ترا چو بمن گامِ اقتدا باشد

کسیکہ سایۂ بالِ ہماش سود نداد ببایدش کہ دو روزے بظلّ ما باشد

مسلّم است مرا از خدا حکومت☆ عام کہ من مسیح خدایم کہ بر سما باشد

☆ حکومت عام اور حاکم عام سے مراد ظاہری حکومت نہیں بلکہ وہ بادشاہت اور حکومت ہے جو برگزیدوں کو آسمان سے دی جاتی ہے۔ خدا کے کامل پیارے آسمان پر اپنی بادشاہت رکھتے ہیں گو زمین پر اُن کو سر رکھنے کے لئے بھی جگہ نہ ہو۔ جن کو آسمانی بادشاہت ملتی ہے وہ زمین والوں کی بادشاہت پر کچھ طمع نہیں رکھتے کیونکہ زمین کی بادشاہت بہت مختصر اور نیز چندروزہ اور فانی ہے۔ منہ

بدیں خطاب مرا ہرگز التفات نبود
چہ جرمِ من چو چنیں حکم از خدا باشد

بتاج و تخت زمیں آرزو نمیدارم
نہ شوقِ افسر شاہی بدل مرا باشد

مرا بس است کہ ملک سما بدست آید
کہ مُلک و مِلک زمیں را بقا کجا باشد

حوالتم بفلک کردہ اند روز نخست
کنوں نظر بمتاعِ زمیں چرا باشد

مراکہ جنت علیاست مسکن و ماوا
چرا بمزبلۂ ایں نشیب جا باشد

اگر جہاں ہمہ تحقیر من کند چہ غمے
کہ بامن ست قدیرے کہ ذوالعُلیٰ باشد

منم مسیح زمان و منم کلیمِ خدا
منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبیٰ باشد

نہ بلعم است کہ بدتر زبلعم آں ناداں
کہ جنگ او بکلیمِ حق از ہوا باشد

ازاں قفس بپریدم بروں کہ دنیا نام
کنوں بکنگرۂ عرش جائے ما باشد

مرا بگلشن رضوانِ حق شدست گذر
مقامِ من چمن قدس و اصطفا باشد

کمالِ پاکی وصدق وصفا کہ گم شدہ بود
دوبارہ از سخن و وعظِ من بپا باشد

مرنج از سخنم ایکہ سخت بےخبری
کہ اینکہ گفتہ ام از وحیِ کبریا باشد

کسیکہ گم شدہ از خود بنورِ حق پیوست
ہرآنچہ از دہنش بشنوی بجا باشد

نیامدم ز پئے جنگ و کارزار و جہاد
غرض ز آمدنم درسِ اتقا باشد

بخاکِ ذلت و لعنِ کسا رضا دادیم
بدیں غرض کہ برنیستی بقا باشد

درونِ من ہمہ پُر از محبت نوریست
کہ در زمانِ ضلالت ازو ضیا باشد

بجز اسیرئ عشق رخش رہائی نیست
بدرد او ہمہ امراض را دوا باشد

عنایت و کرمش پرورد مرا ہر دم
بہ بینی اش اگرت چشم خویش وا باشد

بکارخانۂ قدرت ہزارہا نقش اند
مگر تجلّیٔ رحماں ز نقش ما باشد

بیامدم کہ رہِ صدق را درخشانم
بدلستاں برم آنرا کہ پارسا باشد

بیامدم کہ درِ علم و رشد بکشایم
بخاک نیز نمایم کہ در سما باشد

﴿۴﴾

ترا نمی رسد انکارِ ما کہ نامردی — تو با زناں بنشیں گر ترا حیا باشد
گداز شد دل و جانم پئے حمایت دیں — ہنوز چشم توکور ایں چہ اعتدا باشد
ترا چہ غم اگر ایں دیں رہِ عدم گیرد — کہ ہر دمت دلِ بریاں پئے ہوا باشد
تو خود ز علّت بیگانگی شدی مہجور — وگرنہ از درِ او ہر طرف صلا باشد
چرا شکایت رحماں کنی بنادانی — تو صاف باش کہ تازاں طرف صفا باشد
چنیں زمانہ چنیں دور ایں چنیں برکات — تو بے نصیب روی وہ چہ ایں شقا باشد
بہ بیں کہ نور بریں خانہ ام ہمی بارد — مگر چگونہ بہ بینی اگر عما باشد
تراکہ ہمچو زناں کار زینت ست و ہوا — چگونہ در دلِ تو میلِ اِھتدا باشد
فدائے بازوئے آناں ہزار زاہد باد — کہ جانِ شاں برہِ دینِ حق فدا باشد
گرفتگانِ محبت مسخرانِ جمال — روندگانِ رہے کاں رہِ فنا باشد
امامِ وقت ہماں پہلوانِ میدان ست — کہ تیغ بر سر و سر پیش آشنا باشد
چساں تو قدر شناسی خصالِ مرداں را — کہ خصلتت ہمہ چوں خصلتِ نسا باشد
جہان و جاہِ جہاں نزد شاں چناں ہیچ ست — کہ پیش چشم تو یک خس ز بوریا باشد
قمر مقابلہ با روئے شاں نیا رد کرد — کہ نورِ او ز خور ایں نور از خدا باشد
بحضرتِ صمدے آبرو ہمی دارند — دعائے گریۂ شاں خارق السما باشد
بدست ہفت فلک مثل شاں نمی بینم — اگرچہ بر فلکے چشمۂ ضیا باشد
رمد زِ صحبت شاں جذبہ ہائے تاریکی — دمد ز گلشنِ شاں آنچہ دلکشا باشد
ہزار جہدکنی زر نگردد ایں مسِ نفس — مگر بدوستیٔ شاں کہ کیمیا باشد
اگر تو خود بگریزی وگرنہ ممکن نیست — کہ سایۂ کرمِ شاں ز تو جدا باشد
غبارِ حرص و ہوا را بزیر پا بکنند — کہ ترکِ دوست ز بہر ہوا جفا باشد
مرا مربیٔ من زیں گروہ خود کرد است — بجذبۂ کہ نہ حدش نہ انتہا باشد

دو چشم خلق بہ بیند چو ماہ پر تو من | بشرط آنکہ زہر پردۂ رہا باشد
ہزار گونہ نشانہائے صدق بنمایم | بشرطِ آنکہ بصبر امتحانِ ما باشد
فلک قریب زمیں شد زِ بارشِ برکات | کجاست طالب حق تا یقیں فزا باشد
کجا دلے کہ درو خشیت خدا باشد | کجاست مردمِ چشمے کہ باحیا باشد
بجاہ و منصبِ دنیا مناز اے ہشیار | کہ ایں تنعّم و عیشت نہ دائما باشد
چو خواب بگذرد ایں وقت خوش کہ میداری | طمع مدار کہ ایں حال را بقا باشد
نماز می کنی و قبلہ را نمےدانی | ندانمت چہ غرض زیں نمازہا باشد
ز دیدہ خوں بچکاند سماع قصۂ حشر | بشرط آنکہ بدل خشیت خدا باشد
بہ نفس تیرہ تمنائے وصلِ او ہیہات | رسد ہماں بخدا کو ز خود فنا باشد
قدم بمنزلِ روحانیاں بنہ کہ جزیں | جہان و کارِ جہاں جملہ ابتلا باشد
چہ جائے خوابِ خوش دامن وعیش و عافیت ست | نہنگ مرگ چو ہر لحظہ در قفا باشد
کشادِ کار بدل بستن است درمحبوب | چہ خوش رخے کہ گرفتار او رہا باشد
ہزار شکر کہ من رُوئے یار خود دیدم | چشیدم آں ہمہ کاں لذتِ لقا باشد
دماغ و کبرِ ہمہ منکرانِ دیں شکنم | من ایستادہ ام اینک دگر کجا باشد
چو مہرِ انور و تاباں ہمی فشانم نور | دگر کجا و چنیں قدرتے کرا باشد
ز کارہا کہ کنم و زنشاں کہ بنمایم | عیاں شود کہ ہمہ کارم از خدا باشد
کنوں کہ درچمنِ من ہزار گل بشگفت | گر از طلب بنشینی عجب خطا باشد
تو عمر خواہ وصبوری کہ آں زماں آید | کہ جلوۂ خورِ ما دافع العما باشد
گرہ ز دل بکشا کارِما ز ہوش نگر | کہ عقل صاف دہندت چو دل صفا باشد
تراچہ شد کہ بماتم نشستہ نالاں | کہ موسمے است کہ ہم مرغِ درنوا باشد
ز فکر تفرقہ باز آ کہ موسمے آمد | کہ اجتماع ہمہ اہل و اتقیا باشد

ارادۂ ازلی ایں زمان و وقت آورد — تو چیستی کہ ز تو ردِّ ایں قضا باشد
مَرو بہ بے خردی نزدِ ما بیا و نشیں — کہ ظل اہل صفا موجب شفا باشد
مقیم حلقۂ ابرار باش روزے چند — مگر عنایت قادر گرہ کشا باشد
زہے خجستہ زمانے کہ سوئے ما آئی — زہے نصیب تو گر شوق و التجا باشد
چہ جورہا کہ تو بر نفس خود کنی ہیہات — ہزار حیف بریں فطنت و ذکا باشد
چہ حاجتست کہ رنجے کشی بتالیفات — کہ امتحانِ دعاگو ہم از دعا باشد
بہ روئے یار کہ ہرگز نہ رتبتے خواہم — مگر اعانت اسلام مدعا باشد
سیاہ باد رخِ بخت من اگر بہ دلم — دگر غرض بجز از یارِ آشنا باشد
رہِ خلاص کجا باشد آں سیہ دل را — کہ باچنیں دلِ من درپئے جفا باشد
چو سیل دیدۂ ما ہیچ سیل و طوفاں نیست — بترس زیں کہ چنیں سیل پیش پا باشد

زآہِ زمرۂ ابدال بایدت ترسید
علی الخصوص اگر آہِ میرزا باشد

﴿۵﴾

جیسا کہ ہم نے اس فارسی قصیدہ میں جو اُوپر لکھا گیا ہے یہ بتلایا ہے کہ خدا کے کامل مامورین کی علامتوں میں سے ایک یہ علامت ہے کہ اُن سے آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسا ہی ہم اس جگہ ہزار ہزار شکر کے ساتھ لکھتے ہیں کہ وہ تمام علامتیں اس بندۂ حضرت احدیت میں پوری ہوئیں۔ اس زمانہ میں پادریوں کا متعصب فرقہ جو سراسر حق پوشی کی راہ سے کہا کرتا تھا کہ گویا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا اُن کو خدا تعالیٰ نے سخت شرمندہ کرنے والا جواب دیا اور کھلے کھلے نشان اِس اپنے بندہ کی تائید میں ظاہر فرمائے۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہایت دریدہ دہانی سے اور سراسر افترا سے ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء اور سیّد المعصومین والاتقیاء حضرت محبوبِ جناب احدیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت

یہ قابل شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ گویا آنجناب سے کوئی پیشگوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا۔
اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علاوہ ان ہزارہا معجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ
شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف اور احادیث میں اِس کثرت سے مذکور ہیں
جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں۔ تازہ بتازہ صدہا نشان ایسے ظاہر فرمائے ہیں کہ کسی مخالف اور منکر کو
ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ ہم نہایت نرمی اور انکسار سے ہر ایک عیسائی صاحب اور دوسرے
مخالفوں کو کہتے رہے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ بات سچ ہے کہ ہر ایک مذہب جو
خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ اس میں
ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ
وہ نبی اپنی روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہوا کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی
پیروی کی جائے جس کو شفیع اور منجّی سمجھا جائے وہ اپنے روحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ
زندہ ہو اور عزت اور رفعت اور جلال کے آسمان پر اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ایسا بدیہی
طور پر مقیم ہو۔ اور خدائے ازلی ابدی حیّ قیوم ذو الاقتدار کے دائیں طرف بیٹھنا اُس کا
ایسے پُرزور الٰہی نوروں سے ثابت ہو کہ اس سے کامل محبت رکھنا اور اس کی کامل پیروی کرنا
لازمی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہو کہ پیروی کرنے والا روح القدس اور آسمانی برکات کا انعام
پائے اور اپنے پیارے نبی کے نوروں سے نور حاصل کر کے اپنے زمانہ کی تاریکی کو دور
کرے اور مستعد لوگوں کو خدا کی ہستی پر وہ پختہ اور کامل اور درخشاں اور تاباں یقین بخشے
جس سے گناہ کی تمام خواہشیں اور سفلی زندگی کے تمام جذبات جل جاتے ہیں۔ یہی ثبوت
اِس بات کا ہے کہ وہ نبی زندہ اور آسمان پر ہے۔ سو ہم اپنے خدائے پاک ذوالجلال کا کیا
شکر کریں کہ اُس نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی توفیق
دے کر اور پھر اس محبت اور پیروی کے روحانی فیضوں سے جو سچّی تقویٰ اور سچے آسمانی ﴿۶﴾
نشان ہیں کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا

بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیک مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔[1]

اب ہمیں کوئی جواب دے کہ روئے زمین پر یہ زندگی کس نبی کے لئے بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت ہے؟ کیا حضرت موسیٰ کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا حضرت داؤد کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا راجہ رام چندر یا راجہ کرشن کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا وید کے اُن رشیوں کے لئے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کے دلوں پر وید کا پرکاش ہوا تھا؟ ہرگز نہیں۔ جسمانی زندگی کا ذکر بے سود ہے اور حقیقی اور روحانی اور فیض رساں زندگی وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی زندگی کے مشابہ ہو کر نور اور یقین کے کرشمے نازل کرتی ہو ورنہ جسمانی وجود کے ساتھ ایک لمبی عمر پانا اگر فرض بھی کر لیں اور فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ ایسی عمر کسی کو دی گئی ہے تو کچھ بھی جائے فخر نہیں۔ مصر کی بعض پرانی عمارتیں ہزارہا برس سے چلی آتی ہیں اور بابل کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں جن میں اُلو بولتے ہیں اور اس ملک میں اجودھیا اور بندرابن بھی پرانے زمانہ کی آبادیاں ہیں۔ اور اٹلی اور یونان میں بھی ایسی قدیم عمارتیں پائی جاتی ہیں تو کیا اِس جسمانی طور پر لمبی عمر پانے سے یہ تمام چیزیں اُس جلال اور بزرگی سے حصہ لے سکتی ہیں جو روحانی زندگی کی وجہ سے خدا کے مقدس لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

اب اِس بات کا فیصلہ ہو گیا ہے کہ اس روحانی زندگی کا ثبوت صرف ہمارے نبی علیہ السلام کی ذات بابرکات میں پایا جاتا ہے۔ خدا کی ہزاروں رحمتیں اس کے شامل حال رہیں۔ افسوس کہ عیسائیوں کو کبھی بھی یہ خیال نہیں آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی زندگی ثابت کریں اور صرف اُس لمبی عمر پر خوش نہ ہوں جس میں اینٹ اور پتھر بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ بے سود ہے وہ زندگی جو نفع رساں نہیں۔ اور لاحاصل ہے وہ بقا

[1] الاحزاب :۵۷

جس میں فیض نہیں۔ دنیا میں صرف دو زندگییں قابلِ تعریف ہیں۔ (۱) ایک وہ زندگی جو خود خدائے حیّ قیوم مبدءِ فیض کی زندگی ہے۔ (۲) دوسری وہ زندگی جو فیض بخش اور خدا نما ہو۔ سو آؤ ہم دکھاتے ہیں کہ وہ زندگی صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ جس پر ہر ایک زمانہ میں آسمان گواہی دیتا رہا ہے اور اب بھی دیتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ جس میں فیّاضانہ زندگی نہیں وہ مُردہ ہے نہ زندہ۔ اور میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اُس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ اُن کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔ خدا کے عظیم الشان نشان بارش کی طرح میرے پر اُتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں میرے پر کھل رہی ہیں۔ ہزارہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں۔ اور تین ہزار سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے۔ ہزارہا معزز اور متقی اور نیک بخت آدمی اور ہر قوم کے لوگ میرے نشانوں کے گواہ ہیں اور تم خود گواہ ہو۔ اور مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے کہ اگر کوئی سخت دل عیسائی یا ہندو یا آریہ میرے اُن گذشتہ نشانوں سے جو روز روشن کی طرح نمایاں ہیں انکار بھی کر دے اور مسلمان ہونے کے لئے کوئی نشان چاہے اور اس بارے میں بغیر کسی بیہودہ حجت بازی کے جس میں بدنیّتی کی بو پائی جائے سادہ طور پر یہ اقرار بذریعہ کسی اخبار کے شائع کر دے کہ وہ کسی نشان کے دیکھنے سے گو کوئی نشان ہو لیکن انسانی طاقتوں سے باہر ہو اسلام کو قبول کرے گا تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو گا کہ وہ نشان کو دیکھ لے گا کیونکہ میں اُس زندگی میں سے نور لیتا ہوں جو میرے نبی متبوع کو ملی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ اب اگر عیسائیوں میں کوئی

﴿۷﴾

طالب حق ہے یا ہندوؤں اور آریوں میں سے سچائی کا متلاشی ہے تو میدان میں نکلے۔ اور اگر اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے تو بالمقابل نشان دکھلانے کے لئے کھڑا ہو جائے لیکن میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہ ہوگا بلکہ بدنیتی سے پیچ در پیچ شرطیں لگا کر بات کو ٹال دیں گے کیونکہ ان کا مذہب مُردہ ہے اور کوئی ان کے لئے زندہ فیض رسان موجود نہیں جس سے وہ روحانی فیض پا سکیں اور نشانوں کے ساتھ چمکتی ہوئی زندگی حاصل کر سکیں۔

اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ **اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے** اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت **محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔ گو ہم اِس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح اور حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبی بھی خدا کی طرف سے ہیں لیکن اُن کی سچائی پر ہمارے پاس بجز اس کے اور کوئی دلیل نہیں ہے کہ قرآن شریف نے اُن کو نبی مان لیا ہے۔ اُن کی روحانی زندگی بدیہی نشانوں کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور اس کا یہ سبب ہے کہ وہ مذہب اور وہ کتابیں بباعث تحریف کے خراب ہو چکی ہیں۔ اس لئے ان نبیوں کی سچی پیروی کی کوئی راہ باقی نہیں رہی تا اس سے ان کی روحانی زندگی کا ثبوت مل سکتا۔ اور عیسائی جس دین کو پیش کرتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین نہیں ہے بلکہ یہ پادریوں کی اپنی طبیعت کی ایجاد ہے۔ بہت سی انجیلوں میں سے یہ چار انجیلیں انتخاب کی گئی ہیں جن کو بعض یونانیوں نے حضرت مسیح سے بہت پیچھے بنا کر حضرت مسیح کی طرف منسوب کر دیا اور کوئی عبرانی انجیل عیسائیوں کے پاس موجود نہیں ہے اور ناحق افترا کے طور پر حضرت مسیح کو ایک یونانی آدمی تصور کر لیا ہے

حالانکہ حضرت مسیح کی مادری بولی عبرانی تھی کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ کبھی حضرت مسیح نے ایک فقرہ یونانی کا بھی کسی سے پڑھا تھا اور نہ حواریوں نے جو اُمی محض تھے کسی مکتب میں یونانی سیکھی بلکہ وہ ہمیشہ ماہی گیروں کے کام کرتے رہے۔ اب چونکہ عیسائیوں کو یہ سخت مصیبت پیش آئی کہ کوئی عبرانی انجیل موجود نہیں صرف قریباً ساٹھ انجیلیں یونانی میں ہیں جو باہم متناقض ہیں جن میں سے یہ چار چن لی گئیں جو وہ بھی باہم مخالفت رکھتی ہیں بلکہ ہر ایک انجیل اپنی ذات میں بھی مجموعۂ تناقضات ہے۔ ان مشکلات کے لحاظ سے یونانی کو اصل زبان ٹھہرایا گیا ہے لیکن یہ اس قدر بیہودہ بات ہے کہ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان پادری صاحبوں نے کس قدر جھوٹ اور جعل سازی پر کمر باندھی ہے۔ حضرت مسیح کے وقت میں رومی سلطنت تھی اور گورنمنٹ کی لاطینی زبان تھی اور حضرت مسیح کو چونکہ گورنمنٹ سے کوئی تعلق ملازمت نہ تھا اور نہ ریاست اور جاہ طلبی کی خواہش تھی اس لئے انہوں نے لاطینی کو بھی نہیں سیکھا۔ وہ ایک مسکین اور عاجز اور غریب طبع اور سادہ وضع انسان تھا۔ اُس کو وہی بولی یاد تھی جو ناصرہ میں اپنی ماں سے سیکھی تھی یعنی عبرانی جو یہودیوں کی قومی بولی ہے اور اسی بولی میں توریت وغیرہ خدا کی کتابیں تھیں☆ غرض یہ چاروں انجیلیں جو یونانی سے ترجمہ ہوکر اس ملک میں پھیلائی جاتی ہیں ایک ذرہ قابل اعتبار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی پیروی میں کچھ بھی برکت نہیں۔ خدا کا جلال اُس شخص کو ہرگز نہیں ملتا جو اِن انجیلوں کی پیروی کرتا ہے بلکہ یہ انجیلیں حضرت مسیح کو بدنام کر رہی ہیں کیونکہ ایک طرف تو اِن انجیلوں میں سچے عیسائی کی یہ علامتیں ٹھہرائی گئی ہیں کہ وہ آسمانی نشانوں کے دکھلانے پر قادر ہو۔ اور دوسری طرف عیسائیوں کا یہ حال ہے کہ وہ ایک مُردہ حالت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک ذرہ آسمانی برکت ان کے ساتھ نہیں اور کوئی نشان دکھلا نہیں سکتے اس لئے وہ علامتوں کا ذکر کرنے کے وقت ہمیشہ

﴿۸﴾

☆ صلیب پر جبکہ حضرت مسیح کو موت کا سامنا معلوم ہوتا تھا اُس وقت بھی عبرانی فقرہ زبان پر جاری ہوا اور وہ یہ ہے کہ۔ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ منه

ہر مجلس میں شرمندہ ہوتے ہیں اور ناحق اور بے جا تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔

خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اُس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہِ راست پر چلاؤں۔ انسان کو اِس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے دلائل اُس کو ملیں جن کے رُو سے اُس کو یقین آجائے کہ خدا ہے کیونکہ ایک بڑا حصہ دنیا کا اسی راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ اُن کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے۔ اور خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے اِس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم اور کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور پوشیدہ واقعات اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتلاتا ہے اور وہ نہاں درنہاں اسرار جن کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اپنے مقربوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے کوئی راہ نہیں جس کے ذریعہ سے آئندہ زمانہ کی ایسی پوشیدہ اور انسانی طاقتوں سے بالاتر خبریں اس کو مل سکیں۔ اور بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ غیب کے واقعات اور غیب کی خبریں بالخصوص جن کے ساتھ قدرت اور حکم ہے ایسے امور ہیں جن کے حاصل کرنے پر کسی طور سے انسانی طاقت خود بخود قادر نہیں ہوسکتی۔ سو خدا نے میرے پر یہ احسان کیا ہے جو اس نے تمام دنیا میں سے مجھے اس بات کے لئے منتخب کیا ہے کہ تا وہ اپنے نشانوں سے گمراہ لوگوں کو راہ پر لاوے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے آسمان سے دیکھا ہے کہ عیسائی مذہب کے حامی اور پیرو یعنی پادری سچائی سے بہت دور جا پڑے ہیں اور وہ ایک ایسی قوم ہے کہ نہ صرف آپ صراطِ مستقیم کو کھو بیٹھے ہیں بلکہ ہزارہا کوس تک خشکی تری کا سفر کر کے یہ چاہتے ہیں کہ اوروں کو بھی اپنے جیسا کرلیں۔ وہ نہیں جانتے کہ حقیقی خدا کون ہے بلکہ اُن کا خدا اُنہی کی ایک ایجاد ہے اس لئے خدا کے اُس رحم نے جو انسانوں کے لئے وہ رکھتا ہے تقاضا کیا کہ اپنے بندوں کو اُن کے دام تزویر سے چھڑائے اس لئے اُس نے اپنے اِس مسیح کو بھیجا تا وہ دلائل کے حربہ سے اُس صلیب کو توڑے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے بدن کوتوڑا تھااور زخمی کیا تھا۔مگر جس وقت حضرت مسیح کا بدن صلیب کی کیلوں سے توڑا گیا اس زخم اور شکست کے لئے تو خدا نے مرہم عیسیٰ طیار کر دی تھی جس سے چند ہفتوں میں ہی حضرت عیسیٰ شفا پا کر اس ظالم ملک سے ہجرت کر کے کشمیر جنت نظیر کی طرف چلے آئے۔لیکن اس صلیب کا توڑنا جو اُس پاک بدن کے عوض میں توڑا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں ذکر ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ مسیح کا مبارک بدن صلیب پر توڑا گیا جو آخر مرہم عیسیٰ کے استعمال سے اچھا ہو گیا بلکہ اس کے لئے کوئی بھی مرہم نہیں جب تک کہ عدالت کا دن آئے۔ یہ خدا کا کام ہے جو اُس نے اپنا ارادہ اس نہایت عاجز بندہ کے ذریعہ سے پورا کیا۔مگر اِس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ بخاری کی یہ حدیث کہ مسیح آئے گا اور صلیب کو توڑے گا وہ معنے نہیں رکھتی جو ہمارے قابل رحم علماء بیان کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی کوتہ اندیشی سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ مسیح دنیا میں آ کر ایک بڑے جہاد کا دروازہ کھولے گا۔ اور محمد مہدی خلیفہ سے مل کر دین پھیلانے کے لئے لڑائیاں کرے گا۔اور تلوار اُٹھائے گا اور ایک بڑی خونریزی ہوگی جو دنیا کے ابتدا سے اس وقت تک کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔اور یہاں تک خونریزی کرے گا جو زمین کو خون سے بھر دے گا سو یاد رہے کہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے بلکہ وہ حق محض جو خدا نے ہمیں سمجھایا ہے یہ ہے کہ مسیح جس کا دوسرا نام مہدی ہے **دنیا کی بادشاہت سے ہرگز حصہ نہیں پائے گا** بلکہ اس کے لئے آسمانی بادشاہت ہوگی۔اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح حکم ہو کر آئے گا اور وہ اسلام کے تمام فرقوں پر حاکم عام ہوگا جس کا ترجمہ انگریزی میں **گورنر جنرل** ہے سو یہ گورنری اُس کی زمین کی نہیں ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی طرح غربت اور خاکساری سے آوے۔سو ایسا ہی وہ ظاہر ہوا تا وہ سب باتیں پوری ہوں جو صحیح بخاری میں ہیں کہ **یضع الحرب** یعنی وہ مذہبی جنگوں کو موقوف کر دے گا اور اُس کا زمانہ امن اور صلح کاری کا ہوگا۔ جیسا کہ یہ بھی لکھا ہے کہ اُس کے زمانہ میں

﴿۹﴾

شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پئیں گے اور سانپوں سے بچے کھیلیں گے اور بھیڑیئے اپنے حملوں سے باز آئیں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایک ایسی سلطنت کے زیر سایہ پیدا ہوگا جس کا کام انصاف اور عدل گستری ہوگا۔ سو اِن حدیثوں سے صریح اور کھلے طور پر انگریزی سلطنت کی تعریف ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ مسیح اِسی سلطنت کے ماتحت پیدا ہوا ہے اور یہی سلطنت ہے جو اپنے انصاف سے سانپوں کو بچوں کے ساتھ ایک جگہ جمع کر رہی ہے اور ایسا امن ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کرسکتا۔ اس لئے مجھے جو میں مسیح موعود ہوں زمین کی بادشاہت سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ضرور تھا کہ میں غربت اور مسکینی سے آتا۔ تا اس اعتراض کو دنیا پر سے اُٹھا دیتا کہ ’’اسلام تلوار سے پھیلا ہے نہ آسمانی نشانوں سے‘‘ کیونکہ مسیح موعود کا آنا عیسائی خیالات کی شکست کے لئے تھا۔ پھر جبکہ مسیح نے خود ہی جبر کرنا شروع کیا اور تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنے لگا اور ایسی تعلیم دینے لگا تو اس صورت میں وہ عیسائیوں کے اُن اعتراضات کو اور پختہ کرے گا جو جہاد کے بارے میں اسلام کی نسبت وہ رکھتے ہیں۔ نہ یہ کہ ان کو دُور کردے گا۔ اِس لئے خدا کے سچے مسیح اور مہدی کے لئے ضروری ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ دین کو پھیلا وے تا وہ لوگ شرمندہ ہوں جنہوں نے خدا کے دین اسلام پر ناحق جھوٹے الزام لگائے۔ سو اِسی وجہ سے میں نشانوں کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور ایک بڑا بھاری معجزہ میرا یہ ہے کہ میں نے حسی بدیہی ثبوتوں کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کر دیا ہے اور ان کی جائے وفات اور قبر کا پتہ دے دیا ہے۔ چنانچہ جو شخص میری کتاب **مسیح ہندوستان میں** اوّل سے آخر تک پڑھے گا۔ گو وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا یہودی یا آریہ۔ ممکن نہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد اس بات کا وہ قائل نہ ہو جائے کہ مسیح کے آسمان پر جانے کا خیال لغو اور جھوٹ اور افترا ہے۔ غرض یہ ثبوت نظری حد تک محدود نہیں بلکہ نہایت صاف اور اجلیٰ بدیہیات ہے جس سے انکار کرنا نہ صرف بعید از انصاف بلکہ انسانی حیا سے دور ہے۔

اور وہ دوسرے نشان جو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے صد ہا نشان ہیں جن کے نہ ایک نہ دو گواہ بلکہ تمام دنیا گواہ ہے۔ دیکھو! ابھی تازہ نشان ظہور میں آیا ہے جس کا ذکر پیش از وقت ضمیمہ رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں ہے اور وہ یہ عبارت ہے ''ایک چوتھے لڑکے کے پیدا ہونے کا مجھے متواتر الہام ہوا ہے۔ اور ہم عبد الحق (غزنوی) کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ نہیں مرے گا جب تک کہ اس الہام کا پورا ہونا نہ سن لے۔ اگر وہ کچھ چیز ہے تو دعا سے اِس پیشگوئی کو ٹال دے'' دیکھو صفحہ ۵۸ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ اب دیکھو یہ کس قدر باعظمت پیشگوئی ہے کہ ایک کے پیدا ہونے کی قبل از وقت خبر دی گئی اور ایک کی زندگی کی ذمہ داری اُس وقت تک لی گئی جب تک کہ وہ لڑکا جس کی خبر دی گئی پیدا ہو جائے۔ سو الحمد للہ کہ بتاریخ ۴؍صفر ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء روز چہارشنبہ وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا جس سے پہلے تین لڑکے اس کے حقیقی بھائی پیدا ہو چکے ہیں جو اب تک موجود ہیں۔ جن کی نسبت پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا کہ ضرور ہے کہ وہ پیدا ہو لیں اور پھر چوتھا پیدا ہو۔ جس کا دوشنبہ سے تعلق ہے۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا اور قضا و قدر کی کشش سے نہایت مجبوریاں پیش آ کر چوتھے لڑکے کا عقیقہ پیر کے دن ہوا۔ تا وہ پیشگوئی پوری ہو جو ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں ایک اشتہار میں درج ہو کر شائع کی گئی تھی جس کے یہ لفظ تھے کہ ''دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ''۔ ﴿۱۰﴾

غرض یہ عجیب تر بات ہے کہ آج سے چودہ برس پہلے اشتہار ۲۰ فروری ۸۶ء میں اُس زمانہ میں یہ پیشگوئی شائع کی گئی تھی کہ جب کہ ان ہر چہار موعود لڑکوں میں سے ایک بھی ابھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور یہ بات بھی ایک حیرت انگیز نشان ہے کہ انسان اپنے دعوے کی تائید میں چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی پیشگوئی ایسے وقت کرے کہ جبکہ ان میں سے ایک کا بھی وجود نہ ہو۔ اور جبکہ وہ خود پیرانہ سالی کے سن تک پہنچا ہو۔ اور ماسوا اِس کے دائم المرض ہو۔ اور پسر چہارم کے لئے یہ شرط لگا دی کہ فلاں آدمی ابھی نہیں مرے گا جب تک

وہ چوتھا لڑکا پیدا نہ ہو۔ ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ باتیں انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں۔ اور اگر یہ پیشگوئیاں صرف زبانی ہوتیں اور شائع نہ کی جاتیں تو منکرین کے لئے انکار کی گنجائش رہ جاتی مگر حق کے طالبوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ یہ تمام پیشگوئیاں بہت مدت پیش از وقت شائع کی گئی ہیں۔ چودہ سال پہلے بیان کرنا اور لاکھوں انسانوں میں تحریری اشتہارات کو مشتہر کر دینا کیا یہ انسان کا کام ہوسکتا ہے؟ دنیا میں کون ہے جو کسی قیافہ یا اٹکل سے پیشگوئی کر سکے؟ کہ ضرور ہے کہ فلاں میری بیوی سے میرے گھر میں چار لڑکے پیدا ہوں۔ اور ضرور ہے کہ چوتھے لڑکے کا دوشنبہ سے کچھ تعلق ہو۔ اور ضرور ہے کہ فلاں شخص اس وقت تک فوت نہ ہو جب تک چوتھا لڑکا پیدا ہو جائے۔

اب ذرہ سوچو کہ یہ کس عظمت اور شان کی پیشگوئی اس شخص کی ہے جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور پھر ایسی پیشگوئیاں اپنی سچائی کی معیار قرار دیں۔ اور یہ بھی اشتہارات میں مخالفوں کو مخاطب کر کے لکھ دیا کہ اگر تم خدا دوست ہو اور خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تو دعا کرو کہ یہ پیشگوئیاں پوری نہ ہوں اور پھر وہ پیشگوئیاں پوری ہوگئیں اور مخالفوں نے جو الہامی بھی کہلاتے تھے بہت سی دعائیں بھی کیں کہ وہ پیشگوئیاں ٹل جائیں لیکن خدا نے ان کی دعا نہ سنی اور سب کے سب نامراد رہے۔ کیا ایسا مدعی جھوٹا ہوسکتا ہے؟ جن تحریروں اور محکم شہادتوں کے ساتھ یہ نشان ظاہر ہوگئے۔ دنیا میں تلاش کرو کہ بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلیٰ درجہ کے ثبوت کی نظیر کہاں ہے؟ مگر اس جگہ یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ چونکہ متعصب انسان کی یہ عادت ہے کہ جبکہ اس پر ہر ایک طرح سے حجت پوری ہو جاتی ہے اور خوب مضبوط طور پر الزام کے شکنجے کے نیچے آ جاتا ہے۔ تو پھر وہ دیدہ دانستہ حیا اور شرم سے بھی لاپروا ہو کر دن کو رات کہنا شروع کر دیتا ہے۔ اور باوجودیکہ کوئی بھی انکار کی گنجائش نہ ہو تب بھی بیہودہ نکتہ چینیوں کی بنا پر انکار کئے جاتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ ہمارے مخالفوں نے خدا تعالیٰ کے صدہا نشانوں کو دیکھ کر پھر بھی اُن سے کچھ بھی فائدہ نہیں اُٹھایا

﴿۱۱﴾

بلکہ بعض ایسی پیشگوئیوں پر بھی جو مشروط تھیں اور بلحاظ اپنے شرائط کے پوری ہوگئی تھیں اور الہامی شرطوں نے تقاضا کیا تھا کہ ان کی پابندی کرنے والوں کو پابندی کا فائدہ ملے۔ کمال نا انصافی سے یہ اعتراض کیا کہ وہ جھوٹی نکلیں اور پوری نہیں ہوئیں۔ جیسا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی تھی جس میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم صاحب پندرہ مہینے کی میعاد میں حق کی طرف رجوع کر لیں گے تو موت سے بچ جائیں گے۔ نافہم مخالفوں نے یہ شور مچا دیا کہ آتھم پندرہ مہینے کے اندر فوت نہیں ہوا بلکہ بعد میں فوت ہوا۔ اور اگر یہ لوگ ایک ساعت تعصب سے الگ ہوکر پیشگوئی کے مضمون پر غور کرتے اور شرط کے لفظوں کو تدبر سے دیکھتے اور پھر آتھم صاحب کے اُن حالات پر نظر ڈالتے جو پیشگوئی کی میعاد پندرہ مہینے میں انہوں نے ظاہر کئے تو بلا شبہ انسانی حیا ان کو اس بات سے مانع آتا کہ وہ ایسی روشن پیشگوئی کو جو کھلے کھلے طور پر پوری ہوگئی غلط قرار دیتے۔ مگر اس اندھی دنیا میں تعصب بھی ایک سخت پُر آشوب غبار ہے جس سے انسان دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا۔ اور سنتا ہوا نہیں سنتا۔ اور سمجھتا ہوا نہیں سمجھتا۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آتھم نے پندرہ مہینے میعاد پیشگوئی میں مذہبی مباحثات سے بکلی منہ بند رکھا اور اُس اپنی قدیم عادت سے رجوع کیا جس کو وہ ہمیشہ تالیف اور تحریر کے رو سے ظاہر کرتا تھا۔ کیا اس رجوع کا بجز اس کے کوئی اور سبب تھا کہ وہ اس بات سے ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ متعصّبانہ بحثوں اور تحریری اور تقریری گستاخیوں سے جلد تر اس پر کوئی وبال آوے۔ پس غضب الٰہی کے خوف سے اپنی قدیم عادت سے رجوع کرنا پڑا۔ کیا یہ رجوع نہ تھا؟ کیا یہ عیسائیت پر استقامت کی دلیل ہے کہ ایسا شخص جو کبھی توہین اسلام اور بحث مباحثہ سے باز نہیں آتا تھا وہ پندرہ مہینے یعنی میعاد پیشگوئی کے ایّام تک اپنا منہ بند رکھے اور حواس باختہ ہوکر سودائیوں کی طرح زندگی گذرانے؟ پس جبکہ آتھم نے پیشگوئی سے ڈر کر اپنی پہلی طرز زندگی کو چھوڑ دیا اور خوف کے آثار ظاہر کئے اور بے ادبی اور ردِّ اسلام سے باز آ گیا تو کیا اس حالت کو رجوع نہیں کہیں گے؟

ہاں اگر وہ کامل طور پر رجوع کرتا تو خدا تعالیٰ بھی کامل طور پر اُس کو تاخیر دیتا لیکن چونکہ اُس کا رجوع کامل نہ تھا اور نیز وہ اپنے رجوع پر قائم نہ رہ سکا اور میعاد کے بعد اُس نے اصل گواہی کو چھپایا اس لئے پیشگوئی کے اثر نے اُس کو نہ چھوڑا۔ اور جلد وفات پا گیا۔ غرض یہ ظلم صریح ہے اور سخت حق پوشی کہ ایسا ظاہر کیا جائے کہ گویا آتھم پیشگوئی کے سننے کے بعد بڑی بہادری اور استقامت سے اپنی معمولی طرز زندگی اور خدمت مذہب عیسائی پر قائم اور مستقرّ رہا جو شخص خدا کی لعنت سے ڈرے ایسا جھوٹ ہرگز نہیں بولے گا۔ بھلا تم میں سے کوئی تو ثابت کر کے دکھلاوے کہ آتھم پیشگوئی کی میعاد میں اپنی پہلی عادات پر قائم اور مستقیم رہا اور پیشگوئی کی دہشت نے اُس کو مبہوت نہ کیا۔ اگر کوئی ثابت کر سکتا ہے تو کرے ہم قبول کرنے کو طیار ہیں۔ ورنہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن۔ کیا یہ رجوع نہیں تھا کہ نہ صرف آتھم بدزبانی سے باز آیا بلکہ پیشگوئی کی تمام میعاد یعنی پندرہ مہینے تک ڈرتا رہا اور بے قراری اور خوف کے آثار اُس کے چہرہ پر ظاہر تھے اور اس کو کسی جگہ آرام نہ تھا۔ کیا یہ دلیل کچھ تھوڑے وزن کی ہے کہ جس وقت آتھم صاحب کو میں نے چار ہزار نقد روپیہ اِس بات کے لئے دینا کیا کہ وہ مجلس میں قسم کھا جائیں کہ انہوں نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور خدا کے غضب کا خیال اُن کے دل میں نہیں تھا تو آتھم صاحب نے قسم کھانے سے صاف انکار کر دیا؟ اور میں نے ان کو اشتہار کے ذریعہ سے مطلّع کیا کہ اگر تم قسم کھانے کو طیار ہو تو میں تمہارے چوکھٹ میں قدم رکھنے سے پہلے چار ہزار روپیہ تمہارے حوالہ کر دوں گا مگر پھر بھی اُس نے قسم نہ کھائی حالانکہ مسیح نے بغیر حاضری عدالت کے خود بخود قسم کھائی۔ پولوس نے بغیر حاضری عدالت کے خود بخود قسم کھائی۔ پھر آتھم کو قسم کھانے سے کس چیز نے روک دیا☆؟ کیا یہ دلیل آتھم صاحب کے رجوع کی کچھ تھوڑے وزن کی ہے کہ اُن کو بذریعہ اشتہار مطبوعہ کے میں نے

﴿۱۲﴾

☆ معتبر شہادتوں سے معلوم ہوا جس سے آتھم صاحب نے انکار نہ کیا۔ بلکہ صاف اقرار کیا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کئی دفعہ عدالت میں حاضر ہو کر بعض مقدمات میں گواہی دینے کی تقریب پر قسم کھائی۔ وہ کاغذات سرکاری دفتروں میں اب تک موجود ہیں۔ منه

اطلاع دی کہ اگر وہ خوف جس کا تمہیں اقرار ہے خدا کے غضب سے نہ تھا بلکہ میرے کسی مجرمانہ حملہ سے تھا تو عدالت میں نالش کرو اور اس کا ثبوت دو لیکن نہ اُس نے نالش کی اور نہ ایام پیشگوئی میں اِس بات کو کسی اخبار میں چھپوایا کہ میں قتل کئے جانے سے ڈرتا رہا اور نہ پولس میں اطلاع دی۔ کیا اِس سے ظاہر نہیں کہ ایسی کارروائی کرنے سے اُس کا دِل اُس کو ملزم کرتا تھا۔ کیا یہ دلیل آتھم صاحب کے رجوع کی کچھ تھوڑے وزن کی ہے کہ جیسا کہ الہام میں پیش از وقت شائع کیا گیا تھا کہ آتھم رجوع سے فائدہ اُٹھائے گا لیکن اگر گواہی کو پوشیدہ کرے گا تو پھر جلد پکڑا جائے گا اور فوت ہو جائے گا۔ یہ الہام آتھم صاحب کے فوت ہونے سے پہلے لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکا تھا۔ چنانچہ آتھم صاحب میرے آخری اشتہار سے چھ ماہ بعد فوت ہو گئے اور اپنے بچنے اور مرنے سے پیشگوئی کی شہادت کو دوہرے طور پر ثابت کر گئے۔ جب شرط پر عمل کیا تو بقدر اس عمل کے تاخیر ہو گئی۔ اور جب گواہی کو چھپایا تو پکڑا گیا۔ دیکھو یہ پیشگوئی کیسی صاف اور روشن تھی اور کس طرح اس میں الٰہی عظمت بھری ہوئی تھی مگر پھر بھی متعصب لوگوں نے الہامی شرط کو نظر انداز کر کے تکذیب پر کمر باندھ لی۔ سو اسی طرح ہمیشہ نبیوں کی تکذیب ہوتی رہی ہے۔ افسوس کہ ان ظالم طبع لوگوں نے آتھم والی پیشگوئی کا لیکھرام والی پیشگوئی سے مقابلہ بھی نہیں کیا۔ یہ ہدایت پانے کا مقام تھا کہ آتھم کی پیشگوئی میں الہام رجوع کی شرط سے وابستہ تھا اور بہت سے قرائن نے ظاہر کر دیا تھا کہ ضرور آتھم نے شرط کی پابندی کی سو خدائے رحیم نے اس کی پابندی سے جس قدر کہ پابندی اس سے ظہور میں آئی اسی قدر اُس کو فائدہ پہنچا دیا۔ مگر لیکھرام کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اِس لئے اس کو تاخیر نہ ملی۔ آتھم نے نرمی اور خوف اور ہراساں اور ترساں ہونے سے کام لیا۔ اس لئے خدا نے بھی اس سے نرمی کی مگر لیکھرام نے پیشگوئی کے بعد زبان کی چھری حد سے زیادہ تیز کر دی اور ہمارے رسول کریم کو ہر ایک مجلس میں گالیاں دینا شروع کیا اس لئے اس نے خدا کے تیز حربہ سے اپنی تیزی کا پھل پایا۔ یہ دونوں پیشگوئیاں اپنی اپنی جگہ جمالی اور جلالی رنگ میں ہیں۔

آتھم کی پیشگوئی جمالی ہے اور لیکھرام کی جلالی۔ ان دونوں پیشگوئیوں پر نظر غور ڈالنے سے بڑا علم حاصل ہوتا ہے اور عاداتِ الٰہیہ کی حقیقت کھلتی ہے کہ وہ کیونکر نرم کے ساتھ نرم اور سخت کے ساتھ سخت ہے، آتھم اور لیکھرام کی روش کا فرق کس کو معلوم نہیں؟ مگر اب کون بیان کرے جبکہ بہرحال جھٹلانا منظور ہے۔ اگر اسی طرح تکذیب جائز ہے جیسا کہ آتھم کی پیشگوئی کی نسبت کی گئی تو پھر ایسے لوگوں کو نبیوں کی بہت سی پیشگوئیوں سے انکار کرنا پڑے گا۔ جس طور سے اِس بندۂ حضرت احدیت کے کھلے کھلے طور پر نشان ظاہر ہوئے۔ اور لاکھوں انسانوں میں پیش از وقت پیشگوئیاں مشہور ہو کر پھر کُشتی کے منظر عام کی طرح ہزارہا لوگوں کے زیر نظر وہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں کیا اس کی نظیر دنیا میں ہے؟

سو چنا چاہیے کہ پیشگوئیاں چھ صورتوں سے باہر نہیں ہوتیں۔ (۱) یا اپنی ذات کے متعلق۔ (۲) یا اپنی بیوی کے متعلق (۳) یا اپنی اولاد کے متعلق (۴) یا اپنے دوستوں کے متعلق (۵) یا اپنے دشمنوں کے متعلق (۶) یا دنیا کی اور کسی چیز یا انسان کے متعلق۔ سو یہ تمام قسموں کی پیشگوئیاں کتاب براہین احمدیہ اور اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء اور حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۔ اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء مندرجہ آئینہ کمالات اسلام اور ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۵۸۔ اور رسالہ انجام آتھم صفحہ ۲۸۲ اور رازالۂ اوہام میں درج ہیں اور نیز اشتہار جنوری ۱۸۹۷ء میں بھی جس میں یہ پیشگوئی تھی کہ جلسہ مذاہب میں ہمارا مضمون غالب رہے گا۔ جس کی تصدیق سول ملٹری گزٹ اور آبزرور نے بھی کی۔ ایسا ہی کتاب البریت میں بھی جس میں ایک پیشگوئی ڈاکٹر مارٹن ہنری کلارک کے مقدمہ سے بری ہونے کی نسبت ہے۔ یہ تمام پیشگوئیاں اگر تفصیلاً لکھی جائیں تو ایک دفتر بنتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر ایک پیشگوئی کی قدر و منزلت دیکھنے کے لئے یہ بھی دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی کس وقت اور کس زمانہ میں لکھی گئی۔ مثلاً چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی نسبت ایسے وقت میں پیشگوئی کرنا جبکہ اُن میں سے ایک لڑکا بھی موجود نہ تھا اور ساتھ اس کے یہ پیشگوئی کرنا کہ عبدالحق نہیں مرے گا جب تک چوتھا لڑکا پیدا ہونا نہ سن لے۔ کیا

﴿۱۳﴾

ایسی پیشگوئی کرنا انسانی طاقتوں میں داخل ہے؟ اگر ہے تو کوئی اِس کا مقابلہ کر کے دکھلاوے۔
ایسا ہی جب براہین احمدیہ میں یہ الہام شائع کیا گیا کہ ’’میں تجھے ایک نامور انسان بناؤں گا۔ اور لوگوں کے دلوں میں تیری محبت ڈالوں گا۔ اور دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ اور دور دور سے تیرے آرام کی چیزیں تجھے پہنچائی جائیں گی‘‘۔ اس زمانہ کو اب بیس برس گذر گئے اور یہ عاجز اُس وقت ایک ایسا گمنام آدمی تھا کہ بجز ایسے دو چار آدمیوں کے کہ جو میرے باپ کے وقت سے میرے روآشنا تھے اور کوئی بھی پنجاب اور ہندوستان سے مجھ کو نہیں جانتا تھا اور نہ مجھ سے ہمدردی اور دوستی کا تعلق رکھتا تھا۔ پھر بعد اس کے اِس پیشگوئی کے مطابق اب لاکھوں انسانوں بلکہ کروڑوں میں میں مشہور کیا گیا اور کئی ہزار آدمی مجھ سے ہمدردی اور دوستی اور اخلاص کا تعلق رکھنے والے پیدا ہو گئے اور ہندوستان کے کناروں تک بلکہ برہما اور بندر عباس اور مدراس اور بخارا اور حیدرآباد اور افریقہ اور کابل کے ملک سے انواع اقسام کے تحفے لوگوں نے بھیجے اور میرے سلسلہ کے لئے بہت سے روپیہ سے مدد کی اور ہمیشہ کرتے ہیں۔ پس یہ مقام رقت اور وجد کا ہے کہ کیونکر اِس وقت اُس زمانہ کی پیشگوئیاں جبکہ میں ایک ہیچ اور رذیل چیز کی طرح اِس جنگل میں پڑا تھا۔ نہایت کرّ و فرّ اور شان وشوکت سے پوری ہو گئیں۔ اپنے دلوں میں غور کرو اور عقلمندوں سے پوچھو کہ کیا اِس قسم کی پیشگوئیوں میں انسانی طاقت کا دخل ہے☆؟ بعض نادان جن کو تعصب نے اندھا کر دیا ہے کہتے ہیں کہ اگرچہ بعض پیشگوئیاں سچی نکلیں جیسا کہ احمد بیگ کے فوت ہونے کی اور لیکھرام کے قتل کئے جانے کی اور لاہور کے جلسۂ اعظم مذاہب

☆ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ میری پیشگوئیوں سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اُٹھائیں بلکہ بعض پیشگوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہوں جیسا کہ براہین احمدیہ وغیرہ کتابوں کی یہ پیشگوئیاں کہ ’’میں تجھے اسی[۸۰] برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا اور مخالفوں کے ہر ایک الزام سے تجھے بری کروں گا اور تجھے ایک بڑا خاندان بناؤں گا اور تجھ سے ایک عظیم الشان انسان پیدا کروں گا اور تیرے تابعین سے دنیا بھر جائے گی اور وہ ہمیشہ دوسروں پر غالب رہیں گے اور تو ہلاک نہیں ہوگا جب تک کہ راستی کے دلائل کو زمین پر قائم نہ کر لے اور جب تک کہ خبیث اور طیب میں فرق پیدا نہ ہو لے۔ اور خدا تجھے اس قدر برکت دے گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ منہ

میں تقریر کے بالا رہنے کی اور زمانہ گمنامی کے بعد کروڑ ہا آدمیوں میں شہرت ہو جانے اور ہزار ہا مخلص اور ہمدرد اور خادم پیدا ہو جانے کی اور دور دور سے تحائف اور مال پہنچنے کی اور ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے الزام خون کے مقدمہ سے آخر بری ہو جانے کی اور مولوی محمد حسین کے سب وشتم اور بدزبانی کے روکے جانے کی اور ساتھ اس کے اس مقدمہ سے بری ہونے کی اور اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے مطابق چار لڑکے پیدا ہونے کی اور ضمیمہ رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ کے مطابق چوتھا لڑکا اُس وقت پیدا ہونے کی کہ ابھی عبد الحق غزنوی شاگرد مولوی عبداللہ صاحب غزنوی زندہ تھا۔ اور تین☆ ابتلا پیش آنے کی پیشگوئی جس کا ذکر براہین کے صفحہ ۲۴۱ اور صفحہ ۵۱۰ اور صفحہ ۵۱۱ اور صفحہ ۵۵۷ میں ہے۔ یہ پیشگوئیاں سب پوری ہوئیں لیکن آتھم کی

﴿۱۴﴾

☆ یہ تین ابتلا جن کی آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں خبر دی گئی ہے ان میں سے ایک وہ ہے جو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے ناحق جھوٹا مقدمہ الزام اقدام خون کا میرے پر دائر کیا۔ اس ابتلا کی طرف براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں صریح اشارہ ہے۔ دوسرا وہ ابتلا ہے جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے ناحق میرے پر کفر کا فتویٰ لکھا اور پھر ذلت کی پیشگوئی کے اُلٹے معنے کئے اور میرے پر مقدمہ بنایا گیا۔ اس ابتلا کی طرف صفحہ ۵۱۰ اور صفحہ ۵۱۱ براہین میں اشارہ ہے۔ اور تیسرا ابتلا لیکھرام کے مقدمہ میں ہندوؤں کا جوش اور ناحق میرے گھر کی تلاشی کرانا ہے جس کا ذکر براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۷ میں بطور اشارہ ہے✿ غرض براہین احمدیہ میں تین سخت ابتلا کا بطور پیشگوئی ذکر تھا۔ سو وہ تینوں ابتلا پورے ہوگئے۔ اور شائد ان کی کوئی اور شاخ ابھی باقی ہو۔ منہ

✿ **حاشیہ در حاشیہ**

آریوں کا میرے پر بدظن ہونا تعجب کی جگہ ہے کیونکہ سب سے پہلے تو آریوں کو ہی میرے نشانوں کا تجربہ ہوا تھا۔ قادیاں کے بعض آریوں کو میں نے پیش از وقت پنڈت دیانند سورستی کی موت کی خبر دی کہ چھ ماہ کے اندر فوت ہو جائے گا۔ اور خود ان آریوں کے بعض بلاؤں کی پیش از وقت خبر دی اور پھر بلا سے رہائی پانے کی پیش از وقت خبر دی۔ ان تمام الہامات کی تفصیل براہین احمدیہ میں موجود ہے اور جن کی نسبت پیشگوئی کی گئی تھی وہ بھی قادیان میں زندہ موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک کا نام شرمپت ہے وہ ذات کے کھتری اور بازار کے چودھری ہیں۔ شرمپت کو میں نے خدا سے الہام پا کر خبر دی تھی کہ ان کے مقدمہ کی فوجداری مثل چیف کورٹ سے واپس آئے گی اور ماتحت عدالت سے نصف قید بشمبر داس اُس کے بھائی کی میری دُعا کی وجہ سے معاف کر دی جائے گی مگر بری نہیں ہوگا۔ اور میں نے اُس کو یہ بھی کہا تھا کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا ہے کہ میں نے نوشتہ قضا وقدر کی نصف قید کو اپنی قلم سے کاٹ دیا ہے مگر بری نہیں کیا۔ لالہ شرمپت ایک سخت متعصب آریہ دشمن اسلام ہے۔ میری تصدیق کے لئے اس قدر کافی ہے کہ لالہ شرمپت کو اولاد کی قسم دے کر پوچھا جائے کہ کیا یہ میرے بیانات صحیح ہیں یا غلط؟ منہ

نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور نیز پیشگوئی کی گئی تھی کہ لڑکا ہوگا لیکن لڑکی ہوئی اور پھر لڑکا ہوا تو مر گیا۔ ہاں بعد میں چار لڑکے ضرور ہو گئے۔ سو آتھم کی نسبت ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ الہامی شرط کے موافق وہ پیشگوئی کمال صفائی سے پوری ہوگئی۔ بھلا تم ہی بتلاؤ کہ جس الہام میں صریح شرط تھی اور قرائن ثابت شدہ نے بتلا دیا تھا کہ آتھم نے کسی حد تک اس شرط کی ضرور پابندی کی تو کیا ضرور نہ تھا کہ اس پابندی سے آتھم فائدہ اُٹھاتا۔ کیا خدا تعالیٰ پر تخلف وعدہ جائز ہے؟ کیا روا ہے کہ وہ کسی رعایت اور درگذر کا وعدہ کر کے پھر اس وعدہ کا کچھ لحاظ نہ رکھے۔ یونس نبی کے الہام میں کوئی بھی شرط نہ تھی تب بھی توبہ کرنے والوں نے اپنی توبہ سے فائدہ اٹھایا۔ پھر آتھم صریح شرط سے کیوں تھوڑا سا فائدہ نہ اُٹھالیتا؟ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ آتھم ایسا اپنی عیسائیت کے تعصب پر قائم رہا کہ کچھ بھی خوف نہیں کیا اور رجوع کی شرط کو چھوا بھی نہیں۔ اِس بات پر آفتاب کی طرح دلائل چمک رہے ہیں کہ آتھم پیشگوئی کے سننے کے بعد اپنے پہلے تعصب اور سخت زبانی اور عادت مقابلہ اسلام پر قائم نہ رہ سکا۔ اور وہ پیشگوئی کو سن کر اس طرح دہشت زدہ ہو گیا جس طرح بجلی کو دیکھ کر ایک بچہ دہشت زدہ ہو جاتا ہے اور اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کر لی اور غریب طبع ہو گیا۔ اگر اب بھی کوئی اپنے تعصب اور بخل کو نہ چھوڑے تو بجز اس کے کیا علاج ہے کہ ہم اُس کو یہ بات کہہ کر چھوڑ دیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ اور یاد رہے کہ لڑکی پیدا ہونا یا ایک لڑکا پیدا ہو کر مر جانا اس سے الہام کو کچھ تعلق نہ تھا۔ الہام یہ بتلاتا تھا کہ چار لڑکے پیدا ہوں گے اور ایک کو ان میں سے ایک مرد خدا مسیح صفت الہام نے بیان کیا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل سے چار لڑکے پیدا ہو گئے۔ ہمارا کوئی الہام ایسا نہیں ہے جس کا یہ مضمون ہو کہ پہلے حمل میں لڑکا ہی پیدا ہوگا یا دوسرے حمل میں جو لڑکا پیدا ہوگا وہ جیتا رہے گا۔ ہاں اگر ہم نے محض اپنے اجتہاد سے یہ خیال کیا ہو کہ شاید یہی لڑکا مردانِ خدا میں سے ہوگا تو یہ الہامِ الٰہی پر الزام نہیں۔ ہم اپنی اجتہادی باتوں کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے۔ ہمیں ملزم کرنے کے لئے

﴿۱۴﴾

ہمارا کوئی الہام پیش کرنا چاہیئے۔ اجتہادی غلطی نبیوں اور رسولوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ جس پر وہ قائم نہیں رکھے جاتے۔ ذرہ صحیح بخاری کو کھولو اور حدیث ذھب وھلی کو غور سے پڑھو۔ ایسا اعتراض کرنا جو دوسرے پاک نبیوں پر بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وہی اعتراض آوے مسلمانوں اور نیک آدمیوں کا کام نہیں ہے بلکہ لعنتیوں اور شیطانوں کا کام ہے۔ اگر دل میں فساد نہیں تو قوم کا تفرقہ دور کرنے کے لئے ایک جلسہ کرو اور مجلس عام میں میرے پر اعتراض کرو کہ فلاں پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ پھر اگر حاضرین نے قسم کھا کر کہہ دیا کہ فی الواقع جھوٹی نکلی اور میرے جواب کو سن کر مدلل بیان اور شرعی دلیل سے رد کر دیا تو اُسی وقت مَیں توبہ کروں گا۔ ورنہ چاہیے کہ سب توبہ کر کے اس جماعت میں داخل ہو جائیں اور درندگی اور بدزبانی چھوڑ دیں۔

﴿۱۵﴾ اے مسلمانوں کی ذریت! میں نے آپ لوگوں کا کیا گناہ کیا ہے کہ آپ لوگ انواع اقسام کے منصوبوں سے میری ایذا کے درپئے ہو گئے۔ تم میں سے جو مولوی ہیں وہ ہر وقت یہی وعظ کرتے ہیں کہ یہ شخص کافر بے دین دجال ہے اور انگریزوں کی سلطنت کی حد سے زیادہ تعریف کرتا ہے اور رومی سلطنت کا مخالف ہے۔ اور تم میں سے جو ملازمت پیشہ ہیں وہ اِس کوشش میں ہیں کہ مجھے اِس محسن سلطنت کا باغی ٹھہراویں۔ میں سنتا ہوں کہ ہمیشہ خلافِ واقعہ خبریں میری نسبت پہنچانے کے لئے ہر طرف سے کوشش کی جاتی ہے حالانکہ آپ لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ میں باغیانہ طریق کا آدمی نہیں ہوں۔ میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اِس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے

جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دِلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں پھر کیونکر ممکن تھا کہ میں اس سلطنت کا بدخواہ ہوتا یا کوئی ناجائز باغیانہ منصوبے اپنی جماعت میں پھیلاتا جبکہ میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا۔ اور اپنے مریدوں میں یہی ہدایتیں جاری کرتا رہا تو کیونکر ممکن تھا کہ ان تمام ہدایتوں کے برخلاف کسی بغاوت کے منصوبے کی میں تعلیم کروں۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظّمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ میں۔ پھر میں خود اپنے آرام کا دشمن بنوں اگر اس سلطنت کے بارے میں کوئی باغیانہ منصوبہ دل میں مخفی رکھوں اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے بدخیال جہاد اور بغاوت کے دلوں میں مخفی رکھتے ہوں میں ان کو سخت نادان بدقسمت ظالم سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ہم اِس بات کے گواہ ہیں کہ اِسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوئی ہے۔ تم چاہو دل میں مجھے کچھ کہو۔ گالیاں نکالو یا پہلے کی طرح کافر کا فتویٰ لکھو۔ مگر میرا اصول یہی ہے کہ ایسی سلطنت سے دِل میں بغاوت کے خیالات رکھنا یا ایسے خیال جن سے بغاوت کا احتمال ہو سکے سخت بدذاتی اور خدا تعالیٰ کا گناہ ہے۔ بہتیرے ایسے مسلمان ہیں جن کے دل کبھی صاف نہیں ہوں گے۔ جب تک اُن کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ خونی مہدی اور خونی مسیح کی حدیثیں تمام افسانہ اور کہانیاں ہیں۔

اے مسلمانوں اپنے دین کی ہمدردی تو اختیار کرو مگر سچی ہمدردی۔ کیا اِس معقولیت کے زمانہ میں دین کے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم تلوار سے لوگوں کو مسلمان کرنا چاہیں۔ کیا جبر کرنا اور زور اور تعدّی سے اپنے دین میں داخل کرنا اِس بات کی دلیل ہوسکتی ہے کہ وہ دین خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ خدا سے ڈرو اور یہ بیہودہ الزام دین اسلام پر مت لگاؤ کہ اس نے جہاد کا مسئلہ سکھایا ہے اور زبردستی اپنے مذہب میں داخل کرنا اس کی تعلیم ہے۔ معاذ اللہ ہرگز

قرآن شریف کی یہ تعلیم نہیں ہے اور نہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح آئے گا جو جبراً مسلمان کرے گا اور انسانوں کو قتل کرنا اس کا کام ہوگا۔ جس مہدی یا مسیح نے آنا تھا وہ آچکا۔ کیا ضرور نہ تھا کہ وہ مسیح غلبہ صلیب کے وقت آتا؟ کیا سب سے اوّل درجہ کی علامت مسیح موعود کی یہ نہیں ہے کہ وہ صلیب کے غلبہ میں آئے گا۔ اب خود دیکھ لو کہ اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں صلیبی مذہب کس قدر ترقی کرتا گیا اور کس قدر نہایت سرعت کے ساتھ اس کا قدم دن بدن آگے ہے۔ ایسی قوم ملک ہند میں کونسی ہے جس میں سے ایک جماعت اس مذہب میں داخل نہیں کی گئی۔ کروڑہا کتابیں اور رسالے دینِ اسلام کے ردّ میں شائع ہوچکیں یہاں تک کہ اُمہات المومنین جیسی گندی کتاب بھی تمہاری تنبیہ کے لئے عیسائیوں کے ہاتھ سے شائع ہوئی۔ بیچاری چودھویں صدی میں سے بھی جس پر ایسی ضرورت کے وقت میں مجدد نے آنا تھا سولہ[۱۶] برس گذر گئے لیکن آپ لوگوں نے اب تک مسیح موعود کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ زمین نے صلیبی مذہب کے غلبہ کی وجہ سے مسیح موعود کی ضرورت پر گواہی دی اور آسمان نے خسوف کسوف کو رمضان میں عین مقررہ تاریخوں پر دکھلا کر اُس مہدی معہود کے ظاہر ہو جانے کی شہادت دی۔ اور جیسا کہ مسیح کے وقت کی نشانی لکھی تھی اونٹوں کی سواری اور بار برداری میں بھی ریل گاڑیوں نے فرق ڈال دیا اور جیسا کہ علامات میں لکھا تھا ملک میں طاعون بھی پھوٹی حج بھی روکا گیا اور اہل کشف نے بھی اسی زمانہ کی خبر دی اور نجومی بھی بول اُٹھے کہ مسیح موعود کا یہی وقت ہے☆ اور جس نے دعویٰ کیا اُس کا نام بھی یعنی غلام احمد قادیانی

﴿۱۶﴾

☆ **نوٹ** ۔ اخبار ڈان میں جس سے پرچہ ٹربیون مورخہ ۸؍ جولائی ۱۸۹۹ء نے نقل کیا ہے ایک فاضل منجّم کی یہ پیشگوئی شائع کی گئی ہے کہ ۱۹۰۰ء عیسوی کے ساتھ ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اور یہ دونوں سن یعنی ۱۸۹۰ء تا ۱۹۰۰ء ایک عظیم الشان دورہ ختم کرتے ہیں جس کے خاتمہ پر سورج منطقۃ البروج کے ایک نئے بُرج میں داخل ہوتا ہے اور اس ہیئت کی تاثیر سے یعنی جبکہ سورج ایک نئے برج میں داخل ہو جیسا کہ قدیم سے ہوتا رہا ہے ۱۹۰۰ء میں زمین پر مسیح کلمۃ اللہ کا ایک نیا اوتار اور خدا کا ایک نیا مظہر ظہور کرے گا اور وہ مسیح کا مثیل ہوگا اور دنیا کو بیدار کر کے ایک اعلیٰ زندگی بخشے گا۔ دیکھو ٹربیون ۸؍ جولائی ۱۸۹۹ء مطبوعہ لاہور۔ منہ

اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے یعنی تیرہ سو[۱۳۰۰] کا عدد جو اِس نام سے نکلتا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا جس کا نام تیرہ سو کا عدد پورا کرتا ہے۔ مگر آپ لوگوں کی اب تک آنکھ نہیں کھلی۔ آپ لوگ اِسلام کی ہمدردی کے یہی معنے سمجھتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو ایسے شخص کو جس کے منہ سے اسلام کی مخالفت اور توہین کا کلمہ نکلے سزا دی جائے یا دلائی جائے جیسا کہ اُمہات المؤمنین کے شائع ہونے کے وقت میں بھی یہی کارروائی کی گئی اور گورنمنٹ کو جتلایا گیا کہ ہم اِس کتاب کا جواب لکھنا نہیں چاہتے صرف سزا دلانا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ ایسی درخواست اس صورت میں قابلِ توجہ ہوسکتی تھی کہ کتاب مذکور قانون سڈیشن کے نافذ ہونے کے بعد تالیف ہوتی اس لئے وہ درخواست نامنظور ہوئی۔ اور یہ تو خود آپ لوگ اشارۃً اقرار کر چکے کہ ہم ردّ لکھنا نہیں چاہتے۔ تو گویا نہ اِدھر کے رہے اور نہ اُدھر کے رہے۔ غرض یہ عادت جوش اور اشتعال اور انتقام طلبی کی اچھی نہیں۔ اس سے اِسلام بدنام ہو رہا ہے۔ یاد رکھو کہ اب جو شخص مسیح موعود اور مہدی معہود کے نام پر آوے اور لیاقت صرف اتنی ہو کہ لوگوں کو تلوار کا خوف دِکھلا کر مسلمان کرنا چاہے تو بلا شبہ وہ جھوٹا ہوگا نہ صادق۔ جن کے ہاتھ میں خدا تعالیٰ سچائی اور آسمانی نشانوں کی تلوار دیتا ہے اُن کو اِس لوہے کی تلوار کی کیا ضرورت ہے۔ یہ جہالت اور سخت نادانی ہے کہ اس زمانہ کے نیم مُلّا فی الفور کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبراً مسلمان کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی تھی اور انہی شبہات میں ناسمجھ پادری گرفتار ہیں۔ مگر اس سے زیادہ کوئی جھوٹی بات نہیں ہوگی کہ یہ جبر اور تعدّی کا الزام اُس دین پر لگایا جائے جس کی پہلی ہدایت یہی ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[۱] یعنی دین میں جبر نہیں چاہیے بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بزرگ صحابہ کی لڑائیاں یا تو اس لئے تھیں کہ کفار کے حملہ سے اپنے تئیں بچایا جائے اور یا اس لئے تھیں کہ امن قائم کیا جائے۔ اور جو لوگ تلوار سے دین کو روکنا چاہتے ہیں ان کو تلوار سے پیچھے ہٹایا جائے مگر اب کون مخالفوں میں سے دین کے لئے تلوار اُٹھاتا ہے اور

[۱] البقرۃ:۲۵۷

مسلمان ہونے والے کو کون روکتا ہے اور مساجد میں نماز پڑھنے اور بانگ دینے سے کون منع کرتا ہے۔ پس اگر ایسے امن کے وقت میں ایسا مسیح ظاہر ہو کہ وہ امن کا قدر نہیں کرتا۔ بلکہ خواہ نخواہ مذہب کے لئے تلوار سے لوگوں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بلاشبہ ایسا شخص جھوٹا کذاب مفتری اور ہرگز سچا مسیح نہیں ہے۔ مجھے تو خواہ قبول کرو یا نہ کرو مگر میں تم پر رحم کر کے تمہیں سیدھی راہ بتلاتا ہوں کہ ایسے اعتقاد میں سخت غلطی پر ہو۔ لاٹھی اور تلوار سے ہرگز ہرگز دین دلوں میں داخل نہیں ہوسکتا اور آپ لوگوں کے پاس ان بیہودہ خیالات پر دلیل بھی کوئی نہیں۔ صحیح بخاری میں مسیح موعود کی شان میں صاف حدیث موجود ہے کہ یَضَعُ الْحَرب یعنی مسیح موعود لڑائی نہیں کرے گا تو پھر کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ لوگ اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ صحیح بخاری قرآن شریف کے بعد اَصَحُّ الْکُتُب ہے اور دوسری طرف صحیح بخاری کے مقابل پر ایسی حدیثوں پر عقیدہ کر بیٹھتے ہیں کہ جو صریح بخاری کی حدیث کے منافی پڑی ہیں۔ چاہیے تھا کہ اگر کروڑ ایسی کتاب ہوتی تب بھی اس کی پرواہ نہ کرتے کیونکہ ان کا مضمون نہ صرف صحیح بخاری کی حدیث کے منافی بلکہ قرآن شریف سے بھی صریح مخالف ہے۔ لیکن ایک پرانے عقیدہ کے ہونے کی وجہ سے آپ لوگ غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اور دوسرے ایک یہ بھی سبب ہے کہ آپ لوگوں کے زعم میں آپ کا فرضی مسیح اور مہدی تو ظاہر ہو کر اور تمام کافروں کو قتل کر کے ان کا مال آپ لوگوں کو دیدے گا اور تمام نفسانی خواہشیں پوری کر دے گا جیسا کہ آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ لیکن میں تو اس لئے نہیں آیا کہ آپ لوگوں کو دنیا کے گندے مال میں مبتلا کروں اور آپ پر تمام ہوا و ہوس کے پورے کرنے کے دروازے کھول دوں بلکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ موجودہ دنیا کے حظ سے بھی کچھ کم کر کے خدا تعالیٰ کی طرف کھینچوں۔ پس حقیقت میں میرے آنے سے آپ لوگوں کا بہت ہی حرج ہوا ہے۔ گویا تیرہ سو برس کے مال و متاع کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں یا یوں کہو کہ کروڑ ہا روپیہ کا نقصان ہو گیا۔

﴿۱۷﴾

تو پھر میں آپ لوگوں کی نظر میں اچھا کیونکر ٹھہروں لیکن خدا سے ڈرو اور روح اور راستی کی تلاش کرو کیونکہ اگر تمہیں دنیا کی بادشاہت بھی مل جائے تو چونکہ وہ فانی ہے اور خدا تعالیٰ سے دور ڈالتی ہے اِس لئے ہیچ ہے۔ جسمانی خیالات چھوڑ و اور اپنے اندر روحانی خیالات پیدا کرو۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ صلیبی مذہب کو تلوار سے شکست آئے گی بلکہ اِس حرکت بے جا سے اسلام کی سچائی پر ہزار ہا اعتراض پیدا ہوں گے۔ یہ کیا سفلہ پن اور کمینگی ہے کہ دشمن کے اعتراض کا تلوار سے جواب دیا جائے۔ ایسا مذہب ہرگز ممکن نہیں کہ سچا ہو۔ دیکھو ہم حضرات پادری صاحبوں کو نہ تلوار سے بلکہ ملائم الفاظ سے بار بار اس طرف بلاتے ہیں کہ آؤ ہم سے مقابلہ کرو کہ دونوں شخص یعنی حضرت مسیح اور حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی برکات اور افاضات کے رو سے زندہ کون ہے۔ اور جس طرح خدا کے نبی پاک نے قرآن شریف میں کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے تو میں سب سے پہلے اس کی پرستش کروں گا۔ ایسا ہی میں کہتا ہوں کہ اے یورپ اور امریکہ کے پادریو! کیوں خواہ نخواہ شور ڈال رکھا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں ایک انسان ہوں جو کروڑ ہا انسانوں میں مشہور ہوں۔ آؤ میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ مجھ میں اور تم میں ایک برس کی مہلت ہو۔ اگر اس مدت میں خدا کے نشان اور خدا کی قدرت نما پیشگوئیاں تمہارے ہاتھ سے ظاہر ہوئیں اور میں تم سے کمتر رہا تو میں مان لوں گا کہ مسیح ابن مریم خدا ہے لیکن اگر اُس سچے خدا نے جس کو میں جانتا ہوں اور آپ لوگ نہیں جانتے مجھے غالب کیا اور آپ لوگوں کا مذہب آسمانی نشانوں سے محروم ثابت ہوا تو تم پر لازم ہوگا کہ اس دین کو قبول کرو۔

اب اے مسلمانوں اگر تمہیں کچھ غیرت ہے اور اگر کچھ حیا ہو تو آئندہ گالیاں دینا اور کافر کافر کہنا موقوف کر کے یہ تماشا دیکھو۔ پادری صاحبوں کے پاس جاؤ اور یہ میرا اشتہار اُن کو دکھلاؤ اور اُن کو میرے ساتھ آویزاں کردو اور پھر دیکھو کہ غالب کون ہوتا ہے۔ دیانت اور امانت کی راہ کو اختیار کرو کہ ناپاک ہے وہ راہ جو خیانت سے بھری ہے اور

﴾۱۸﴿

پلید ہے وہ طریق جو شرارت اور ظلم اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

عیسائیوں کا موجودہ دین و مذہب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا کوئی بھی ایسا پہلو نہیں ہے جو حق کے طالب کو اس سے کچھ تسلی مل سکے۔ اگر تعلیم کی طرف دیکھیں تو وہ ناقص ہے اور اگر اُن نشانوں کو دیکھیں جو انجیل میں سچے مسیحی کی علامت ٹھہرائے گئے ہیں تو کسی عیسائی میں اُن کا پتہ نہیں ملتا۔ اور اگر مسیح کے کام دیکھیں تو بجز قصوں کہانیوں کے رؤیت کے طور پر کسی کا ثبوت نہیں۔ اور اگر اُن پیشگوئیوں کو غور سے پڑھیں جن کے رو سے مسیح کا خدا ہونا سمجھا جاتا ہے تو کوئی بھی ایسی پیشگوئی نہیں جس سے یہ مدعا ثابت ہو سکے۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر توریت اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں کسی خدا کے پیدا ہونے کا وعدہ دیا جاتا تو یہود اس وعدہ کے موافق ضرور یہ عقیدہ رکھتے کہ کسی وقت خدا اُن کی مدد کرنے کے لئے مجسم ہو کر کسی عورت کے پیٹ میں سے پیدا ہوگا۔ اور ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ یہود توریت اور دوسرے عہد عتیق کے صحیفوں سے برگشتہ نہ تھے تا ایسے خدا سے منکر رہتے۔ اور اگر حضرت مسیح کی خدائی کو قبول نہیں کیا تھا تو کیا وجہ تھی کہ اصل پیشگوئی سے منکر ہو جاتے۔ اُن کو بہرحال یہ کہنا چاہئے تھا کہ ایسا جسمانی خدا اگرچہ اب تک نہیں آیا مگر ضرور آئے گا۔ لیکن تم یہود کو پوچھ کر دیکھ لو کہ وہ ایسے اعتقاد سے سخت بیزار اور اُس کو کفر اور شرک قرار دیتے ہیں اور اس بات کے ہرگز منتظر نہیں ہیں کہ کسی وقت خدا انسانی جسم میں جنم لے گا۔ یا یہ کہ عقیدہ تثلیث برحق ہے بلکہ وہ صاف کہتے ہیں کہ ایسے عقائد رکھنے والا کافر ہے اور ہرگز نجات نہیں پائے گا۔ حالانکہ یہود وہ لوگ ہیں جن کے درمیان برابر نبی آتے رہے۔ یہ بالکل قرینِ قیاس نہیں کہ یہود باوجود مسلسل تعلیم انبیاء کے سرے سے ایسے خدا سے منکر ہو جاتے جس کے پیدا ہونے کی کسی پیشگوئی میں اُن کو اُمید دی جاتی ہاں ممکن تھا کہ اس جسمانی خدا کا مصداق حضرت مسیح کو نہ ٹھہراتے مگر یہ تو کہتے کہ وہ جسمانی خدا کوئی اور ہے جو بعد میں آئے گا۔ ہم نے اِس زمانہ کے بہت سے فاضل یہودیوں سے دریافت

کیا۔ انہوں نے یہ جواب لکھا ہے کہ کبھی کسی نبی نے یہودیوں کو ایسے جسمانی خدا کے ظاہر ہونے کی امید نہیں دلائی۔ اور ایسا اعتقاد صریح شرک اور کفر اور توریت کی تعلیم کے مخالف ہے۔ ان فاضل یہودیوں کے خطوط ہمارے پاس موجود ہیں اگر یہ کہو کہ یہودی تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منکر ہیں تو پھر ایسے یہودیوں کی گواہی کا کیا اعتبار رہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ یہودی اصل پیشگوئی سے منکر نہیں ہیں اور اس بات کو مانتے ہیں کہ جیسا کہ توریت میں خبر دی گئی ہے مثیل موسیٰ ضرور آنے والا ہے۔ ہاں یہودیوں کے ان موجودہ دو فرقوں نے جو یہودیوں کے بار۱۲اں فرقوں میں سے باقی رہ گئے ہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کم فہمی اور تعصب سے مثیل موسیٰ نہیں مانا مگر اصل پیشگوئی سے انکار تو نہیں کیا لیکن ایسی پیشگوئی کے وجود سے تو وہ قطعاً منکر ہیں جو کسی خدا کے آنے کی نسبت کی گئی ہو۔ ماسوا اس کے یہودیوں کے دس فرقے اسلام میں داخل ہو چکے ہیں☆ اور مسیح کی تعلیم جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں ہرگز کامل نہیں ہے اور انسانی درخت کی تمام شاخوں یعنی قوتوں کی اس سے پرورش غیر ممکن ہے۔ کیا انسانی تکمیل اِسی پر ختم ہوسکتی ہے کہ ہم ہمیشہ محل بے محل پر عفو اور درگذر کی عادت ڈالیں اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیا کریں؟ کیا ہر ایک جگہ اور ہر ایک محل میں ایسا کرنا مناسب ہے؟ کیا کبھی خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تھا کہ اس کی تمام پیدا کردہ قوتیں جیسے غضب اور شہوت وغیرہ جو مناسب استعمال کے لئے پیدا کی گئی ہیں سب کی سب نابود کر دی جائیں اور صرف قوتِ حلم کو باقی رکھا جائے۔ اگر خدا تعالیٰ کا ایسا ہی ارادہ تھا تو اس کے فعل پر یہ ایک بڑا اعتراض ہوگا کہ اس نے انسان میں انواع اقسام کی قوتیں پیدا کر کے پھر اپنے ارادہ کو اپنے قول کے ذریعہ سے یوں ظاہر کیا کہ ان تمام قوتوں کو

﴿۱۹﴾

☆ ہم اپنی کتاب مسیح ہندوستان میں بڑے بڑے انگریز محققوں کے اقرار سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہودیوں کے دس گم شدہ فرقے افغان اور کشمیری ہیں جو مسلمان ہو گئے اور پھر توریت کے وعدہ کے موافق ان میں سے اسلام میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے۔ منہ

بجز قوتِ حلم اور عفو کے فنا کر دینا چاہئے۔ پس اِس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ یا تو خدا تعالیٰ کی تعلیم غلط ہے اور یا اُس نے اپنے فعل میں ہی غلطی کھائی اور اپنے پیدا کرنے کے کام کو ہشیاری اور آخر بینی سے نہیں کیا اور دونوں صورتوں میں ایسا مذہب صحیح نہیں ٹھہر سکتا جس کی تعلیم صحیح اُصولوں پر مبنی نہ ہو یا جس کا خدا اپنے فعل میں غلط کار ہو اِس کے مقابل پر جب ہم قرآن شریف کی تعلیم دیکھتے ہیں تو اس کے کمال اور جمال پر نظر کر کے بے اختیار رقت اور وجد پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو کیا عمدہ یہ تعلیم ہے جس کا اس آیت میں بیان ہے۔ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ[1] یعنی قانون انصاف کے رو سے ہر ایک بدی کی سزا اُسی قدر بدی ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنے گنہگار کو معاف کرے بشرطیکہ اُس معاف کرنے میں شخص مجرم کی اصلاح ہو نہ یہ کہ معاف کرنے سے اور بھی زیادہ دلیر اور بیباک ہو جائے تو ایسا شخص خدا تعالیٰ سے بڑا اجر پائے گا۔ اب ایسی کامل تعلیم انجیل کے اوراق میں سے کہاں تلاش کریں اور کس سے پوچھیں اور کون ہے جو ہمیں بتا وے اگر حلم اور عفو اور ترک مقابلہ یونہی ہر جگہ بغیر کسی محل اور موقع کے قابلِ تعریف ہے تو ایک دیّوث جس کی عورت پر ناجائز حملہ کیا جائے اور وہ درگذر کر کے اس حملہ کو ہونے دے مدح وثنا کے لائق سمجھا جائے گا اور ایک جَین مَت والا جن کے مذہب میں کسی جاندار کو مارنا روا نہیں اپنے اس خُلق سے کہ وہ جُوں اور پِسّو اور سانپ اور بچھو کو بھی نہیں مارتا اعلیٰ درجہ کی اخلاقی حالت پر متصور ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ ایسی تعلیم جو شتر بے مہار کی طرح کسی خط مستقیم پر نہیں چلتی اور نہ محل اور موقع کی پرواہ رکھتی ہے کمالاتِ انسانی کے لئے سخت مضر اور زہر قاتل ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ حضرت مسیح نے ایسی تعلیم کو کسی قانون مختصّ الوقت یا مختصّ القوم کی طرح مصلحتاً استعمال کیا ہو مگر تعلیم وہی صحیح اور کامل ہے جو آیت قرآنی مندرجہ بالا میں بیان فرمائی گئی ہے۔ ایسا ہی انجیل کی یہ تعلیم کہ بدنظری سے کسی عورت کو مت دیکھو جس کا ماحصل یہ ہے کہ پاک نظر سے بیشک دیکھ لیا کرو۔ یہ ایک

[1] الشوریٰ: ۴۱

ایسی تعلیم ہے کہ جو ایک بدنیت انسان کو بدنظری کا موقع دیتی ہے اور ایک نیک انسان کو امتحان میں ڈالتی ہے کیونکہ اس فتوے سے بدنظری کی عادت والے کو پناہ ملتی ہے اور ایک پرہیزگار کے دل کو بدی کے سرچشمہ سے قریب ہونا پڑتا ہے وجہ یہ کہ ممکن ہے کہ ایک سادہ دل انسان ایک شخص کے حسن و جمال کو دیکھ کر اُس پر شیدا اور فریفتہ ہو جائے اور پھر ہر دم ناپاک خیال دل میں پیدا ہونے لگیں۔ پس اس تعلیم کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کہ ایک عمارت مثلاً دریا کے اُس رخ کی طرف بنائی جائے جس طرف وہ دریا بڑے زور اور سیلاب کے ساتھ قدم بڑھا رہا ہے پس ایسی عمارت اگر دن کو نہیں گرے گی تو رات کو ضرور گر جائے گی۔ اِسی طرح اگر کوئی عیسائی اِس تعلیم سے عقل اور حیا اور انسانیت کے نور کے ہوتے ہوئے جو دن سے مشابہت رکھتا ہے بدی میں نہیں پڑے گا لیکن جوانی کی حالت اور جذباتِ نفس کے وقت میں خصوصاً جبکہ شراب کے پینے کی حالت میں شہوانی تاریکیوں کے ہجوم سے رات پڑ جائے ایسی حالت میں اس بے قیدی کی نظر کے بدنتائج سے ہرگز نہیں بچ سکے گا لیکن اِس تعلیم کے مقابل پر وہ تعلیم جو قرآن شریف نے دی ہے وہ اِس قدر اعلیٰ ہے جو دِل بول اُٹھتا ہے کہ ہاں یہ خدا کا کلام ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ﴿۲۰﴾ یہ آیت ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ [1] یعنی مومنوں کو کہہ دے کہ نامحرم اور محلِ شہوت کے دیکھنے سے اپنی آنکھیں اس قدر بند رکھیں کہ پوری صفائی سے چہرہ نظر نہ آسکے اور نہ چہرہ پر کشادہ اور بے روک نظر پڑ سکے۔ اور اِس بات کے پابند رہیں کہ ہرگز آنکھ کو پورے طور پر کھول کر نہ دیکھیں نہ شہوت کی نظر سے اور نہ بغیر شہوت سے کیونکہ ایسا کرنا آخر ٹھوکر کا باعث ہے یعنی بے قیدی کی نظر سے نہایت پاک حالت محفوظ نہیں رہ سکتی اور آخر ابتلا پیش آتا ہے اور دِل پاک نہیں ہوسکتا جب تک آنکھ پاک نہ ہو اور وہ مقام ازکیٰ جس پر طالب حق کے لئے قدم مارنا مناسب ہے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور اِس آیت میں یہ بھی تعلیم ہے کہ بدن کے ان تمام سوراخوں کو

[1] النور: ۳۱

محفوظ رکھیں جن کی راہ سے بدی داخل ہوسکتی ہے۔ سوراخ کے لفظ میں جو آیت ممدوح میں مذکور ہے آلات شہوت اور کان اور ناک اور منہ سب داخل ہیں۔ اب دیکھو کہ یہ تمام تعلیم کس شان اور پایہ کی ہے جو کسی پہلو پر نامعقول طور پر افراط یا تفریط سے زور نہیں ڈالا گیا اور حکیمانہ اعتدال سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس آیت کا پڑھنے والا فی الفور معلوم کرلے گا کہ اِس حکم سے جو کھلے کھلے نظر ڈالنے کی عادت نہ ڈالو یہ مطلب ہے کہ تا لوگ کسی وقت فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اور دونوں طرف مرد اور عورت میں سے کوئی فریق ٹھوکر نہ کھاوے لیکن انجیل میں جو بے قیدی اور کھلی آزادی دی گئی اور صرف انسان کی مخفی نیت پر مدار رکھا گیا ہے اِس تعلیم کا نقص اور خامی ایسا امر نہیں ہے کہ اس کی تصریح کی کچھ ضرورت ہو۔

اب ہم پھر اپنے اصل مقصد کی طرف عود کر کے تمام مسلمانوں اور بالخصوص علماء اسلام اور فقراء اسلام کی نسبت تبلیغ کا حق پورا کرتے ہیں اور اُن کو یاد دلاتے ہیں کہ وہ مجدد جو اِس چودھویں صدی کے سر پر بموجب حدیث نبوی کے آنا چاہیے تھا۔ وہ یہی راقم ہے۔ یہ بات جلد عقلمند اور منصف مزاج کو سمجھ آسکتی ہے کہ ہر ایک مجدد اُن مفاسد کے دور کرنے کے لئے مبعوث ہوتا ہے جو زمین پر سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ موجب ہلاک اور نیز سب سے زیادہ کثرت میں ہوتے ہیں۔ اور اُنہی خدمات کے مناسب حال اس مجدد کا نام آسمان پر ہوتا ہے۔ اور جب کہ یہ بات واقعی اور صحیح ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اِس پُر آشوب زمانہ میں جب کہ لوگ چاروں طرف عیسائیت کی پُر زہر تعلیم سے ہلاک ہوتے جاتے ہیں۔ بڑا کام مجدد کا یہ ہونا چاہیے کہ اہل اسلام کی ذریت کو اِس زہر سے بچاوے۔ اور صلیبی فتنوں پر اسلام کو فتح بخشے۔ اور جب کہ اِس صدی کے مجدد کا یہ کام ہوا تو بلا شبہ آسمان پر اُس کا نام

کاسر الصّلیب ہوا☆ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جبکہ چودھویں صدی کے مجدد کی یہ خدمت ہوئی کہ وہ صلیب کو شکست دے۔ تو اس سے یہ فیصلہ ہوا کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہونا چاہیے کیونکہ یہی منصب مسیح موعود کا ہے۔ اِس لئے چودھویں صدی کا مجدد حق رکھتا ہے کہ اِس کو مسیح موعود کہا جائے کیونکہ وہ اِس زمانہ کا مجدد ہے اور اِس زمانہ میں مجدد کی خاص خدمت کسر شوکت صلیب ہے اور خدا نے میرے وقت میں آسمان سے کسر شوکت عقائد صلیبیّہ کے لئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ ہر ایک عقلمند اُن اسباب پر نظر غور ڈال کر سمجھ سکتا ہے جو صلیبی مذہب کا صفحہ دنیا سے معدوم ہونا جس کا حدیثوں میں ذکر ہے۔ بجز اِس صورت کے کسی طرح ممکن نہیں کیونکہ عیسائی مذہب کو گرانے کے لئے جو صورتیں ذہن میں آسکتی ہیں وہ صرف تین ہیں (۱) اوّل یہ کہ تلوار سے اور لڑائیوں سے اور جبر سے عیسائیوں کو ﴿۲۱﴾ مسلمان کیا جائے جیسا کہ عام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ اُن کا فرضی مسیح موعود اور مہدی معہود یہی کام دنیا میں آکر کرے گا اور اس میں صرف اِسی قدر لیاقت ہوگی کہ خونریزی اور جبر سے لوگوں کو مسلمان کرنا چاہے گا لیکن جس قدر اس کارروائی میں فساد ہیں حاجت بیان نہیں۔ ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ دلیل کافی ہوسکتی ہے کہ وہ لوگوں کو جبر سے اپنے دین میں داخل کرنا چاہے۔ لہٰذا یہ طریق اشاعت دین کا ہرگز درست نہیں ہے اور اِس طریق کے امیدوار اور اس کے انتظار کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو درندوں کی صفات

☆ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں مسیح موعود کا نام کاسر الصّلیب رکھا ہے اور درحقیقت سچے مسیح موعود کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی علامت ٹھہرائی ہے کہ اس کے ہاتھ پر کسر صلیب ہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح موعود ایسے زمانہ میں آئے گا جبکہ ہر طرف سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ جن کی پُرزور تاثیروں سے صلیبی مذہب عقلمندوں کے دلوں میں سے گرتا جائے گا۔ چنانچہ یہ وہی زمانہ ہے مگر افسوس کہ ہمارے مخالف مولویوں نے اس جگہ بھی کسر صلیب سے جہاد مراد لے لیا ہے۔ منه

اپنے اندر رکھتے ہیں☆ اور آیت لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[1] سے بے خبر ہیں۔ دوسری صورت صلیبی مذہب پر غلبہ پانے کی یہ ہے کہ معمولی مباحثات سے جو ہمیشہ اہل مذہب کیا کرتے ہیں۔ اس مذہب کو مغلوب کیا جائے مگر یہ صورت بھی ہرگز کامل کامیابی کا ذریعہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اکثر مباحثات کا میدان وسیع ہوتا ہے اور دلائل عقلیہ اکثر نظری ہوتے ہیں اور ہر ایک نادان اور موٹی عقل والے کا کام نہیں کہ عقلی اور نقلی دلائل کو سمجھ سکے۔ اسی لئے بت پرستوں کی قوم باوجود قابل شرم عقیدوں کے اب تک جابجا دنیا میں پائی جاتی ہے۔ تیسری صورت صلیبی مذہب پر غلبہ پانے کی یہ ہے کہ آسمانی نشانوں سے اسلام کی برکت اور عزت ظاہر کی جائے اور زمین کے واقعات سے امور محسوسہ بدیہیہ کی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے بلکہ اپنی طبعی موت سے مر گئے۔ اور یہ تیسری صورت ایسی ہے کہ ایک متعصب عیسائی بھی اقرار کر سکتا ہے کہ اگر یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچ جائے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے تو پھر عیسائی مذہب باطل ہے اور کفارہ اور تثلیث سب باطل اور پھر اس کے ساتھ جب آسمانی نشان بھی اسلام کی تائید میں دکھلائے جائیں تو گویا اسلام میں داخل ہونے کے لئے تمام زمین کے عیسائیوں پر رحمت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ سو یہی تیسری صورت ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو مجھے آسمانی نشان عطا فرمائے ہیں اور کوئی نہیں کہ ان میں میرا مقابلہ کر سکے۔

☆ تمام سچے مسلمان جو دنیا میں گذرے کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہیے بلکہ ہمیشہ اسلام اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے دنیا میں پھیلا ہے۔ پس جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہیے وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں اور ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے۔ منہ

[1] البقرة : ۲۵۷

اور دنیا میں کوئی عیسائی نہیں کہ جو آسمانی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے۔ اور دوسرے خدا کے فضل اور کرم اور رحم نے میرے پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب پر فوت ہوئے نہ آسمان پر چڑھے بلکہ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کے ملک میں آئے اور اسی جگہ وفات پائی۔ یہ باتیں صرف قصہ کہانیوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ بہت سے کامل ثبوتوں کے ساتھ ثابت ہوگئی ہیں جن کو میں نے اپنی کتاب **مسیح ہندوستان میں** مفصل بیان کر دیا ہے۔ اس لئے میں زور سے اور دعوے سے کہتا ہوں کہ جس کسر صلیب کا بخاری میں وعدہ تھا اس کا پورا سامان مجھے عطا کیا گیا ہے اور ہر ایک عقل سلیم گواہی دے گی کہ بجز اس صورت کے اور کوئی مؤثر اور معقول صورت کسر صلیب کی نہیں۔ اب میں سوال کرتا ہوں کہ اگر میں جھوٹا ہوں اور مسیح موعود نہیں ہوں تو ہمارے مخالف علماء اسلام بتلاویں کہ جب اُن کا مسیح موعود دنیا میں ظاہر ہوگا تو وہ کسر صلیب کے لئے کیا کارروائی کرے گا اور ہمیں معقول طور پر سمجھائیں کہ کیا وہ ایسی کارروائی ہوگی جس سے چالیس کروڑ عیسائی اپنے دین کا باطل ہونا دِلی یقین سے سمجھ سکے۔ اِس سوال کے جواب میں ہمارے گرفتار تقلید مولوی بجز اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جب ان کا مسیح آئے گا تو لوگوں کو تلوار سے مسلمان کرے گا اور ایسا سخت دل ہوگا کہ جزیہ بھی قبول نہیں کرے گا۔ اس کی تقسیم اوقات یہ ہوگی کہ کچھ حصہ دِن کا تو لوگوں کو قتل کرنے میں بسر کرے گا اور کچھ حصہ دن کا جنگلوں میں جا کر سؤروں کو مارتا رہے گا۔ اب ہر ایک عقلمند مواز نہ کرسکتا ہے کہ کیا وہ امور جو اشاعتِ اسلام اور کسرِ صلیب کے لئے ہم پر کھولے گئے ہیں وہ دلوں کو کھینچنے والے اور مؤثر معلوم ہوتے ہیں یا ہمارے مسلمان مخالفوں کے فرضی مسیح موعود کا یہ طریق کہ گویا وہ آتے ہی بے خبر اور غافل لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے گا۔ یاد رہے کہ عیسائی مذہب اِس قدر دنیا میں پھیل گیا ہے کہ صرف آسمانی نشان بھی اس کے زیر کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتے کیونکہ مذہب کو چھوڑنا بڑا مشکل امر ہے۔ لیکن یہ صورت کہ ایک طرف تو آسمانی نشان دکھلائے جائیں اور

﴿۲۲﴾

دوسرے پہلو میں اُن کے مذہب اور اُن کے اصولوں کا واقعات حقہ سے تمام تانا بانا توڑ دیا جائے اور ثابت کر دیا جائے کہ حضرت مسیح کا مصلوب ہونا اور پھر آسمان پر چڑھ جانا دونوں باتیں جھوٹ ہیں۔ یہ طرز ثبوت ایسی ہے کہ بلا شبہ اس قوم میں ایک زلزلہ پیدا کر دے گی کیونکہ عیسائی مذہب کا تمام مدار کفارہ پر ہے اور کفارہ کا تمام مدار صلیب پر اور جب صلیب ہی نہ رہی تو کفارہ بھی نہ رہا۔ اور جب کفارہ نہ رہا تو مذہب بنیاد سے گر گیا☆۔ ہم اپنے بعض رسالوں میں یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ صلیب کا عقیدہ خود ایسا ہے جس سے حضرت مسیح کسی طرح سچے نبی نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ جبکہ توریت کی رو سے مصلوب ملعون ہوتا ہے اور لعنت کا مفہوم لغت کے رو سے یہ ہے کہ کسی شخص کا دل خدا تعالیٰ سے بکلی برگشتہ ہو جائے اور خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اُس سے بیزار ہو جائے اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اور خدا اُس کا دشمن ہو جائے۔ اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے۔ سو ملعون ہو جانا اور لعنتی بن جانا جس کا مفہوم اس قدر بد ہے۔ یہ سخت تاریکی کیونکر مسیح جیسے راستباز کے دِل پر وارد ہوسکتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے کفارہ کا منصوبہ بنانے کے وقت لعنت کے مفہوم پر ذرہ غور نہیں کی اور بھول گئے ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لقب جو شیطان پلید کو دیا گیا ہے وہی نعوذ باللہ حضرت مسیح کو دیتے۔ نہایت ضروری ہے کہ اب بھی عیسائی صاحبان عربی اور عبرانی کی کتابوں کو غور سے دیکھ کر لعنت کے مفہوم کو سمجھ لیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ انہیں کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ یہ لفظ صرف اس شخص پر اطلاق پاتا ہے جس کا دِل سیاہ اور ناپاک اور خدا سے دور اور شیطان کی طرح ہو گیا ہو اور تمام تعلقات خدا تعالیٰ سے ٹوٹ گئے ہوں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کون ایماندار یہ ناپاک لقب اس راستباز کی نسبت روا رکھ سکتا ہے جس کا نام انجیل میں نور لکھا ہے۔ کیا وہ نور کسی زمانہ میں تاریکی

☆ عیسائی مذہب پر فتح پانے کا بجز حضرت مسیح کی طبعی موت ثابت کرنے اور صلیبی موت کے خیال کے جھوٹا ثابت کرنے کے اور کوئی طریق نہیں سو یہ خدا نے بات پیدا کر دی ہے نہ ہم نے کہ کمال صفائی سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح صلیب سے جان بچا کر کشمیر میں آ گئے تھے اور وہیں فوت ہوئے۔ یہ وہ اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے جیسا کہ آفتاب کا آسمان پر چمکنا۔ منہ

ہو گیا تھا؟ کیا وہ جو درحقیقت خدا سے ہے اس کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ درحقیقت شیطان سے ہے؟

ماسوا اس کے جبکہ یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ حضرت مسیح ہرگز مصلوب نہیں ہوئے اور کشمیر میں اُن کی قبر ہے تو اب راستی کے بھوکے اور پیاسے کیونکر عیسائی مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں۔ یہ سامان کسر صلیب کا ہے جو خدا نے آسمان سے پیدا کیا ہے نہ یہ کہ مار مار کر لوگوں کو مسلمان بناویں۔ ہماری قوم کے علماءِ اسلام کو ذرہ ٹھہر کر سوچنا چاہیے کہ کیا جبر سے کوئی مسلمان ہوسکتا ہے اور کیا جبر سے کوئی دین دِل میں داخل ہوسکتا ہے۔ اور جو لوگ مسلمانوں میں سے فقراء کہلاتے ہیں اور مشائخ اور صوفی بنے بیٹھے ہیں اگر وہ اب بھی اس باطل عقیدہ سے باز نہ آویں اور ہمارے دعویٰ مسیحیت کے مصدق نہ ہو جائیں تو طریق سہل یہ ہے کہ ایک مجمع مقرر کر کے کوئی ایسا شخص جو میرے دعویٰ مسیحیت کو نہیں مانتا اور اپنے تئیں ملہم اور صاحبِ الہام جانتا ہے مجھے مقام بٹالہ یا امرتسر یا لاہور میں طلب کرے اور ہم دونوں جناب الٰہی میں دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جناب الٰہی میں سچا ہے ایک سال میں کوئی عظیم الشان نشان جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور معمولی انسانوں کی دسترس سے بلند تر ہو اس سے ظہور میں آوے ایسا نشان کہ جو اپنی شوکت اور طاقت اور چمک میں عام انسانوں اور مختلف طبائع پر اثر ڈالنے والا ہو خواہ وہ پیشگوئی ہو۔ یا اور کسی قسم کا اعجاز ہو جو انبیاء کے معجزات سے مشابہ ہو۔ پھر اس دعا کے بعد ایسا شخص جس کی کوئی خارق عادت پیشگوئی یا اور کوئی عظیم الشان نشان ایک برس کے اندر ظہور میں آجائے اور اس عظمت کے ساتھ ظہور میں آئے جو اس مرتبہ کا نشان حریف مقابل سے ظہور میں نہ آسکے تو وہ شخص سچا سمجھا جائے گا جس سے ایسا نشان ظہور میں آیا۔ اور پھر اسلام میں سے تفرقہ دور کرنے کے لئے شخص مغلوب پر لازم ہوگا کہ اس شخص کی مخالفت چھوڑ دے اور بلا توقف اور بلا تامل اُس کی بیعت کر لے اور اُس خدا سے جس کا غضب کھا جانے والی آگ ہے ڈرے۔ ﴿۲۳﴾

اکثر جاہلوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ الہام شیطانی بھی ہوا کرتے ہیں۔ اُمت کے تمام اکابر اِس عقیدہ پر متفق ہیں پس ہر ایک شخص کا الہام جو نرے الفاظ ہوں اور کوئی فوق العادت امر

اُن میں نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی الہام ہرگز قابلِ پذیرائی نہیں جب تک کہ اس میں الٰہی شوکت نہ ہو۔ اور الٰہی شوکت یہ ہے کہ فوق العادت اور عظیم الشان پیشگوئیاں جو الوہیت کی قدرت اور علم سے بھری ہوئی ہوں اُس الہام میں پائی جائیں یا دوسرے الہاموں میں جو اسی شخص کے منہ سے نکلے ہوں۔ اور بااین ہمہ یہ شرط بھی ہوگی کہ اِس مجلس کے انعقاد سے دس۱۰ دن پہلے بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے مجھ کو خبر کر دی جائے کہ ان تینوں مقامات متذکرہ بالا میں سے فلاں مقام اور نیز فلاں تاریخ اور وقت اِس کام کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ اس اطلاع دہی کے اشتہار پر بیس۲۰ معزز اور نامور علماء اور شہر کے رئیسوں کے دستخط ہونے چاہئیں تا ایسا نہ ہو کہ کوئی سفلہ محض ہنسی اور شرارت سے ایسا اشتہار شائع کر دے☆ اور نیز یہ ضروری ہوگا کہ اس دعا کے بعد اگر کوئی نشان پیشگوئی کی قسم میں سے کسی پر ظاہر ہو تو وہ پیشگوئی بذریعہ کسی اشتہار مطبوعہ کے شائع کر دی جائے۔ ہاں یہ کچھ ضروری نہیں کہ وہ کوئی نئی پیشگوئی ہو بلکہ اگر کوئی پرانی پیشگوئی ہو جو ابھی پوری نہ ہوئی ہو یا ایسی پیشگوئی ہو جو ملہم نے عام طور پر لوگوں کو اس سے اطلاع نہ دی ہو تو ایسی پیشگوئی بھی لی جائے گی اور سب سے بہتر وہ پیشگوئی گنی جائے گی جو کسی دعا کے قبول ہونے پر خدا تعالیٰ سے ملی ہو کیونکہ دعا کا قبول ہونا اوّل علامت اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اب میں اس آیت پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں کہ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ[۱] آمین. وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

المؤلّف خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان یکم؍ اگست ۱۸۹۹ء

☆ کوئی قلمی خط ہمارے نام نہیں آنا چاہیے بلکہ اگر سیدھی نیت سے مقابلہ کا ارادہ ہو تو چھپا ہوا اطلاع نامہ جس پر بیس۲۰ معززین کی گواہی ہو بقید وقت اور تاریخ اور مقام اور تصریح نام شخص مقابل دس۱۰ دن پہلے میرے نام آنا چاہیے۔ منہ

[۱] الاعراف : ۹۰

﴿۲۴﴾

ضمیمہ رسالہ تریاق القلوب

چونکہ اِس رسالہ میں ایک اہم مقصود جس کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے یہ ہے کہ راقم ھٰذا کو خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے۔ اِس لئے نظیر کے طور پر مندرجہ ذیل نقشہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ اس دعوے کی تائید میں وہ نشان جو مجھ سے صادر ہوئے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جن کا علم میرے خاص مریدوں تک ہی محدود ہو بلکہ اکثر ان کے ایسی عام شہادتوں سے ثابت ہیں جن کی رویت کے گواہ ہر ایک فرقہ کے مسلمان اور ہندو اور عیسائی ہیں۔ یہ نقشہ گواہوں کا جو ذیل میں لکھا جاتا ہے یہ اُس نشان کے بارے میں ہے جو لیکھرام کی نسبت ظہور میں آیا۔ چونکہ یہ نشان درحقیقت ایک عظیم الشان نشان تھا جس کے ساتھ میعاد بتلائی گئی تھی۔ وقت بتلایا گیا تھا۔ دن بتلایا گیا تھا۔ اور صورت موت بتلائی گئی تھی۔ اور یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ دعا ہے جو قبول ہوئی بلکہ سرسید احمد خاں صاحب مرحوم کو پیشگوئی کے ظہور سے پہلے ایک چھپے ہوئے اشتہار کے ذریعہ سے لکھا گیا تھا کہ آپ کو جو دعا قبول ہونے میں شک ہے لیکھرام کی پیشگوئی کا مقدمہ آپ کے سمجھنے کے لئے کافی ہوگا کہ کس طرح خدا تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ ان تمام وجوہ کے لحاظ سے اِس پیشگوئی کا ایک دنیا کو انتظار تھا۔ اور اس پیشگوئی میں چھ برس کی میعاد تھی۔ اور یہ عجیب نکتہ ہے کہ لیکھرام کی موت شنبہ کے دن واقع ہوئی۔ اور چونکہ چھ سال خدا کی کتابوں میں چھ دن سے مشابہ ہوتے ہیں اس لئے ساتواں دن جو شنبہ کا دن ہے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے بہت موزوں تھا۔ اور وہ نقشہ اسمائے تصدیق کنندگان مع اُن کے بیانات کے ذیل میں ہے۔

نمبر	نام مصدق نشان متعلق لیکھرام	سکونت مع دیگر پتہ بقید ضلع	عبارت تصدیق
۱	خان بہادر سیّد فتح علی شاہ صاحب	ڈپٹی کلکٹر انہار ضلع شاہ پور بقلم خود	پیشگوئی لیکھرام کی بابت میں نے بارہا غور و تدبر کیا۔ نیز اس بارہ میں مذاکرہ بھی احباب سے ہوا۔ مواقعات کتب براہین احمدیہ و آئینہ کمالات وغیرہ دیکھے۔ ہر پہلو سے ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی بہت صفائی سے پوری ہوئی اور اس میں مرزا صاحب کی کوئی سازش قتل لیکھرام میں نہیں پائی جاتی۔ **دستخط**
۲	منشی اللہ ودھایا صاحب	فارسٹ و منیجر جنگلات تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور	میرے خیال میں مرزا صاحب کی سازش سے پنڈت لیکھرام قتل نہیں ہوا۔ لیکن اُس کی موت جو مرزا صاحب کی پیشین گوئی کی میعاد کے اندر ہوئی ہے اس سے صداقت پیشگوئی ثابت ہے۔
۳	علاء الدین صاحب حکیم	ساکن شیخ پور علاقہ تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور	میری رائے میں لیکھرام والی پیشین گوئی اپنے آٹھ پہلو سے نہایت اعلیٰ درجہ کی صفائی سے سچی ثابت ہوئی ہے۔ آٹھ پہلو سے اُس کا سچا ثابت ہونا ایسا بدیہی الثبوت نشان ہے جیسے آفتاب کا ظہور۔ اس کے آٹھ پہلو یہ ہیں۔ ۶/ تاریخ کو ۶ بجے کو ۹۷ء کو بعد العید یوم کو گوسالہ کی طرح مکروہ آواز کا نکلنا بعد القتل آندھی کا آنا اور شکم پر کسی تیز ہتھیار کا لگنا اور سرخ چشم فرشتے کا

			قتل کرنا ان واقعات کا ایک وقت پر پورا ہو جانا بشری طاقتوں سے بالکل ناممکن اور خارج ہے۔ ایسی سچی خدائی طاقت کا انکار ناپاک روحوں کا کام ہے۔ فقط
۴	شیخ فضل الٰہی صاحب	سکنہ بھیرہ آنریری مجسٹریٹ درجہ دوم و رئیس ہوجن	میرے خیال میں مرزا صاحب کی سازش سے لیکھرام قتل نہیں ہوا لیکن یہ ظاہر ہے کہ پیشین گوئی جناب مرزا صاحب کی اِس بارہ میں عمدہ صادق ہوئی ہے۔ دستخط بقلم خود
۵	شیخ غلام نبی صاحب	سکنہ بھیرہ سابق وزیر ریاست لسبیلہ	میرے خیال میں پیشین گوئی جناب مرزا صاحب نسبت قتل لیکھرام پوری ہوئی۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی کوئی سازش نہیں ہے۔ دستخط بقلم خود
۶	محمد دین صاحب حکیم	ساکن شیخ پورہ ضلع شاہ پور تحصیل بھیرہ	پیشینگوئی جس کے بارہ میں لیکھرام بعید العہد زمانہ سے درخواست کرتا رہا تھا۔ اور مرزا صاحب نے جب لیکھرام کو واجب الاستحقاق پیشگوئی کا پایا تو باری تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں دعا کی۔ الہاماً حکم ہوا کہ بمیعاد چھ سال بقید جہات ثمانیہ لیکھرام مذکور کو سنایا جائے۔ ۶ رتاریخ اور یوم بعد العید چھٹے سال پہلے کہہ دینا انسانی طاقت سے خارج ہے کیا کوئی بشر یقین کرسکتا ہے کہ ۶ رتاریخ یوم بعد العید کو ہوا کرتی ہے؟ اور فرشتہ کا قاتل

﴿۲۵﴾

			ہونا اشارہ کرتا ہے کہ قاتل کو کوئی گرفتار نہیں کرے گا اور نہ اس کو کوئی دیکھے گا۔اور بلیدان ہونے کے بعد آندھی کا آنا عالم الغیب کے سوا کون جانتا ہے؟ اور گوسالہ کی طرح آواز بعد القتل کا کہنا انسانی معلومات سے نہیں ہوسکتا۔اس پیشین گوئی کی صداقت میں جو کچھ تحریر کیا جائے وہ بالکل تھوڑا ہوگا۔اس کا ایک ایک پہلو ایک بڑا نشان عظیم الشان خدائی طاقت کا بڑا بھارا شاہد عادل ہے۔
۷	غلام محمد صاحب ضلعدار نہر	ڈویژن انہار شاہ پور	لیکھرام کے قتل کی بابت مرزا صاحب کی کوئی سازش نہیں وہ بموجب پیشین گوئی مرزا صاحب اپنی بدزبانی کے سبب سزا کو پہنچا اور پیشین گوئی پوری ہوئی۔فقط۔دستخط
۸	گل محمد صاحب	دوم مدرس ہائی سکول بھیرہ	مرزا صاحب کی پیشینگوئی متعلق لیکھرام ایسی پوری ہوئی جیسی آتھم والی اپنے دوسرے پہلو میں پوری ہوئی تھی۔ایسی پیشگوئی میں سازش کا ہونا بعید از قیاس وانصاف ہے۔مرزا کی اِس میں کوئی سازش نہیں اور نہ ہوسکتی ہے۔دستخط
۹	احمد الدین صاحب	مدرس عربی بورڈ ہائی سکول بھیرہ ضلع شاہ پور	میری رائے ناقص میں جناب میرزا صاحب موعود مسیح کی پیشین گوئی در بارہ قتل لیکھرام نہایت صحیح اور پورے طور سے ثابت ہوئی ہے نیز اس میں حضور علیہ السلام کی کوئی سازش

			نہیں ہے گویا وہ مطابق پیشین گوئی مرزا صاحب کے قتل ہوا۔ اس میں سازش کا ہونا ناممکن اور محال ہے۔ فقط **دستخط**
۱۰	ملک سمند خاں صاحب مال گذار	قصبہ بھیرہ ضلع شاہ پور	مرزا کی پیشگوئی متعلق لیکھرام نہایت صفائی سے پوری ہوئی اس میں مرزا کی کوئی سازش نہیں ہے۔ **دستخط**
۱۱	فرمان علی صاحب فقیر	سکنہ بجکہ ضلع شاہ پور تحصیل بھیرہ	پیشگوئی مرزا غلام احمد درباره لیکھرام جو چھ برس پہلے شائع کی گئی تھی اپنی میعاد کے اندر پوری ہوئی اس میں مرزا کی سازش ناممکن اور محال ہے۔ **دستخط**
۱۲	خدا بخش صاحب ساکن بھیرہ	ضلع شاہ پور مدرس اینگلو آریہ سکول بھیرہ	میں تصدیق کرتا ہوں کہ لیکھرام کا قتل مرزا صاحب کی سازش سے واقع میں نہیں آیا بلکہ یہ ایک خداوند تعالیٰ کی پیشگوئی تھی جو اپنے وقت پر ہر ایک پہلو سے کامل طور پر پوری ہوگئی۔ **دستخط**
۱۳	فضل الٰہی صاحب رفوگر	ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور	مرزا صاحب کی پیشگوئی متعلق لیکھرام پوری ہوئی۔ اِس میں سازش کا خیال صریح غلطی ہے الخ۔ **دستخط**
۱۴	شیخ محمد مبارک صاحب	ساکن بھیرہ اپیل نویس ومیونسپل کمشنر	مرزا غلام احمد کی پیشگوئی متعلق لیکھرام ہر ایک پہلو سے سچی ثابت ہوئی الخ۔ **دستخط**
۱۵	قاضی احمد شاہ صاحب	بھیرہ ضلع شاہ پور	بشرح صدر۔ **دستخط**
۱۶	محمد الدین صاحب ایجنٹ بابو غلام محمد مختار	بھیرہ ضلع شاہ پور	لیکھرام مرزا کی سازش سے قتل نہیں ہوا پیشگوئی پوری ہوئی۔ **دستخط**

﴿۲۶﴾

۱۷	منشی صدر دین صاحب	پوسٹ ماسٹر تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور	بہت سے عمل پاک مرزا غلام احمد صاحب کے جو میرے علم میں ہیں مجھ کو یقین دلاتے ہیں کہ مرزا صاحب پنڈت لیکھرام کے قتل میں ہرگز سازش نہیں رکھتے ہیں۔ **دستخط**
۱۸	شیر محمد چپراسی	منصفی بھیرہ ضلع شاہ پور	لیکھرام کے بارہ میں مرزا کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ اس میں مرزا کی سازش بالکل نہیں پائی جاتی۔ **دستخط**
۱۹	نظر محمد صاحب مال گزار	موضع ادرحماں تحصیل بھیرہ	میرے خیال میں مرزا صاحب کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور لیکھرام کے قتل میں ان کی سازش نہیں ہے۔ **دستخط**

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ

ہم سب مسلمان جن کے دستخط ذیل میں درج ہیں شہادت صادقہ ادا کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی **دام عنایتہٗ** نے جو پنڈت لیکھرام وغیرہ دشمن خدا تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سچے دین اسلام کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر پیشگوئی کی تھی وہ خدا تعالیٰ عزیز و مقتدر مؤید الصادقین جلّ شانہٗ نے عین میعاد کے اندر اپنے تمام لوازم کے ساتھ پوری کی اور اس پیشگوئی میں مرزا صاحب اور کسی اہل اسلام کی کسی نوع کی سازش نہیں ہے۔ یہ خاص خدا تعالیٰ کا فعل تھا جو عین وقت پر اسلام کی صداقت میں اپنی شوکت وعظمت سے ظاہر ہوا۔ **الحمد للہ رب العالمین و السلام علٰی رسولہ خاتم النبیین۔**

دستخط

فقیر حقیر خلیل الرحمٰن جمالی نمبردار ورئیس الاعظم کھیوٹ دار وسجادہ نشین طریقت

چار قطب ہانسوی و سندہالہ شریف خانقاہ حضرت مخدوم بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ و

سرساوہ خانقاہ حضرت شاہ حبیب الرحمٰن قدس سرّہ العزیز

حکیم مرزا محمد عباد اللہ بیگ قادری پانی پتی حال ساکن سرساوہ ضلع سہارنپور

چوہدری نصر اللہ خاں نمبردار زمیندار چھاوڑی علاقہ سرساوہ

مرید سائیں توکل شاہ۔ سید ضامن علی ولد سید

حسین علی قوم سید اولاد حضرت سید جلال بخاری

رحمۃ اللہ علیہ ساکن قصبہ سرساوہ ضلع سہارنپور

اللہ دیا خاں ولد مولا بخش قوم راجپوت کھیوٹدار

ساکن قصبہ سرساوہ ضلع سہارنپور۔ بسم اللہ شاہ پانی پتی۔

مہربان علی ولد جان محمد ساکن قصبہ سرساوہ ضلع سہارنپور۔

محمد علی خاں سوار تحصیل ریاست جیند (محمد علی خاں) خاکسار حافظ عظیم اللہ ولد شیخ نجیب اللہ خالدی

قریشی اولاد حضرت خالد ابن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ صدر امین ریاست جیند۔ سید اعظم علی ولد قاسم

علی سکنہ سفیدوں ریاست مہاراجہ صاحب والی جیند ملازم بعہدہ سب اوورسیر نہر جمن ریاست جیند

(مستری امام بخش) مستری امام بخش ولد مستری امیر اللہ ساکن جیند۔ قاضی عبد المجید عثمانی رئیس جیند

بقلم خود اولاد حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ (عبد المجید ولد غلام نبی) پیر جی سید

محمد یعقوب علی اولاد حضرت پیران پیر غوث اعظمؒ ساکن قصبہ جیند مولوی محمد امیر الدین ساکن جیند۔

قاضی رمضان علی قریشی عثمانی نمبردار قصبہ جیند اولاد حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ

(رمضان علی) محمد حسن خاں ولد محمد خاں قوم افغان ساکن ہانسی جمالی۔ سید عبد الغنی جعفری از فرزندان

حضرت سید تاج الدین شیر سوار ساکن نارنول محلّہ سادات۔ حافظ سید محمد حبیب احمد جعفری

عفی عنہ اولاد سید تاج الدین صاحب شیر سوار چابک مار قدس سرّہٗ۔ خواجہ عبد الغفور خاں رئیس

حصار و اپیل نویس درجہ اول (مہر) قاضی واجد علی نبیرہ قاضی خاموش قدس سرّہٗ از مقام

نارنول نغری و جمالی۔ سید عبد الفتاح نغری ساکن نارنول سررشتہ دار سابق کونسل جے پور

۴۱	عبد الحق صاحب ہیڈ ماسٹر	پرائمری اسلامیہ سکول راولپنڈی و تھرڈ ماسٹر	اگرچہ میں مرزا صاحب کے مریدوں میں سے نہیں ہوں لیکن میں صاحب موصوف کو اِسلام کا ایک رکن اعظم ایک نہایت ہی عالم، قوم کا مصلح اور ریفارمر مانتا ہوں اور دل و جان سے اقرار کرتا ہوں کہ یہ موت پنڈت لیکھرام کی مرزا صاحب کی پیشین گوئی کے مطابق ہوئی۔
۴۲	حاجی اللہ دین صاحب نقشبندی مجدّدی	شہر راولپنڈی افسر یک کارخانہ سرکاری صدر راولپنڈی	میں بادل و جان تصدیق کرتا ہوں کہ پنڈت لیکھرام کی موت مطابق پیشینگوئی حضرت مرزا صاحب کے ہوئی۔ اس پیشگوئی کا پنڈت مذکور کو پہلے ہی سنایا جانا اور مہلت طول ملنا واسطے رفع عذر اور اتمام حجت کے تھا جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ قرآن مجید میں فرماتا ہے لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ [1] اگرچہ ظاہراً حضرت مرزا صاحب کی زیارت مجھ کو اس وقت تک نصیب نہیں ہوئی لیکن میں دل سے یقین رکھتا ہوں کہ حضرت موصوف حق پر ہیں۔
۴۳	شیخ قادر بخش صاحب	احمد آباد ضلع جہلم	ہمارے نزدیک یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔
۴۴	مولوی محمد حسن صاحب ہیڈ مولوی اسلامیہ ہائی سکول	راولپنڈی بھیں ضلع جہلم تحصیل چکوال	اگرچہ میں حضرت مرزا صاحب کے تمام دعاوی کے ماننے والوں سے نہیں ہوں لیکن میں مرزا صاحب کو اہل اللہ جانتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ یہ موت حضرت مرزا صاحب کو قبل از وقت اللہ تعالیٰ نے جتا دی۔

﴿۲۷﴾

[1] النسآء :۱۶۶

نمبر	نام مصدق مع پتہ	خلاصہ عبارت تصدیق
۴۵	غلام حسین صاحب سٹیشن ماسٹر دینہ ضلع جہلم	یہ الہامی پیشگوئی ہے انسانی منصوبہ نہیں۔
۴۶	جمال الدین سٹیشن ماسٹر ڈومیلی	پیشگوئی پوری اور کامل طور سے پوری ہوگئی۔
۴۷	علی احمد صاحب کلانوری گرداور قانونگو دینہ	اس پیشگوئی میں انسانی منصوبہ نہیں۔
۴۸	محمد شاہ صاحب امام مسجد موضع ہریانہ ضلع جہلم	یہ پیشگوئی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔
۴۹	نور الدین صاحب گارڈ ریلوے راولپنڈی	میری رائے میں پیشگوئی متعلق لیکھرام ہر طرح سے پوری ہوگئی اور مرزا صاحب کا صدق ظاہر ہوگیا۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔
۵۰	امام الدین صاحب گارڈ ریلوے راولپنڈی	میں کامل وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ پیشگوئی فوق العادت تھی اور بڑی ہیبت سے فی الواقع پوری ہوگئی۔
۵۱	قطب الدین صاحب صوبہ دار پنشن یافتہ موضع ساگری ضلع جہلم	یہ پیشگوئی اللہ کا حکم ہے۔
۵۲	گلاب الدین صاحب مدرس گرل سکول رہتاس	میں سچے دل سے تصدیق کرتا ہوں پیشگوئی پوری ہوگئی۔
۵۳	محمد حسن صاحب ولد منشی گلاب الدین صاحب رہتاس	بخدا یہ پیشگوئی اسلام اور غیر مذاہب میں کھلا کھلا فیصلہ ہے۔
۵۴	نظام الدین صاحب گارڈ ریلوے راولپنڈی	پیشگوئی فی الواقع پوری ہوگئی۔
۵۵	پریم داس ولد بوڑا شاہ ساہوکار رہتاس ضلع جہلم	میں سمپورن نشچہ سے پیشگوئی کی تصدیق کرتا ہوں۔
۵۶	وزیر بخش صاحب رہتاس	پیشگوئی جناب مرزا صاحب پوری ہوگئی۔

۵۷	تصدیق جناب مولانا مولوی بدرالدین صاحب رفیقی حنفی السہروردی نسبتاً والنقشبندی نسباً۔	تمام پیشینگوئیاں درحق مسمّٰی لیکھرام از جناب مولانا واولانا صادر و ظاہر شدند ہمہ ہا واقعی و درست وراست صحیح بودند و ہستند دراں باب بہ ہیچ گونہ تصنع وریا را راہے نہ۔
۵۸	منشی سراج الدین صاحب بہلوں۔ ڈلہوزی۔	مرزا صاحب کی پیشگوئیاں لیکھرام کے حق میں درست اور صحیح ہیں۔
	فتح الدین صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور	اس پیشگوئی کے سب پہلو پورے ہوئے۔
	بابوشاہ دین صاحب اسٹیشن ماسٹر دینہ۔	یہ پیشگوئی فی الواقع پوری ہوگئی۔
۵۹	عبدالسلام صاحب رفیقی امام مسجد جامع کوہ ڈلہوزی۔	پیشگوئیاں درحق لیکھرام راست وصادق شدند۔
۶۰	غلام حسین صاحب کاتب ملازم مطبع چودھویں صدی۔ راولپنڈی	ہاں بے شک آپ صادق اور حبیب خدا کے اور عاشق ہیں۔
۶۱	احمد حسین صاحب فریدآبادی ضلع دہلی۔ ماسٹر اسلامیہ سکول راولپنڈی۔	میں آپ کو صدق دل سے اسلام کا رکن رکین مانتا ہوں۔ آپ کی اہم اور ضروری دعا مستجاب ہونی ممکن ہے۔
۶۲	مولوی محمد حسین صاحب معلم عربی اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی۔	ان کی عبارت تصدیق بہت لمبی ہے۔ بڑے زور شور سے تصدیق کی ہے۔
۶۳	فضل کریم صاحب سوداگر راولپنڈی۔	یہ پیشگوئی مرزا صاحب کی ٹھیک پوری ہوئی۔
۶۴	محی الدین احمد صاحب شاہ آباد ضلع ہردوئی۔	ان کی عبارت تصدیق بہت پُر زور اور بہت لمبی ہے اس جگہ نقل کی گنجائش نہیں۔

۶۵	محمد فیروز الدین صاحب ڈسکوی مدرس اوّل فارسی ایم بی ہائی سکول سیالکوٹ	ان کی عبارت تصدیق بارہ[۱۲] صفحہ پر ہے اور نہایت پرزور اور صدق و اخلاص سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔
۶۶	مولوی الٰہی بخش صاحب فاروقی سابق پروفیسر نارمل سکول راولپنڈی حال پنشنر	ان کی عبارت تصدیق بھی بہت لمبی چوڑی ہے اور صدق و اخلاص سے پُر۔
۶۷	میاں ظفر الدین صاحب نقشبندی۔ آڈرہ متصل راولپنڈی۔	میری رائے میں یہ پیشگوئی ٹھیک پوری ہوگئی۔
۶۸	خادم حسین صاحب معلم اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی	اشعار میں تصدیق کی ہے۔
۶۹	حافظ رکن الدین صاحب نقشبندی قصوری ساکن کوٹھیالہ شیخاں گجرات۔	لیکھرام کی موت موافق پیش گو واقع ہوئی ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔
۷۰	منشی حمید الدین صاحب ملازم پولیس تھانہ شحنہ ضلع لودیانہ۔	ان کی عبارت تصدیق ۳ کالم پر ہے اور بہت عمدہ طور پر تصدیق کی ہے۔
۷۱	حبیب اللہ صاحب قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ	یہ پیشینگوئی نمایاں طور پر ظہور پذیر ہوئی۔
۷۲	شیخ ضیاء الحق صاحب۔ ہاپوڑ حال ہردہ ممالک متوسط	لمبی عبارت میں بہت عمدہ تصدیق کی ہے۔
۷۳	ماسٹر حسین خاں صاحب ابن احمد خاں ویوینگ ماسٹر بندر بمبئی بھائی کہلا۔	ہم اس بات کی تصدیق حلفاً کرتے ہیں کہ لیکھرام پشاوری کی نسبت جو پیشگوئی جناب مرزا صاحب نے ۲۰؍ فروری ۹۳ء کو کی تھی جس کا ایک اشتہار بھی کتاب آئینہ کمالات کے اخیر میں درج ہو چکا
۷۴	سید حاجی عبدالرحمٰن شاہ قادری ڈاکٹر بمبئی پریل۔	
۷۵	شیخ محمد صاحب ابن شمس الدین۔ بمبئی چیچپوکلی	

«۲۸»

نمبر	نام	کیفیت
☆۶۷	شمس الدین صاحب بن محمد ابراہیم بمبئی چیچپو کلی	ہے وہ پیشگوئی تخمیناً تین سال پیشتر وقوع سے ہم نے دیکھی تھی آج اس کی تصدیق ہوئی کہ وہ پیشین گوئی بالکل مطابق اور صحیح و سچی ہے۔ مورخہ ۱۴/ جون ۹۷ء
۶۸	شہاب الدین صاحب بن شمس الدین ایضاً	
۷۹	حسن میاں صاحب بانگی ٹانک بندر بمبئی۔	
۸۰	محمد ابراہیم صاحب بن منشی زین الدین انجینئر بمبئی	
۸۱	میاں احمد صاحب // // //	
۸۲	منشی زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینئر	
۸۳	حافظ عبد الرشید صاحب بن حافظ عبد اللہ سورتی بمبئی سونا پور قدیم۔	
۸۴	اسمٰعیل آدم صاحب میمن سوداگر بمبئی	
۸۵	غلام محمد صاحب فرزند غلام حسن خاں صاحب بہادر دلیر جنگ مرحوم شئ پالیم چنجی ضلع جنوبی ارکاٹ سب انسپکٹر سالٹ اینڈ آبکاری۔	خلاصہ و حاصل مطلب عبارت یہ ہے کہ پیشگوئی بہت صفائی سے پوری ہوئی۔
۸۶	عبدالباسط صاحب ابن عبدالرحمٰن //	ہر ایک پہلو بہت خوبی سے پورا ہوا۔
۸۷	سید حبیب اللہ صاحب قادری بن غلام محمد مدراس سیلا پور جنوبی ارکاٹ وارد میسور	بالکل صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔
۸۸	عبدالغفور صاحب قریشی بن محمد یوسف صاحب قریشی چنجی جنوبی ارکاٹ پوسٹماسٹر۔	بہت صفائی سے انصرام کو پہنچی۔
۸۹	مرزا محمد اسمٰعیل صاحب آفیسر پولیس سٹیشن بن مرزا امیر بیگ صاحب رضوی جنوبی ارکاٹ۔	پیشگوئی لیکھرام بصد صفائی کامل شد۔
۹۰	فتح شریف صاحب بن شیخ امام صاحب سارجن چنجی جنوبی ارکاٹ۔	لیکھرام کی موت کی پیشگوئی سچی ہوئی۔

☆ نقل مطابق اصل ۶۷۔۷۷ چاہیے۔ (ناشر)

۹۱	ملک عبدالوہاب صاحب بن فقیر احمد صدر انجمن نصرۃ الاسلام میلوشارم شمالی ارکاٹ	میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ پنڈت لیکھرام خود پیشگوئی کی سچائی پر متحیر ہو کر مر گیا۔ ۲۲؍جولائی ۹۷ء۔
۹۲	عبدالوہاب خاں صاحب محمدیہ بن عبداللہ صاحب محمدیہ چیت پیت پولور شمالی ارکاٹ	میں بہ تحقیق کہہ سکتا ہوں کہ پنڈت لیکھرام خود پیشگوئی کے سبب متحیر ہو کر مر گیا۔
۹۳	ملک محمد نعیم صاحب بی اے کلاس مشن کالج لاہور	میں زور سے گواہی دیتا ہوں کہ اس قتل میں مرزا صاحب کا کوئی دخل نہیں تھا۔
۹۴	غلام احمد صاحب متعلم بی اے کلاس مشن کالج لاہور	پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔
۹۵	غلام حسن صاحب بی اے کلاس 〃	مرزا صاحب کی پیشگوئی ہر طرح سے پوری ہوئی ہے۔
۹۶	علی محمد صاحب بی اے کلاس 〃	میرا یقین پیشگوئی پر زیادہ ہوا۔ میں مرزا صاحب کے دعویٰ پر تائید کرتا ہوں۔
۹۷	عبدالحی صاحب بی اے کلاس 〃	پیشگوئی بڑی عمدگی سے درحقیقت پوری ہوگئی اس میں انسانی منصوبوں کا دخل ہو۔ بالکل ناممکن ہے۔
۹۸	غلام محی الدین صاحب بی اے کلاس 〃	بیشک پنڈت صاحب کے قتل میں کسی انسانی منصوبہ کا دخل نہیں۔
۹۹	امیر شاہ صاحب بی اے کلاس 〃	مرزا صاحب کی دعا لیکھرام کے بارہ میں سب ہی مقبول ہوئی ہے۔

۱۰۰	نور احمد خان صاحب پشاوری بی اے کلاس مشن کالج لاہور۔	پیشینگوئی کے جملے حرفاً بحرفاً ٹھیک نکلے۔
۱۰۱	امیر خسرو صاحب گجراتی ایف اے کلاس	رسالہ استفتا میں کچھ شک نہیں۔
۱۰۲	عطا محمد صاحب بٹالہ ضلع گورداسپور	یہ پیشگوئیاں ہر ایک پہلو سے پوری ہوئیں۔
۱۰۳	محمد الدین صاحب کلرک اگزیمینر آفس ریلوے بٹالہ۔	پیشگوئی ہر ایک پہلو سے پوری ہوئی۔
۱۰۴	ولی اللہ صاحب مدرس اتچیسن سکول لاہور	یہ پیشگوئی بموجب شرائط پوری ہوگئی۔
۱۰۵	صوفی الٰہی بخش صاحب رفوگر کوچہ چابک سواراں۔	میرے نزدیک یہ پیشگوئی درست نکلی۔
۱۰۶	محمد حسین صاحب قریشی مالک وکٹوریہ پریس لاہور	یہ پیشگوئی بالکل مطابق شرائط مرزا صاحب پوری ہوئی۔
۱۰۷	سجاول صاحب ساکن جگراؤں ضلع لودیانہ	یہ پیشین گوئی بے شک پوری ہوگئی۔
۱۰۸	غلام اکبر صاحب سارجنٹ درجہ اول پولس شہر لاہور۔	ایضاً
۱۰۹	اللہ بخش صاحب کنسٹبل نمبر ۱۲۵ (پولس) شہر لاہور۔	بالکل راست سرِ مُو تفاوت نہیں ہے۔
۱۱۰	وزیر علی صاحب قصبہ نگینہ ضلع بجنور۔	یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری ہوئی۔
۱۱۱	اللہ دین خاں صاحب سارجنٹ دوم نمبر ۹۵ موضع تھانہ لوپوکے ضلع امرتسر۔	یہ پیشین گوئی درست ہے۔
۱۱۲	احمد خاں صاحب کنسٹبل نمبر ۶۰ پولیس جہلم	بیشک پیشگوئی پوری ہوئی۔

﴿۲۹﴾

اِسؔ جگہ تصدیق کنندگان کے صرف تھوڑے سے ناموں پر کفایت کی جاتی ہے اور اُن کے بیانات کو بخوفِ طوالت چھوڑ دیا گیا ہے۔

نمبر	نام	نمبر	نام
۱۱۳	اللہ دتا صاحب مدرس مشن سکول جہلم	۱۲۳	شمس الدین خان صاحب ٹھیکہ دار رئیس راولپنڈی
۱۱۴	رحیم بخش صاحب مدرس ریاضی ہندو محمدن اسکول چھاؤنی انبالہ	۱۲۴	یار محمد صاحب کلرک راولپنڈی
۱۱۵	محمد بخش صاحب ہیڈ کلرک دفتر نہر سرہند انبالہ چھاؤنی	۱۲۵	امام الدین صاحب کلرک 〃
۱۱۶	محمد اسماعیل صاحب نقشہ نویس دہلی کالکا ریلوے چھاؤنی انبالہ	۱۲۶	جعفر خان صاحب امیدوار نقشہ نویس راولپنڈی
۱۱۷	غلام نبی صاحب تاجر کتب راولپنڈی	۱۲۷	مولوی محمد فضل صاحب چنگوی تحصیل گوجر خان
۱۱۸	گلاب خاں صاحب سب اوورسیئر ملٹری ورکس سیالکوٹ حال راولپنڈی	۱۲۸	شاہ نواز خاں صاحب نمبردار عمرال ضلع جہلم
۱۱۹	نور الٰہی صاحب سب ڈویژن کلرک ملٹری ورکس راولپنڈی	۱۲۹	حافظ احمد بخش صاحب پٹواری موضع باٹھ۔ کبیر پور ریاست کپورتھلہ
۱۲۰	ظہور الاسلام صاحب نقشہ نویس حال راولپنڈی	۱۳۰	غلام محی الدین صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نور محل ضلع جالندھر
۱۲۱	خدا بخش صاحب نقشہ نویس ملٹری ورکس راولپنڈی	۱۳۱	مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور ضلع گورداسپور
۱۲۲	عزیز الدین صاحب ولد غلام محی الدین صاحب کلرک ورکشاپ راولپنڈی	۱۳۲	انوار حسین خاں صاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی

۱۳۳	محی الدین احمد صاحب شاہ آباد ضلع ہردوئی	۱۴۵	سلطان محمد خاں صاحب ساکن بکڑالہ ضلع جہلم
۱۳۴	حکیم خادم حسین خاں صاحب سیکرٹری میونسپل بورڈ۔شاہ آباد ہردوئی	۱۴۶	نور حسین صاحب سابق ڈرائیور نواں محلّہ ضلع جہلم
۱۳۵	محمد رفیق صاحب جسوی حال راولپنڈی	۱۴۷	محمد عمر صاحب ضلع گجرات ساکن برائے رونک آباد۔
۱۳۶	مولوی غلام مصطفٰے صاحب نور محل ضلع جالندھر۔	۱۴۸	کریم بخش صاحب دوکاندار جہلم۔
		۱۴۹	میاں محمد صاحب کوٹلہ ائمہ۔
۱۳۷	صدرالدین صاحب سب پوسٹ ماسٹر بھیرہ ضلع شاہپور۔	۱۵۰	چوہدری محمد کریم بخش صاحب نمبردار بھنڈی نین تحصیل رعیہ ضلع سیالکوٹ۔
۱۳۸	محمد عبدالغنی صاحب خوشنویس کاتب اخبار دوست ہند بھیرہ۔	۱۵۱	نور عالم صاحب چک سکندر۔
		۱۵۲	شیخ امداد حسین صاحب جہلم محلّہ جدید۔
۱۳۹	منشی محمد الدین صاحب مدرس میرووال تحصیل رعیہ سیالکوٹ	۱۵۳	سلطان محمد صاحب // //
		۱۵۴	نور عالم صاحب ساکن جادہ ضلع جہلم۔
۱۴۰	چوہدری مظفر خاں صاحب نمبردار میرووال تحصیل رعیہ سیالکوٹ۔	۱۵۵	علم دین صاحب امام مسجد //
۱۴۱	رکن الدین صاحب میرووال ضلع سیالکوٹ۔	۱۵۶	غلام قادر صاحب دوکاندار جہلم۔
۱۴۲	عبد الواحد خاں صاحب صدر بازار کمپ انبالہ	۱۵۷	غلام حیدر صاحب موضع جکر جہلم۔
		۱۵۸	محمد عطاء اللہ صاحب ساکن خوشحالہ۔ علاقہ مانسہرہ ضلع ہزارہ۔
۱۴۳	میاں علم دین صاحب چک خواجہ		
۱۴۴	نجیب علی خاں صاحب پنشنر عمرال ضلع جہلم	۱۵۹	سلطان محمد صاحب //

نمبر	نام
۱۶۰	فیض علی صاحب ساکن خوشحالہ علاقہ مانسہرہ ضلع ہزارہ
۱۶۱	محمد یامین صاحب داتا //
۱۶۲	عبدالکریم صاحب //
۱۶۳	عبدالرحمٰن صاحب۔ پھوڑا //
۱۶۴	ملک قطب الدین خاں صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ سیالکوٹ۔
۱۶۵	محمد عالم صاحب چکیاہی //
۱۶۶	عبدالغنی صاحب داتہ //
۱۶۷	لعل شاہ صاحب گولڑہ۔حال //
۱۶۸	محمد گل صاحب۔سید پور۔علاقہ گھوڑی ضلع مظفرآباد۔
۱۶۹	حبیب اللہ صاحب۔ بانڈی ڈھونڈاں ایبٹ آباد۔
۱۷۰	شیخ نور احمد صاحب ولد حاجی قائم دین صاحب چنیوٹ۔ جھنگ۔
۱۷۱	محمد اسمٰعیل صاحب // مدرسہ
۱۷۲	الٰہ بخش صاحب // //
۱۷۳	حکیم دلبر صاحب //
۱۷۴	عطا محمد صاحب //
۱۷۵	محمد حیات صاحب // مدرسہ
۱۷۶	محمد حسین صاحب //
۱۷۷	پیر بہادر دین صاحب سید گیلانی۔ چنیوٹ۔ضلع جھنگ
۱۷۸	مولا بخش صاحب //
۱۷۹	روشن دین صاحب مسگر محلّہ لوہاراں ضلع شاہ پور
۱۸۰	فتح الدین صاحب //
۱۸۰[۱]	شمس الدین صاحب //
۱۸۱	نظام الدین صاحب //
۱۸۲	شرف الدین صاحب //
۱۸۳	اللہ دین صاحب //
۱۸۴	غلام محمد صاحب بھیرہ محلّہ لوہاراں۔
۱۸۵	چراغ الدین صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور محلّہ لوہاراں۔
۱۸۶	خدا بخش صاحب //
۱۸۷	عنایت اللہ صاحب //
۱۸۸	فضل الٰہی صاحب //
۱۸۹	محمد اسلام صاحب //
۱۹۰	عبدالغفور صاحب //
۱۹۱	الٰہ دین صاحب //
۱۹۲	خواجہ محمد شریف احمد صاحب پشاوری ساکن بھیرہ
۱۹۳	عبدالسبحان خاں صاحب جہلمی حال وارد بھیرہ

﴿۳۰﴾

۱؎ نقل مطابق اصل۔(ناشر)

۱۹۴	فضل الٰہی صاحب۔ بھیرہ	۲۱۵	محمد علی خاں صاحب نمبردار میروال ضلع سیالکوٹ
۱۹۵	حبیب اللہ صاحب پراچہ //	۲۱۶	علی اکبر صاحب //
۱۹۶	غلام الٰہی صاحب //	۲۱۷	غلام یٰسین صاحب بریار تحصیل رعیہ
۱۹۷	غلام رسول صاحب //	۲۱۸	محمد شاہ صاحب ستراہ۔ پسرور
۱۹۸	عبدالرؤف صاحب //	۲۱۹	غلام رسول صاحب۔ دونا چک
۱۹۹	فضل الٰہی صاحب //	۲۲۰	محمد اشرف صاحب کوٹ بوچہ
۲۰۰	عنایت اللہ صاحب //	۲۲۱	شیخ نبی بخش صاحب۔ کوڑی
۲۰۱	اللہ جوایا آہنگر //	۲۲۲	فضل حسین صاحب۔ چاند
۲۰۲	حاجی آہنگر //	۲۲۳	محمد الدین صاحب۔ میروال
۲۰۳	حاجی نور احمد صاحب //	۲۲۴	مولا بخش صاحب //
۲۰۴	فضل الدین صاحب //	۲۲۵	اکبر خاں صاحب //
۲۰۵	صدر الدین صاحب //	۲۲۶	نعمت خاں صاحب //
۲۰۶	نظام الدین صاحب //	۲۲۷	مہتاب الدین صاحب //
۲۰۷	شمس الدین صاحب //	۲۲۸	شیخ علیم اللہ صاحب //
۲۰۸	چراغ الدین صاحب //	۲۲۹	سید لدّھے شاہ //
۲۰۹	محمد الدین صاحب //	۲۳۰	عبدالعزیز صاحب //
۲۱۰	اللہ دتا صاحب //	۲۳۱	سید علی صاحب //
۲۱۱	عبدالکریم صاحب بھیرہ	۲۳۲	برکت علی صاحب //
۲۱۲	اللہ دین صاحب //	۲۳۳	محمد جان صاحب ذیلدار۔ بدوملی
۲۱۳	خدا بخش صاحب //	۲۳۴	پیر احمد صاحب نمبردار۔ //
۲۱۴	محمد اعظم صاحب میروال ضلع سیالکوٹ	۲۳۵	علی محمد صاحب پٹواری۔ //

۲۳۶	عبداللہ شاہ صاحب واعظ بدوملی
۲۳۷	نظام الدین خانصاحب ملازم چیف کورٹ لاہور
۲۳۸	جھنڈے شاہ صاحب مدرس مشن سکول بدوملی
۲۳۹	ملاوامل صاحب ہندو لاہور اندرون لوہاری دروازہ۔ عبارت تصدیق یہ ہے:۔ ’’جناب مرزا صاحب نے جو پیشگوئی بابت پنڈت لیکھرام فرمائی تھی میعاد کے اندر پوری ہوئی۔ بقلم خود‘‘
۲۴۰	جوالہ سنگھ صاحب ہندو نمبردار ساکن کوٹلو مان تحصیل رعیہ۔ عبارت تصدیق یہ ہے: ’’یہ بات سچی ہے جو مرزا صاحب نے کہا تھا لیکھرام مرگیا ہے۔‘‘
۲۴۱	ویر بھاناں صاحب بدوملی۔ ’’پنڈت لیکھرام فوت ہوگیا ہے۔‘‘
۲۴۲	دنی چند صاحب بدوملی۔ ’’پنڈت لیکھرام صاحب میعاد کے اندر فوت ہوا۔‘‘
۲۴۳	آتما سنگھ صاحب بدوملی۔ ’’پنڈت لیکھرام صاحب میعاد کے اندر فوت ہوا۔‘‘
۲۴۴	نہال چند صاحب اروڑا۔ بدوملی ’’پنڈت لیکھرام میعاد کے اندر فوت ہوا‘‘۔
۲۴۵	حقیقت رام // //۔ ’’پنڈت لیکھرام مرگیا ہے‘‘
۲۴۶	کچھمن داس۔ بدوملی۔ ’’پنڈت لیکھرام میعاد کے اندر مرگیا ہے۔‘‘
۲۴۷	ٹھاکر داس اروڑا۔ بدوملی۔ بشرح صدر
۲۴۸	بیربل صاحب بدوملی قوم اروڑا شاہوکار۔ عبارت تصدیق یہ ہے:۔ ’’یہ پیشگوئی مرزا صاحب کی سچی ہے۔ بقلم خود۔‘‘
۲۴۹	حاکم صاحب نمبردار بدوملی۔
۲۵۰	مولوی غلام علی صاحب نوشاہی حنفی قادری امرت سر
۲۵۱	الف دین صاحب مگولہ ضلع سیالکوٹ
۲۵۲	سید حسین صاحب سجادہ نشین۔ بدوملی
۲۵۳	سید غلام قادر صاحب سجادہ نشین۔ بدوملی
۲۵۴	چراغ الدین صاحب نمبردار۔ موضع منن
۲۵۵	میاں مستقیم صاحب امام مسجد۔ بدوملی
۲۵۶	غلام حیدر صاحب ممبر کمیٹی۔ //
۲۵۷	نور احمد صاحب نمبردار۔ کلدیوال۔ رعیہ

نمبر	نام	نمبر	نام
۲۵۸	غلام محمد صاحب نمبردار۔ پھاگیاں۔ رعیہ	۲۷۱	فقیر حسن امیر شاہ صاحب سجادہ نشین۔ جنڈیالہ کلساں۔
۲۵۹	غلام قادر صاحب نمبردار۔ گٹا میاں //	۲۷۲	شنگرف علی صاحب مدرس شیخوپورہ۔ گوجرانوالہ
۲۶۰	یارا صاحب نمبردار۔ اکبریاں۔ //	۲۷۳	غلام رسول صاحب اسٹامپ فروش۔ بدوملی
۲۶۲☆	سید گلاب شاہ صاحب امام مسجد جامع بدوملی	۲۷۴	سید احمد شاہ صاحب مشہدی گھٹیالیاں بدوملی
۲۶۳	سید عابد علی صاحب حکیم۔ دھرم کوٹ	۲۷۵	محمد حسین صاحب // ۔کوٹلی تاراپسرور
۲۶۴	جمیتا نمبردار۔ باٹھانوالہ۔ رعیہ	۲۷۶	سید محمد شاہ // نورپور۔ پسرور
۲۶۵	کرم داد خانصاحب نمبردار۔ کوٹ۔ رعیہ۔	۲۷۷	سید امام علی شاہ صاحب حکیم // //
۲۶۶	علی گوہر صاحب نمبردار گھٹیالیاں۔ پسرور	۲۷۸	عمرالدین صاحب درویش۔ بدوملی
۲۶۷	چندشاہ سید نمبردار تنبوپر //	۲۷۹	جیون سنگھ نمبردار باٹھانوالہ۔
۲۶۸	چنڈا نمبردار جلووالی۔ //		عبارت تصدیق یہ ہے:۔ ”ہم نے مان لیا مرزا صاحب سچے ہیں اور لیکھرام فوت ہوگیا ہے۔“
۲۶۹	عادل خاں صاحب سجادہ نشین۔ بدوملی		
۲۷۰	نواب نمبردار۔ //		

نوٹ:

یہ دستخط مصدقین کے قریب چار ہزار کے تھے۔ ہم نے اِس رسالہ میں صرف تھوڑے سے نام بطور نمونہ لکھ دیئے ہیں۔ فقط

☆ نقل مطابق اصل۔ (ناشر)

﴿۳۱﴾

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۲

ہم اِس ضمیمہ میں ایک مختصر فہرست اپنے اُن نشانوں کی جو آج تک یعنی ۲۰؍اگست ۱۸۹۹ء تک ظہور میں آچکے ہیں حق کے طالبوں کی ہدایت کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے

شمار	تفصیل نشان
۱	نواب سردار محمد حیات خاں صاحب ایک وقت معطل ہوگئے تھے اور گورنمنٹ سے اُن پر کئی الزام قائم ہوکر ایک سخت اور خطرناک مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔ ان مشکلات کے وقت ان کی نسبت میرے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم نے مجھ سے سفارش کی کہ اُن کے لئے دعا کی جائے۔ دعا کے بعد اُن کے بری ہونے کی بشارت خواب میں مجھ کو ملی اور میں نے اُن کو خواب میں عدالت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور میں نے کہا کہ تم معطل تھے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں اُس جہان میں مگر اِس جہان میں نہیں۔ اور ایک مرتبہ خواب میں مَیں نے اُن کو کہا کہ تم کچھ خوف مت کرو خدا تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے وہ تم کو اِس بلا سے نجات دے گا اور بری کر دے گا۔ اِس پیشگوئی کے گواہ بہت سے ہندو مسلمان ہیں۔ اور اُن میں سے ایک ہندو لالہ شرمپت بھی ہے جو اسی گاؤں میں رہتا ہے اور خود نواب سردار محمد حیات خاں صاحب گواہ ہیں کیونکہ میرے بھائی نے اِس خواب سے اُن کو اطلاع دے دی تھی اور نیز فضل احمد میرے لڑکے نے بھی اُن کو خبر دی تھی۔ اور نیز دو نسخے براہین احمدیہ بھی جن میں اِس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر ہے

اُن کی خدمت میں اور اُن کے بھائی صاحب کی خدمت میں بھیجے گئے تھے☆۔ اور انجام کار ایسا ہی ہوا جیسا کہ کہا گیا تھا۔ نواب صاحب موصوف خود حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ یہ واقعہ سچا ہے۔ لیکن چونکہ میں جانتا ہوں کہ انسان بعض مصالح کے سبب سے کبھی کبھی سچی گواہی کے ادا کرنے پر دلیری نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں اُن کی خدمت میں اور سب گواہوں کی خدمت میں باادب التماس کرتا ہوں کہ اگر وہ ان پیشگوئیوں کے علم سے جن میں ان کو گواہ بنایا گیا ہے انکار کریں تو اپنے عزیز فرزندوں کے نام پر خدا تعالیٰ کی قسم کھالیں کہ یہ پیشگوئی جھوٹی ہے۔ اور قبل اِس کے کہ نواب صاحب میری گواہی دیں۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ تمام واقعہ حق ہے۔ **ولعنة اللّٰہ علی الکاذبین** اور یہ پیشگوئی آج سے بیس برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں درج ہو کر لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکی ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۲۔

۲ ایک آریہ شرمپت نام قوم کھتری جس کا نمبر اوّل میں ذکر آیا ہے جو کبھی کبھی میرے پاس آتا تھا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کا منکر اور سخت معاندِ اسلام تھا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ناگہاں اس کا بھائی بشمبر داس نام ایک فوجداری الزام کے نیچے آکر ایک برس کی قید کا سزایاب ہو گیا اور اُس کے ہمراہ ایک اور بھی قید ہوا جس کا نام خوشحال تھا اور اُس کو ڈیڑھ سال کی سزا ہوئی۔ اِس مصیبت کے وقت شرمپت نے مجھ سے اپنے بھائی بشمبر داس کی نسبت دعا چاہی اور یہ بھی کہا کہ اس سے میں امتحان

☆ کوئی عقلمند اس بات کو مان نہیں سکتا کہ ایک شہرت یافتہ کتاب کی پیشگوئی جس کو بیس برس گذر چکے اگر وہ خلاف واقعہ اور افترا ہو تو اتنی مدت تک وہ شخص خاموش رہ سکے جس کی نسبت یہ پیشگوئی ہے۔ بالخصوص اس حالت میں کہ جب کہ بلا توقف وہ کتاب اس کو دے دی گئی ہو۔ **منہ**

کرلوں گا اور یہ بھی کہا کہ ہم نے اس مقدمہ کا چیف کورٹ میں اپیل کیا ہے اگر مجھے الہام کے ذریعہ سے یہ خبر مل جائے کہ اس اپیل کا کیا نتیجہ نکلے گا اور یہ خبر سچی نکلی تو میں سمجھوں گا کہ اسلام میں یہ طاقت موجود ہے۔ چنانچہ اُس کے کمال اصرار کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی جناب میں دعا کی گئی اور وہ دعا منظور ہوئی اور بذریعہ الہام مجھے بتلایا گیا کہ اِس مقدمہ کی مثل چیف کورٹ سے عدالت ماتحت میں واپس آئے گی۔ اور پھر اس عدالت ماتحت میں تحقیقات ہوکر نصف قید بشمبر داس کی تخفیف کر دی جائے گی مگر بری نہیں ہوگا۔ اور جو اس کا دوسرا رفیق ہے وہ ہرگز خلاصی نہیں پائے گا جب تک پوری قید بھگت نہ لے اور بری وہ بھی نہیں ہوگا اور اُس کے ایام قید میں سے ایک دن بھی کم نہ ہوگا۔ اور میں نے اُس وقت کشفی طور پر یہ بھی دیکھا کہ میں قضا و قدر کے دفتر میں گیا ہوں اور ایک کتاب میرے سامنے پیش کی گئی جس میں بشمبر داس کی ایک برس کی قید لکھی ہے۔ تب میں نے اُس کی قید میں سے آدھی قید کو اپنے ہاتھ سے اور اپنی قلم سے کاٹ دیا ہے۔ یہ وہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جس میں دعا کی قبولیت اور تصرف ہمت اور پیش از وقت بتلانا تینوں امر ثابت ہیں اور شرمپت سخت مخالف اسلام اور قوم پرست ہے۔ اس کے منہ سے یہ نکلنا مشکل ہے کہ یہ پیشگوئی ہو بہو سچی نکلی کیونکہ بوجہ قوم پرستی قومی رعب اس کو کھائے گا لیکن تاہم اس کے منہ سے سچ کہلانے کا نہایت سہل طریق یہ ہے کہ اس کو اُس کے بیٹوں کی قسم دی جائے یعنی بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر بطور قسم یہ کہے کہ یہ پیشگوئی میرے نزدیک جھوٹ ہے اور پوری نہیں ہوئی۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ تمام واقعہ حق ہے و لعنة اللّٰہ علی الکاذبین۔ اِس پیشگوئی کا ضمیمہ ایک یہ بھی امر ہے کہ جب بشمبر داس نے اپیل کیا اور وہ اپیل چیف کورٹ میں لیا گیا تو بشمبر داس کے بھائیوں نے مشہور کیا کہ بشمبر داس بری ہوگیا۔ اور چونکہ ایسی شہرت میرے الہام کے مخالف تھی اس لئے

﴿۳۲﴾

	بعض نادان لوگوں نے مجھے ملزم کیا کہ تم تو کہتے تھے کہ مثل مقدمہ ماتحت عدالت میں واپس آئے گی اور قید نصف تخفیف ہوگی اور بری نہیں ہوگا اور وہ بری ہو گیا۔ تب مجھے مسجد میں سجدہ کی حالت میں یہ الہام ہوا **لا تخف انک انت الاعلٰی** ۔یعنی کچھ خوف مت کر کہ تو غالب ہے اور فتح تیرے نام ہے۔ اور تھوڑے وقت کے بعد معلوم ہو گیا کہ یہ خبر جھوٹی مشہور کی گئی تھی اور اس جھوٹی خبر کا فائدہ یہ ہوا کہ ایک اور پیشگوئی ظہور میں آ گئی۔ اور یہ پیشگوئی جیسا کہ بیان کیا گیا تھا کہ مثل مقدمہ عدالت ماتحت میں واپس آئے گی اور نصف قید بشمبر داس کی تخفیف ہوگی مگر دونوں مجرم بری ہرگز نہیں ہوں گے۔ ویسا ہی بعینہٖ ظہور میں آ گئی۔ یہ تمام پیشگوئی ہماری کتاب براہین احمدیہ میں عرصہ بیس برس سے مندرج ہو کر لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکی ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۵۵۰ براہین احمدیہ۔
۳	پنڈت دیانند سورستی کی موت کی خبر قادیاں کے بعض ہندوؤں کو جن میں لالہ شرمپت مذکور بھی ہے۔ اس واقعہ سے قریباً تین ماہ پہلے دی گئی اور بیان کیا گیا کہ پنڈت مذکور پیشگوئی کے روز سے تین[۳] ماہ کے عرصہ تک فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ تین ماہ کے اندر بمقام اجمیر فوت ہو گیا۔ اور کئی اور مسلمانوں کو بھی یہ خبر دی گئی اور ہر ایک حلفاً اِس واقعہ کی تصدیق کر سکتا ہے۔ مگر لالہ شرمپت کے لئے قوم پرستی کی وجہ سے یہ گواہی دینا بھی مشکل ہے جب تک کہ وہ اس مضمون کی قسم نہ کھاویں جس کا نمبر۲ میں ذکر ہو چکا ہے۔ یہ پیشگوئی بھی عرصہ بیس برس سے ہماری کتاب براہین احمدیہ میں مندرج ہو کر لاکھوں انسانوں میں شہرت پا چکی ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۳۵ براہین احمدیہ۔
۴	ایک ہندو آریہ ساکن قادیاں ملاوامل نام تپ دق میں مبتلا ہو گیا اور ایک دن اپنی زندگی سے نومید ہو کر میرے پاس آ کر بہت رویا۔ میں نے اُس کے حق میں دعا کی۔ تب الہام ہوا **قلنا یا نار کونی بردًا وّسلامًا** ۔یعنی ہم نے کہا کہ اے تپ کی

	آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا۔ یہ الہام اس کو اور کئی آدمیوں کو سنایا گیا اور بیان کیا گیا کہ وہ اِس مرض سے شفا پا جائے گا۔ چنانچہ اس الہام کے بعد ایک ہفتہ کے اندر ہی وہ ہندو شفا پا گیا۔ یہ آریہ بھی یعنی ملاوامل بباعث مذہبی عناد اور تعصب کے جس کا آج کل آریوں کو سبق دیا جاتا ہے ہرگز سچ نہیں بولے گا کیونکہ ان لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ دوسری قوم کے مقابل پر جھوٹ بولنا یا سچی گواہی کو بہر حیلہ چھپانا ثواب سمجھتے ہیں لیکن اگر اس کو بھی وہی اولاد کی قسم دی جائے جس کا ذکر ابھی ہم نے شرمپت کی قسم میں کیا ہے تو پھر ممکن نہیں کہ جھوٹ بولے کیونکہ ان لوگوں کو خدا کی نسبت اولاد زیادہ پیاری ہے۔ جس شخص کے نزدیک جھوٹ اور اخفاءِ حق اور گواہی کو چھپانا مذہب کے لئے سب روا بلکہ پرمیشر کی خوشی کا باعث ہو۔ اس کا بجز اِس کے کیا علاج ہے کہ اولاد کی قسم اس کو دی جائے۔ اور یہ پیشگوئی بھی عرصہ بیس برس سے ہماری کتاب براہین احمدیہ میں مندرج ہو کر لاکھوں انسانوں میں شہرت پا چکی ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ براہین احمدیہ۔
۵	شیخ حامد علی ساکن تھہ غلام نبی ضلع گورداسپورہ جو ایک مدت تک میرے پاس رہا ہے اور بہت سے نشانوں کا گواہ ہے ایک یہ نشان اس کے روبرو ظہور میں آیا کہ ظہر کی نماز کا وقت تھا کہ یکدفعہ مجھے الہام ہوا کہ تریٰ فخذًا الیمًا۔ یعنی تو ایک دردناک ران دیکھے گا۔ تب میں نے یہ الہام اُس کو سنایا۔ اور پھر بعد اس کے بلا توقف میں نماز کے لئے مسجد کی طرف روانہ ہونے لگا اور وہ بھی میرے ساتھ ہی زینہ پر سے اُترا۔ جب ہم زینہ پر سے اُتر آئے تو دو گھوڑوں پر دو لڑکے سوار دکھائی دئے جن کی عمر بیس برس کے اندر اندر ہوگی۔ ایک کچھ چھوٹا اور ایک بڑا۔ وہ سوار ہونے کی حالت میں ہی ہمارے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ اور ایک نے اُن میں سے مجھ کو کہا کہ یہ دوسرا سوار میرا بھائی ہے

﴿۳۳﴾

اور اس کی ران میں سخت درد ہو رہا ہے اِس کا کوئی علاج پوچھنے آئے ہیں۔تب میں نے حامد علی کو کہہ دیا کہ گواہ رہ کہ یہ پیشگوئی دو تین منٹ میں ہی پوری ہوگئی۔شیخ حامد علی اپنے گاؤں میں زندہ موجود ہے اُس سے حلفاً ہر ایک طالب حق دریافت کرسکتا ہے۔حلف وہی ہوگی جس کا نمونہ نمبر۲ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔	
ایک میرے مخلص عبداللہ نام پٹواری غوث گڈھ علاقہ ریاست پٹیالہ کے دیکھتے ہوئے اور اُن کی نظر کے سامنے یہ نشان الٰہی ظاہر ہوا کہ اوّل مجھ کو کشفی طور پر دکھلایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضا و قدر کے اہلِ دنیا کی نیکی بدی کے متعلق اور نیز اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور پھر تمثل کے طور پر میں نے خدا تعالیٰ کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ وہ اس پر دستخط کر دیں۔مطلب یہ تھا کہ یہ سب باتیں جن کے ہونے کے لئے میں نے ارادہ کیا ہے ہو جائیں۔سو خدا تعالیٰ نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے۔اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اس کو جھاڑا اور معاً جھاڑنے کے ساتھ ہی اُس سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور عبداللہ کے کپڑوں پر پڑے۔اور چونکہ کشفی حالت میں انسان بیداری سے حصہ رکھتا ہے۔اس لئے مجھے جبکہ ان قطروں سے جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے گرے اطلاع ہوئی۔ساتھ ہی میں نے بچشم خود ان قطروں کو بھی دیکھا اور میں رقت دل کے ساتھ اِس قصے کو میاں عبداللہ کے پاس بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں اس نے بھی وہ تر بتر قطرے کپڑوں پر پڑے ہوئے دیکھ لئے اور کوئی ایسی چیز ہمارے پاس موجود نہ تھی جس سے اُس سرخی کے گرنے کا کوئی احتمال ہوتا۔اور وہ وہی سرخی تھی جو خدا تعالیٰ نے اپنی قلم سے جھاڑی تھی۔اب تک بعض کپڑے میاں عبداللہ کے پاس موجود ہیں جن پر وہ بہت سی سرخی پڑی تھی۔اور میاں عبداللہ زندہ موجود ہیں اور اِس کیفیت کو حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ کیونکر یہ خارق عادت اور اعجازی طور پر امر تھا۔	۶

	اور حلف نمونہ نمبر ۲ پر ہی ہوگی۔ اور یہ نشان انہی ایام میں کتاب سرمہ چشم آریہ میں درج کیا گیا تھا۔ دیکھو میری کتاب سُرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۰۲۔ حاشیہ مطبع اسلامیہ پریس لاہور ۱۸۹۳ء۔
۷	میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم کی وفات کا جب وقت قریب آیا اور صرف چند پہر باقی رہ گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی وفات سے مجھے ان الفاظ عزاپُرسی کے ساتھ خبر دی **والسّماء والطّارق** ۔یعنی قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے اُس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد ظہور میں آئے گا۔ اور چونکہ ان کی زندگی سے بہت سے وجوہ معاش ہمارے وابستہ تھے اِس لئے بشریت کے تقاضا سے یہ خیال دل میں گذرا کہ ان کی وفات ہمارے لئے بہت سے مصائب کا موجب ہوگی۔ کیونکہ وہ رقم کثیر آمدنی کی ضبط ہو جائے گی جو ان کی زندگی سے وابستہ تھی۔ اِس خیال کے آنے کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔ **الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ** یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ تب وہ خیال یوں اُڑ گیا جیسا کہ روشنی کے نکلنے سے تاریکی اُڑ جاتی ہے اور اُسی دن غروبِ آفتاب کے بعد میرے والد صاحب فوت ہوگئے جیسا کہ الہام نے ظاہر کیا تھا اور جو الہام **الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ** ہوا تھا وہ بہت سے لوگوں کو قبل از وقت سنایا گیا جن میں سے لالہ شرمپت مذکور اور لالہ ملاوامل مذکور کھتریان ساکنان قادیاں ہیں اور جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ اور پھر مرزا صاحب مرحوم کی وفات کے بعد وہ عبارت الہام ایک نگین پر کھدوائی گئی۔ اور اتفاقاً اسی ملاوامل کو جب وہ کسی اپنے کام کے لئے امرتسر جاتا تھا وہ عبارت دی گئی کہ تا وہ نگین کھدوا کر اور مہر بنوا کر لے آئے۔ چنانچہ وہ حکیم محمد شریف مرحوم امرتسری کی معرفت بنوا کر لے آیا جو اب تک میرے پاس موجود ہے جو اِس جگہ لگائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اِس پیشگوئی میں ایک تو یہی امر ہے کہ جو پورا ہوا یعنی یہ کہ الہام کے ایما کے موافق

	میرے والد صاحب کی وفات قبل☆ ازغروب آفتاب ہوئی۔ باوجود اس کے کہ وہ بیماری سے صحت پا چکے تھے اور قوی تھے اور کچھ آثارِ موت ظاہر نہ تھے اور کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک برس تک بھی فوت ہو جائیں گے لیکن مطابق منشاء الہام سورج کے ڈوبنے کے بعد انہوں نے انتقال فرمایا۔ اور پھر دوسرا الہام یہ پورا ہوا کہ والد مرحوم و مغفور کی وفات سے مجھے کچھ دنیوی صدمہ نہیں پہنچا جس کا اندیشہ تھا بلکہ خدائے قدیر نے مجھے اپنے سایۂ عاطفت کے نیچے ایسا لے لیا کہ ایک دنیا کو حیران کیا اور اس قدر میری خبر گیری کی اور اِس قدر وہ میرا متولّی اور متکفل ہو گیا کہ باوجود اس کے کہ میرے والد صاحب مرحوم کے انتقال کو چوبیس برس آج کی تاریخ تک جو ۲۰؍ اگست ۱۸۹۹ء اور ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ ہے گذر گئے ہر ایک تکلیف اور حاجت سے مجھے محفوظ رکھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ میں اپنے والد کے زمانہ میں ایک گمنام تھا۔ خدا نے اُن کی وفات کے بعد لاکھوں انسانوں میں مجھے عزت کے ساتھ شہرت دی اور میں والد صاحب کے زمانہ میں اپنے اقتدار اور اختیار سے کوئی مالی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کے انتقال کے بعد اِس سلسلہ کی تائید کے لئے اِس قدر میری مدد کی اور کر رہا ہے کہ جماعت کے درویشوں اور غریبوں اور مہمانوں اور حق کے طالبوں کی خوراک کے لئے جو ہر ایک طرف سے صدہا بندگانِ خدا آ رہے ہیں اور نیز تالیف کے کام کے لئے ہزارہا روپیہ بہم پہنچایا اور ہمیشہ پہنچاتا ہے اِس بات کے گواہ اِس گاؤں کے تمام مسلمان اور ہندو ہیں جو دو ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے۔ ﴿۳۴﴾
۸	ایسا اتفاق دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ گذرا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری حاجت کے وقت مجھے اپنے الہام یا کشف سے یہ خبر دی کہ عنقریب کچھ روپیہ آنے والا ہے اور بعض وقت آنے والے روپیہ کی تعداد سے بھی خبر دے دی۔ اور بعض وقت یہ خبر دی کہ اِس قدر روپیہ فلاں تاریخ میں اور فلاں شخص کے بھیجنے سے آنے والا ہے اور

☆ ایڈیشن اوّل میں سہو کتابت سے قبل از غروب آفتاب لکھا گیا ہے جبکہ کتاب البریہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۱۹۵ میں بعد از غروب آفتاب ہے جو الہام والسماء والطارق کے مطابق درست ہے (ناشر)

	ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اِس بات کے گواہ بھی بعض قادیان کے ہندو اور کئی سو مسلمان ہوں گے جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں اور اس قسم کے نشان دو ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اور یہ اِس بات کی بھی دلیل ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ حاجات کے وقت میں میرا متولی اور متکفل ہوتا رہا ہے۔ اور اکثر عادت الٰہی مجھ سے یہی ہے کہ وہ پیش از وقت مجھے بتلا دیتا ہے کہ وہ دنیا کے انعامات میں سے کسی قسم کا انعام مجھ پر کرنا چاہتا ہے اور اکثر وہ مجھے بتلا دیتا ہے کہ کل تو یہ کھائے گا اور یہ پئے گا اور یہ تجھے دیا جائے گا۔ اور ویسا ہی ظہور میں آ جاتا ہے کہ جو وہ مجھے بتلاتا ہے۔ اور اِن باتوں کی تصدیق چند ہفتہ میرے پاس رہنے سے ہر ایک شخص کر سکتا ہے۔ ایسے نشان شیخ حامد علی مذکور اور لالہ شرمپت اور ملاوامل نے بہت دیکھے ہیں اور وہ حسب نمونہ قسم نمبر۲ حلفاً بیان کر سکتے ہیں اور میری جماعت کے دوستوں میں سے کوئی کم ہوگا جس نے ایک دو مرتبہ بچشم خود ایسا نشان نہ دیکھا ہوگا۔
۹	عرصہ تخمیناً اٹھارہ برس کا ہوا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر چند آدمیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے اِس بات کی خبر دی کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ **انّا نبشر**☆ **بغلام حسین**۔ یعنی ہم تجھے ایک حسین لڑکے کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ میں نے یہ الہام ایک شخص حافظ نور احمد امرتسری کو سنایا جو اب تک زندہ ہے اور بباعث میرے دعویٰ مسیحیت کے مخالفوں میں سے ہے۔ اور نیز یہی الہام شیخ حامد علی کو جو میرے پاس رہتا تھا سنایا۔ اور دو ہندوؤں کو جو آمد و رفت رکھتے تھے یعنی شرمپت اور ملاوامل ساکنانِ قادیاں کو بھی سنایا۔ اور لوگوں نے اس الہام سے تعجب کیا کیونکہ میری پہلی بیوی کو عرصہ بیس سال سے اولاد ہونی موقوف ہو چکی تھی اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی۔ لیکن حافظ

☆ تریاق القلوب ایڈیشن اوّل میں یہ الہام یونہی لکھا ہے جبکہ تریاق القلوب میں حضور علیہ السلام کے کئے ہوئے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ **ك** سہو کتابت سے لکھنے سے رہ گیا ہے۔ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے اپنے مرتب کردہ مجموعہ الہامات ''البشریٰ'' کے صفحہ ۳۸ پر اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے تذکرہ ایڈیشن اول کے صفحہ ۳۵ پر تریاق القلوب صفحہ ۳۴ کا ہی حوالہ دیتے ہوئے **انا نبشرک** تحریر فرمایا ہے۔ (ناشر)

نور احمد نے کہا کہ خدا کی قدرت سے کیا تعجب کہ وہ لڑکا دے۔ اس سے قریباً تین برس کے بعد جیسا کہ ابھی لکھتا ہوں دہلی میں میری شادی ہوئی اور خدا نے وہ لڑکا بھی دیا اور تین اور عطا کئے۔ اِس بیان کی تمام یہ لوگ تصدیق کریں گے بشرطیکہ قسم نمونہ نمبر۲ دے کر پوچھا جائے۔ اور حافظ نور احمد سخت مخالف ہے مگر نمونہ نمبر۲ کی قسم اس کو بھی سچ بولنے پر مجبور کرے گی۔	
تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گذرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ **اشاعة السنّہ** کے مکان پر جانے کا اِتفاق ہوا۔ اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ **بِکر و ثیّب** جس کے یہ معنے اُن کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک **بِکر** ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو **بِکر** کے متعلق تھا پورا ہوگیا۔ اور اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اِس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔ میں نہیں یقین کر سکتا کہ مولوی محمد حسین بوجہ شدت عناد اور تعصب اِس پیشگوئی کی نسبت اپنی واقفیت بیان کر سکے لیکن اگر حلف مطابق نمونہ نمبر۲ دی جائے تو اِس صورت میں امید ہے کہ سچ بول دے۔	۱۰
تخمیناً سولہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ میں نے شیخ حامد علی اور لالہ شرمپت کھتری ساکن قادیاں اور لالہ ملاوامل کھتری ساکن قادیاں اور جان محمد مرحوم ساکن قادیاں اور بہت سے اور لوگوں کو یہ خبر دی تھی کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے	۱۱

﴿۳۵﴾

کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا اور وہ قوم کے سیّد ہوں گے☆ اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد ہوگی۔ اور یہ خواب اُن ایّام میں آئی تھی کہ جب میں بعض اعراض اور امراض کی وجہ سے بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا بلکہ قریب ہی وہ زمانہ گذر چکا تھا جبکہ مجھے دِق کی بیماری ہوگئی تھی اور بباعث گوشہ گزینی اور ترکِ دنیا کے اہتمامات تأہّل سے دل سخت کارِہ تھا اور عیال داری کے بوجھ سے طبیعت متنفر تھی۔ تو اس حالت پُر ملالت کے تصور کے وقت یہ الہام ہوا تھا۔ **ہرچہ باید نوعروسے را ہمہ ساماں کنم**۔ یعنی اِس

☆ **نوٹ**:۔ ہمارا خاندان جو ایک ریاست کا خاندان تھا۔ اس میں عادۃ اللہ اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ بعض بزرگ دادیاں ہماری شریف سادات کی لڑکیاں تھیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے بعض الہامات میں بھی اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اِس عاجز کے خون کی بنی فاطمہ کے خون سے آمیزش ہے۔ اور درحقیقت وہ کشف براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۳ کا جس میں لکھا ہے کہ میں نے دیکھا کہ میرا سر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مادرِ مہربان کی طرح اپنی ران پر رکھا ہوا ہے۔ اِس سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے۔ الہام مندرجہ براہین صفحہ ۴۹۰ میں یہ بشارت دی تھی۔ **سبحان اللّٰہ تبارک و تعالٰی زاد مجدک. ینقطع آباء ک ویبدء منک** ۔ یعنی سب پاکیاں خدا کے لئے ہیں جو نہایت برکت والا اور عالی ذات ہے۔ اُس نے تیری بزرگی کو زیادہ کیا۔ اب سے تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہوگا اور ابتدا خاندان کا تجھ سے کیا جائے گا۔ یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام اپنے نئے خاندان کا بانی ہوا ایسا ہی تو بھی ہوگا۔ کیونکہ الہام میں بار بار اِس عاجز کا نام ابراہیم رکھا گیا ہے جیسا کہ براہین صفحہ ۵۶۱ میں یہ الہام ہے۔ **سلام علٰی ابراھیم صافیناہ ونجّیناہ من الغم. تفردنا بذالک. فاتخذوا من مقام ابراھیم مُصَلّٰی** ۔ یعنی اے ابراہیم تجھ پر سلام ہم نے ابراہیم سے صافی محبت کی اور اس کو غم سے نجات دی۔ ہم ہی اِس بات سے خاص ہیں۔ پس اگر تم مقامِ اصطفاء چاہتے ہو تو تم اس مقام پر اپنا قدم عبودیت رکھو جو ابراہیم یعنی اِس عاجز کا مقام ہے۔ منہ

شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیے۔ ان تمام ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمہ رہے گا۔ سو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے اپنے وعدہ کے موافق اس شادی کے بعد ہر ایک بارِ شادی سے مجھے سبکدوش رکھا اور مجھے بہت آرام پہنچا۔ کوئی باپ دنیا میں کسی بیٹے کی پرورش نہیں کرتا جیسا کہ اُس نے میری کی۔ اور کوئی والدہ پوری ہشیاری سے دن رات اپنے بچہ کی ایسی خبر نہیں رکھتی جیسا کہ اُس نے میری رکھی اور جیسا کہ اُس نے بہت عرصہ پہلے براہین احمدیہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ **یا احمد اسکن انت و زوجک الجنة** ۔ ایسا ہی وہ بجا لایا۔ معاش کا غم کرنے کے لئے کوئی گھڑی اُس نے میرے لئے خالی نہ رکھی ۔ اور خانہ داری کے مہمات کے لئے کوئی اضطراب اُس نے میرے نزدیک آنے نہ دیا۔ ایک ابتلا مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اِس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردسر مع دورانِ سر قدیم سے میرے شاملِ حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا۔ اِس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی ۔ اِس لئے میری اِس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا۔ اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلا دیا ہے جیسے اخویم مولوی نورالدین صاحب اور اخویم مولوی برہان الدین وغیرہ۔ مولوی محمد حسین صاحب ایڈیٹر **اشاعة السنہ** نے ہمدردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ ’’آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اِس لائق نہ تھے ۔ اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں ورنہ ایک بڑے فکر کی بات ہے ۔ ایسا نہ ہو کہ

	کوئی ابتلا پیش آوے‘‘ یہ ایک چھوٹے سے کاغذ پر رُقعہ ہے جو اب تک اتفاقاً میرے پاس محفوظ رہا ہے۔ اور میری جماعت کے پچاس کے قریب دوستوں نے بچشم خود اس کو دیکھ لیا اور خط پہچان لیا ہے۔ اور مجھے امید نہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب اِس سے انکار کریں۔ اور اگر کریں تو پھر حلف دینے سے حقیقت کھل جائے گی۔ غرض اِس ابتلا کے وقت میں نے جناب الٰہی میں دعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے اپنے الہام کے ذریعہ سے دوائیں بتلائیں۔ اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوا میں نے طیار کی۔ اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ میں نے دِلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پُر صحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی ہے وہ مجھے دی گئی اور چار لڑکے مجھے عطا کئے گئے۔ اگر دنیا اِس بات کو مبالغہ نہ سمجھتی تو میں اِس جگہ اس واقعہ حقّہ کو جو اعجازی رنگ میں ہمیشہ کے لئے مجھے عطا کیا گیا بہ تفصیل بیان کرتا تا معلوم ہوتا کہ ہمارے **قادر قیّوم** کے نشان ہر رنگ میں ظہور میں آتے ہیں اور ہر رنگ میں اپنے خاص لوگوں کو وہ خصوصیت عطا کرتا ہے جس میں دنیا کے لوگ شریک نہیں ہو سکتے۔ میں اس زمانہ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور پھر اپنے تئیں خدا داد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا۔ اس لئے میرا یقین ہے کہ ہمارا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔
۱۲	ایک صاحب نواب محمد علی خاں نام **جھجر** کے نوابوں میں سے لدھیانہ میں رہتے تھے اور انہوں نے لدھیانہ میں اِس غرض سے ایک سرائے بنائی تھی کہ تا جس قدر غلہ باہر سے آتا ہے اس کی اسی سرائے میں خرید وفروخت ہو۔ اور اسی سرائے میں غلہ بیچنے والے اپنا مال اُتاریں۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک اور شخص اِس کام میں ان کا رہزن

﴿۳۶﴾

ہو گیا اور نواب صاحب کی سرائے بیکار ہو گئی جس سے ان کو بہت تکلیف پہنچی۔ اُنہوں نے
اِس مصیبت کے وقت دعا کے لئے میری طرف التجا کی اور قبل اس کے جواُن کا خط قادیان
میں پہنچے میرے پر خدا نے ظاہر کر دیا کہ اِس مضمون کا خط اُنہوں نے روانہ کیا ہے۔ اور
خدا تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی کہ کچھ عرصہ کے لئے ان کی یہ روک اُٹھا دی جائے گی اور اِس
غم سے ان کو نجات دی جائے گی۔ چنانچہ میں نے اِس تمام حال سے قبل از وقت اُن کو
خبر کر دی۔ اور ان کو یہ سخت تعجب ہوا کہ میرا خط جو بلا توقف روانہ کیا گیا تھا اس کا علم کیونکر
ہو گیا؟ اور پھر اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے ایک عجیب رنگ کا اعتقاد میری نسبت اس
کے دل میں بیٹھ گیا۔ اور وہ ہمیشہ مجھے کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنی نوٹ بک میں اس پیشگوئی
کو یادداشت کے لئے لکھ چھوڑا ہے اور ہمیشہ اس کو پڑھ لیا کرتا ہوں اور کئی لوگوں کو اُس
نے اپنی یہ کتاب دکھلائی اور ایک دن میرے روبرو پٹیالہ میں وزیر محمد حسین خانصاحب کو
بھی کتاب میں وہ موقعہ دکھلایا اور ان کو کہا کہ میرے یقین کے لئے یہ کافی ہے کہ میرے
خط کی اطلاع خدا تعالیٰ کی طرف سے خط پہنچنے سے پہلے مل گئی جس کی مجھ کو بلا توقف خبر دی
گئی۔ اور دوسرے یہ کہ یہ میرا کام جو بظاہر ایک ناشدنی امر تھا اس کے ہو جانے کی قبل از
وقت اطلاع دے دی۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ علم جو قدرت کے ساتھ ملا ہوا ہے بجز خدا کے
اور کسی کی طاقت میں نہیں۔ ایسا ہی نواب صاحب موصوف کا اخیر زندگی تک ہمیشہ یہ حال
رہا کہ اس پیشگوئی کی یاد سے ان کو ایک وجد کی حالت ہو جاتی تھی اور ہمیشہ اس کو پڑھا
کرتے تھے یہاں تک کہ جب ان کی موت کا وقت آیا اور میں عیادت کے لئے گیا تو اُس
شام کے وقت جس کی صبح میں ان کا انتقال ہونا تھا اُنہوں نے مجھ کو دیکھ کر یہ ہمت کی کہ
باوجود سخت تکلیف خون بواسیر کے جس کی کثرت سے اُن کی وفات ہوئی اندر کے دالان
میں چلے گئے اور وہ نوٹ بک اپنی لے آئے جس میں وہ پیشگوئی مع اُس کے پورا ہو جانے

نمبر	بیان
	کے حالات کے مندرج تھی۔ پھر وہ کتاب مجھ کو دکھلائی اور کہا کہ میں اِس کو بڑے اہتمام سے محفوظ رکھتا ہوں کہ اِس سے خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔اور پھر دوسرے دِن صبح کے وقت فوت ہو گئے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ نوٹ بک ان کی جس کو بڑے اہتمام اور محبت سے وہ اپنے پاس رکھتے تھے۔اب لدھیانہ میں ان کے بیٹے کے پاس محفوظ ہوگی اور ضرور ہوگی۔سو دیکھو کس کس پہلو سے خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوئے ہیں۔
۱۳	راجہ جہاں داد خانصاحب جو اب گوجرانوالہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ ہیں اور اپنے نواح کے رئیس اعظم اور بہت سے دیہات کے جاگیردار ہیں ایک نشان کے وہ گواہ ہیں جس کے پورا ہونے پر انہوں نے بیعت کی۔اگر حلفاً پوچھا جائے تو ہرگز انکار نہیں کریں گے۔
۱۴	ایک مرتبہ مجھے اپنے ایک زمینداری مقدمہ کے متعلق جو تحصیل بٹالہ میں دائر تھا۔ خواب آئی کہ جھنڈا سنگھ نام ایک دخیل کار پر جو دفعہ ۵ ایکٹ مزارعان کا دخیل کار تھا۔ ہماری ڈِگری ہوگئی ہے۔اُس دخیل کار پر بوجہ قیمت ایک درخت کیکر جس کو اُس نے اپنے کھیت سے ہماری اجازت کے بغیر کاٹ لیا تھا۔ ۱۴ للعہ روپیہ کی نالش کی گئی تھی۔ سو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ دعویٰ مسموع ہو کر ڈگری کی گئی۔ اتفاقاً میں نے اس خواب کو اُسی آریہ کے پاس بیان کیا جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں یعنی لالہ شرمپت کھتری ساکن قادیاں۔ پھر دوسرے دن ایسا اتفاق ہوا کہ جھنڈا سنگھ مذکور مع سولہ یا سترہ اپنے گواہوں کے مقدمہ مذکورہ میں اپنی تائید میں شہادت دلا کر بٹالہ سے قادیاں میں واپس آیا اور یہ مشہور کیا کہ مقدمہ خارج ہوا۔ اس پر آریہ مذکور نے ہنسی کے طور پر کہا کہ آپ کی خواب غلط گئی اور نالش ۱۴ للعہ روپیہ تحصیل سے خارج ہوئی۔ میں نے اس کو کہا کہ اُس نے یقیناً جھوٹ بولا ہے۔تب اُس نے کہا کہ وہ اکیلا نہیں

﴿۴۷﴾

بلکہ پندرہ یا سولہ اُس کے ساتھ آدمی آئے ہیں جو گواہ تھے وہ سب کہتے ہیں کہ مقدمہ خارج ہوا۔ اور غیر ممکن ہے کہ اِس قدر لوگ جھوٹ بولتے ہوں۔ اور وہ آریہ مسجد میں جو قریب بازار ہے یہ بات کہہ کر چلا گیا اور میں مسجد میں اکیلا رہ گیا اور عصر کا وقت تھا۔ تب ایک غیبی آواز کرنے والے نے زور سے کہا کہ ڈگری ہوگئی ہے اور ایسی شدت سے آواز تھی کہ میں نے خیال کیا کہ یہ آواز اوروں نے بھی سنی ہوگی تب میں اُس آریہ سے پھر ملا اور اپنے الہام سے اِطلاع دی۔ مگر وہ گواہوں کی کثرت تعداد کو دیکھ کر اعتبار نہ کر سکا اور پھر بھی ہنس کر چلا گیا۔ گویا وہ اپنے دل میں میری خام خیالی پر ہنسا۔ دوسرے دن خود میں بٹالہ میں گیا اور تحصیلدار کے مثل خوان متھرا داس نامی سے دریافت کیا کہ ہمارے مقدمہ میں کیا حکم ہوا؟ اُس نے کہا کہ ڈگری ہوئی۔ میں نے کہا کہ پھر کیا سبب ہے کہ جھنڈا سنگھ اور اُس کے تمام گواہوں نے قادیان میں جا کر یہ مشہور کیا ہے کہ مقدمہ خارج ہوا۔ اُس نے کہا کہ اُنہوں نے بھی ایک طور سے سچ کہا۔ بات یہ ہے کہ تحصیلدار نیا ہے میری غیر حاضری میں وہ مقدمہ پیش ہوا تھا اور میں اتفاقاً قریب ڈیڑھ گھنٹہ تک کسی کام کو چلا گیا تھا چنانچہ اس وقت جب میں نہیں تھا جھنڈا سنگھ مدعا علیہ نے تحصیلدار کو صاحب کمشنر کا ایک فیصلہ دکھلایا جس میں لکھا ہوا تھا کہ قادیان کے دخیل کاروں کو اختیار ہے کہ بغیر مالکوں کی اجازت کے اپنے کھیتوں سے حسب ضرورت درخت کاٹ لیا کریں۔ اس لئے تحصیلدار نے اس کی نقل فیصلہ کو دیکھ کر آپ کا مقدمہ خارج کر دیا۔ اور اُن کو رخصت کر دیا تب قریباً ایک گھنٹہ کے بعد میں آ گیا اور مجھے اُنہوں نے اپنا وہ حکم دکھلایا میں نے کہا کہ آپ کو اُس مدعا علیہ نے دھوکہ دیا۔ یہ فیصلہ تو منسوخ شدہ ہے۔ اور اِس کے بعد میں صاحب فنانشل کمشنر کا فیصلہ ہے جو شامل مثل ہے جس سے یہ حکم منسوخ کیا گیا۔ تب تحصیلدار نے وہ فیصلہ دیکھ کر

اپنی روبکار فی الفور چاک کردی اور نئے سرے روبکار لکھ کر آپ کی ڈگری مع خرچہ کے کی☆۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جس کا گواہ نہ شرمپت بلکہ اور کئی گواہ ہیں جو زندہ ہیں اور حلفاً بیان کر سکتے ہیں لیکن حلف اسی مضمون کی ہوگی جس کا نمونہ نمبر۲ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ پیشگوئی عرصہ بیس برس سے کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۱ میں درج ہوکر ایک دنیا میں شہرت پا چکی ہے۔	
ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورہ یٰسین سنائی۔ جب تیسری مرتبہ سورہ یٰسین سنائی گئی تو میں دیکھتا تھا کہ بعض عزیز میرے جو اب وہ دنیا سے گذر بھی گئے دیواروں کے پیچھے بے اختیار روتے تھے۔ اور مجھے ایک قسم کا سخت قولنج تھا۔ اور بار بار دمبدم حاجت ہوکر خون آتا تھا۔ سولہ[۱۶] دن برابر ایسی حالت رہی۔ اور اسی بیماری میں میرے ساتھ ایک اور شخص بیمار ہوا تھا وہ آٹھویں دن راہی ملک بقا ہوگیا۔ حالانکہ اُس کے مرض کی شدت ایسی نہ تھی جیسی میری۔ جب بیماری کو سولھواں دن چڑھا تو اُس دن بکلّی حالاتِ یاس ظاہر ہوکر تیسری مرتبہ مجھے سورہ یٰسین سنائی گئی۔ اور تمام عزیزوں کے دِل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہوگا۔ تب ایسا ہوا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے۔ **سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم اللّٰھم صلّ علٰی محمّد و آل محمّد**۔ اور میرے	۱۵

☆ ان زمینداری تعلقات سے جو ابتدائی زندگی سے میرے ساتھ رہے کوئی تعجب نہ کرے کیونکہ احادیث نبویہ پر غور کرنے سے بصراحت معلوم ہوگا کہ وہ مسیح موعود حارث کہلائے گا یعنی زمیندار اور زمینداری کے خاندان سے ہوگا۔ **منہ**

دل میں خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال اور یہ کلمات طیبہ پڑھ اور اپنے سینہ اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر کہ اِس سے تو شفا پائے گا۔ چنانچہ جلدی سے دریا کا پانی مع ریت منگوایا گیا اور میں نے اسی طرح عمل کرنا شروع کیا جیسا کہ مجھے تعلیم دی تھی۔ اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی اور بے اختیار طبیعت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت بھی ہو تو بہتر تا اِس حالت سے نجات ہو۔ مگر جب وہ عمل شروع کیا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہر ایک دفعہ ان کلمات طیبہ کے پڑھنے اور پانی کو بدن پر پھیرنے سے میں محسوس کرتا تھا کہ وہ آگ اندر سے نکلتی جاتی ہے اور بجائے اس کے ٹھنڈک اور آرام پیدا ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ابھی اس پیالہ کا پانی ختم نہ ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بیماری بکلی مجھے چھوڑ گئی۔ اور میں سولہ دن کے بعد رات کو تندرستی کے خواب سے سویا۔ جب صبح ہوئی تو مجھے یہ الہام ہوا **وان کنتم فی ریب ممّا نزّلنا علٰی عبدنا فأتوا بشفاء من مثله**۔ یعنی اگر تمہیں اِس نشان میں شک ہو جو شفا دے کر ہم نے دکھلایا تو تم اس کی نظیر کوئی اور شفا پیش کرو۔ یہ واقعہ ہے جس کی پچاس آدمی سے زیادہ لوگوں کو خبر ہے۔ بعض ان میں سے مرگئے اور بعض ابھی تک زندہ ہیں جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن حلف اسی قسم کی ہوگی جس کا نمونہ نمبر دو[۲] میں مفصل ہے۔ ﴿۳۸﴾

۱۶ اعظم بیگ نام ایک شخص لاہور کا باشندہ تھا جو اکسٹرا اسسٹنٹ تھا۔ اُس نے اپنی حیلہ سازی سے ہمارے بعض بیدخل شرکاء کو جو ملکیت قادیاں کے کاغذات سرکاری کے رُو سے حصہ دار تھے مگر ملکیت سے بالکل بے تعلق تھے اور مقدمات قادیاں کے ہزارہا روپیہ کے خرچ و حرج میں کسی کام میں شریک نہیں ہوئے تھے اُٹھایا اور

کہا کہ اپنے حصے میرے پاس فروخت کر دو اور میں مقدمہ کروں گا۔ چنانچہ اُن کو کچھ تھوڑا روپیہ دے کر خوش کر دیا اور ان سے ملکیت قادیاں کے مقدمے کرائے اور آپ ان کو مدد دی۔ میرا بھائی مرزا غلام قادر مرحوم جن کو اپنی فتح یابی پر بہت یقین تھا سرگرمی سے جواب دہی میں مشغول ہوئے اور چونکہ میں نے سنا ہوا تھا کہ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضٰی صاحب مرحوم نے ان دیہات پر ہزارہا روپیہ خرچ کیا ہوا ہے اور شرکاء اس خرچ میں کبھی شریک نہیں ہوئے۔ اس لئے میں نے بھی ان کی فتح یابی کے لئے دعا کی۔ اور دعا کے بعد یہ الہام ہوا۔ **اجیب کل دعائک اِلّا فی شرکائک** یعنی میں تیری ساری دعائیں قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں۔ تب میں گھر گیا اور تمام عزیزوں کو اکٹھا کیا اور اپنے بزرگ بھائی کو بھی بلا لیا اور یہ خدا تعالیٰ کا الہام سنایا لیکن افسوس کہ انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمیں اس الہام سے پہلے سے اطلاع ہوتی تو ہم اس مقدمہ کو شروع ہی نہ کرتے۔ اب کیا کریں کہ مقدمات کے پیچ میں ہم مبتلا ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ ابھی وہ وقت نہیں تھا کہ وہ میرے منہ کی باتوں پر پورا یقین کر سکتے۔ انجام یہ ہوا کہ گو ابتدائی عدالتوں میں انہوں نے فتح پائی مگر آخر چیف کورٹ میں فاش شکست ہوئی۔ اور شرکاء اپنے اپنے حصوں کے مالک ٹھہرائے گئے۔ اور قریباً سات ہزار روپیہ کی اُن کو زیر باری ہوئی۔ اِس پیشگوئی کے قادیاں میں بہت سے آدمی موافقوں اور مخالفوں میں سے گواہ ہیں جو حلف دینے پر اِس میرے بیان کو تصدیق کر سکتے ہیں۔

۱۷ — ایک مرتبہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میرا بھائی مرزا غلام قادر مرحوم سخت بیمار ہے چنانچہ میں نے وہ خواب کئی لوگوں کے پاس بیان کئے جن میں سے اب تک بعض زندہ موجود ہیں۔ بعد اس کے ایسا اتفاق ہوا کہ وہ برادر مرحوم سخت بیمار ہوئے تب میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے عزیزوں میں سے ایک بزرگ جو فوت ہو چکے تھے میرے

	بھائی کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اُن کی طرف چلے گئے۔ اور ان کے مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ اس کی تعبیر یہ تھی کہ وہ فوت ہو جائیں گے۔ اِس اثنا میں ان کی بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ مُشتِ استخوان رہ گئے۔ چونکہ میں اُن سے محبت رکھتا تھا۔ مجھے اُن کی حالت کی نسبت سخت قلق ہوا تب میں نے اُن کی شفا کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور اس توجہ سے میرے تین مقصد تھے۔ اوّل میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ایسی حالت میں میری دعا جنابِ الٰہی میں قبول ہوتی ہے۔ یا نہیں (۲) دوسرے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا خدا کے قانون قدرت میں ہے کہ ایسے سخت بیمار کو بھی اچھا کر دے۔ (۳) تیسری یہ کہ کیا ایسی منذر خواب جوان کی موت پر دلالت کرتی تھی ردّ ہو سکتی ہے یا نہیں۔ سو جب میں دعا میں مشغول ہوا۔ تو تھوڑے ہی دن ابھی دعا کرتے گذرے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا بھائی مرحوم پورے تندرست کی طرح بغیر سہارے کسی اور چیز کے اپنے مکان میں چل رہا ہے اور اِسی بارے میں ایک الہام بھی تھا جس کے الفاظ مجھے یاد نہیں رہے۔ غرض اس خواب اور الہام کے مطابق جو میری دعا کے قبول ہونے پر دلالت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا بخشی۔ اور اس کے بعد پندرہ برس تک پوری تندرستی کے ساتھ وہ زندہ رہے اور پھر قضاء الٰہی سے فوت ہو گئے۔ میں نے اس الہام اور اس خواب کو بہت سے لوگوں کے پاس بیان کیا تھا جن میں سے بعض اب تک زندہ ہیں اور حلفاً میرے بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ لیکن حلف اسی قسم کی ہوگی جس کا نمونہ نمبر دو میں لکھا گیا۔
۱۸	پندرہ برس کے بعد جب میرے بھائی کی وفات کا وقت نزدیک آیا۔ تو میں امرتسر تھا مجھے خواب میں دِکھلایا گیا کہ اب قطعی طور پر ان کی زندگی کا پیالہ پر ہو چکا اور بہت جلد فوت ہونے والے ہیں۔ میں نے وہ خواب حکیم محمد شریف کو جو امرتسر میں ایک حکیم تھے سنائی اور پھر اپنے بھائی کو خط لکھا کہ آپ اُمور آخرت کی طرف

﴿۳۹﴾

متوجہ ہوں کیونکہ مجھے دکھلایا گیا ہے کہ آپ کی زندگی کے دن تھوڑے ہیں۔انہوں نے عام گھر والوں کو اِس سے اطلاع دے دی اور پھر چند ہفتہ میں ہی اِس جہان فانی سے گذرے۔اِس واقعہ کے گواہ بھی کئی مرد اور عورتیں موجود ہیں جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں بلکہ جس وقت میرا بھائی فوت ہوا تو میرا امرتسر کا خط اُن کے صندوق میں سے نکلا۔	
ایک مرتبہ میرے ایک مخلص دوست جو ہمارے سلسلہ کے نہایت درجہ حامی اور صادق الاخلاص ہیں۔ جنہوں نے اپنے نفس پر فرض کر رکھا ہے کہ ایک سو روپیہ ماہواری اِس سلسلہ کی امداد کے لئے بھیجا کریں جن کا نام سیٹھ عبدالرحمٰن حاجی اللہ رکھا ہے جو تاجر مدراس ہیں۔کسی اپنی تشویش میں دعا کے خواستگار ہوئے اور ان کی نسبت مجھے یہ الہام ہوا۔ **قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے بنا بنایا توڑ دے کوئی اُس کا بھید نہ پاوے** یہ ایک بشارت اُن کا غم دور کرنے کے بارے میں تھی۔ چنانچہ چند ہفتہ کے بعد ہی خدا تعالیٰ نے ان کو اُس پیش آمدہ غم سے رہائی بخشی۔سیٹھ صاحب بفضلہٖ تعالیٰ مدراس میں زندہ موجود ہیں وہ اِس واقعہ کی تصدیق کر سکتے ہیں لیکن حلف نمونہ نمبر۲ کے مطابق ہوگی۔	۱۹
ایک لدھیانہ کے متعصب مگر سخت جاہل سعد اللہ نام نے جو ہندوؤں میں سے نیا مسلمان ہوا تھا میرے پر یہ اعتراض کیا تھا کہ امرتسر کے مباحثہ میں جو عیسائیوں کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں ہوا تھا اِس کا نتیجہ بعد میں یہ ہوا کہ اخویم حبّی فی اللّٰہ مولوی حکیم نوردین صاحب کا شیر خوار لڑکا بقضاء الٰہی فوت ہو گیا۔اِس قابل شرم اعتراض سے اصل غرض اُس بے حیا کمینہ طبع کی جو اکابر اسلام کے بچوں کے مرنے سے خوش ہوتا ہے یہ تھی کہ دین اسلام جھوٹا ہے اور عیسائی مذہب سچا۔ اِس لئے میں نے دعا کی کہ خدا اِس	۲۰

	شریر کو اِس نکتہ چینی میں بھی ذلیل اور رسوا کرے اور مولوی صاحب کو نعم البدل لڑکا عطا فرمائے سو اس وقت کہ میں نے اس نااہل کا جواب لکھا اور دعا سے فارغ ہوا فی الفور مجھ پر نیند غالب ہوگئی اور خواب میں میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب موصوف کی گود میں ایک لڑکا کھیلتا ہے جو اُنہی کا ہے اور پچھلے بچوں کی نسبت رنگ اور طاقت میں اس قدر فرق رکھتا ہے کہ میں نے گمان کیا کہ شاید کسی اور بیوی سے یہ لڑکا ہے اور اُسی وقت اِس خواب کی تائید میں مجھے الہام بھی ہوا کہ لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر پانچ سال بعد اِس پیشگوئی کے مطابق مولوی صاحب موصوف کے گھر میں صاحبزادہ پیدا ہوا۔ جس کا نام **عبد الحی** رکھا گیا تا خدا تعالیٰ ایسے دشمنِ دین کو شرمندہ کرے جس نے پادریوں کا حامی بن کر اسلام پر حملہ کیا۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جو اس لڑکے کے تولّد سے پانچ سال پہلے تمام ملک میں بذریعہ رسالہ انوار الاسلام شائع کی گئی تھی۔ دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۲۶ حاشیہ در حاشیہ۔ اور یہ رسالہ پانچ ہزار چھپوا کر لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ دیکھو یہ وہ نشان ہیں جن کو ایک دنیا نے بچشم خود دیکھ لیا اور فوق العادت عظمت سے بھرے ہوئے ہیں۔
۲۱	مجھے خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ میں تجھے ایک اور لڑکا دوں گا اور یہ وہی چوتھا لڑکا ہے جو اب پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا اور اس کے پیدا ہونے کی خبر قریباً دو برس پہلے مجھے دی گئی۔ اور پھر اس وقت دی گئی کہ جب اس کے پیدا ہونے میں قریباً دو مہینے باقی رہتے تھے۔ اور پھر جب یہ پیدا ہونے کو تھا یہ الہام ہوا **انّی اسقط من اللّٰہ و اصیبه** یعنی میں خدا کے ہاتھ سے زمین پر گرتا ہوں اور خدا ہی کی طرف جاؤں گا۔ میں نے اپنے اجتہاد سے اِس کی یہ تاویل کی کہ یہ لڑکا نیک ہوگا اور رو بخدا ہوگا۔ اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہوگی اور یا یہ کہ جلد فوت ہو جائے گا۔

﴿۴۰﴾

اس بات کا علم خدا تعالیٰ کو ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات اُس کے ارادہ کے موافق ہے۔ اور میں نے اِس پیشگوئی کو اپنے رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۳۔ اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں پیش از وقت ہزار ہا انسانوں میں شائع کر دیا ہے۔	
میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود تب میں نے اِس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا۔ جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے اور یہ اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہزاروں آدمیوں میں شائع کیا گیا اور اب تک اس میں سے بہت سے اشتہارات میرے پاس موجود ہیں۔	۲۲
میرا دوسرا لڑکا جس کا نام بشیر ہے ابھی پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کی پیدائش سے تین مہینے پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ وہ بشارت آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۶۶ میں درج ہو کر پیش از وقت لاکھوں انسانوں میں شائع کی گئی۔ وہ عبارت یہ ہے۔ **سیولد لک الولد و یدنیٰ منک الفضل** یعنی عنقریب تیرے ایک لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ ایک میرے لڑکے کا نام فضل احمد ہے سو پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ علاوہ فضل الٰہی کے وہ لڑکا فضل احمد کی صورت اور شکل سے بہت مشابہ ہوگا۔ اور صدہا انسان جانتے ہیں کہ یہ لڑکا فضل احمد سے بہت مشابہ ہے۔ ہندو مسلمان قادیان کے سب جانتے ہیں۔	۲۳
خدا تعالیٰ نے میرے گھر میں تیسرا لڑکا پیدا ہونے کے لئے نوؔ مہینے پہلے اس کی پیدائش سے بذریعہ اپنے الہام کے مجھ کو خبر دی۔ اور وہ الہام ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو	۲۴

رسالہ انوارالاسلام کے صفحہ انتالیس[۳۹] کے حاشیہ میں چھاپ کر کروڑ ہا انسانوں میں شائع کیا گیا۔ کیونکہ انوارالاسلام کی پانچ ہزار کاپی چھپی تھی اور پنجاب اور ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبوں بلکہ دیہات میں شائع کیا گیا تھا۔ اور الہام مذکور جو انوارالاسلام کے صفحہ ۳۹ میں درج ہے اس کی عبارت یہ ہے **انا نبشّرک بغلام** یعنی ہم تجھ کو ایک لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ دیکھو انوارالاسلام صفحہ ۳۹ حاشیہ۔ پھر جب یہ پیشگوئی لاکھوں انسانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں اور مسلمانوں میں بخوبی شائع ہو چکی تو وہ لڑکا جس کا الہام میں وعدہ دیا گیا تھا بتاریخ ۲۷/ ذیقعد ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء پیدا ہوا۔ جس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔ دیکھو اخیر ورق ٹائٹل پیج رسالہ ضیاء الحق۔	
میرے چوتھے لڑکے کے متعلق ایک اور پیشگوئی کا نشان ہے۔ جو انشاء اللہ ناظرین کے لئے موجب زیادت علم و ایمان و یقین ہوگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ الہام جس کو میں نے کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳۔ اور ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے جس میں چوتھا لڑکا پیدا ہونے کے بارے میں پیشگوئی ہے جو جنوری ۱۸۹۷ء میں بذریعہ کتاب مذکور یعنی انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم کے لاکھوں انسانوں میں شائع کی گئی جس کو آج کی تاریخ تک جو ۲۰/ اگست ۹۹ء ہے پونے تین برس سے کچھ زیادہ دن گذر گئے ہیں۔ اِس تھوڑی سی مدت کو مخالفوں نے ایک زمانہ دراز خیال کر کے یہ نکتہ چینی شروع کر دی کہ وہ الہام کہاں گیا جو انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲ اور ۱۸۳۔ اور اس کے ضمیمہ کے صفحہ ۵۸ میں درج کر کے شائع کیا گیا تھا۔ اور لڑکا اب تک پیدا نہیں ہوا۔ اِس لئے پھر میرے دل میں دعا کی خواہش پیدا ہوئی۔ گو میں جانتا ہوں کہ نامنصف دشمن کسی طرح راضی نہیں ہوتے۔	۲۵

﴿۴۱﴾

اگر مثلاً کوئی لڑکا الہام کے بعد دو تین مہینے میں ہی پیدا ہو جائے تو یہ شور مچاتے ہیں کہ پیشگوئی کرنے والا علم طبابت میں بھی دسترس کامل رکھتا ہے۔ لہٰذا اس نے طبیبوں کی قرارداد علامتوں کے ذریعہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ لڑکا ہی پیدا ہوگا کیونکہ حمل کے دن تھے۔ اور اگر مثلاً کسی پسر کے پیدا ہونے کی پیشگوئی تین چار برس پہلے اُس کی پیدائش سے کی جائے تو پھر کہتے ہیں کہ اِس دور دراز مدت تک خواہ نخواہ کوئی لڑکا ہونا ہی تھا۔ تھوڑی مدت کیوں نہیں رکھی حالانکہ یہ خیال بھی سراسر جھوٹ ہے۔ لڑکا خدا کی عطا ہے اپنا دخل اور اختیار نہیں۔ اور اِس جگہ ایک بادشاہ کو بھی دعویٰ نہیں پہنچتا کہ اتنی مدت تک ضرور لڑکا ہی پیدا ہو جائے گا بلکہ اِس قدر بھی نہیں کہہ سکتا کہ اِس وقت تک آپ ہی زندہ رہے گا اور یا یہ کہ بیوی زندہ رہے گی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اِن دنوں کی ہمیشہ کی وباؤں نے جو طاعون اور ہیضہ ہے لوگوں کی ایسی کمر توڑ دی ہے کہ کوئی ایک دن کے لئے بھی اپنی زندگی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ علاوہ اس کے جو شخص تحدی کے طور پر ایسی پیشگوئی اپنے دعوے کی تائید میں شائع کرتا ہے اگر وہ جھوٹا ہے تو خدا کی غیرت کا ضرور یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ ابداً ایسی مرادوں سے اس کو محروم رکھے کیونکہ اُس کا ابتر اور بے فرزند مرنا اس سے بہتر ہے کہ لوگ اُس کی ایسی مکاریوں سے دھوکہ کھائیں اور گمراہ ہوں۔ اور یہی عادۃ اللہ ہے جس کو ہمارے اہل سنت علماء نے بھی اپنے عقیدہ میں داخل کر لیا ہے۔ الغرض میں نے بار بار ان نکتہ چینیوں کو سن کر کہ چوتھا لڑکا پیدا ہونے میں دیر ہو گئی ہے جناب الٰہی میں تضرع کے ہاتھ اُٹھائے اور مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری دعا اور میری متواتر توجہ کی وجہ سے ۱۳؍ اپریل ۱۸۹۹ء کو یہ الہام ہوا۔ **اصبر ملیًّا سأَھب لک غلامًا زکیًّا۔**

یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر کہ میں تجھے ایک پاک لڑکا عنقریب عطا کروں گا اور یہ پنجشنبہ کا دن تھا اور ذی الحج ۱۳۱۶ھ کی دوسری تاریخ تھی جبکہ یہ الہام ہوا۔ اور اس الہام کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔ **رب اصحّ زوجتی ھذہ**☆ یعنی اے میرے خدا میری اِس بیوی کو بیمار ہونے سے بچا۔ اور بیماری سے تندرست کر۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس بچہ کے پیدا ہونے کے وقت کسی بیماری کا اندیشہ ہے۔ سو اِس الہام کو میں نے اس تمام جماعت کو سنا دیا جو میرے پاس قادیاں میں موجود تھے اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے بہت سے خط لکھ کر اپنے تمام معزز دوستوں کو اس الہام سے خبر کر دی۔ اور پھر جب ۱۳؍ جون ۱۸۹۹ء کا دن چڑھا جس پر الہام مذکورہ کی تاریخ کو جو ۱۳؍اپریل ۱۸۹۹ء کو ہوا تھا۔ پورے دو مہینے ہوتے تھے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسی لڑکے کی مجھ میں روح بولی اور الہام کے طور پر یہ کلام اس کا میں نے سنا۔ **انّی اسقط من اللّٰہ و اصیبہ**۔ یعنی اب میرا وقت آ گیا۔ اور میں اب خدا کی طرف سے اور خدا کے ہاتھوں سے زمین پر گروں گا۔ اور پھر اسی کی طرف جاؤں گا۔ اور اسی لڑکے نے اسی طرح پیدائش سے پہلے یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں بطور الہام یہ کلام مجھ سے کیا اور مخاطب بھائی تھے کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کی میعاد ہے۔ یعنی اے میرے بھائیو میں پورے ایک دن کے بعد تمہیں ملوں گا۔ اِس جگہ ایک دن سے مراد دو۲ برس تھے۔ اور تیسرا برس وہ ہے جس میں پیدائش ہوئی۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیحؑ نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں۔ اور پھر بعد اس کے ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء کو وہ پیدا ہوا۔ اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا۔ اُسی مناسبت کے

☆ بچہ پیدا ہونے کے بعد جیسا کہ الہام کا منشاء تھا میری بیوی بیمار ہوگئی چنانچہ اب تک بعض عوارض مرض موجود ہیں اور اعراض شدیدہ سے بفضلہٖ تعالیٰ صحت ہوگئی ہے۔ منہ

لحاظ سے اُس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ☆ لیا یعنی ماہ صفر۔ اور ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چار شنبہ۔ اور دن کے گھنٹوں میں سے دوپہر کے بعد چوتھا گھنٹہ لیا۔ اور پیشگوئی ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے مطابق پیر کے دن اس کا عقیقہ ہوا۔ اور اس کی پیدائش کے دن یعنی بروز چار شنبہ چوتھے گھنٹہ میں کئی دن کے امساکِ باراں کے بعد خوب بارش ہوئی۔

یہ چار لڑکے ہیں جن کی پیدائش سے پہلے ان کے پیدا ہونے کے بارے میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک دفعہ پر مجھے خبر دی اور یہ ہر چہار پیشگوئی نہ صرف زبانی طور پر لوگوں کو سنائی گئیں بلکہ پیش از وقت اشتہاروں اور رسالوں کے ذریعہ سے لاکھوں انسانوں میں مشتہر کی گئیں۔ اور پنجاب اور ہندوستان بلکہ تمام دنیا میں اس عظیم الشان غیب گوئی کی نظیر نہیں ملے گی۔ اور کسی کی کوئی پیشگوئی ایسی نہیں پاؤ گے کہ اوّل تو خدا تعالیٰ چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی اکٹھی خبر دے اور پھر ہر ایک لڑکے کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے الہام سے اطلاع کر دے کہ وہ پیدا ہونے والا ہے۔ اور پھر وہ تمام پیشگوئیاں لاکھوں انسانوں میں شائع کی جائیں۔ تمام دنیا میں پھرو اگر اس کی کہیں نظیر ہے تو پیش کرو۔ اور عجیب تر یہ کہ چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی خبر جو سب سے پہلے اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں دی تھی اس وقت ہر چہار لڑکوں میں سے ابھی ایک بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور اشتہار مذکور میں خدا تعالیٰ نے صریح طور پر پسر چہارم کا نام مبارک رکھ دیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۔ اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء دوسرے کالم کی سطر نمبر ۷۔ سو جب اس لڑکے کا نام مبارک احمد رکھا گیا تب اس نام رکھنے کے بعد یکدفعہ وہ پیشگوئی ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی یاد آ گئی۔

﴿۴۲﴾

اب ناظرین کے یاد رکھنے کے لئے ان ہر چہار پسر کی نسبت یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ کس کس تاریخ میں ان کے تولد کی نسبت پیشگوئی ہوئی اور پھر کس کس تاریخ

☆ یہاں سہواً ’’اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر‘‘ لکھا گیا ہے۔ درست اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۱ پر یوں لکھا ہے ’’پسر چہارم کی پیشگوئی کو ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء میں جو مطابق ۴؍صفر ۱۳۱۷ھ تھی بروز چہار شنبہ پورا کر دیا‘‘۔ (ناشر)

میں وہ پیدا ہوئے۔ اور بہتر ہوگا کہ ہر ایک طالب حق ایسے رسالے اور ایسے اشتہار اپنے پاس رکھے کیونکہ ایک مدت کے بعد پھر ان اشتہارات کا ملنا مشکل ہوگا۔ اور جب کوئی کاغذ مل نہ سکے تو دشمن خیرہ طبع باوجود اس کے کہ اس نے آپ اس اشتہار یا رسالہ کو کئی دفعہ پڑھا ہو۔ محض حق پوشی کی راہ سے انکار کرنا شروع کر دیتا ہے۔ سو یہ فرض ہماری جماعت کا ہے کہ ان منکر کش ہتھیاروں سے خالی نہ رہیں بلکہ یہ تمام ذخیرہ رسائل اور اشتہارات کا ایک جگہ بخوبی مرتب کر کے مجلد کر کے رکھیں تا بوقت ضرورت مخالف ظالم کو بآسانی دکھلا سکیں۔

اور ان چاروں لڑکوں کے پیدا ہونے کی نسبت پیشگوئی کی تاریخ اور پھر پیدا ہونے کے وقت پیدائش کی تاریخ یہ ہے کہ محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا...... پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ چنانچہ اب تک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صدہا یہ سبز رنگ اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے۔ اور ایسا ہی دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار بھی ہر ایک کے گھر میں موجود ہوں گے۔ پھر جب کہ اِس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ۱۲؍جنوری ۱۸۸۹ء کو مطابق ۹؍جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی مَیں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر تکمیل تبلیغ موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۴ میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے ؎

اے فخرِ رُسل قربِ تو معلومم شد　　　　دیر آمدۂ ز راہ دُور آمدۂ

اور میرا دوسرا لڑکا جس کا نام بشیر احمد ہے اس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی آئینہ کمالات کے صفحہ ۲۶۶ میں کی گئی ہے۔ اور اِس کتاب کے صفحہ ۲۶۲ کی چوتھی سطر سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس پیشگوئی کی تاریخ دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے۔ اور پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ **یأتی قمر الانبیاء . و امرک یتأتی. یسرّ اللّٰہ وجھک. وینیر برھانک. سیولد لک الولد و یُدْنٰی منک الفضل. ان نوری قریب** ۔دیکھو صفحہ ۲۶۶ آئینہ کمالات اسلام۔ یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بن جائے گا۔ تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائے گا اور فضل تجھ سے نزدیک کیا جائے گا یعنی خدا کے فضل کا موجب ہوگا اور نیز یہ کہ شکل وشباہت میں فضل احمد سے جو دوسری بیوی سے میرا لڑکا ہے مشابہت رکھے گا۔ اور میرا نور قریب ہے (شاید نور سے مراد پسر موعود ہو) پھر جب یہ کتاب آئینہ کمالات جس میں یہ پیشگوئی تاریخ دہم دسمبر ۱۸۹۲ء درج ہے اور جس کا دوسرا نام دافع الوساوس بھی ہے فروری ۱۸۹۳ء میں شائع ہوگئی۔ جیسا کہ اِس کے ٹائٹل پیج سے ظاہر ہے تو ۲۰/ اپریل ۱۸۹۳ء کو جیسا کہ اشتہار ۲۰/ اپریل ۹۳ء سے ظاہر ہے۔ اِس پیشگوئی کے مطابق وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔ اور درحقیقت وہ لڑکا صورت کے رو سے فضل احمد سے مشابہ ہے جیسا کہ پیشگوئی میں صاف اشارہ کیا گیا اور یہ لڑکا پیشگوئی کی تاریخ دسمبر ۱۸۹۲ء سے تخمیناً پانچ مہینے بعد پیدا ہوا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی تاریخ میں اشتہار ۲۰/ اپریل ۱۸۹۳ء کو چھپوایا گیا۔ جس کے عنوان پر یہ عبارت ہے۔ منکرین کے ملزم کرنے کے لئے ایک اور پیشگوئی خاص محمد حسین بٹالوی کی توجہ کے لائق ہے۔

﴿۴۳﴾ اور میرا تیسرا لڑکا جس کا نام شریف احمد ہے اِس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی میرے رسالہ انوار الاسلام صفحہ ۳۹ کے حاشیہ پر درج ہے۔ اور یہ رسالہ ستمبر ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اور ستمبر ۱۸۹۴ء کو یہ پیشگوئی رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۳۹ کے حاشیہ پر چھاپی

گئی تھی۔ اور پھر جیسا کہ رسالہ ضیاء الحق کے اخیر ورق ٹائٹل پیج پر شائع کیا گیا ہے یہ لڑکا یعنی شریف احمد ۲۴؍ مئی ۱۸۹۵ء کو مطابق ۲۷؍ ذیقعد ۱۳۱۲ھ پیدا ہوا یعنی پیشگوئی کے شائع ہونے کے بعد نویں مہینے پیدا ہوا۔

اور میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے اس کی نسبت پیشگوئی اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی اور پھر انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۳ میں بتاریخ ۱۴؍ ستمبر ۱۸۹۶ء یہ پیشگوئی کی گئی۔ اور رسالہ انجام آتھم بماہ ستمبر ۱۸۹۶ء بخوبی ملک میں شائع ہو گیا اور پھر یہ پیشگوئی ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں اِس شرط کے ساتھ کی گئی کہ عبد الحق غزنوی جو امرتسر میں مولوی عبد الجبار غزنوی کی جماعت میں رہتا ہے نہیں مرے گا جب تک یہ چوتھا بیٹا پیدا نہ ہولے۔ اور اس صفحہ ۵۸ میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اگر عبد الحق غزنوی ہماری مخالفت میں حق پر ہے اور جناب الٰہی میں قبولیت رکھتا ہے تو اِس پیشگوئی کو دعا کر کے ٹال دے۔ اور پھر یہ پیشگوئی ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۵ میں کی گئی۔ سو خدا تعالیٰ نے میری تصدیق کے لئے اور تمام مخالفوں کی تکذیب کے لئے اور عبد الحق غزنوی کو متنبہ کرنے کے لئے اِس پسر چہارم کی پیشگوئی کو ۱۴؍ جون ۱۸۹۹ء میں جو مطابق ۴؍ صفر ۱۳۱۷ھ تھی بروز چارشنبہ پورا کر دیا یعنی وہ مولود مسعود چوتھا لڑکا تاریخ مذکورہ میں پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اصل غرض اِس رسالہ کی تالیف سے یہی ہے کہ تا وہ عظیم الشان پیشگوئی جس کا وعدہ چار مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا تھا اس کی ملک میں اشاعت کی جائے کیونکہ یہ انسان کو جرأت نہیں ہو سکتی کہ یہ منصوبہ سوچے کہ اوّل تو مشترک طور پر چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کرے۔ جیسا کہ اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی اور پھر ہر ایک لڑکے کے پیدا ہونے سے پہلے اُس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کرتا جائے اور اس کے مطابق لڑکے پیدا ہوتے جائیں۔ یہاں تک کہ چار کا عدد جو پہلی پیشگوئیوں میں قرار دیا تھا وہ پورا ہو جائے حالانکہ یہ پیشگوئی اس کی طرف سے ہو کہ جو محض افترا سے

اپنے تئیں خدا تعالیٰ کا مامور قرار دیتا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ مفتری کی ایسی مسلسل طور پر مدد کرتا جائے کہ ۱۸۸۶ء سے لغایت سن ۱۸۹۹ء چودہ[۱۴] سال تک برابر وہ مدد جاری رہے۔ کیا کبھی مفتری کی تائید خدا نے ایسی کی یا صفحہ دنیا میں اس کی کوئی نظیر بھی ہے؟ دیکھو ایک وہ زمانہ تھا کہ ان چار لڑکوں میں سے کوئی بھی نہ تھا اور اِس وقت ایک بڈھا کمزور دائم المرض آدمی جس کا ہر ایک دم موت کی خطرناک حالت میں ہے پیشگوئی کرتا ہے کہ ضرور ہے کہ چار لڑکے میرے گھر میں پیدا ہوں اور پھر جب ایک لڑکے کے پیدا ہونے کا زمانہ کسی قدر قریب آتا ہے تو الہام کے ذریعہ سے اس کے پیدا ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ اور ایسا ہی پھر الہام کے ذریعہ سے دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر دیتا ہے۔ پھر ایسا ہی تیسرے لڑکے کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی شائع کرتا ہے۔ پھر قبل اس کے جو چوتھا لڑکا پیدا ہو بڑے دعوے اور زور شور سے اِس کے پیدا ہونے کی خبر دیتا ہے یہاں تک کہ کہتا ہے کہ فلاں شخص نہیں مرے گا جب تک وہ پسر چہارم پیدا نہ ہولے۔ پس اس کے قول کے مطابق پسر چہارم بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ اب سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ انسان کی کارروائیاں ہیں؟ اور کیا آسمان کے نیچے یہ قوت کسی کو دی گئی ہے کہ اِس زور شور کی مسلسل پیشگوئیاں میدان میں کھڑا ہوکر شائع کرے اور پھر وہ برابر پوری ہوجائیں۔ دیکھو ایک وہ زمانہ تھا جو ضمیمہ انجام آتھم کے

صفحہ ۱۵ میں یہ عبارت لکھی گئی تھی:۔ ایک اور الہام ہے جو ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔ اس وقت اِن تین لڑکوں کا جو اب موجود ہیں نام ونشان نہ تھا۔ اور اِس الہام کے معنے یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے اور پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کردے گا۔ سو ایک بڑا حصہ اِس کا پورا ہوگیا یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اِس نکاح سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں۔ صرف ایک

کی انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اب دیکھو یہ کس قدر بزرگ نشان ہے کیا انسان کے اختیار میں ہے کہ اوّل افترا کے طور پر تین یا چار لڑکوں کی خبر دے اور پھر وہ پیدا بھی ہو جائیں؟ فقط۔

یہ عبارت جس پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے ضمیمہ انجام آتھم کی ہے۔ اگر تم اِس ضمیمہ کو کھول کر پڑھو گے تو اس کے صفحہ ۱۵ میں یہی عبارت پاؤ گے۔ اب خدا تعالیٰ کی قدرت کا نشان دیکھو کہ وہ پسر چہارم جس کے پیدا ہونے کی نسبت اس صفحہ پانزدہم ضمیمہ انجام آتھم میں انتظار دلائی گئی اور ناظرین کو امید دلائی گئی ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا کہ جیسا کہ یہ تین لڑکے پیدا ہو گئے ہیں وہ چوتھا لڑکا بھی پیدا ہو جائے گا۔ سو صاحبو وہ دن آ گیا اور وہ چوتھا لڑکا جس کا ان کتابوں میں چار مرتبہ وعدہ دیا گیا تھا صفر ۱۳۱۷ھ کی چوتھی تاریخ میں بروز چار شنبہ پیدا ہو گیا۔ عجیب بات ہے کہ اِس لڑکے کے ساتھ چار کے عدد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔ اس کی نسبت چار پیشگوئیاں ہوئیں۔ یہ ۴ صفر ۱۳۱۷ھ کو پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش کا دن ہفتہ کا چوتھا دن تھا یعنی بدھ۔ یہ دوپہر کے بعد چوتھے گھنٹہ میں پیدا ہوا۔ یہ خود چوتھا تھا۔

﴿۴۴﴾

۲۶ ایک عظیم الشان پیشگوئی وہ ہے جو لاہور ٹاؤن ہال میں جلسہ اعظم مذاہب کے وقت پوری ہوئی۔ تفصیل اِس کی یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ وہ جلسہ مذاہب ہو جو ۲۶۔۲۷۔۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو مقام مذکور میں ہوا تھا۔ جس میں ہر ایک مذہب کے کسی نامی آدمی نے اُس مذہب کی تائید میں سوالات مجوزہ ممبران جلسہ کے جوابات سنائے تھے مجھ کو جو میں نے بھی اس جلسہ میں سنانے کے لئے ایک مضمون لکھا تھا خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک الہام ہوا۔ جس سے یقینی اور قطعی طور پر سمجھا جاتا

تھا کہ تمام مضامین میں سے میرا ہی مضمون فائق رہے گا۔ سو میں نے اِس خیال سے کہ ایسے مذہبی جلسہ کے موقعہ پر میرے الہامات کی سچائی لوگوں پر کھل جائے قبل اس کے کہ لوگ اپنے اپنے مضامین سناویں اپنے اس الہام کو بذریعہ ایک اشتہار کے شائع کر دیا اور پھر بعد میں میرے الہام کے مطابق عام رائے یہی ہوئی کہ میرا مضمون تمام مضمونوں پر غالب ہے۔ چنانچہ انہی ایام میں سول ملٹری گزٹ لاہور اور آبزرور نے بھی میرے اس بیان کی زور کے ساتھ تصدیق کی اور جیسا کہ میں نے خدا تعالیٰ کے الہام کے ذریعہ سے قبل از وقت تمام لوگوں میں شائع کر دیا تھا کہ میرا ہی مضمون غالب رہے گا حقیقت میں ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور میرا مضمون اس جلسہ میں نہایت درجہ کی عظمت کی نگہ سے سنا گیا اور اس کی تعریف میں شہر لاہور میں دھوم مچ گئی۔ یہ اشتہار جس کا میں نے ذِکر کیا ہے لاہور کے جلسہ مذاہب سے پہلے نہ صرف لاہور میں ہی مشتہر کیا گیا تھا بلکہ جلسہ مذکورہ کی تاریخوں سے کئی دن پیشتر پنجاب کے اکثر شہروں میں اور ہزارہا لوگوں میں بکثرت شائع ہو چکا تھا۔ اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی احمد اللہ اور ثناء اللہ امرتسری اور مولوی عبد الجبار غزنوی ثم امرتسری اور دوسرے کئی مولویوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں کے پاس پہنچ چکا تھا اور عام مسلمانوں میں بکثرت شائع کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جلسہ مذاہب کے بعد حق کے طالبوں کے دِلوں پر اس پیشگوئی کا بہت ہی اثر ہوا کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ درحقیقت یہی مضمون دوسرے مضمونوں پر غالب رہا اور تمام فرقوں کی عام توجہ اور رغبت اِسی مضمون کی طرف ہوگئی۔ تب انصاف پسند لوگوں کے دِلوں پر الہامی پیشگوئی کی سچائی نے عجیب اثر کیا یہاں تک کہ ایک صاحب نے سیالکوٹ سے مبلغ ؁ روپیہ اپنے جوش خوشی سے

بھیجا کہ خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو ایک نشان کے رنگ میں ظاہر فرمایا یعنی اس نے ایک تو ذاتی خاصیت اس مضمون میں ایسی رکھی کہ ہر ایک فرقہ کا انسان باوجود مذہبی روکوں کے بے اختیار اس مضمون کی تعریف کرنے لگا اور قریباً پنجاب کی تمام اخباریں ایک زبان سے بول اُٹھیں کہ جلسہ مذاہب کے تمام مضامین کی جان یہی مضمون ہے اور سول ملٹری جو ایک نیم سرکاری اخبار سمجھی جاتی ہے اس نے بھی یہی گواہی دی کہ اسی مضمون کی قبولیت ظاہر ہوئی۔ اور آبزرور نے لکھا کہ یہ مضمون اس لائق ہے کہ انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ میں شائع کیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کس شوکت اور شان سے یہ پیشگوئی پوری ہوئی جس کی نسبت عیسائیوں اور ہندوؤں اور مسلمانوں اور خود ممبران جلسہ نے اِس قدر عظمت اور بے نظیری کا اقرار کیا کہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں اور عجیب تر یہ کہ یہ لوگ جانتے تھے کہ ہمارے اِس اقرار سے پیشگوئی پوری ہو جائے گی مگر پھر بھی کچھ ایسی وجد کی حالت اُن پر طاری ہوئی کہ بے اختیار ان کے منہ سے یہ کلمات نکل گئے کہ یہی مضمون بالا رہا۔ اور نہایت تعجب میں ڈالنے والی یہ بات ہے کہ جو آریوں میں سے اِس جلسہ کے معزز مدارالمہام قرار پائے تھے سب سے اوّل اُنہوں نے ہی یہ کہا کہ یہی مضمون ہے جو دوسرے مضمونوں پر غالب رہا۔

اب میں مناسب دیکھتا ہوں کہ ذیل میں اُس اشتہار کی نقل بھی لکھدوں کہ جو اس جلسہ مذاہب سے پہلے ہزاروں انسانوں میں شائع کیا گیا اور جس میں بآواز دُہل بتلایا گیا تھا کہ یہی مضمون تمام دوسرے مضمونوں پر غالب رہے گا۔ اور وہ یہ ہے:۔

(نقل اشتہار پیشگوئی متعلقہ جلسہ مذاہب جو پیش از جلسہ یعنی ۲۱/دسمبر ۱۸۹۶ء کو شائع ہوا)

سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری

جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶۔۲۷۔۲۸/دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اِس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اُس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العٰلمین کی کتاب ہے اور جو شخص اِس مضمون کو اوّل سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اُس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اُٹھے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اُس کے ہاتھ آ جائے گی۔ یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف وگزاف کے داغ سے منزّہ ہے مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور اس نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو **سب پر غالب آئے گا**۔ اور اِس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس کی پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر

﴿۴۵﴾

غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اُس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اُس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ **اللّٰہ اکبر . خربت خیبر**۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول وحلول انوار ہے اور وہ نور قرآنی معارف ہیں۔ اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرادیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دِن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا **انّ اللّٰہ معک انّ اللّٰہ یقوم اینما قمت** یعنی خدا تیرے ساتھ ہے۔ خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کر کے اِن معارف کے سننے کے لئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ ان کی عقل اور ایمان کو اِس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔ **والسّلام علٰی من اتّبع الھدٰی**☆۔

نقل مطابق اصل کی گئی

خاکسار غلام احمد از قادیاں ۲۱ ؍ دسمبر ۱۸۹۶ء

☆ حاشیہ متعلق اشتہار ۲۱ ؍ دسمبر ۱۸۹۶ء جلسہ مذاہب

سوامی شوگن چندر صاحب نے اپنے اشتہار میں مسلمانوں اور عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبوں کو قسم دی تھی کہ ان کے نامی علماء اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ضرور بیان فرماویں۔ سو ہم سوامی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم اس بزرگ قسم کی عزت کے لئے آپ کی منشاء کو پورا کرنے کے لئے طیار ہو گئے ہیں اور انشاء اللہ ہمارا مضمون آپ کے جلسہ میں پڑھا جائے گا۔ اسلام وہ مذہب ہے جو خدا کا نام درمیان آنے سے سچے مسلمان کو کامل اطاعت کی ہدایت فرماتا ہے۔ لیکن اب ہم دیکھیں گے کہ آپ کے بھائی آریوں اور پادری صاحبوں کو ان کے پرمیشر یا یسوع کی عزت کا کس قدر پاس ہے اور وہ ایسے عظیم الشان قدوس کے نام پر حاضر ہونے کے لئے مستعد ہیں یا نہیں۔ **منہ**

۲۷	جب میں نے کتاب براہین احمدیہ تالیف کی تو اس وقت مجھے چھپوانے کی استطاعت نہ تھی میں نے جناب الٰہی میں دعا کی تو اِن الفاظ سے جواب آیا۔ کہ بالفعل نہیں۔ چنانچہ ایک مدت تک باوجود ہر ایک طور کی کوششوں کے کچھ بھی سرمایہ طبع کتاب میسر نہ ہوسکا اور لوگوں کو باوجود تحریک اور شائع کرنے اشتہارات کے دیر تک کچھ توجہ نہ ہوئی۔ غرض اسی طرح الہام پورا ہوا جس طرح کہ بتلایا گیا تھا یہاں تک کہ لوگوں کی عدم توجہی نے اِس الہام پر اطلاع رکھنے والوں کو تعجب میں ڈالا اور جن لوگوں کے پاس یہ پیشگوئی بیان کی گئی تھی ان کے دِل پر اس واقعہ کی بہت تاثیر ہوئی۔ اِس الہام کی اطلاع شیخ حامد علی اور لالہ شرمپت کھتری اور میاں جان محمد امام مسجد اور دوسرے اور کئی لوگوں کو قادیاں کے رہنے والوں میں سے قبل از وقت دی گئی تھی جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ اور یہ الہام عرصہ بیس سال سے کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۲۵۔
۲۸	جب اس الہام پر جو ابھی میں نے نمبر ۲۷ میں ذکر کیا ہے کچھ دیر گذر گئی اور براہین احمدیہ کے طبع کرانے کا شوق حد سے بڑھا اور کسی کی طرف سے مالی امداد نہ ہوئی تو میرے دِل پر صدمہ پہنچنا شروع ہوا۔ تب میں نے اسی اضطراب کی حالت میں دعا کی اس پر خداوند قدیر اور کریم کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ **ھزّ الیک بجذع النخلة تساقط علیک رُطَبًا جنیا** یعنی کھجور کا پیڑ یا اس کی شاخوں میں سے کوئی شاخ ہلا تب تر و تازہ کھجوریں تیرے پر گریں گی۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ اس الہام کی خبر میں نے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بھی دی تھی اور اس ضلع کے ایک اکسٹرا اسسٹنٹ کو بھی جس کا نام حافظ ہدایت علی تھا اور کئی اور لوگوں کو بھی اِطلاع دی اور قادیاں کے وہ دونوں ہندو یعنی شرمپت اور ملاوامل جن کا ذکر

﴿۴۶﴾

کئی مرتبہ اِس رسالہ میں آیا ہے ان کو بھی میں نے اِس الہام سے اِطلاع دے دی۔ غرض قبل اس کے کہ الہام کے پورا ہونے کے آثار ظاہر ہوں۔ خوب اس کو مشتہر کیا۔ اور پھر اس الہام کے بعد دوبارہ بذریعہ اشتہار لوگوں میں تحریک کی۔ مگر اب کی دفعہ کسی انسان پر نظر نہ تھی اور پوری نومیدی ہو چکی تھی اور صرف الہام الٰہی کی تعمیل مدنظر تھی۔ سو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اشتہارات کے شائع ہوتے ہی بارش کی طرح روپیہ برسنے لگا اور کتاب چھپنی شروع ہو گئی یہاں تک کہ چار حصے کتاب براہین احمدیہ کے چھپ کر شائع ہو گئے اور لاکھوں انسانوں میں اس کتاب کی شہرت ہو گئی۔ اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے گواہ بھی وہی اشخاص ہیں جن کا ابھی ذِکر کیا گیا ہے۔ اور یہ پیشگوئی آج سے تخمیناً بیس برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں مندرج ہو چکی ہے۔ دیکھو میری کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۶۔	
ایک دفعہ مجھے یہ الہام ہوا۔ عبد اللہ خاں ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔ چنانچہ چند ہندو جو اتفاقاً اس وقت میرے پاس موجود تھے جن میں ایک لالہ شرمپت کھتری اور ایک لالہ ملا وامل کھتری بھی ہے۔ ان کو یہ الہام سنا دیا گیا اور بعض مسلمانوں کو بھی سنا دیا گیا اور صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ اس الہام سے یہ مطلب ہے کہ آج عبد اللہ خان نام ایک شخص کا ہمارے نام کچھ روپیہ آئے گا اور خط بھی آئے گا۔ چنانچہ ان میں سے ایک ہندو بشن داس نام اِس بات کے لئے مستعد ہوا کہ میں اِس الہام کو بذات خود آزماؤں۔ اور اتفاقاً اُن دنوں میں سب پوسٹ ماسٹر قادیاں کا بھی ہندو تھا۔ سو وہ ہندو ڈاکخانہ میں گیا اور آپ ہی سب پوسٹ ماسٹر سے دریافت کر کے یہ خبر لایا کہ عبد اللہ خاں نام ایک شخص کا اس ڈاک میں خط آیا ہے اور کچھ روپیہ آیا ہے۔ جب یہ ماجرا گذرا تو	۲۹

اس وقت ان تمام ہندوؤں کو یہ ماننا پڑا کہ یہ الہام واقعی سچا ہے۔ اور وہ ہندو جوڈاکخانہ میں گیا تھا نہایت تعجب اور حیرت میں پڑا کہ یہ غیب کی بات کیونکر معلوم کی گئی۔ تب میں نے اُس کو کہا۔ کہ ایک خدا ہے قادر توانا جو غیب کا جاننے والا ہے جس سے ہندو بے خبر ہیں یہ اُس نے مجھے بتلایا۔ اور یہ الہام آج سے بیس برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں درج ہو چکا اور لاکھوں انسان اِس سے اِطلاع پا چکے ہیں۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷۔	
مجھے ایک دفعہ یہ الہام ہوا کہ **الرَّحمٰن علّم القراٰن. یا احمد فاضت ا لرحمة علٰی شفتیک** یعنی خدا نے تجھے اے احمد قرآن سکھلایا اور تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی۔ اور اس الہام کی تفہیم مجھے اِس طرح پر ہوئی کہ کرامت اور نشان کے طور پر قرآن اور زبان قرآن کی نسبت دو طرح کی نعمتیں مجھ کو عطا کی گئی ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ معارف عالیہ فرقان حمید بطور خارق عادت مجھ کو سکھلائے گئے جن میں دُوسرا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (۲) دوسرے یہ کہ زبانِ قرآن یعنی عربی میں وہ بلاغت اور فصاحت مجھے دی گئی کہ اگر تمام علماء مخالفین باہم اتفاق کر کے بھی اِس میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں تو ناکام اور نامراد رہیں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ جو حلاوت اور بلاغت اور فصاحت لسان عربی مع التزام حقائق و معارف و نکات میری کلام میں ہے وہ ان کو اور ان کے دوستوں اور ان کے استادوں اور ان کے بزرگوں کو ہرگز حاصل نہیں۔ اس الہام کے بعد میں نے قرآن شریف کے بعض مقامات اور بعض سورتوں کی تفسیریں لکھیں اور نیز عربی زبان میں کئی کتابیں نہایت بلیغ و فصیح تالیف کیں اور مخالفوں کو ان کے مقابلہ کے لئے بلایا بلکہ بڑے بڑے انعام ان کے لئے مقرر کئے اگر وہ مقابلہ کرسکیں اور ان میں سے	۳۰

﴿۴۷﴾

جو نامی آدمی تھے جیسا کہ میاں نذیر حسین دہلوی اور ابوسعید محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعة السُّنہ ان لوگوں کو بار بار اس امر کی طرف دعوت کی گئی کہ اگر کچھ بھی ان کو علم قرآن میں دخل ہے یا زبان عربی میں مہارت ہے یا مجھے میرے دعویٰ مسیحیت میں کاذب سمجھتے ہیں تو ان حقائق و معارف پُر از بلاغت کی نظیر پیش کریں جو میں نے کتابوں میں اِس دعویٰ کے ساتھ لکھے ہیں کہ وہ انسانی طاقتوں سے بالاتر اور خدا تعالیٰ کے نشان ہیں مگر وہ لوگ مقابلہ سے عاجز آ گئے۔ نہ تو وہ ان حقائق معارف کی نظیر پیش کر سکے جن کو میں نے بعض قرآنی آیات اور سورتوں کی تفسیر لکھتے وقت اپنی کتابوں میں تحریر کیا تھا اور نہ اُن بلیغ اور فصیح کتابوں کی طرح دو سطر بھی لکھ سکے جو میں نے عربی میں تالیف کر کے شائع کی تھیں۔ چنانچہ جس شخص نے میری کتاب نور الحق اور کرامات الصادقین اور سرّ الخلافة اور اتمام الحجّة وغیرہ رسائل عربیہ پڑھے ہوں گے اور نیز میرے رسالہ انجام آتھم اور نجم الھُدٰی کی عربی عبارت کو دیکھا ہوگا وہ اِس بات کو بخوبی سمجھ لے گا کہ ان کتابوں میں کس زور شور سے بلاغت فصاحت کے لوازم کو نظم اور نثر میں بجا لایا گیا ہے اور پھر کس زور شور سے تمام مخالف مولویوں سے اس بات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ علم قرآن اور بلاغت سے کچھ حصہ رکھتے ہیں تو ان کتابوں کی نظیر پیش کریں ورنہ میرے اس کاروبار کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر میری حقیت کا نشان اس کو قرار دیں لیکن افسوس کہ ان مولویوں نے نہ تو انکار کو چھوڑا اور نہ میری کتابوں کی نظیر بنانے پر قادر ہو سکے۔ بہرحال ان پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہوگئی اور وہ اُس الزام کے نیچے آ گئے جس کے نیچے تمام وہ منکرین ہیں جنہوں نے خدا کے مامورین سے سرکشی کی۔

۳۱ تخمیناً عرصہ بیس برس کا گذرا ہے کہ مجھ کو اس قرآنی آیت کا الہام ہوا تھا اور وہ یہ ہے۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ

لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ☆ ۔اور مجھ کو اس الہام کے یہ معنے سمجھائے گئے تھے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا میرے ہاتھ سے خدا تعالیٰ اِسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور اِس جگہ یاد رہے کہ یہ قرآن شریف میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نسبت علماء محققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر پوری ہوگی۔ سو جس قدر اولیاء اور ابدال مجھ سے پہلے گذر گئے ہیں کسی نے ان میں سے اپنے تئیں اِس پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہرایا اور نہ یہ دعویٰ کیا کہ اس آیت مذکورہ بالا کا مجھ کو اپنے حق میں الہام ہوا ہے لیکن جب میرا وقت آیا تو مجھ کو یہ الہام ہوا اور مجھ کو بتلایا گیا کہ اِس آیت کا مصداق تو ہے اور تیرے ہی ہاتھ سے اور تیرے ہی زمانہ میں دین اسلام کی فوقیت دوسرے دینوں پر ثابت ہوگی۔ چنانچہ یہ کرشمۂ قدرت مہوتسو کے جلسہ میں ظہور میں آچکا اور اِس جلسہ میں میری تقریر کے وقت بمقابل تمام تقریروں کے ہر ایک فرقہ کے وکیل کو طوعاً یا کرہاً اقرار کرنا پڑا کہ بیشک دین اسلام اپنی خوبیوں کے ساتھ ہر ایک مذہب سے بڑھا ہوا ہے اور پھر اسی پر کفایت نہیں ہوئی بلکہ خدا تعالیٰ نے میری تحریروں کے ساتھ ہر ایک فرقہ پر اتمام حجت کی۔ ہندوؤں کے مقابل میں نے کتاب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ اور آریہ دھرم ایسی کتابیں تالیف کیں جن سے ہر ایک طالب حق پر بخوبی کھل گیا کہ ہندو مذہب جس کی وید پر بنا قرار دی گئی ہے ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ وہ ایسے خلافِ حق عقائد کا مجموعہ ہے جن میں نہ خدا تعالیٰ کی عزت اور عظمت اور قدرت کا کچھ پاس کیا گیا ہے اور نہ انسانی طہارت اور پاکیزگی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ میں نے ان کتابوں میں خود آریوں کے اقرار سے ثابت کر دیا ہے کہ ان کے مذہب کے رو سے اِس عالم کا کوئی ایسا خالق نہیں ہے

☆ ترجمہ۔ وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا وہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ **منہ**

﴿۴۸﴾

جس نے مخلوق کو عدم سے وجود دیا ہو بلکہ ہر ایک چیز قدیم اور اپنے وجود کی آپ خدا ہے پس اس صورت میں ہندوؤں کے پرمیشر کی شناخت کے لئے اور اُس کی ہستی کو ماننے کے لئے کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی بلکہ اس مدعا کے مخالف دلائل قائم ہوتے ہیں۔ اِسی وجہ سے ہندوؤں میں نصف کے قریب وہ فرقے ہیں جو پرمیشر کے وجود سے ہی منکر ہیں کیونکہ وید کی اِس تعلیم کے رو سے کہ ارواح اور مادہ خود بخود ہیں پرمیشر کے وجود کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ جب یہ تمام قویٰ جو روحوں اور ذرّات میں موجود ہیں کسی موجد کی محتاج نہیں اور ان کا وجود کسی صانع کے وجود پر موقوف نہیں تو پھر صرف روح اور جسم کو جوڑنے کی صنعت جو ادنیٰ درجہ کی صنعت ہے، کیونکر کسی صانع کی محتاج ہوسکتی ہے۔ غرض یہ خیال کہ پرمیشر نے بعض اجزا کو بعض سے جوڑا ہے اور روح کو جو قدیم سے خود بخود موجود ہے۔ ان قدیم اجسام میں داخل کیا ہے یہ نہایت کمزور خیال ہے اور اس کو صانع کے وجود پر دلیل سمجھنا سراسر ناسمجھی ہے۔ کیونکہ جبکہ یہ تمام چیزیں قدیم سے علیحدہ علیحدہ خود بخود موجود ہیں اور اپنے وجود اور بقا میں دوسرے کی محتاج نہیں تو پھر ان چیزوں کے باہمی اتصال یا انفصال کیلئے کیوں پرمیشر کی حاجت ہے۔ اگر پرمیشر کی ذات ایسی واقع نہیں جو اُسی سے تمام چیزوں کا ظہور ہوا اور اُسی سے تمام چیزوں کی بقا ہوا اور اُسی سے ہر ایک چیز کو فیض پہنچے تو خود اُس کا وجود فضول ہوگا اور اُس کے وجود پر کسی چیز کی دلالت کاملہ نہیں ہوگی۔ ہندوؤں کا یہ خیال کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی صاف بتلا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اُس کی ذات اور صفات کی معرفت کی سچی کتابیں ہرگز ان کو نہیں ملیں لہٰذا انہوں نے اپنے پرمیشر کے افعال اور اس کی قوت اور شکتی کو صرف انسان کی قوت اور شکتی پر قیاس کرلیا ہے۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کیونکر انسان کی سچی خوابوں اور واقعی کشفوں میں ہزار ہا ایسی چیزیں وجود پذیر ہوجاتی ہیں کہ ابھی وہ

بکلی پردہ نیستی میں مخفی ہوتی ہیں اور سالہائے دراز کے بعد ان کا ظہور ہوتا ہے۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نیستی سے ہستی نہیں کر سکتا تو کشفوں اور خوابوں میں ایسی ہستی کیوں ظہور میں آجاتی ہے جس کا خارج میں کوئی نام و نشان نہیں۔ مثلاً اگر کسی کے گھر میں بیس سال کے بعد بیٹا پیدا ہونا ہو تو کبھی کبھی ایسا عجیب کشف یا عجیب خواب اس کو دکھلائی جاتی ہے کہ جو بیٹا پیدا ہونے سے پہلے بلکہ اُس بیٹے کی ماں کے وجود سے بھی پہلے وہ اپنے اس بیٹے کو خواب کی حالت میں یا کشف کی حالت میں بعینہٖ دیکھ لیتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اُس سے باتیں کر لیتا ہے اور بسا اوقات وہ بیٹا ایسے راز اس کو بتلاتا ہے کہ جو مدت ہائے دراز کے بعد اور تحصیل علم کے بعد وہ طاقت بیٹے میں پیدا ہوتی ہے☆ پس اگر خدا تعالیٰ انسان کی طرح مادہ اور پرکرتی کا محتاج ہے۔ تو مثلاً وہ بیٹا جو خواب میں یا کشف میں حاضر کیا جاتا ہے جس کی ابھی ماں بھی پیدا نہیں ہوئی وہ کس مادہ یا پرمانو سے بنایا جاتا ہے۔ پس جبکہ وہ قادر اس قسم کی بناوٹ بھی جانتا ہے کہ اُس حالت میں کسی انسان کا نشان ظاہر کر دیتا ہے اور مجسم طور پر عین بیداری میں اس کو دکھا دیتا ہے جبکہ وہ بکلی بے نشان ہوتا ہے تو پھر اِس سے زیادہ اور کون سی حماقت ہوگی کہ اُس قادر کو مادہ کا محتاج سمجھا جائے۔ اگر ایسا ہی پرمیشر ہے تو اُس پر آیندہ کی دائمی خوشیوں کے لئے کوئی اُمید نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ آپ ہمیشہ مادہ اور روح کا محتاج ہے اور ایسی چیزوں کے سہارے سے اس کی خدائی چل رہی ہے جو اُس کے ہاتھ سے نکلی نہیں اور نہ نکل سکتی ہیں۔ پس ہندوؤں کے ویدوں کی یہ صریح غلطی ہے کہ وہ خدائی طاقت اور انسانی طاقت کو برابر درجہ پر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی اتفاق سے جس کا بھید معلوم نہیں اس قدر روحیں اور مادے موجود چلی آتی ہیں جو پرمیشر کی اپنی پیدا کردہ نہیں۔ اور انہی پر تمام کارخانہ پرمیشر گری کا چل رہا ہے۔ اور اگر فرض

☆ اس کے ثبوت کے لئے ہم خود ذمہ دار ہیں مگر وہ لوگ کہاں ہیں جو سچائی کے طالب ہو کر آویں؟ منہ

کرلیں کہ وہ آیندہ کوکسی وقت معدوم ہوجائیں گی تو ساتھ ہی فرض کرنا پڑے گا کہ پرمیشر بھی آیندہ کو خالی ہاتھ بیٹھے گا۔ پس سوچنے کا مقام ہے کہ کیا خدائے حیّ و قیّوم کی یہی صفات ہونی چاہئیں اور کیا اُس کی خدائی کی حقیقت اور اصلیت اِسی قدر ہے کہ اُس کی بادشاہت اُن چیزوں پر چلتی ہو جو اُس کی اپنی ملکیت نہیں۔ غرض میں نے ان کتابوں میں ثابت کیا ہے کہ ہندو مذہب کا گیان اور معرفت پرمیشر کی نسبت جو کچھ ہے یہی ہے کہ وہ اُس کو قدیم سے معطل اور صفت خالقیت سے محروم قرار دیتے ہیں اور انسانی پاکیزگی کی نسبت وید کی تعلیم جس کو پنڈت دیانند نے آریوں کو سکھلایا ہے بطور نمونہ یہ ہے کہ ایک آریہ اولاد کے لئے اپنی پیاری بیوی کو اپنی زندگی اور جوانی کی حالت میں دوسرے سے ہم بستر کراسکتا ہے تا کسی طرح اولاد پیدا ہو جائے۔ اِس عمل کو ہندوؤں کے مذہب میں نیوگ کہتے ہیں۔ پس جس مذہب کا خدا تعالیٰ کی نسبت یہ خیال ہے کہ وہ قدیم سے عاجز اور کمزور اور پیدا کرنے کی صفت سے بے نصیب ہے اور جس مذہب نے مخلوق کی پاکیزگی کا اِس قدر خون کر دیا ہے کہ خاوند جو فطرتاً انسانی غیرت کا جوش اپنی بیوی کے معاملہ میں اِس قدر اپنے اندر رکھتا ہے کہ روا نہیں رکھتا کہ کسی غیر کی آواز کی طرف بھی وہ کان لگاوے اس کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اولاد کی ضرورت کے لئے نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ اپنی جورو کو غیر انسان سے ہم بستر کراوے ایسے مذہب سے کس بہتری کی اُمید ہوسکتی ہے۔ علاوہ اِس کے میں نے اپنی کتابوں میں یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ ہندو مذہب کے پابند خوارق اور کرامات سے بے نصیب ہیں بلکہ اس کے منکر ہیں اور میں نے اِس طرح پر بھی ان لوگوں پر اتمام حجت کیا ہے کہ کئی آسمانی نشان ان کو دکھلائے ہیں اور ان پر ثابت کیا ہے کہ آسمان کے نیچے صرف ایک اِسلام ہے جس کی پیروی سے اِنسان کو خدا تعالیٰ کا قرب میسر آتا ہے اور اِس قرب کی برکت سے انواع اقسام کی

﴿۴۹﴾

کرامات اور پیشگوئیاں اس انسان سے ظاہر ہوتی ہیں جیسا کہ اب ظاہر ہو رہی ہیں۔ کیا ان میں کوئی ایسا رشی یا جوگی موجود ہے کہ وہ عجائب کام خدا تعالیٰ کے دکھلا سکے جو مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں؟ پس ظاہر ہے کہ ہندو مذہب پر عقلی اور کراماتی طور پر اسلام کی حجت پوری ہوگئی۔ اب بعد اِس کے انکار کرنا ترک حیا ہے۔ یہ تمام مضمون قریباً بیس[۲۰] سال سے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ یہ وہ اتمام حجت ہے جو بذریعہ کتابوں اور آسمانی نشانوں کے ہندوؤں پر کیا گیا اور اِس جگہ تھوڑا سا بطور خلاصہ اُن کتابوں میں سے لکھا گیا ہے جو سالہائے دراز سے چھپ کر بخوبی ملک میں شائع ہو چکی ہیں بلکہ بعض کتابیں مکرر بھی چھپ گئیں۔

اور عیسائیوں کی نسبت جو اتمام حجت کیا گیا وہ بھی دو قسم پر ہے۔ ایک وہ کتابیں ہیں جو میں نے عیسائیوں کے خیالات کے ردّ میں تالیف کیں جیسا کہ براہین احمدیہ اور نور الحق اور کشف الغطاء وغیرہ۔ دوسرے وہ نشان جو عیسائیوں پر حجت پوری کرنے کے لئے میں نے دکھلائے اور میں نے ان کتابوں میں جو عیسائیوں کے مقابل پر لکھی گئی ہیں ثابت کر دیا ہے کہ عیسائیوں کا خونِ مسیح اور کفارہ کا مسئلہ ایسا غلط ہے کہ ایک دانشمند اور منصف کے لئے کافی ہے کہ اِسی مسئلہ پر غور کر کے خدا سے ڈرے اور اس مذہب سے علیحدہ ہو جائے☆ اور میں نے ان کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی ٹھہرانے کا عقیدہ جو عیسائیوں کے مذہب کا اصل الاصول ہے ایسا **صریح البطلان** ہے کہ ایک سطحی خیال کا انسان بھی معلوم کر سکتا ہے کہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ایسا مذہب سچا ہو جس کی بنیاد ایسے عقیدے پر ہو جو ایک راستباز کے دل کو لعنت کے سیاہ داغ کے ساتھ ملوث کرنا چاہتا ہے کیونکہ لعنت کا لفظ جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے

☆ کیا کوئی عقل سلیم اس بات کو مان سکتی ہے کہ زید خون کرے اور بکر اس کے عوض میں سولی دیا جائے۔ منه

نہایت پلید معنے رکھتا ہے اور اس لفظ کے ایسے خبیث معنے ہیں کہ بجز شیطان کے اور کوئی اس کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عربی اور عبرانی کی زبان میں ملعون اس کو کہتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ کے لئے ردّ کیا جائے۔ اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کے لئے رحمت الٰہی سے ردّ کیا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں توریت سے قرآن شریف تک کسی ایسے شخص کی نسبت ملعون ہونے کا لفظ نہیں بولا گیا جس نے انجام کار خدا کی رحمت اور فضل سے حصہ لیا ہو۔ بلکہ ہمیشہ سے یہ ملعون اور لعنتی کا لفظ انہی ازلی بدبختوں پر اطلاق پاتا رہا ہے جو ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کی رحمت اور نجات اور نظرِ محبت سے بےنصیب کئے گئے اور خدا کے لطف اور مہربانی اور فضل سے ابدی طور پر دور اور مہجور ہوگئے اور ان کا رشتہ دائمی طور پر خدا تعالیٰ سے کاٹ دیا گیا اور اُس جہنم کا خلود اُن کے لئے قرار پایا جو خدا تعالیٰ کے غضب کا جہنم ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے کی امید نہ رہی۔ اور نبیوں کے منہ سے بھی یہ لفظ کبھی ایسے اشخاص کی نسبت اطلاق نہیں پایا جو کسی وقت خدا کی ہدایت اور فضل اور رحم سے حصہ لینے والے تھے۔ اس لئے یہودیوں کی مقدس کتاب اور اسلام کی مقدس کتاب کی رو سے یہ عقیدہ متفق علیہ مانا گیا ہے کہ جو شخص ایسا ہو کہ خدا کی کتابوں میں اُس پر ملعون کا لفظ بولا گیا ہو۔ وہ ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور بےنصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ اِس آیت میں یہی اشارہ ہے۔ مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا[1] یعنی زنا کار اور زنا کاری کی اشاعت کرنے والے جو مدینہ میں ہیں یہ لعنتی ہیں یعنی ہمیشہ کے لئے خدا کی رحمت سے ردّ کئے گئے اس لئے یہ اس لائق ہیں کہ جہاں ان کو پاؤ قتل کر دو۔ پس اِس آیت میں اِس بات کی طرف یہ عجیب اشارہ ہے کہ لعنتی ہمیشہ کے لئے ہدایت سے محروم ہوتا ہے اور اس کی

[1] الاحزاب: ۶۲

پیدائش ہی ایسی ہوتی ہے جس پر جھوٹ اور بدکاری کا جوش غالب رہتا ہے۔ اور اِسی بنا پر قتل کرنے کا حکم ہوا کیونکہ جو قابل علاج نہیں اور مرض متعدی رکھتا ہے اس کا مرنا بہتر ہے۔ اور یہی توریت میں لکھا ہے کہ لعنتی ہلاک ہوگا۔ علاوہ اِس کے ملعون کے لفظ میں یہ کس قدر پلید معنی مندرج ہیں کہ عربی اور عبرانی زبان کی رو سے ملعون ہونے کی حالت میں ان لوازم کا پایا جانا ضروری ہے کہ شخص ملعون اپنی دِلی خواہش سے خدا تعالیٰ سے بیزار ہو اور خدا تعالیٰ اس سے بیزار ہو اور وہ خدا تعالیٰ سے اپنے دِلی جوش کے ساتھ دشمنی رکھے اور ایک ذرہ محبت اور تعظیم اللہ جلّ شانہٗ کی اُس کے دِل میں نہ ہو۔ اور ایسا ہی خدا تعالیٰ کے دِل میں بھی ایک ذرّہ اُس کی محبت نہ ہو یہاں تک کہ وہ شیطان کا وارث ہو نہ خدا کا۔ اور یہ بھی لعنتی ہونے کے لوازم میں سے ہے کہ شخص ملعون خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت اور محبت سے بکلی بے نصیب ہو۔ اب ظاہر ہے کہ یہ لعنت اور ملعون ہونے کی حالت کا مفہوم ایسا ناپاک مفہوم ہے کہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ایماندار کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اس کو منسوب کیا جائے کیونکہ ملعون ہونے سے مراد وہ سخت دلی کی تاریکی ہے جس میں ایک ذرہ خدا کی معرفت کا نور خدا کی محبت کا نور خدا کی تعظیم کا نور باقی نہ ہو۔ پس کیا روا ہے کہ ایسے مردار کی سی حالت ایک سیکنڈ کے لئے بھی مسیح جیسے راستباز کی طرف منسوب کی جائے۔ کیا نور اور تاریکی دونوں جمع ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب کے یہ عقائد سراسر باطل ہیں۔ نیک دِل انسان ایسی نجات سے بیزار ہوگا جس کی اوّل شرط یہی ہو کہ ایک پاک اور معصوم اور خدا کے پیارے کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ ملعون ہوگیا اور اُس کا دِل عمداً خدا سے برگشتہ ہوگیا اور اس کے سینہ میں سے خدا شناسی کا نور جاتا رہا اور وہ شیطان کی طرح خدا تعالیٰ کا دشمن ہوگیا

﴿۵۰﴾

اور خدا سے بیزار ہو گیا اور شیطان کا وارث ہو گیا اور اُس کا سارا دِل سیاہ ہو گیا۔ اور لعنت کی زہرناک کیفیت سے اُس کا دِل اور اس کی آنکھیں اور اس کے کان اور اس کی زبان اور اس کے تمام خیالات بھر گئے۔ اور اس کی پلید زمین میں بجز لعنتی درختوں کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ کیا ایسے اصولوں کو کوئی ایماندار اور شریف انسان اپنی نجات کا ذریعہ ٹھہرا سکتا ہے اگر نجات کا یہی ذریعہ ہے تو ہر ایک پاک دل شخص کا کانشنس یہی گواہی دے گا کہ ایسی نجات سے ہمیشہ کا عذاب بہتر ہے۔ تمام انسانوں کا اِس سے مرنا بہتر ہے کہ لعنت جیسا سڑا ہوا مردار جو شیطان کی خاص وراثت ہے مسیح جیسے پاک اور پاک دِل کے منہ میں ڈالیں اور اِس مردار کا اس کے دِل کو ذخیرہ بناویں اور پھر اس مکروہ عمل سے اپنی نجات اور رہائی کی اُمید رکھیں۔ غرض یہ وہ عیسائی تعلیم ہے جس کو ہم نے سراسر ہمدردی اور خیر خواہی کی راہ سے اپنی کتابوں میں ردّ کیا ہے اور صرف اِسی قدر نہیں بلکہ یہ بھی ثابت کر کے دکھلایا ہے کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کا سولی ملنا ہی جھوٹ ہے۔ انجیل خود گواہی دیتی ہے کہ وہ سولی نہیں ملے۔ اور پھر خود حضرت مسیح نے انجیل میں اپنے اِس واقعہ کی مثال حضرت یونس کے واقعہ سے منطبق کی ہے اور یہ کہا ہے کہ میرا قبر میں داخل ہونا اور قبر سے نکلنا یونس نبی کے مچھلی کے نشان سے مشابہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہ مردہ داخل ہوا تھا اور نہ مردہ نکلا تھا۔ بلکہ زندہ داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا۔ پھر اگر حضرت مسیح قبر میں مردہ داخل ہوا تھا تو اس کے قصے کو یونس نبی کے قصے سے کیا مشابہت۔ اور ممکن نہیں کہ نبی جھوٹ بولے اِس لئے یہ اِس بات پر یقینی دلیل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوئے اور اگر موجودہ انجیلیں تمام و کمال اس واقعہ کے مخالف ہوتیں تب بھی کوئی سچا ایماندار

قبول نہ کرتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا سولی پر مرجانے کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ اس سے صرف یہی نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت مسیح اپنی اس مشابہت قرار دینے میں جھوٹے ٹھہرتے ہیں اور مشابہت سراسر غلط ثابت ہوتی ہے بلکہ یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ اُن بیلوں گدھوں کی طرح لعنتی بھی ہوگئے جن کی نسبت توریت میں مار دینے کا حکم تھا اور نعوذ باللہ اُن کے دِل میں لعنت کی وہ زہر سرایت کرگئی جس نے شیطان کو ہمیشہ کے لئے ہلاک کیا ہے۔ لیکن موجودہ انجیلوں میں سے وہ انجیلیں بھی اب تک موجود ہیں جیسا کہ انجیل برنباس جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے سولی ملنے سے انکار کیا گیا ہے اور ان چار انجیلوں کو دوسری انجیلوں پر کچھ ترجیح نہیں کیونکہ یہ سب انجیلیں حواریوں کے زمانہ کے بعد بعض یونان کے لوگوں نے بے سروپا روایات کی بنا پر لکھیں ہیں اور ان میں حضرت مسیح کے ہاتھوں کی کوئی انجیل نہیں بلکہ حواریوں کے ہاتھوں کی بھی کوئی انجیل نہیں اور یہ بات قبول کی گئی ہے کہ انجیل کا عبرانی نسخہ دنیا سے مفقود ہے۔ ماسوا اِس کے یہ چاروں انجیلیں جو چوسٹھ انجیلوں میں سے محض تحکم کے طور پر اختیار کی گئی ہیں اُن کے بیانات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا۔ چنانچہ ہم اپنے رسالہ ”مسیح ہند میں“ میں اس بحث کو صفائی سے طے کر چکے ہیں۔ اور ان انجیلوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک باغ میں اپنی رہائی کے لئے تمام رات دعا کرتے رہے اور اس غرض اور مدعا سے کہ کسی طرح سولی سے بچ جائیں ساری رات رونے اور گڑگڑانے اور سجدہ کرنے میں گذری۔ اور یہ غیر ممکن ہے کہ جس نیک انسان کو یہ توفیق دی جائے کہ تمام رات دردِ دل سے کسی بات کے ہوجانے کے لئے دعا کرے اور اُس دعا کے لئے اس کو پورا جوش عطا کیا جائے اور پھر وہ دعا نامنظور اور نامقبول ہو۔ جب سے کہ دنیا کی بنیاد پڑی اُس وقت سے آج تک اِس کی

﴿۵۱﴾

نظیر نہیں ملی۔اور خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں بالاتفاق یہ گواہی پائی جاتی ہے کہ راستبازوں کی دعا قبول ہوتی ہے اور اُن کے کھٹکھٹانے پر ضرور کھولا جاتا ہے۔ پھر مسیح کی دعا کو کیا روک پیش آئی کہ باوجود ساری رات کی گریہ وزاری اور شوروغوغا کے ردّی کی طرح پھینک دی گئی اور قبول نہ ہوئی۔ کیا خدا تعالیٰ کی کتابوں میں اِس واقعہ کی کوئی اور نظیر بھی ہے کہ کوئی مسیح جیسا راستباز یا اس سے کمتر تمام رات رورو کر اور جگر پھاڑ کر دعا کرے اور بیقراری سے بے ہوش ہوتا جائے اور خود اقرار کرے کہ میری جان گھٹ رہی ہے اور میرا دل گرا جاتا ہے اور پھر ایسی دردناک دعا قبول نہ ہو؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ ہماری کوئی دعا قبول کرنا نہیں چاہتا تو جلد ہمیں اِطلاع بخشتا ہے اور اُس دردناک حالت تک ہمیں نہیں پہنچاتا جس میں اس کا قانونِ قدرت یہی واقع ہے کہ اس درجہ پر وفادار بندوں کی دعا پہنچ کر ضرور قبول ہو جایا کرتی ہے۔ پھر مسیح کی دعا کو کیا بلا پیش آئی کہ نہ تو وہ قبول ہوئی اور نہ انہیں پہلے ہی سے اطلاع دی گئی کہ یہ دعا قبول نہیں ہوگی اور نتیجہ یہ ہوا کہ بقول عیسائیوں کے خدا کی اس خاموشی سے مسیح سخت حیرت میں پڑا یہاں تک کہ جب صلیب پر چڑھایا گیا تو بے اختیار عالم نومیدی میں بول اُٹھا کہ **ایلی ایلی لما سبقتانی** یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ غرض میں نے اپنی کتابوں سے حق کے طالبوں کو اِس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ پہلے اِس بات کو ذہن میں رکھ کر کہ مقبولوں کی اوّل علامت مستجاب الدعوات ہونا ہے خاص کر اس حالت میں جب کہ اُن کا دردِ دل نہایت تک پہنچ جائے پھر اس بات کو سوچیں کہ کیونکر ممکن ہے کہ باوجودیکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مارے غم کے بے جان اور ناتواں ہو کر ایک باغ میں جو پھل لانے کی جگہ ہے بکمال درد ساری رات دعا کی اور کہا کہ اے میرے باپ اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دیا جائے مگر پھر بھی باایں ہمہ

سوز و گداز اپنی دعا کا پھل دیکھنے سے نامراد رہا۔ یہ بات عارفوں اور ایمانداروں کے نزدیک ایسی جھوٹ ہے جیسا کہ دِن کو کہا جائے کہ رات ہے یا اُجالے کو کہا جائے کہ اندھیرا ہے یا چشمۂ شیریں کو کہا جائے کہ تلخ اور شور ہے۔ جس دعا میں رات کے چار پہر برابر سوز و گداز اور گریہ وزاری اور سجدات اور جانکاہی میں گذریں کبھی ممکن نہیں کہ خدائے کریم ورحیم ایسی دعا کو نامنظور کرے۔ خاص کر وہ دعا جو ایک مقبول کے منہ سے نکلی ہو۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی دعا قبول ہوگئی تھی اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کی نجات کے لئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے تھے جو اُس کی رہائی کے لئے قطعی اسباب تھے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ پیلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نے خواب میں کہا کہ اگر یسوع سولی پر مر گیا تو اِس میں تمہاری تباہی ہے اور اِس بات کی خدا تعالیٰ کی کتابوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کو خواب میں فرشتہ کہے کہ اگر ایسا کام نہیں کرو گے تو تم تباہ ہو جاؤ گے اور پھر فرشتہ کے کہنے کا ان کے دِلوں پر کچھ بھی اثر نہ ہو اور وہ کہنا رائیگاں جائے۔ اور اِسی طرح یہ بات بھی سراسر فضول اور جھوٹ معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا تو یہ پختہ ارادہ ہو کہ وہ یسوع مسیح کو سولی دے اور اِس طرح پر لوگوں کو عذاب ابدی سے بچاوے اور فرشتہ خواہ نخواہ یسوع مسیح کے بچانے کے لئے تڑپتا پھرے۔ کبھی پیلاطوس کے دِل میں ڈالے کہ مسیح بے گناہ ہے اور کبھی پیلاطوس کے سپاہیوں کو اس پر مہربان کرے اور ترغیب دے کہ وہ اس کی ہڈی نہ توڑیں اور کبھی پیلاطوس کی بیوی کے خواب میں آوے اور اس کو یہ کہے کہ اگر یسوع مسیح سولی پر مر گیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدا اور فرشتہ کا باہم اختلاف رائے ہو اور پھر رہائی کے اسباب میں سے جو اِن چار انجیلوں میں مرقوم ہیں ایک یہ بھی سبب ہے کہ یہودیوں کو یہ موقع

نہ ملا کہ وہ قدیم دستور کے موافق پانچ چھ روز تک حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکا رکھتے تا بھوک اور پیاس اور دُھوپ کے اثر سے مر جاتا اور نہ دستور قدیم کے موافق اُن کی ہڈیاں توڑی گئیں جیسا کہ چوروں کی توڑی گئیں۔ اگرچہ یہ رعایت مخفی طور پر پیلاطوس کی طرف سے تھی کیونکہ رعبناک خواب نے اس کی بیوی کا دِل ہلا دیا تھا لیکن آسمان سے بھی یہی ارادہ زور مار رہا تھا ورنہ کیا ضرورت تھی کہ عین صلیب دینے کے وقت سخت آندھی آتی اور زمین پر سخت تاریکی چھا جاتی اور ڈرانے والا زلزلہ آتا۔ اصل بات یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہودیوں کے دِل ڈر جائیں اور نیز ان پر وقت مشتبہ ہو کر سبت کے توڑنے کا فکر بھی ان کو دامنگیر ہو جائے کیونکہ جس وقت حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن تھا اور قریباً دوپہر کے بعد تین بجے تھے۔ اور یہودیوں کو سخت ممانعت تھی کہ کوئی مصلوب سبت کے دن یا سبت کی رات جو جمعہ کے بعد آتی ہے صلیب پر لٹکا نہ رہے اور یہودی قمری حساب کے پابند تھے اس لئے وہ سبت کی رات اُس رات کو سمجھتے تھے کہ جب جمعہ کے دن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پس آندھی اور سخت تاریکی کے پیدا ہونے سے یہودیوں کے دِلوں میں یہ کھٹکا شروع ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ لاشوں کو سبت کی رات میں صلیب پر رکھ کر سبت کے مجرم ہوں اور مستحق سزا ٹھہریں اور دوسرے دن عید فسح بھی تھی جس میں خاص طور پر صلیب دینے کی ممانعت تھی۔ پس جبکہ آسمان سے یہ اسباب پیدا ہو گئے اور نیز یہودیوں کے دِلوں پر الٰہی رعب بھی غالب آ گیا تو اُن کے دلوں میں یہ دھڑکہ شروع ہو گیا کہ ایسا نہ ہو کہ اس تاریکی میں سبت کی رات آ جائے لہٰذا مسیح اور چوروں کو جلد صلیب پر سے اُتار لیا گیا اور سپاہیوں نے یہ چالاکی کی کہ پہلے چوروں کی ٹانگوں کو توڑنا شروع کر دیا اور ایک نے اُن میں سے یہ مکر کیا کہ مسیح کی نبض دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے اب اس کی ٹانگیں توڑنے کی

﴿۵۲﴾

ضرورت نہیں۔ اور پھر یوسف نام ایک تاجر نے ایک بڑے کوٹھے میں اُن کو رکھ دیا اور وہ کوٹھا ایک باغ میں تھا اور یہودی مُردوں کے لئے ایسے وسیع کوٹھے کھڑکی دار بھی بنایا کرتے تھے۔ غرض حضرت مسیح اِس طرح بچ گئے اور پھر چالیس دن تک مرہم عیسیٰ سے اُن کے زخموں کا علاج ہوتا رہا جیسا کہ کتاب ''مسیح ہند میں'' میں ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اور پھر جب خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے حضرت مسیح علیہ السلام کو مرہم عیسیٰ کے استعمال سے شفا ہوگئی اور تمام صلیبی زخم اچھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس ملک سے انہوں نے پوشیدہ طور پر ہجرت کی جیسا کہ سنت انبیاء ہے۔ اور اس ہجرت میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ تا خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی سنت ادا ہو جائے کیونکہ اب تک وہ اپنے وطن کی چار دیواری میں ہی پھرتے تھے اور ہجرت کی تلخی نہیں اُٹھائی تھی۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اپنی ہجرت کی طرف اشارہ بھی کیا تھا جیسا کہ انجیل میں اُن کا یہ قول ہے کہ ''نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں'' الغرض پھر آپ پیلاطوس کے ملک سے گلیل کی طرف پوشیدہ طور پر آئے اور اپنے حواریوں کو گلیل کی سڑک پر ملے۔ اور ایک گاؤں میں اُن کے ساتھ اکٹھے رات رہے اور اکٹھے کھانا کھایا اور پھر جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''مسیح ہند میں'' میں ثابت کیا ہے کئی ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبین میں آئے۔ اور نصیبین سے افغانستان میں پہنچے اور ایک مدت تک اس جگہ جو کوہ نعمان کہلاتا ہے اس کے قریب سکونت پذیر رہے اور اس کے بعد پنجاب میں آئے اور پنجاب کے مختلف حصوں کو دیکھا اور ہندوستان کا بھی سفر کیا اور غالباً بنارس اور نیپال میں بھی پہنچے پھر پنجاب کی طرف لوٹ کے کشمیر کا قصد کیا اور بقیہ عمر سری نگر میں گذاری اور وہیں فوت ہوئے اور سری نگر محلّہ خان یار کے قریب دفن کئے گئے اور اب تک وہ قبر یوز آسف نبی کی قبر اور شہزادہ نبی کی قبر اور عیسیٰ نبی کی قبر کہلاتی ہے

اور سرینگر میں یہ واقعہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ قبر ہے اور اس مزار کا زمانہ تخمیناً دو ہزار برس بتلاتے ہیں اور عوام اور خواص میں یہ روایت بکثرت مشہور ہے کہ یہ نبی شام کے ملک سے آیا تھا۔

غرض یہ دلائل اور حقائق اور معارف ہیں جو عیسائی مذہب کے باطل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر ثابت کئے جن کو میں نے اپنی تالیفات میں بڑے بسط سے لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ ان روشن دلائل کے بعد نہ عیسائی مذہب قائم رہ سکتا ہے اور نہ اُس کا کفارہ ٹھہر سکتا ہے بلکہ اس ثبوت کے ساتھ یہ عمارت یکدفعہ گرتی ہے کیونکہ جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مصلوب ہونا ہی ثابت نہ ہوا تو کفارہ کی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ اور یہ وہ فتح عظیم ہے جو حدیث کسر صلیب کی منشاء کو کامل طور پر پورا کرتی ہے اور وہ کام جو مسیح موعود کو کرنا چاہیے یہی کام تھا کہ ایسے دلائل واضح سے عیسائی مذہب کو گرا دے نہ یہ کہ تلواروں اور بندوقوں سے لوگوں کو قتل کرتا پھرے۔ اور یہ فتح صرف ایک شخص کے نام پر مقدر تھی جو عین وقت فتنہ صلیب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور یہ فتح اس کے ہاتھ سے کامل طور پر ظہور میں آ گئی۔ اب کسی کا سر الصلیب اور مسیح موعود کی انتظار کرنا عبث اور طلب محال ہے کیونکہ جن حقائق کے کھلنے سے عیسائیت کو شکست آتی تھی وہ حقائق بفضلہٖ تعالیٰ میرے ہاتھ پر کھل گئے۔ اب کسی دوسرے مسیح کے لئے کوئی روحانی کام باقی نہیں اور صرف تلواروں سے خونریزی کرنا اور جبر سے کلمہ پڑھانا کوئی ہنر کی بات نہیں بلکہ یہ فعل تو ڈاکہ مارنے والوں کے فعلوں سے مشابہ ہے۔ یہ کیسی جہالت ہے جو بعض نادان مسلمانوں کے دِلوں میں متمکن ہے کہ وہ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اُن کا مسیح موعود اور مہدی معہود جبراً لوگوں کو مسلمان کرے گا اور تلوار سے دین کو پھیلائے گا۔ ﴿۵۳﴾

یہ لوگ نہیں سوچتے کہ جبر سے کوئی عقیدہ دِل میں داخل نہیں ہوسکتا بلکہ ہر ایک شخص جو ایسے ظالموں کے قابو آجائے اپنے دل میں ان کو نہایت بدانسان سمجھتا ہے گو جان چھڑانے کے لئے اس وقت ہاں میں ہاں ملاوے۔ یہ سخت حماقت ہوگی کہ اِس جگہ ہمارے سید و مولیٰ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا جائے کہ آپ نے دین کے پھیلانے کے لئے جنگ کی کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان بنانے کے لئے کبھی جبر نہیں کیا اور نہ تلوار کھینچی اور نہ دین میں داخل کرنے کے لئے کسی کے ایک بال کو بھی نقصان پہنچایا۔ بلکہ وہ تمام نبوی لڑائیاں اور آنجناب کے صحابہ کرام کے جنگ جو اس وقت کئے گئے یا تو اِس واسطے ان کی ضرورت پڑی کہ تا اپنی حفاظت کی جائے اور یا اس لئے ضرورت پڑی کہ تا ملک میں امن قائم کیا جائے اور جو لوگ اسلام کو اس کے پھیلنے سے روکتے ہیں اور اُن لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں جو مسلمان ہوں ان کو کمزور کر دیا جائے جب تک کہ وہ اُس نالائق طریق سے توبہ کر کے اسلام کی سلطنت کے مطیع ہو جائیں۔ پس ایسے جنگ کا اُس زمانہ میں کہاں پتہ ملتا ہے جو جبراً مسلمان بنانے کے لئے کی جاتی ہے۔ ہاں رحمت الٰہی نے قابلِ سزا قوموں کے لئے جو بہت سے خون کر چکی تھیں اور خونیوں کو مدد دے چکی تھیں اور اپنے جرائم کی وجہ سے عدالت کے رو سے قتل کے لائق تھیں رحیمانہ طور پر یہ رعایت رکھی تھی کہ ایسے مجرم اگر سچے دِل سے مسلمان ہو جائیں تو ان کا وہ سنگین جرم معاف کر دیا جائے اور ایسے مجرموں کو اختیار ملا تھا کہ اگر چاہیں تو اِس رحیمانہ قانون سے فائدہ اُٹھائیں۔ غرض جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی یہ علامت قرآن شریف میں بیان فرمائی تھی کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ[1] وہ علامت میرے ہاتھ سے پوری ہوگئی۔

اور جس طرح عیسائیوں اور ہندوؤں پر حجت پوری کی گئی ایسا ہی سکھوں

[1] الصف: ۱۰

پر بھی حجت کو پورا کر دیا گیا۔ میں نے اپنی کتاب ست بچن میں ثابت کر دیا ہے کہ
باوا نانک صاحب دراصل مسلمان تھے اور اُن لوگوں میں سے تھے جن کا دِل غیر کی
محبت اور اُنس سے پاک کیا جاتا ہے اور ان کا چولہ جس کو وہ پہنتے تھے اب تک ڈیرہ
نانک میں موجود ہے جس پر قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں اور موٹی قلم سے
عربی زبان میں یہ لکھا ہوا ہے کہ بجز اسلام کے اور تمام دین باطل ہیں جو خدا تک نہیں
پہنچا سکتے۔ اب اس سے زیادہ باوا صاحب موصوف کے اِسلام پر اور کیا گواہی ہوگی کہ
وہ خود اپنے چولے کی تحریر میں اِس بات کا اقرار ظاہر کرتے ہیں کہ زمین پر صرف اِسلام
ہی وہ مذہب ہے جو سچا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور میں نے ست بچن میں یہ بھی
ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھا کرتے تھے اور ایک
یا دو حج بھی کئے تھے اور حیات خاں نامی ایک افغان کی لڑکی سے نکاح بھی کیا تھا اور
ملتان میں ایک بزرگ کی قبر کی ہمسائیگی میں برابر چالیس دن تک چلہ میں بھی بیٹھے
تھے اور کئی اور اہل اللہ کی قبروں پر بھی چلہ کشی کی۔ اور یہ دلائل ان کے اسلام پر ایسے
مضبوط ہیں جو اِن سے بڑھ کر اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ اور گرنتھ کے وہ
اشعار جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں قرآن شریف کی تعلیم سے سراسر موافق ہیں
بلکہ وہ اپنے بعض اشعار میں عام لوگوں کو نماز کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور اگر فرض
کرلیں کہ گرنتھ میں اسلام کی نسبت بعض بے ادبی کے الفاظ ہیں تو بلا شبہ باوا صاحب
کا اُن ناپاک شعروں سے دامن مبرّا ہے بلکہ بلا شبہ یہ اُس زمانہ کے شعر ہوں گے
جبکہ سکھوں میں اِسلام کی نسبت بہت کچھ کینہ اور تعصب پیدا ہوگیا تھا کیونکہ گرنتھ کے
شعر تمام باوا صاحب کا ہی کلام نہیں ہے بلکہ اس میں بہت کچھ ذخیرہ دوسرے لوگوں کے
شعروں کا ہے جن سے ہمیں کچھ تعلق نہیں۔ علاوہ اس کے یہ گرنتھ جو خالصہ صاحبوں کے

ہاتھ میں ہے باوا صاحب کی وفات سے بہت مُدت بعد اکٹھا کیا گیا ہے اور روایتوں کا کوئی صحیح سلسلہ سکھوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ کہاں کہاں سے اور کس کس سے یہ شعر لئے گئے اور کیا کچھ کم کیا گیا یا بڑھایا گیا۔ میں نے گرنتھ کے وہ شعر غور سے دیکھے ہیں جو باوا نانک صاحب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور میں ایک مدت تک گرنتھ کو سنتا رہا اور خود بھی پڑھتا رہا اور اس میں غور کرتا رہا۔ میں اپنے پختہ تجربہ کی بنا پر ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ جس قدر ان میں سے عمدہ شعر معارف اور حقائق سے پُر ہیں وہ سراسر قرآن شریف کا ترجمہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ باوا صاحب جو ایک مدت تک اہلِ اسلام اور اولیاء اسلام کی خدمت میں رہے اُن کے منہ سے یہ حقائق قرآنی سنتے رہے اور آخر انہی حقائق کو اپنی بھاشا زبان میں ترجمہ کر کے نظم میں قوم کی بھلائی کے لئے مشہور کر دیا۔ غرض باوا صاحب کا اسلام ایک ایسے چمکدار ستارہ کی طرح ہے جو کسی طرح وہ چھپ ہی نہیں سکتا۔ باوا صاحب کی یہ کارروائی نہایت قابل قدر ہے جو انہوں نے اپنی جماعت کو ہندوؤں اور اُن کے ویدوں سے علیحدہ کر دیا جیسا کہ ابھی ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء میں بعض گرنتھ کے فاضل سکھوں نے اخبار عام میں یہ شائع کر دیا ہے کہ ہمیں ہندوؤں سے کچھ تعلق نہیں۔ غرض یہ اتمام حجت ہے جو میں نے اپنی کتابوں میں خالصہ قوم پر کیا ہے۔ اب اگر وہ چاہیں تو قبول کریں اور باوا صاحب کی اصل منشاء پر چل کر اپنی عاقبت درست کر لیں کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں۔

﴿۵۴﴾

اور ایک مشترک کارروائی جس سے تمام مخالف مذہبوں پر حجت پوری ہوگئی ہے میری طرف سے یہ ہے کہ میں نے عام اعلان دیا ہے کہ آسمانی نشان اور برکات اور پرمیشر کے شکتی کے کام صرف اِسلام میں ہی پائے جاتے ہیں اور دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں کہ ان نشانوں میں اِسلام کا مقابلہ کر سکے۔ اِس بات

کے لئے خدا تعالیٰ نے تمام مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرنے کے لئے مجھے پیش کیا ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ ہندوؤں اور عیسائیوں اور سکھوں میں ایک بھی نہیں کہ جو آسمانی نشانوں اور قبولیتوں اور برکتوں میں میرا مقابلہ کر سکے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ زندہ مذہب وہی مذہب ہے جو آسمانی نشان ساتھ رکھتا ہو اور کامل امتیاز کا نور اس کے سر پر چمکتا ہو۔ سو وہ اِسلام ہے۔ کیا عیسائیوں میں یا سکھوں میں یا ہندوؤں میں کوئی ایسا ہے کہ اِس میں میرا مقابلہ کر سکے؟ سو میری سچائی کے لئے یہ کافی حجت ہے کہ **میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں**۔ اب جس طرح چاہو اپنی تسلی کر لو کہ میرے ظہور سے وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو براہین احمدیہ میں قرآنی منشاء کے موافق تھی اور وہ یہ ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔

۳۲ براہین احمدیہ میں مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے الہام سے خبر دی ہے کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک فتنہ ہوگا اور وہ اپنے مذہب کی تائید میں اسلام پر الزام قائم کریں گے یعنی کچھ مکر کریں گے اور حق کو چھپائیں گے اور خدا بھی مکر کرے گا یعنی عیسائیوں کے مکر کی اصل حقیقت کھول دے گا اور اُن کی پردہ دری کرے گا اور ان کا مکر اُنہی کے منہ پر مارے گا۔ چنانچہ اِس پیشگوئی سے تخمیناً پندرہ برس بعد ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی اور اس کے دوستوں نے جو عیسائی تھے یہی مکر کیا اور اسلام کی ایک عظیم الشان فتح کو مخفی رکھنے کے لئے جھوٹ بولا اور یہ افترا کیا کہ آتھم پیشگوئی سے نہیں بلکہ تین حملوں سے ڈرتا رہا۔ یہ تو ناظرین کو معلوم ہوگا کہ موت کی پیشگوئی اُس کے حق میں کی گئی تھی اور اس پیشگوئی کی پندرہ مہینے میعاد تھی مگر اس کے ساتھ ایک الہامی شرط تھی اور وہ یہ تھی کہ اگر آتھم پندرہ مہینے کی میعاد میں حق کی طرف

رجوع کرے گا تو اِس بات سے بچ جائے گا کہ پندرہ مہینے کے اندر اندر مر جائے بلکہ اُس کی موت میں کسی قدر تاخیر ڈال دی جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آتھم بوجہ پابندی شرط کے پندرہ مہینے کی میعاد میں نہ مرا بلکہ کچھ تاخیر کے بعد مر گیا۔ یہ آتھم کی موت ایسی صورت کی تھی جس پر پیشگوئی کا دوسرا پہلو صاف صاف دلالت کرتا تھا اور عقل سلیم گواہی دیتی تھی کہ الہام کے منشاء کے رو سے ضرور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ اور اگر عیسائیوں میں سے کوئی جماعت عقلمند اور منصف مزاج ہوتی تو وہ فی الفور سمجھ جاتی کہ آتھم کی یہ موت اُس صورت کی موت ہے کہ جو الہامی شرط پر عمل کرنے کی حالت میں اور پھر گستاخ اور عہد شکن ہونے کی حالت میں قبل از وقت بتلائی گئی تھی اور ہزارہا انسانوں میں شائع کی گئی تھی کیونکہ الہام میں یہ بتلایا گیا تھا کہ آتھم کو الہامی شرط کی پابندی کا فائدہ ملے گا لیکن اگر اس شرط پر قائم نہیں رہے گا تو پھر جلد موت آ جائے گی اور ایسا ہی وقوع میں آیا۔ لیکن افسوس کہ بدقسمت آتھم نے جب شرط کی پابندی کی وجہ سے پندرہ مہینے کے اندر مرنے سے نجات پائی تو اُس کے خیال نے اِس طرف پلٹا کھایا کہ شاید میں اتفاقی طور پر بچ گیا اور ڈرنے اور رونے کے اثر سے نہیں بچا تب اُس نے نہ صرف سچی گواہی کو چھپایا بلکہ اپنے خوف کی پردہ پوشی کے لئے تین جھوٹے بہتان بھی میرے پر لگائے۔ اور جبکہ آتھم نے اپنے خوف اور رونے کی اور طرح پر تاویل کر لی اور منہ بند رکھ کر میعاد کے اندر فوت ہونے سے بچ گیا تو عیسائیوں نے بھی شور مچایا کہ آتھم میعاد کے اندر کیوں فوت نہیں ہوا اور آتھم نے عیسائیوں کو خوش کرنے کے لئے اور اپنے اس خوف کی اصلیت چھپانے کے لئے جو اس کے افعال اور اقوال اور حرکات سے ظاہر ہو چکا تھا سراسر مکر اور فریب سے یہ بہانہ بنایا کہ پندرہ مہینے تک جو میں ڈرتا رہا اور روتا رہا اور میرے پر سخت خوف اور ہراس غالب رہا تو اس کا یہ سبب

﴿۵۵﴾

نہیں تھا کہ میں پیشگوئی کی سچائی سے ڈرتا تھا بلکہ میرے قتل کرنے کے لئے تین حملے کئے گئے سانپ چھوڑا گیا۔ بعض سوار قتل کرنے کے لئے آئے اوران کے ہاتھ میں بندوقیں تھیں اور بعض نے نیزوں کے ساتھ میرے پر حملہ کرنا چاہا۔ سو میں پندرہ مہینے کے اندر جو پیشگوئی کی میعاد تھی اِسی وجہ سے ڈرتا اور روتا رہا اور میرے دل میں سے قرار اور آرام جاتا رہا پس یہ آتھم کا ایک مکر تھا جو عیسائیوں کے فتنہ اور شور وغوغا کا موجب ہوا اور اُس نے اپنے خوف کی پردہ پوشی کے لئے تین جھوٹے الزام میرے پر لگا کر عیسائیوں کو سراسر دھوکہ دیتا رہا اور اُس نے اِس دھوکہ دہی میں ایک قابل شرم فریب کو استعمال کیا اور راستی سے کام نہ لیا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر وہ درحقیقت میرے کسی ظالمانہ حملہ کے وقوع سے جو نہ ایک دفعہ بلکہ تین دفعہ پندرہ مہینے کے اندر ہوا ہر وقت روتا اور آہ وزاری میں مشغول رہا تو مناسب تھا کہ وہ عقلمندی کی راہ سے آئندہ ان حملوں کے انسداد کے لئے کوئی قانونی تدبیر کرتا کیونکہ وہ تو مدت تک اکسٹرا اسسٹنٹ بھی رہ چکا تھا اور گورنمنٹ انگریزی کے قانون سے خوب واقف تھا وہ کم سے کم میری نسبت عدالت میں استغاثہ کرسکتا تھا کہ تا پندرہ مہینے کی میعاد گذرنے تک میری ضمانت لی جائے یا یہ کہ مچلکہ ہی لیا جائے بلکہ جبکہ تین دفعہ خطرناک حملوں کے ذریعہ سے اقدام قتل ہو چکا تھا تو اس پر واجب تھا کہ اقدام قتل کی نالش کرتا تا سرکار خود مدعی ہوکر اصل حقیقت کی تفتیش کرکے ایسے شخص کو اقدام قتل کی سزا دیتی جو اس جرم کا مرتکب ہوا ہو اور اگر کچھ نہیں کرسکتا تھا تو یہی کرتا کہ ایسے مجرمانہ حملوں کی اُس تھانہ میں اِطلاع دیتا جس کی حدود کے اندر یہ جرم سرزد ہوا تھا تاکہ پولیس کے افسر خود تفتیش کرلیتے اور اگر وہ اِن تمام تدابیر سے عاجز آ گیا تھا تو اس قدر تو ضرور چاہیے تھا کہ وہ چند اخبارات میں ان پُردرد واقعات کو شائع کرا دیتا لیکن چونکہ اِس زمانہ میں یعنی پندرہ مہینے کی میعاد میں

جس میں بقول اُس کے اُس پر تین حملے ہوئے تھے وہ بالکل خاموش رہا اور اُس نے اشارتاً بھی کسی کو نہیں بتلایا کہ میری نسبت یہ مجرمانہ کارروائی شروع کی گئی ہے اور اس میعاد گذرنے کے بعد جب اس پر لوگوں نے اعتراض کئے کہ اِس قدر کیوں ڈرتا رہا اور کیوں روتا رہا تو یہ بات پیش کر دی کہ اُس پر تین حملے ہوئے تھے اس طریق اور رفتار سے نہایت صفائی سے ثابت ہے کہ اُس نے اپنی اِس خجالت کا داغ دھونے کے لئے جو بوجہ روتے رہنے اور ترساں اور ہراساں رہنے کے اس کے شامل حال رہ چکے تھے جس کی عام شہرت ہوگئی تھی یہ ایک مکر بنایا تھا جو لوگوں کے پاس بیان کیا کہ میں پیشگوئی کی وجہ سے نہیں بلکہ تین حملوں کی وجہ سے روتا اور ڈرتا رہا اور باقی عیسائیوں نے اِس مکر کو ہاتھ میں لے کر امرتسر اور دوسرے بعض شہروں میں بہت شور مچایا اور بدزبانی اور گالیوں کو انتہا تک پہنچا دیا۔ لیکن افسوس کہ اگر تین منٹ تک بھی کوئی شریف اِس میں غور کرتا یا اگر اب بھی غور کرے تو اس پر واضح ہوگا کہ یہ تین حملوں کا عذر آتھم کی طرف سے سراسر مکر تھا جس کو دوسرے عیسائیوں نے اپنی طرف سے رنگ چڑھا کر جا بجا سچائی کے پیرایہ میں مشہور کیا۔ اگر یہ سوال ہو کہ کیونکر معلوم ہوا کہ آتھم نے یہ جو بیان کیا کہ پندرہ مہینے کی میعاد میں جو پیشگوئی کی میعاد تھی میرے قتل کے لئے تین حملے کئے گئے۔ یہ بیان اُس کا مکر اور فریب ہے واقعی نہیں ہے تو اس کا جواب ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ آتھم کے یہ عذرات بعد از وقت ہیں اور اس کا ہرگز یہ حق نہیں تھا کہ وہ حملوں کے زمانہ میں جو ڈیڑھ برس کے قریب زمانہ تھا بالکل خاموش رہ کر پھر اس میعاد گذرنے کے بعد یہ ذِکر زبان پر لاتا کہ میں اِس لئے ڈرتا اور روتا رہا کہ میرے پر تین حملے ہوئے تھے بلکہ اِس ذِکر کا وقت وہ تھا جبکہ تازہ بتازہ حملے ہو رہے تھے اور ابھی پندرہ مہینے کی میعاد نہیں گذری تھی۔ سو چونکہ اُس نے اُس زمانہ

میں اپنی زبان بند رکھی جس زمانہ میں انصافاً وقانوناً اُس کا حق تھا کہ بلاتوقف شور مچاتا اور اُس زمانہ میں بجز رونے اور ڈرنے اور گوشۂ تنہائی میں بیٹھنے کے اور کوئی شکایت وہ زبان پر نہ لایا اور پھر جب پندرہ[۱۵] مہینے کی میعاد گذر گئی اور ہزارہا لوگوں میں یہ واقعہ شہرت پا گیا کہ آتھم پیشگوئی کے زمانہ میں جو پندرہ مہینے تھی دن رات روتا رہا اور ڈرتا رہا اور کانپتا رہا اور مجنونوں کی طرح کسی جگہ اُس کو قرار نہ تھا تو پھر اُس وقت آتھم نے لوگوں کے پاس بیان کرنا شروع کیا کہ پیشگوئی کی میعاد میں یعنی پندرہ مہینے کے عرصہ میں میرے قتل کرنے کے لئے تین حملے ہوئے تھے۔ اُن حملوں کی دہشت اور خوف سے میں روتا اور ڈرتا رہا۔ اب ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ یہ بیان جو بعد از وقت تھا اس کی کوئی اور وجہ معقول بجز اس کے ثابت نہیں ہوتی کہ وہ خجالت جو حد سے زیادہ ڈرنے اور رونے کی وجہ سے آتھم کے شامل حال ہو گئی تھی اس کے مٹانے کے لئے آتھم نے یہ ایک حیلہ سوچا تھا اور اِس پر ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ خود آتھم کے رفیقوں عیسائیوں نے اس کو کہا کہ اگر واقعی طور پر تین حملے ہوئے ہیں تو ہمیں اجازت دے ہم اب بھی حملہ کرانے والے پر نالش کرتے ہیں لیکن آتھم نے نالش سے انکار کیا۔ پھر خود میں نے بھی بار بار اِس بات پر زور لگایا کہ اگر میری تعلیم اور فرمائش سے تین حملے ہوئے ہیں تو تمہیں قسم ہے کہ میرے پر نالش کرو ورنہ یقیناً تم جھوٹے ہو اور محض داغ خجالت کے دور کرنے لئے باتیں بناتے ہو مگر پھر بھی آتھم نے نالش نہ کی۔ آخر پھر میں نے یہ بھی کہا کہ اگر تم پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرے اور تین حملوں سے ڈرے ہو تو قسم کھاؤ اور اِس قسم کھانے پر چار ہزار روپیہ نقد تمہیں دوں گا مگر اُس نے قسم بھی نہ کھائی۔ تب میں نے اِس مضمون کے اشتہارات سولہ ہزار کے قریب شائع کئے مگر آتھم ذرہ متوجہ نہ ہوا۔ اب ہر ایک عقلمند خود سوچ لے کہ

﴿۵۶﴾

ان تمام امور کو یکجائی نظر سے دیکھنے سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ آتھم ضرور پیشگوئی کی عظمت سے ڈرا اور سخت ڈرا پھر جب میعاد پیشگوئی کی گذر گئی اور اُس نے سمجھا کہ اب میں امن میں آ گیا تو اُس شخص کی طرح جو خوف کی گھڑی گذرنے کے بعد اپنے خوف کو طرح طرح کی تاویلوں سے چھپاتا ہے تین حملوں کا بہانہ بنا لیا اور ایک صریح مکر اور فریب سے خدا تعالیٰ کی سچی پیشگوئی پر خاک ڈالنا چاہا مگر آخر خدا کے الہام کے مطابق آپ ہی خاک میں مل گیا۔ سو یہ معنے اس الہام براہین احمدیہ کے ہیں کہ **یمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین الخ** یعنی عیسائی مکر کریں گے اور خدا بھی مکر کرے گا اور خدا کا مکر غالب آئے گا اور وہ اپنے مکر سے ایک فتنہ پیدا کریں گے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۱۔ اور اِس فتنہ کی جز وہ فتنہ بھی ہے جو ڈاکٹر مارٹن کلارک سے ظہور میں آیا جو مجھ کو اقدامِ قتل کا مرتکب قرار دیا۔ غرض براہین احمدیہ میں فتنہ آتھم اور کلارک کے متعلق یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جو صاف طور پر سمجھ آتی ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۱

۴۳ اِس بات کو عرصہ قریباً بیس برس کا گذر چکا ہے کہ اُس زمانہ میں جبکہ مجھ کو بجز قادیان کے چند آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا تھا یہ الہام ہوا۔ **انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی انت منّی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس** ۔ دیکھو صفحہ ۴۸۹ براہین احمدیہ اور ترجمہ اِس کا یہ ہے کہ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وقت آ گیا کہ تو پہچانا جائے اور لوگوں میں عزت کے ساتھ مشہور کیا جائے اور یہی الہام کسی قدر تغیر الفاظ سے براہین احمدیہ کے ایک دوسرے مقام میں ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۳۔

پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے چند سال میں ہی اپنے الہام کے مطابق وہ شہرت دی کہ کروڑہا انسانوں میں مجھے مشہور کر دیا۔ اور ہزارہا ایسے انسان پیدا ہو گئے کہ وہ ایسی کامل ارادت رکھتے ہیں کہ بجز خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کے سچے معتقدوں کے اور کسی جگہ ان کی نظیر نہیں پائی جاتی اور چونکہ یہ پیشگوئی آج سے بیس برس پہلے کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۵۳ و ۴۸۹ میں درج ہو کر ایسے زمانہ میں شائع ہو چکی ہے کہ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ اُس زمانہ میں لوگوں کا میری طرف کچھ بھی رجوع تھا اور نہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اُس وقت یہ عاجز ایک شہرت یافتہ انسان تھا۔ اِس لئے یہ بدیہی امر ہے کہ یہ پیشگوئی ایسی شان اور شوکت کے ساتھ پوری ہوئی ہے کہ اس کی نظیر بجز نبیوں کی زندگی کے اور کسی جگہ پائی نہیں جاتی کیونکہ ہر ایک طریقہ کے انسان دور دراز ملکوں تک میری جماعت میں داخل ہوئے اور ایک دنیا کو خدا تعالیٰ نے میری طرف رجوع دے دیا۔ پس بلاشبہ یہ پیشگوئی ان عظیم الشان پیشگوئیوں میں سے ہے جو طالب حق کے لئے موجب زیادتِ یقین و ایمان ہیں۔

۳۴ ایک دفعہ ایک شخص شیخ بہاء الدین نام مدارالمہام ریاست جوناگڑھ نے پچاس[۵۰] روپیہ میرے نام بھیجے اور قبل اس کے کہ اس کے روپیہ کی روانگی سے مجھے اطلاع ہو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے مجھے اطلاع دی کہ پچاس[۵۰] روپیہ آنے والے ہیں۔ میں نے اس غیب محض سے بہت سے لوگوں کو قبل از وقت بتلا دیا کہ عنقریب یہ روپیہ آنے والا ہے اور قادیاں کے شرمپت نام ایک آریہ کو بھی اس سے خبر کر دی۔ یہ وہی شرمپت ہے جس کا پہلے اس سے کئی مرتبہ اِس رسالہ میں ذکر آ چکا ہے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ آریہ مذکور نے میرے الہام کو سن کر کہا کہ آج میں نے بھی خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کو کسی جگہ سے ہزارہا ☆ روپیہ آیا ہے تب میں نے اُسے جواب دیا کہ

﴿۵۷﴾

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ''ہزار'' ہونا چاہیے۔ (ناشر)

بباعث اِس کے کہ تمہیں ایمان سے حصہ نہیں تمہارے خواب میں انیس[۱۹] حصے جھوٹ مل گیا ہے۔ ورنہ تم خوب یاد رکھو کہ پچاس[۵۰] روپیہ آئیں گے نہ ہزار روپیہ۔ چنانچہ ابھی وہ میرے مکان پر ہی موجود تھا کہ ڈاک کے ذریعہ سے پچاس روپیہ آ گئے جو شیخ مذکور نے بھیجے تھے اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہو کر ہزار ہا انسانوں میں شہرت پا چکا ہے۔ دیکھو میری کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۵۔ اور لالہ شرمپت کو اگر حلفاً پوچھا جائے تو یقین ہے کہ سچ کہہ دے گا مگر حلف مطابق نمونہ نمبر۲ کے ہوگی۔	
ایک وکیل صاحب سیالکوٹ میں ہیں جن کا نام لالہ بھیم سین ہے۔ ایک مرتبہ جب انہوں نے اِس ضلع میں وکالت کا امتحان دیا تو میں نے ایک خواب کے ذریعہ سے اُن کو بتلایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا مقدر ہے کہ اس ضلع کے کل اشخاص جنہوں نے وکالت یا مختاری کا امتحان دیا ہے فیل ہو جائیں گے مگر سب میں سے صرف تم ایک ہو کہ وکالت میں پاس ہو جاؤ گے۔ اور یہ خبر میں نے تیس کے قریب اور لوگوں کو بھی بتلائی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سیالکوٹ کی تمام جماعت کی جماعت جنہوں نے وکالت یا مختار کاری کا امتحان دیا تھا فیل کئے گئے اور صرف لالہ بھیم سین پاس ہو گئے اور اب تک وہ سیالکوٹ میں زندہ موجود ہیں۔ اور جو کچھ میں نے بیان کیا وہ حلفاً اِس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ مگر میں کئی دفعہ اِسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں کہ ہر ایک قسم کھانے والے کی قسم مطابق نمونہ نمبر۲ کے ہوگی اور یہ نشان آج سے بیس[۲۰] برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۵۶۔	۳۵
انہی وکیل صاحب یعنی لالہ بھیم سین صاحب کو جو سیالکوٹ میں وکیل ہیں ایک مرتبہ میں نے خواب کے ذریعہ سے راجہ تیجا سنگھ کی موت کی خبر پا کر اُن کو اطلاع دی کہ وہ راجہ تیجا سنگھ جن کو سیالکوٹ کے دیہات جاگیر کے عوض میں تحصیل بٹالہ	۳۶

میں دیہات مع اس کے علاقہ کی حکومت کے ملے تھے فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے اِس خواب کو سن کر بہت تعجب کیا اور جب قریب دو بجے بعد دوپہر کے وقت ہوا تو مسٹر پرنسب صاحب کمشنر امرتسر ناگہانی طور پر سیالکوٹ میں آ گئے اور اُنہوں نے آتے ہی مسٹر مکنیب صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کو ہدایت کی کہ راجہ تیجا سنگھ کے باغات وغیرہ کی جو ضلع سیالکوٹ میں واقع ہیں بہت جلد ایک فہرست طیار ہونی چاہیے کیونکہ وہ کل بٹالہ میں فوت ہو گئے۔ تب لالہ بھیم سین نے اس خبر موت پر اطلاع پا کر نہایت تعجب کیا کہ کیونکر قبل از وقت اس کے مرنے کی خبر ہوگئی۔ اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۵۶۔

۳۷ ایک دفعہ سخت ضرورت روپیہ کی پیش آئی جس کا ہمارے اس جگہ کے آریہ لالہ شرمپت و ملاوامل کو بخوبی علم تھا اور ان کو یہ بھی علم تھا کہ بظاہر کوئی ایسی تقریب نہیں جو جائے اُمید ہو سکے۔ بلا اختیار دعا کے لئے جوش پیدا ہوا تا مشکل بھی حل ہو جائے اور ان لوگوں کے لئے نشان بھی ہو۔ چنانچہ دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نشان کے طور پر مالی مدد سے اطلاع بخشے۔ تب الہام ہوا دس دن کے بعد میں موج دکھاتا ہوں۔ **الا انّ نصر اللّٰہ قریب فی شائل مقیاس** ۔ دن وِل یو گوٹو امرتسر☆ یعنی دس دن کے بعد روپیہ آئے گا۔ خدا کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کے لئے اُونٹنی دُم اُٹھاتی ہے تب اُس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے۔ ایسا ہی مدد الٰہی بھی قریب ہے۔ دس دن کے بعد جب روپیہ آئے گا تب تم امرتسر بھی جاؤ گے۔ سو عین اس پیشگوئی کے مطابق مذکورہ بالا آریوں کے روبرو وقوع میں آیا یعنی دس دن تک کچھ نہ آیا۔ گیارھویں روز محمد افضل خانصاحب نے راولپنڈی سے ایک سو دس روپے بھیجے۔ بیس روپے ایک اور جگہ سے آئے اور پھر برابر روپیہ آنے کا سلسلہ

☆ Then will you go to Amritsar . (ناشر)

ایسا جاری رہا جس کی امید نہ تھی اور جس دن محمد افضل خان صاحب وغیرہ کا روپیہ آیا امرتسر بھی جانا پڑا کیونکہ عدالت خفیفہ امرتسر سے ایک شہادت کے ادا کرنے کے لئے اُسی روز سمن آ گیا۔ اور اِس نشان کے آریہ مذکورین گواہ ہیں جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں اور کئی اور مسلمان بھی گواہ ہیں جو اب تک زندہ موجود ہیں۔ اور یہ پیشگوئی براہین احمدیہ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰۔	
ایک صاحب حافظ نور احمد نامی مولوی غلام علی قصوری کے شاگرد ایک دفعہ سیر کرتے ہوئے یہاں بھی آ گئے اور انہوں نے مدعیانہ طور پر الہام سے انکار کیا۔ معقولی طور پر بہت سمجھایا گیا آخر کار توجہ الی اللہ کی گئی اور ان کو قبل از ظہور پیشگوئی بتلایا گیا کہ دعا کی جائے گی تا خداوند کریم کوئی ایسی پیشگوئی ظاہر فرماوے جو تم بچشم خود دیکھ جاؤ۔ دعا کی گئی۔ علی الصباح بہ نظر کشفی ایک خط دکھلایا گیا جو ایک شخص نے ڈاک میں بھیجا ہے۔ اُس خط پر انگریزی زبان میں لکھا ہوا تھا آئی ایَم کوارلر☆ اور عربی میں لکھا ہوا ہے۔ **ھٰذا شاھد نزّاغ** اور یہی الہام حکایتاً عن الکاتب القا کیا گیا۔ پہلے میاں نور احمد کو اس کشف اور الہام سے اطلاع دی گئی۔ پھر ایک انگریزی خوان سے انگریزی فقرہ کے معنے دریافت کئے گئے تو معلوم ہوا کہ اس کے معنی ہیں مَیں جھگڑنے والا ہوں۔ اس سے یقیناً معلوم ہو گیا کہ کسی جھگڑے کے متعلق کوئی خط آنے والا تھا۔ اور عربی فقرے کے یہ معنے کھلے کہ کاتب خط نے کسی مقدمہ کی شہادت کے بارے میں وہ خط لکھا ہے۔ حافظ نور احمد بباعث بارش اُس دن امرتسر جانے سے روکے گئے اور درحقیقت یہ بھی ایک سماوی سبب تھا تا بچشم خود پیشگوئی کے ظہور کو دیکھ لیں۔ شام کو ایک خط رجسٹری شدہ پادری رجب علی مالک مطبع سفیر ہند کا آیا جس سے معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے اپنے کاتب پر نالش کی تھی اور مجھے گواہ ٹھہرایا ہے اور	۳۸

﴿۵۸﴾

☆ I am quarreller.(ناشر)

	ساتھ ہی سمن سرکاری بھی آیا اور فقرہ الہامی هـذا شاهد نزّ اغ یعنی گواہ تباہی ڈالنے والا ہے ان معنوں پر محمول معلوم ہوا کہ پادری صاحب کو یقین کامل تھا کہ میری شہادت بباعث وثاقت وصداقت فریق ثانی پر تباہی ڈالے گی۔ اور اتفاقاً جس دن یہ پیشگوئی پوری ہوئی اُسی دن امرتسر جانا پڑا۔ اور یہ واقعہ آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳۔ اور حافظ نور احمد جو فرقہ اہل حدیث میں سے ہے اب تک زندہ امرتسر میں موجود ہے۔ اُس سے ہر ایک شخص حلفاً دریافت کرسکتا ہے مگر حلف حسب نمونہ نمبر ۲ کے ہوگی۔
۳۹	ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خاں کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے۔ بدستور لالہ شرمپت وملاوامل کھتریان ساکنان قادیان کو مطلع کیا گیا اور قرار پایا کہ انہی میں سے کوئی ڈاک کے وقت ڈاکخانہ میں جاوے۔ چنانچہ اُن میں سے ایک آریہ ملاوامل نامی ڈاکخانہ میں گیا اور خبر لایا کہ ہوتی مردان سے دس روپیہ آئے ہیں اور خط میں لکھا تھا کہ یہ روپیہ ارباب سرور خان نے بھیجا ہے۔ اگرچہ یہ پیشگوئی اِس طرح پر صاف طور پر پوری ہوگئی۔ لیکن مذکور الصدر آریوں نے انکار کر کے یہ بحث شروع کی کہ قرابتی ہونا ثابت نہیں ہے چنانچہ خط لکھنے پر کئی روز بعد ہوتی مردان سے ایک صاحب منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ نے لکھا کہ ارباب سرور خان ارباب محمد لشکر خان کا بیٹا ہے۔ اس پر بحث کرنے والے بہت شرمندہ اور لاجواب ہوئے فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔ اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج کیا گیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۷۴۔ مذکورین آریوں سے حلفاً دریافت کیا جائے۔
۴۰	ایک دفعہ اپریل ۱۸۸۳ء میں صبح کے وقت بیداری میں جہلم سے روپیہ روانہ ہونے کی اطلاع دی گئی۔ اِس بارے میں جہلم سے کوئی خط نہیں آیا تھا اور مذکور الصدر

نمبر	بیان
	آریوں کو جو خود ہی ڈاکخانہ سے جا کر خط لاتے تھے اس کا علم بھی تھا بلکہ خود ڈاکخانہ کا منشی بھی ایک ہندو تھا اور اُن دنوں میں ایک ہندو الہامی پیشگوئی کے لکھنے کے لئے بطور روز نامہ نویس نوکر رکھا ہوا تھا اور بعض اُمور غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے اس کے ہاتھ سے ناگری اور فارسی میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے اور اس پر اس کے دستخط بھی کرائے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی بھی بدستور لکھائی گئی۔ ابھی پانچ روز نہیں گذرے تھے کہ پینتالیس روپیہ کا منی آرڈر جہلم سے آ گیا۔ حساب کیا گیا تو منی آرڈر کے روانہ ہونے کا ٹھیک وہی دن تھا جس دن خدؔا تعالیٰ کی طرف سے خبر ملی تھی۔ اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہوکر ہزار ہا انسانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۵۔ اِس نشان کے گواہ وہی آریہ ہیں اور حلفاً بیان کر سکتے ہیں مگر حلف نمونہ نمبر۲ کے موافق ہوگی۔
۴۱	ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حیدر آباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے اور اس میں کسی قدر روپیہ دینے کا وعدہ ہے۔ خواب بدستور لکھایا گیا اور مذکور الصدر آریوں کو اطلاع دی گئی پھر تھوڑے دن بعد حیدر آباد سے خط آیا اور سو روپیہ نواب موصوف نے بھیجا۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک** ۔ اِس نشان کے گواہ وہی آریہ ہیں اور حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ مگر حلف نمونہ نمبر۲ کے موافق ہوگی۔ اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہو چکا ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۷۔
۴۲	ایک دوست نے بڑی مشکل کے وقت خط لکھا کہ اُس کا ایک عزیز کسی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہے اور کوئی صورت رہائی کی نظر نہیں آتی اور دعا کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ اُسی رات صافی وقت میسر آ گیا اور قبولیت کے آثار سے ایک آریہ کو اطلاع دی گئی۔

﴿۵۹﴾

چند روز بعد خبر ملی کہ مدعی جس نے یہ مقدمہ دائر کیا تھا ناگہانی موت سے مرگیا اور شخص ماخوذ نے خلاصی پائی۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک** ۔ اِس کے گواہ بھی کئی مسلمان اور وہی مذکور الصدر آریہ ہیں جو حلفاً بیان کرسکتے ہیں مگر حلف مطابق نمونہ نمبر۲ کے ہوگی اور یہ نشان آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۷۷ و۴۷۸۔

۴۳ عرصہ قریباً ستائیس برس کا گذرا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک وسیع جگہ میں ہوں اور وہاں ایک چبوترہ ہے کہ جو متوسط قد کے انسان کی کمر تک اُونچا ہے اور چبوترہ پر ایک لڑکا بیٹھا ہے جس کی عمر چار پانچ برس کی ہوگی اور وہ لڑکا نہایت خوبصورت ہے اور چہرہ اُس کا چمکتا ہے۔ اور اُس کے چہرہ پر ایک ایسا نور اور پاکیزگی کا رُعب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان نہیں ہے اور معًا دیکھتے ہی میرے دِل میں گذرا کہ وہ فرشتہ ہے۔ تب میں اس کے نزدیک گیا اور اُس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو پاکیزگی اور صفائی میں کبھی میں نے دنیا میں نہیں دیکھا اور وہ نان تازہ بتازہ تھا اور چمک رہا تھا۔ فرشتہ نے وہ نان مجھ کو دیا اور کہا کہ یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ اس خواب کے گواہ شیخ حامد علی اور میاں جان محمد اور دونوں آریہ مذکور اور بہت سے اور مخلص دوست ہیں اور یہ اُس زمانہ میں خواب آئی تھی جبکہ نہ میں کوئی شہرت اور دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ کوئی جماعت درویشوں کی تھی مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کرکے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہوکر اور اپنی طرز زندگی کو سراسر مسکینی اور درویشی

کی طرف تبدیل دے کر قادیاں میں میری ہمسائیگی میں آ کر آباد ہو گئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دِلوں سے اپنے وطنوں اور اپنے املاک کی محبت دُور کر چکے ہیں اور عنقریب وہ بھی اِسی خاک قادیان کو موت تک اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں۔ سو یہی درویش ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے الہامات میں قابل تعریف کہا ہے اور یہی ہیں جن کو درویشی نے مغلوب نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے درویشی کو اپنے لئے پسند کیا اور ایمان کی حلاوت کو پا کر تمام حلاوتوں کو دامن سے پھینک دیا۔ انہی کے حق میں براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں یہ الہام ہے۔ **اصحاب الصفة وما ادراک ما اصحابُ الصفة ترٰی اعینهم تفیض من الدمع یصلون علیک. ربنا اننا سمعنا منادیًا ینادی للایمان وداعیًا الی اللّٰه وسراجًا منیرا. ربّنا اٰمنّا فاکتبنا مع الشّاهدین.**☆ **املوا۔** براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۳۔ ترجمہ۔ کامل مخلص وہ ہیں جو تیرے مکان کے صُفّوں میں رہنے والے ہیں یعنی اپنے وطنوں کو چھوڑ کر یہاں آ گئے ہیں۔ اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صُفّوں کے رہنے والے۔ تو دیکھے گا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے اور تیرے پر درود بھیجتے ہوں گے۔ یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک منادی کی آواز سنی کہ جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے وہ خدا کی طرف بلانے والا ہے اور وہ ایک روشن چراغ ہے جو اپنی ذات میں روشن اور دوسروں کو روشنی پہنچاتا ہے۔ اے ہمارے خدا تو اُن لوگوں میں ہمیں لکھ لے جنہوں نے تیرے مامور اور تیرے بھیجے ہوئے کی سچائی پر گواہی دی۔ غرض خدا تعالیٰ نے انہی **اصحاب الصفّة** کو تمام جماعت میں سے پسند کیا ہے۔ اور جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اس جگہ آ کر

﴿۶۰﴾

☆ اس قدر فقرہ کہ **ربّنا اٰمنّا فاکتبنا مع الشّاهدین** اس وقت جو میں یہی مقام لکھ رہا تھا الہام ہوا۔ اور آج دوسری ستمبر ۱۸۹۹ء روز شنبہ اور ایک بجے کا عمل وقت نماز ظہر ہے۔ **منه**

آباد نہیں ہوتا اور کم سے کم یہ کہ یہ تمنا دِل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی نسبت مجھ کو بڑا اندیشہ ہے کہ وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے اور یہ ایک پیشگوئی عظیم الشان ہے اور اُن لوگوں کی عظمت ظاہر کرتی ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے علم میں تھے کہ وہ اپنے گھروں اور وطنوں اور املاک کو چھوڑیں گے اور میری ہمسائیگی کے لئے قادیاں میں آکر بودوباش کریں گے۔ اور یہ پیشگوئی شیخ حامد علی اور کئی اور دوستوں کو قبل از وقت بتلائی گئی تھی اور وہ حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔	
ایک مرتبہ مولوی محمد حسین ایڈیٹر **اشاعة السُّنّه** کے دوستوں میں سے ایک شخص نجف علی نام قادیاں میں میرے پاس آیا اور اس کے ہمراہ مُحِبّی مرزا خدا بخش صاحب بھی ساتھ آئے۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ عصر کی نماز کے وقت ہم تینوں یعنی میں اور مرزا خدا بخش صاحب اور میاں نجف علی دوست مولوی محمد حسین۔ قادیاں کی شمالی طرف سیر کرنے کو گئے اور آتے وقت جیسا کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا میں نے میاں نجف علی صاحب کو کہا کہ میں نے کشفی طور پر ایسا دیکھا ہے کہ تم نے کچھ باتیں مخالفت اور نفاق کی میری نسبت کی ہیں۔ چنانچہ اُس نے روبروئے مرزا خدا بخش صاحب کے اِس بات کا اقرار کر لیا کہ ایسی باتیں ضرور اس کی زبان پر جاری ہوئی تھیں۔ سو اس امر کے گواہ مرزا خدا بخش صاحب ہیں جن کے روبرو اُس نے اقرار کیا۔ اور مرزا خدا بخش بفضلہٖ تعالیٰ اب تک زندہ موجود اور مالیر کوٹلہ میں ہیں۔ اور وہ حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ یہ واقعہ حقیقت میں راست اور صحیح ہے۔	۴۴
عرصہ قریباً پچیس برس کا گذر گیا ہے کہ مجھے خواب میں دِکھلایا گیا کہ ایک بڑی لمبی نالی ہے کہ جو کئی کوس تک چلی جاتی ہے اور اُس نالی پر ہزارہا بھیڑیں لٹائی	۴۵

ہوئی ہیں اِس طرح پر کہ بھیڑوں کا سر نالی کے کنارے پر ہے اِس غرض سے کہ تا ذبح کرنے کے وقت اُن کا خون نالی میں پڑے اور باقی حصہ اُن کے وجود کا نالی سے باہر ہے اور نالی شرقاً غرباً واقع ہے اور بھیڑوں کے سر نالی پر جنوب کی طرف سے رکھے گئے ہیں اور ہر ایک بھیڑ پر ایک قصاب بیٹھا ہے اور اُن تمام قصابوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھری ہے جو ہر ایک بھیڑ کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کی اجازت کے منتظر ہیں۔ اور میں اُس میدان میں شمالی طرف پھر رہا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو دراصل فرشتے ہیں بھیڑوں کے ذبح کرنے کے لئے مستعد بیٹھے ہیں محض آسمانی اجازت کی انتظار ہے تب میں اُن کے نزدیک گیا اور میں نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ [1] یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پروا کیا رکھتا ہے اگر تم اس کی پرستش نہ کرو اور اُس کے حکموں کو نہ سنو۔ اور میرا یہ کہنا ہی تھا کہ فرشتوں نے سمجھ لیا کہ ہمیں اجازت ہوگئی۔ گویا میرے مُنہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے۔ تب فرشتوں نے جو قصابوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے فی الفور اپنی بھیڑوں پر چھریئیں پھیر دیں اور چھریوں کے لگنے سے بھیڑوں نے ایک دردناک طور پر تڑپنا شروع کیا۔ تب اُن فرشتوں نے سختی سے اُن بھیڑوں کی گردن کی تمام رگیں کاٹ دیں اور کہا کہ تم چیز کیا ہو گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ میں نے اِس کی یہ تعبیر کی کہ ایک سخت وبا ہوگی اور اس سے بہت لوگ اپنی شامت اعمال سے مریں گے اور میں نے یہ خواب بہتوں کو سنا دی جن میں سے اکثر لوگ اب تک زندہ ہیں اور حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ پھر ایسا ہی ظہور میں آیا اور پنجاب اور ہندوستان اور خاص کر امرتسر اور لاہور میں اس قدر ہیضہ پھوٹا کہ لاکھوں جانیں اس سے تلف ہوئیں اور اس قدر موت کا بازار گرم ہوا کہ مُردوں کو گاڑیوں پر لاد کر لے جاتے تھے اور مسلمانوں کا جنازہ پڑھنا مشکل ہوگیا۔

[1] الفرقان : ۷۸

﴿۶۱﴾

۴۶	ایک دفعہ جس کو عرصہ قریباً بائیس برس کا گذرا ہے ایک انگریزی خوان میرے ملنے کے لئے آیا تو اُس کے رُوبرو ہی یہ الہام ہوا۔ دِس اِز مائی اینیمی ☆ یعنی یہ میرا دشمن ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ الہام اُسی کی نسبت ہے۔ پھر اُس سے اِس الہام کے معنے دریافت کئے گئے اور آخر وہ ایسا ہی آدمی نکلا اور اُس کے باطن میں طرح طرح کے خبث پائے گئے۔ اور اِس الہام کے گواہ شیخ حامد علی جس کا پہلے ذِکر ہو چکا ہے اور کئی اور دوست ہیں جو اب تک زندہ موجود ہیں جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔
۴۷	بیس برس کا عرصہ ہوا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا قُل جاء الحقّ وزھق الباطل انّ الباطل کان زھوقا. کلّ برکة من محمّد صلّی اللّٰہ علیه وسلّم. فتبارک من علّم وتعلّم. قُل ان افتریتُهٗ فعلیّ اجرامی. ھو الّذی ارسل رسُولهٗ بالھُدٰی ودین الحقّ لیظھرهٗ علی الدین کلّهٖ. لا مبدّل لِکلمات اللّٰہ. ظُلموا وانّ اللّٰہ علٰی نصرھم لقدیر. بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنارِ بلندتر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفٰی نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ ربّ الافواج اِس طرف توجّہ کرے گا۔ اِس نشان کا مُدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے مُنہ کی باتیں ہیں۔ جناب الٰہی کے احسانات کا دروازہ کھلا ہے اور اس کی پاک رحمتیں اِس طرف

☆ This is my enemy. (ناشر)

متوجّہ ہیں۔ وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ وہ خدا جو ذوالجلال اور زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔
دیکھو صفحہ ۲۳۹۔ اور صفحہ ۵۲۲ براہین احمدیہ۔ ترجمہ۔ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے ایک دن بھاگنا ہی تھا۔ ہر ایک برکت (جو تجھ کو ملی ہے) وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہے۔ دو انسان بڑی برکت والے ہیں جن کی برکتیں کبھی اور کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوں گی۔ ایک وہ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی طرف سے اور جس کے فیضان سے یہ تمام برکتیں تجھ پر اُتاری گئی ہیں۔ اور دوسرا وہ انسان جس پر یہ ساری برکتیں نازل ہوئیں (یعنی یہ عاجز) کہہ اگر میں نے افترا کیا ہے اور خدا کے الہام سے نہیں بلکہ یہ بات خود بنائی ہے تو اِس کا وبال میرے پر ہوگا۔ اور میں اِس جرم کی سزا پاؤں گا۔ نہیں بلکہ حق یہ بات ہے کہ خدا نے اِس رسول کو یعنی تجھ کو بھیجا ہے۔ اور اِس کے ساتھ زمانہ کی ضرورت کے موافق ہدایت یعنی راہ دِکھلانے کے علم اور تسلی دینے کے علم اور ایمان قوی کرنے کے علم اور دشمن پر حجت پوری کرنے کے علم بھیجے ہیں۔ اور اس کے ساتھ دین کو ایسی چمکتی ہوئی شکل کے ساتھ بھیجا ہے جس کا حق ہونا اور خدا کی طرف سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو رہا ہے۔ خدا نے اِس رسول کو یعنی کامل مجدد کو اِس لئے بھیجا ہے کہ تا خدا اِس زمانہ میں یہ ثابت کر کے دِکھلا دے کہ اسلام کے مقابل پر سب دین اور تمام تعلیمیں ہیچ ہیں۔ اور اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو تمام دینوں پر ہر ایک برکت اور دقیقہ معرفت اور آسمانی نشانوں میں غالب ہے۔ یہ خدا کا اِرادہ ہے کہ اِس رسول کے ہاتھ پر ہر ایک طرح پر اِسلام کی چمک دکھلاوے۔ کون ہے جو خدا کے اِرادوں کو بدل سکے۔ خدا نے مسلمانوں کو اور ان کے دین کو اِس زمانہ میں مظلوم پایا۔ اور وہ آیا ہے کہ تا ان لوگوں اور ان کے دین کی مدد کرے یعنی رُوحانی طور پر اس دین کی سچائی اور

چمک اور قوت دِکھلاوے اور آسمانی نشانوں سے اِس کی عظمت اور حقیت دِلوں پر ظاہر کرے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اپنی قوت اور امنگ کے ساتھ زمین پر چل یعنی لوگوں پر ظاہر ہو کہ تیرا وقت آ گیا۔ اور تیرے وجود سے مسلمانوں کا قدم ایک محکم اور بلند مینار پر جا پڑا۔ محمدی غالب ہو گئے۔ وہی محمد جو پاک اور برگزیدہ اور نبیوں کا سردار ہے۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ وہ جو فوجوں کا مالک ہے وہ اِس طرف توجہ کرے گا یعنی آسمان سے تیری بڑی مدد کی جائے گی اور تمام فرشتے تیری مدد میں لگیں گے اور ایک بڑا نشان آسمان سے ظاہر ہو گا۔ اِس نشان سے اصل غرض یہ ہے کہ تا لوگوں کو معلوم ہو کہ قرآن کریم خدا کا کلام اور میرے مُنہ کی باتیں ہیں۔ یعنی وہ کلام میرے مُنہ سے نکلا ہے۔ خدا کے احسان کا دروازہ تیرے پر کھولا گیا ہے اور اس کی پاک رحمتیں تیری طرف متوجہ ہو رہی ہیں اور وہ دن آتے ہیں (بلکہ قریب ہے) کہ خدا تیری مدد کرے گا۔ وہی خدا جو جلال والا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۹ اور صفحہ ۵۲۲۔ ان تمام الہامات میں یہ پیشگوئی تھی کہ خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے اور میرے ہی ذریعہ سے دین اسلام کی سچائی اور تمام مخالف دینوں کا باطل ہونا ثابت کر دے گا۔ سو آج وہ پیشگوئی پوری ہوئی کیونکہ میرے مقابل پر کسی مخالف کو تاب و تواں نہیں کہ اپنے دین کی سچائی ثابت کر سکے۔ میرے ہاتھ سے آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور میری قلم سے قرآنی حقایق اور معارف چمک رہے ہیں۔ اُٹھو اور تمام دنیا میں تلاش کرو کہ کیا کوئی عیسائیوں میں سے یا سکھوں میں سے یا یہودیوں میں سے یا کسی اور فرقہ میں سے کوئی ایسا ہے کہ آسمانی نشانوں کے دِکھلانے اور معارف اور حقایق کے بیان کرنے میں میرا مقابلہ کر سکے۔ میں وُہی ہوں جس کی نسبت یہ حدیث صحاح میں موجود ہے کہ اس کے عہد میں

﴿۶۲﴾

تمام ملتیں ہلاک ہو جائیں گی۔مگر اسلام کہ وہ ایسا چمکے گا جو درمیانی زمانوں میں کبھی نہیں چمکا ہوگا۔مگر ہلاک ہونے سے یہ مراد نہیں کہ مخالف تلوار سے زیر کئے جائیں گے۔ایسے خیالات غلطیاں ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ برکت کی روح ان تمام مذہبوں میں سے جاتی رہے گی اور وہ ایسے ہو جائیں گے جیسا کہ بدن بے جان۔سو یہ وہی زمانہ ہے۔کیا کبھی کسی آنکھ نے دیکھا کہ جس مقابلہ کے لئے میں لوگوں کو بلاتا ہوں کبھی کسی نے درمیانی زمانوں میں سے اِس طرح بلایا۔یہ انسان کے دن نہیں بلکہ خدا کے دن ہیں اور ایّام اللہ ہیں۔یہ کاروبار زمین سے نہیں بلکہ اُس کے ہاتھ سے ہے جو ذوالجلال اور حیّ اور قیّوم ہے۔مبارک وہ دِل جو پشیمانی کے دن سے پہلے سمجھ لے۔اور مبارک وہ آنکھیں جو مواخذہ کی گھڑی سے پہلے دیکھ لیں۔

۴۸ بیس برس کا عرصہ گذر گیا کہ مجھے یہ الہام ہوا تھا ینصرک اللّٰہ من عندہ ینصرک رجال نوحی الیھم من السّماء. یأتون من کُلّ فجٍّ عمیق. الا ان نصر اللّٰہ قریب. یأتیک من کلّ فجٍّ عمیق. لامُبدّل لکلمات اللّٰہ یتمّ نعمتہ علیک لیکون آیۃ للمؤمنین فبشّر ومَا انت بنعمت ربّک بمجنون. قُل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتّبعونی یحببکم اللّٰہ. انّا کفیناک المستھزئین. انت علٰی بیّنۃٍ من ربّک . قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل انتم مؤمنون. قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل انتم مُسلمون. قل اعملوا علٰی مکانتکم انّی عامل فسوف تعلمون. ویخوّفُونک من دونہ. انّک باعیننا سمّیتک المتوکّل یحمدک اللّٰہ من عرشہ . نحمدک ونصلّی . صفحہ ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱۔براہین احمدیہ۔ترجمہ۔خدا اپنے پاس سے تیری

مدد کرے گا۔ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دِلوں میں ہم آسمان سے الہام کریں گے اور وہ دور دور کی راہوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ خدا کے وعدوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ اپنی نعمتیں تیرے پر پوری کرے گا تا کہ خدا کا یہ کام مومنوں کے لئے نشان ہو۔ سو تو مومنوں کو خوشخبری دے۔ تو اُس کے فضل اور کرم کے ساتھ مجنون نہیں ہے۔ تو لوگوں کو کہہ دے کہ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تو خدا بھی تم سے محبت کرے۔ اور وہ جو تجھ سے اور تیرے الہام سے ہنسی کرتے ہیں ہم اُن کے لئے کافی ہیں یعنی تجھے صبر چاہیے۔ تو کھلی کھلی دلیل کے ساتھ خدا کی طرف سے ہے۔ اُن کو کہہ دے کہ میں خدا کی گواہی اپنے پاس رکھتا ہوں۔ پس کیا تم اب بھی مانو گے یا نہیں۔ اُن کو کہہ دے کہ دیکھو میرے پاس خدا کی شہادت ہے۔ کیا اب بھی تم گردنیں جھکاؤ گے یا نہیں اور اگر تم بھی کچھ چیز ہو تو اپنے مکان پر فیصلہ کے لئے کوشش کرو اور میں بھی کروں گا پھر تم دیکھو گے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ اور یہ لوگ خدا کے غیر سے تجھے ڈرائیں گے یعنی گورنمنٹ میں جھوٹی مخبریاں کریں گے تا وہ کسی جرم میں پکڑے۔ اور اپنی قوم کو ترغیب دیں گے تا تجھے قتل کر دیں مگر تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ان کی شرارتوں سے تیرا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ خدا اپنے عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی ہے جو آج سے بیس برس سے پہلے براہین احمدیہ میں درج ہو کر ہزارہا انسانوں میں اور ہر ایک قوم میں شائع ہو چکی ہے۔ اِس پیشگوئی میں ایک یہ فقرہ ہے کہ لوگ دور دور سے آئیں گے اور تیری خدمت کریں گے۔ اب دیکھو کہ یہ کیسا سراسر غیب کا کلام ہے۔ کیونکہ براہین احمدیہ کے زمانہ میں بلکہ کئی برس اس سے بھی پہلے جب یہ الہام ہوا تھا۔ اس وقت میری حالت اور عظمت لوگوں کے دِلوں میں اِس قدر بھی نہ تھی کہ کوئی شخص دو کوس سے بھی میرے ﴿۶۳﴾

پاس آتا۔ لیکن اِس پیشگوئی کے بعد ہزارہا کوسوں سے لوگ میرے پاس آئے۔ پشاور اور بمبئی اور حیدرآباد اور کلکتہ اور مدراس اور بخارا اور حدود کابل وغیرہ ممالک سے بصدق دِل میرے پاس پہنچے اور ہر ایک نے اپنی اپنی توفیق اور طاقت کے موافق تحائف اور مال پیش کئے۔ مجھے کچھ ضرور نہیں کہ اِس کا زیادہ ثبوت دوں کیونکہ میں گمان کرتا ہوں کہ مخالفوں میں سے ایسا بے حیا کوئی بھی نہ ہوگا کہ اِن بدیہی واقعات سے انکار کرے۔ ایک اُن میں سے جو دور دور سے آتے ہیں **اخویم حبّی فی اللّٰہ** سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی ہیں جو ہر سال مدراس سے قصد کرکے قادیاں میں پہنچتے ہیں اور بدل وجان ہمارے سلسلہ کی امداد کے لئے سرگرم ہیں۔ اور اگرچہ ان کی خدمات اُن کے صدق اور اعتقاد کی طرح بہت بڑھی ہوئی ہیں اور ضرورت کے وقتوں پر ہزارہا روپیہ کی مدد اُن سے پہنچتی ہے لیکن ایک فرض لازم کی طرح ایک سَو۱۰۰ روپیہ ماہواری اس سلسلہ کی مدد کے لئے انہوں نے مقرر کر رکھا ہے جو بغیر ناغہ ہمیشہ ماہ بماہ پہنچتا ہے۔ ایسا ہی اپنی اپنی طاقت اور استطاعت کے موافق اور دور کے دوست بھی ہیں جو ہمیشہ قادیاں میں آتے اور مالی خدمات بجالاتے ہیں۔ اب دیکھو یہ پیشگوئی کیسی صاف اور واضح ہے۔ ایسا ہی اِس کی جز دوسری پیشگوئی کہ دور دور سے خدا کی مدد تجھے آئے گی اِس کی تصدیق ڈاکخانہ کے رجسٹروں سے ہوسکتی ہے کہ کس کس ضلع دور ودراز سے لوگ روپیہ بھیجتے ہیں۔ کیا آج سے بیس برس پہلے کسی کے گمان میں تھا کہ اِس قدر دور دراز ملکوں سے روپیہ اور دوسرے تحائف آئیں گے۔ اگر یہ انسان کا کام تھا تو کسی اور کو بھی چاہیے تھا کہ ایسی رائے ظاہر کرتا۔ پھر ایک فقرہ ان پیشگوئیوں میں سے یہ ہے کہ خدا ہر ایک قسم کی نعمت تجھ پر پوری کرے گا۔ اب بتلاؤ کہ اس طریق پر جو خدا تعالیٰ کا نبیوں سے معاملہ ہے کونسی نعمت باقی رہی ہے جو خدا نے مجھ پر پوری نہیں کی۔ کیا خدا کا یہ عظیم الشان

نشان نہیں کہ ہمارے اِس سلسلہ کے بڑھ جانے کی وجہ سے جب ہر طرح سے خرچ زیادہ ہو گئے اور صرف ایک لنگر کا خرچ ہی ایک ہزار روپیہ ماہوار تک پہنچ گیا اور قریباً ہر ایک ماہ میں اشتہارات شائع کرنے کا خرچ اور کتابوں کے چھپوانے کا خرچ اور ہر ایک مہینے کے صدہا خطوط کے جوابات کا خرچ اور سلسلہ کی ضروریات کی وجہ سے نئے مکانات بنانے کا خرچ اور مدرسہ کے اُستادوں کا خرچ ہمیشہ کے لئے لازم حال ہو گئے تو ان سب کاموں کے چلانے کے لئے پردۂ غیب سے خدا تعالیٰ نے مدد کی اور ہمیشہ کر رہا ہے۔ سو اِسی نشان کے بارے میں آج سے بیس برس پہلے پیشگوئی کی گئی۔ دیکھو ہمارے مخالف مولوی کس تنگی اور تکلیف سے گذارہ کرتے ہیں اور کیسے بعض ان کے اب اپنے منصبوں کو چھوڑ کر کلبہ رانی کی ذلت اُٹھانے کو بھی طیار ہیں مگر اس جگہ آسمانی برکتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ لوگ صدق اور اعتقاد سے ہمارے آستانہ پر گرے جاتے ہیں۔ ہر ایک ہفتہ میں کئی مولویوں اور اسلامی فاضلوں کے توبہ نامے پہنچ رہے ہیں۔ اور لاکھوں انسانوں کے دل گواہی دے رہے ہیں کہ اسلام میں یہی ایک فرقہ ہے جو اسلامی برکتوں کا مالک ہے اور جس کی سچائی کی چمکیں مخالفوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہیں۔ یہی ایک فرقہ ہے جو خدا کے نشان دکھلانے کیلئے میدان میں کھڑا ہے اور یہی ایک فرقہ ہے جو قرآنی حقائق اور معارف بیان کرتا ہے اور یہی ایک فرقہ ہے جس نے دشمنوں کے عقائد کی جڑ نکال کر لوگوں کو دکھلا دی ہے۔ پھر انہی پیشگوئیوں کے مجموعہ میں ایک یہ بھی پیشگوئی ہے کہ **قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل انتم مؤمنون** الخ یعنی میری سچائی پر خدا گواہی دے رہا ہے اور اپنے آسمانی نشانوں سے بتلا رہا ہے کہ یہ شخص میری طرف سے ہے اور خدا تعالیٰ اِسی الہام کے بعد کی عبارت میں اِسلام کے تمام مولویوں اور صوفیوں اور سجادہ نشینوں اور الہام اور کرامت کے مدعیوں اور ایسا ہی

اسلام کے مخالف سرگروہوں کو بھی عام دعوت کر کے مجھے خطاب کرتا ہے کہ ان کو کہہ دے کہ اگر تم شک میں ہو۔ اور اُن برکات پر جو میرے پر نازل ہوئی ہیں تمہارا یقین نہیں ہے اور تم اپنے تئیں بہتر اور یا اپنے دین کو سچا سمجھتے ہو تو آؤ اس فیصلہ کے لئے ایسا کرو کہ اپنے مکان پر خدا تعالیٰ سے چاہو کہ کوئی ایسے نشان اور برکات تمہاری عزت ظاہر کرنے کے لئے دِکھلاوے جن سے ثابت ہو کہ تمہیں جنابِ الٰہی میں مقامِ قرب ہے اور میں بھی اپنے مکان میں خدا تعالیٰ سے چاہوں گا کہ میری عزت اور فضیلت ظاہر کرنے کے لئے بالمقابل کوئی ایسے برکات اور نشان ظاہر کرے جن سے صریح ثابت ہو کہ مجھے جناب الٰہی میں مقامِ قرب حاصل ہے۔ اور پھر بعد اس کے عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری یہ سب غلطیاں ہیں کہ تم میرے مقابل پر اپنے تئیں خدا کے فضل اور برکت اور تائید کا مورد سمجھتے ہو۔ اور پھر اِس کے ساتھ کی عبارت میں یہ پیشگوئی کرتا ہے کہ یہ لوگ راستبازی کے رنگ میں مقابلہ کرنے سے عاجز آ کر اوباشانہ طریق کو اختیار کریں گے اور ڈرانا اور گالیاں دینا اور ہتک کرنا اور افترا کرنا اور بہتان لگانا ان کا شیوہ ہوگا اور کوشش کریں گے کہ حکام کی طرف تم کھینچے جاؤ اور اپنی قوم کو ورغلائیں گے تا اُن میں سے کوئی تجھے قتل کر دے لیکن خدا تیرا محافظ ہوگا اور وہ اپنے تمام مکروں میں ناکام رہیں گے۔ اب منصف مزاج ناظرین ذرہ غور سے دیکھیں کہ یہ پیشگوئیاں اُس کتاب میں یعنی براہین احمدیہ میں درج ہیں جس کے شائع کرنے پر بھی بیس برس گذر گئے۔ کیا یہ انسان کی طاقت ہے کہ اس قوت اور قدرت سے بھری ہوئی پیش خبریاں اِس شجاعت کے ساتھ پیش از وقت چھاپ کر تمام قوموں میں شائع کرے۔

﴿۶۴﴾

۴۹ قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیشگوئی ہے **الحمد للّٰہ الذی جعل لکم الصھر والنسب**۔ ترجمہ۔ وہ خدا سچا خدا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق

ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف☆ بنایا جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے۔ اس پیشگوئی کو دوسرے الہامات میں اور بھی تصریح سے بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ اُس شہر کا نام بھی لیا گیا تھا جو دہلی ہے۔ اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سنائی گئی تھی جن میں سے ایک شیخ حامد علی اور میاں جان محمد اور بعض دوسرے دوست ہیں۔ اور ایسا ہی ہندوؤں میں سے شرمپت اور ملا وامل کھتریان ساکنانِ قادیان کو قبل از وقت یہ پیشگوئی بتلائی گئی تھی۔ اور جیسا کہ لکھا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ بغیر سابق تعلقاتِ قرابت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہوگئی اور یہ خاندان خواجہ میر درد کی لڑکی کی اولاد میں سے ہے جو مشاہیر اکابر سادات دہلی میں سے ہے۔ جن کو سلطنت چغتائی کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر عطا ہوئے تھے۔ اور اب تک اس

☆ **حاشیہ۔** ہمارے خاندان کی قومیت ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ قوم کے برلاس مغل ہیں اور ہمیشہ اس خاندان کے اکابر امیر اور والیان ملک رہے ہیں وہ سمرقند سے کسی تفرقہ کی وجہ سے بابر بادشاہ کے وقت میں پنجاب میں آئے اور اس علاقہ کی ایک بڑی حکومت ان کو ملی اور کئی سو دیہات ان کی ملکیت کے تھے جو آخر کم ہوتے ہوتے ۸۴ رہ گئے اور سکھوں کے زمانہ میں وہ بھی ہاتھ سے جاتے رہے اور پانچ گاؤں باقی رہ گئے اور پھر ایک گاؤں ان میں سے جس کا نام بہادر حسین ۞ تھا جس کو حسین نامی ایک بزرگ نے آباد کیا تھا انگریزی سلطنت کے عہد میں ہاتھ سے جاتا رہا کیونکہ ہم نے خود اپنی غفلت سے ایک مدت تک اس گاؤں سے کچھ وصول نہیں کیا تھا اور جیسا کہ مشہور چلا آتا ہے ہماری قوم کو سادات سے یہ تعلق رہا ہے کہ بعض دادیاں ہماری شریف اور مشہور خاندان سادات سے ہیں لیکن مغل قوم کے ہونے کے بارے میں خدا تعالیٰ کے الہام نے مخالفت کی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۲ میں یہ الہام ہے خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ اس الہام سے صریح طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ہمارے بزرگ دراصل بنی فارس ہیں۔

۞ یہ گاؤں بٹالہ سے شمالی طرف بفاصلہ تین کوس واقعہ ہے۔ منه

﴿۶۵﴾

جاگیر میں سے تقسیم ہو کر اِس خاندان کے تمام لوگ جو خواجہ میر درد کے ورثاء ہیں اپنے اپنے حصے پاتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ خاندان دہلوی جس سے دامادی کا مجھے تعلق ہے۔ صرف اِسی وجہ سے فضیلت نہیں رکھتا کہ وہ اہل بیت اور سندی سادات ہیں۔ بلکہ اِس وجہ سے بھی فضیلت رکھتا ہے کہ یہ لوگ دختر زادہ خواجہ میر درد ہیں اور دہلی میں یہ خاندان سلطنت چغتائیہ کے زمانہ میں اپنی صحت نسب اور شہرت خاندان سیادت اور نجابت اور شرافت میں ایسا مشہور رہا ہے کہ اسی عظمت اور شہرت اور بزرگی خاندان سیادت کی وجہ سے بعض نوابوں نے ان کو لڑکیاں دیں۔ جیسا کہ ریاست لوہارو کا خاندان۔ غرض یہ خاندان اپنی ذاتی خوبیوں اور نجابتوں کی وجہ سے اور نیز خواجہ میر درد کی دُختر زادگان ہونے کے باعث سے ایسی عظمت کی نگہ سے دہلی میں دیکھا جاتا تھا کہ گویا دہلی سے مراد

بقیہ حاشیہ۔ اور قریب قیاس ہے کہ میرزا کا خطاب ان کو کسی بادشاہ کی طرف سے بطور لقب کے دیا گیا ہو۔ لیکن الہام نے اس بات کا انکار نہیں کیا کہ سلسلہ مادری کی طرف سے ہمارا خاندان سادات سے ملتا ہے بلکہ الہامات میں اس کی تصدیق ہے اور ایسا ہی بعض کشوف میں بھی اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اس جگہ یہ عجیب نکتہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ سادات کی اولاد کو کثرت سے دنیا میں بڑھاوے تو ایک شریف عورت فارسی الاصل کو یعنی شہر بانو کو ان کی دادی بنایا اور اس سے اہل بیت اور فارسی خاندان کے خون کو باہم ملا دیا اور ایسا ہی اس جگہ بھی جب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس عاجز کو دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا کرے اور بہت سی اولاد اور ذُرّیّت مجھ سے دنیا میں پھیلاوے جیسا کہ اس کے اس الہام میں ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۰ میں درج ہے۔ تو پھر دوبارہ اس نے فارسی خاندان اور سادات کے خون کو باہم ملایا اور پھر میری اولاد کے لئے تیسری مرتبہ ان دونوں خونوں کو ملایا۔ صرف فرق یہ رہا کہ حسینی خاندان کے قائم کرنے کے وقت مرد یعنی امام حسین اولاد فاطمہ میں سے تھا اور اس جگہ عورت یعنی میری بیوی اولاد فاطمہ میں سے یعنی سید ہے جس کا نام بجائے شہر بانو کے نصرت جہاں بیگم ہے۔ منہ

اِنہی عزیزوں کا وجود تھا۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اِسلام کی ڈالے گا اور اِس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی رُوح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اِس لئے اُس نے پسند کیا کہ اِس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اِس سے وہ اولاد پیدا کرے جو اُن نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اِس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاول کے طور پر اِس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔ سو اس میں وہ پیشگوئی مخفی ہے جس کی تصریح براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۰ وصفحہ ۵۵۷ میں موجود ہے اور وہ یہ الہام ہے۔ ’’**سُبحان اللّٰہ تبارک و تعالیٰ زاد مجدک ینقطع آباءک ویبدء منک نُصرت بالرُّعب و احییت بالصّدق ایّھا الصّدّیق. نُصرتَ وقالوا لات حین مناص**۔ میں اپنی چمکار دِکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔‘‘ اور عربی الہام کا ترجمہ یہ ہے کہ تمام پاکیاں خدا کے لئے ہیں جو بڑی برکتوں والا اور عالی ذات ہے۔ اُس نے تیری خاندانی بزرگی کو تیرے وجود کے ساتھ زیادہ کیا۔ اب ایسا ہوگا کہ آیندہ تیرے باپ دادے کا ذِکر منقطع کیا جائے گا اور ابتدا خاندان کا تجھ سے ہوگا۔ تجھے رعب کے ساتھ نصرت دی گئی ہے اور صدق کے ساتھ تو اَے صدیق زندہ کیا گیا۔ نصرت تیرے شامل حال ہوئی اور دشمنوں نے کہا کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔

اور اردو الہام کا خلاصہ یہ ہے کہ میں اپنی قدرت کے نشان دکھلاؤں گا اور ایک چمک پیدا ہوگی جیسا کہ بجلی سے آسمان کے کناروں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اِس چمک سے میں لوگوں کو دِکھلاؤں گا کہ تو سچا ہے۔ اگر دنیا نے قبول نہ کیا تو کیا حرج کہ میں اپنا قبول کرنا لوگوں پر ظاہر کردوں گا۔ اور جیسا کہ سخت حملوں کے ساتھ تکذیب ہوئی ایسا ہی سخت حملوں کے ساتھ میں تیری سچائی ظاہر کردوں گا غرض اِس جگہ عربی الہام میں جیسا کہ نصرت کا لفظ واقع ہے۔ اسی طرح میری خاتون کا نام نصرت جہاں بیگم رکھا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ جہان کو فائدہ پہنچانے کے لئے آسمان سے نصرت شامل حال ہوگی۔ اور اردو الہام جو ابھی لکھا گیا ہے ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مبنی ہے کیونکہ یہ الہام یہ خبر دیتا ہے کہ ایک وہ وقت آتا ہے جو سخت تکذیب ہوگی اور سخت اہانت اور تحقیر ہوگی۔ تب خدا کی غیرت جوش میں آئے گی اور جیسا کہ سختی کے ساتھ تکذیب ہوئی ایسا ہی اللہ تعالیٰ سخت حملوں کے ساتھ اور آسمانی نشانوں کے ساتھ سچائی کا ثبوت دے گا۔ اور اس کتاب کو پڑھ کر ہر ایک منصف معلوم کرلے گا کہ یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔ اور الہام مذکورہ بالا یعنی یہ الہام کہ **الحمد للّٰہ الّذی جعل لکم الصّھر و النّسب**۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا نے تجھے ہر ایک پہلو اور ہر ایک طرف سے خاندانی نجابت کا شرف بخشا ہے۔ کیا تیرا آبائی خاندان اور کیا دامادی کے رشتہ کا خاندان دونوں برگزیدہ ہیں یعنی جس جگہ تعلق دامادی کا ہوا ہے وہ بھی شریف خاندان سادات ہے اور تمہارا آبائی خاندان بھی جو بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے مرکب ہے خدا کے نزدیک شرف اور مرتبت رکھتا ہے۔ اس جگہ یاد رہے کہ اِس الہام کے اندر جو میرے خاندان کی عظمت بیان کرتا ہے ایک عظیم الشان نکتہ مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ اور رسول اور نبی جن پر خدا کا رحم اور فضل ہوتا ہے اور خدا ان کو اپنی طرف کھینچتا ہے

﴿۶۶﴾

وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وہ جو دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور نہیں ہوتے بلکہ اُن کا کاروبار اپنے نفس تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اور اُن کا کام صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ ہر دم اپنے نفس کو ہی زہد اور تقویٰ اور اخلاص کا صیقل دیتے رہتے ہیں اور حتّی الوسع خدا تعالیٰ کی اَدق سے اَدق رضامندی کی راہوں پر چلتے اور اُس کے باریک وصایا کے پابند رہتے ہیں اور ان کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ کسی ایسے عالی خاندان اور عالی قوم میں سے ہوں جو علونسب اور شرافت اور نجابت اور امارت اور ریاست کا خاندان ہو بلکہ حسب آیت کریمہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [1]☆ صرف ان کی تقویٰ دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے یا مثلاً کوئی اُن میں سے ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہو یا اُن قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے حجام۔ موچی۔ تیلی۔ ڈوم۔ میراسی۔ سقے۔ قصائی۔ جولاہے۔ کنجری۔ تنبولی۔ دھوبی۔ مچھوے۔ بھڑ بھونجے۔ نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔ یہ تمام لوگ توبہ نصوح سے اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ درگاہ کریم ہے اور فیضان کی موجیں بڑے جوش سے جاری ہیں اور اُس قدوس ابدی کے دریائے محبت میں غرق ہو کر طرح طرح کے میلوں والے اُن تمام میلوں سے پاک ہو سکتے ہیں جو عرف اور عادت کے طور پر اُن پر لگائے جاتے ہیں۔ اور پھر بعد اس کے کہ وہ اُس خدائے قدوس سے مل گئے۔ اور اس کی محبت میں محو ہو گئے اور اس کی رضا میں کھوئے گئے سخت بدذاتی ہوتی ہے کہ اُن کی کسی نیچ ذات کا ذِکر بھی کیا جائے کیونکہ اب وہ وہ نہیں رہے اور انہوں نے اپنی شخصیت کو چھوڑ دیا اور خدا میں جا ملے اور اِس لائق ہو گئے کہ

☆ ترجمہ۔ تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی زیادہ بزرگ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ کی راہوں پر چلتا ہے۔ منہ

[1] الحجرات: ۱۴

تعظیم سے ان کا نام لیا جائے۔ اور جو شخص بعد اس تبدیلی کے ان کی تحقیر کرتا ہے یا ایسا خیال دل میں لاتا ہے وہ اندھا ہے اور خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہے۔ اور خدا کا عام قانون یہی ہے کہ اسلام کے بعد قوموں کی تفریق مٹا دی جاتی ہے اور نیچ اُونچ کا خیال دور کیا جاتا ہے۔ ہاں قرآن شریف سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ بیاہ اور نکاح میں تمام قومیں اپنے قبائل اور ہم رتبہ قوموں یا ہم رتبہ اشخاص اور کفو کا خیال کرلیا کریں تو بہتر ہے تا اولاد کے لئے کسی داغ اور تحقیر اور ہنسی کی جگہ نہ ہو لیکن اِس خیال کو حد سے زیادہ نہیں کھینچنا چاہیے کیونکہ قوموں کی تفریق پر خدا کی کلام نے زور نہیں دیا صرف ایک آیت سے کفو اور حسب نسب کے لحاظ کا استنباط ہوتا ہے اور قوموں کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مدت دراز کے بعد شریف سے رزیل اور رزیل سے شریف بن جاتی ہیں اور ممکن ہے کہ مثلاً بھنگی یعنی چوہڑے یا چمار جو ہمارے ملک میں سب قوموں سے رزیل تر خیال کئے جاتے ہیں کسی زمانہ میں شریف ہوں اور اپنے بندوں کے انقلابات کو خدا ہی جانتا ہے دوسروں کو کیا خبر ہے۔ سو عام طور پر پنجہ مارنے کے لائق یہی آیت ہے کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ [1] جس کے یہ معنے ہیں کہ تم سب میں سے خدا کے نزدیک بزرگ اور عالی نسب وہ ہے جو سب سے زیادہ اس تقویٰ کے ساتھ جو صدق سے بھری ہوئی ہو خدا تعالیٰ کی طرف جھک گیا ہو اور خدا سے قطع تعلق کا خوف ہر دم اور ہر لحظہ اور ہر ایک کام اور ہر ایک قول اور ہر ایک حرکت اور ہر ایک سکون اور ہر ایک خلق اور ہر ایک عادت اور ہر ایک جذبہ ظاہر کرنے کے وقت اُس کے دل پر غالب ہو۔ وہی ہے جو سب قوموں میں سے شریف تر اور سب خاندانوں میں سے بزرگ تر اور تمام قبائل میں سے بہتر قبیلہ میں سے ہے۔ اور اس لائق ہے کہ سب اس کی راہ پر فدا ہوں۔ غرض شریعت اسلامی کا یہ تو عام قانون ہے کہ تمام مدار تقویٰ پر رکھا گیا ہے لیکن نبیوں

[1] الحجرات :۱۴

اور رسولوں اور محدثوں کے بارے میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں اور تمام قوموں کے لئے واجب الاطاعت ٹھہرتے ہیں قدیم سے خدا تعالیٰ کا ایک خاص قانون ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

ہم اس سے پہلے ابھی بیان کر چکے ہیں کہ ایسے اولیاء اللہ جو مامور نہیں ہوتے یعنی نبی یا رسول یا محدث نہیں ہوتے اور اُن میں سے نہیں ہوتے جو دنیا کو خدا کے حکم اور الہام سے خدا کی طرف بلاتے ہیں ایسے ولیوں کو کسی اعلیٰ خاندان یا اعلیٰ قوم کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اُن کا سب معاملہ اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے لیکن ان کے مقابل پر ایک دوسری ﴿۶۷﴾ قسم کے ولی ہیں جو رسول یا نبی یا محدث کہلاتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک منصب حکومت اور قضا کا لے کر آتے ہیں اور لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ ان کو اپنا امام اور سردار اور پیشوا سمجھ لیں اور جیسا کہ وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اس کے بعد خدا کے اُن نائبوں کی اطاعت کریں۔ اِس منصب کے بزرگوں کے متعلق قدیم سے خدا تعالیٰ کی یہی عادت ہے کہ ان کو اعلیٰ درجہ کی قوم اور خاندان میں سے پیدا کرتا ہے تا ان کے قبول کرنے اور ان کی اطاعت کا جُوَا اُٹھانے میں کسی کو کراہت نہ ہو اور چونکہ خدا نہایت رحیم و کریم ہے اس لئے نہیں چاہتا کہ لوگ ٹھوکر کھاویں اور اُن کو ایسا ابتلا پیش آوے جو ان کو اس سعادت عظمیٰ سے محروم رکھے کہ وہ اُس کے مامور کے قبول کرنے سے اِس طرح پر رک جائیں کہ اس شخص کی نیچ قوم کے لحاظ سے ننگ اور عار اُن پر غالب ہو اور وہ دِلی نفرت کے ساتھ اِس بات سے کراہت کریں کہ اس کے تابعدار بنیں اور اس کو اپنا بزرگ قرار دیں اور انسانی جذبات اور تصورات پر نظر کر کے یہ بات خوب ظاہر ہے کہ یہ ٹھوکر طبعاً نوع انسان کو پیش آ جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک

گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اُٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اُس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں قید بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اس کو جوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اپنے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے اور اُسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لے کر آوے اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اطاعت نہیں کرے گا خدا اُسے جہنم میں ڈالے گا لیکن باوجود اِس امکان کے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے کبھی خدا نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنا اس کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے اور وہ جانتا ہے کہ لوگوں کے لئے یہ ایک فوق الطاقت ٹھوکر کی جگہ ہے کہ ایک ایسا شخص جو پشت در پشت رزیل چلا آتا ہے اور لوگوں کی نظر میں نہ صرف وہ پنچ ہے بلکہ اُس کا باپ اور دادا اور پڑدادا اور جہاں تک معلوم ہے قوم کے پنچ ہیں اور ہمیشہ سے شریر اور بدکار ہوتے چلے آئے ہیں اور مویشیوں کی طرح ادنیٰ خدمتیں کرتے رہے ہیں اب اگر لوگوں سے اس کی اطاعت کرائی جائے تو بلاشبہ لوگ اس کی اطاعت سے کراہت کریں گے کیونکہ ایسی جگہ میں کراہت کرنا انسان کے لئے ایک طبعی امر ہے اس لئے خدا تعالیٰ کا قدیم قانون اور سنت یہی ہے کہ وہ صرف اُن لوگوں کو منصب دعوت یعنی نبوت وغیرہ پر مامور کرتا ہے جو اعلیٰ خاندان میں سے ہوں اور ذاتی طور پر بھی چال چلن اچھے رکھتے

ہوں کیونکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ قادر ہے حکیم بھی ہے اور اس کی حکمت اور مصلحت چاہتی ہے کہ اپنے نبیوں اور ماموروں کو ایسی اعلیٰ قوم اور خاندان اور ذاتی نیک چال چلن کے ساتھ بھیجے تا کہ کوئی دل ان کی اطاعت سے کراہت نہ کرے۔ یہی وجہ ہے جو تمام نبی علیہم السلام اعلیٰ قوم اور خاندان میں سے آتے رہے ہیں۔ اِسی حکمت اور مصلحت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کی نسبت ان دونوں خوبیوں کا تذکرہ فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ ☆[1] یعنی تمہارے پاس وہ رسول آیا ہے جو خاندان اور قبیلہ اور قوم کے لحاظ سے تمام دنیا سے بڑھ کر ہے اور سب سے زیادہ پاک اور بزرگ خاندان رکھتا ہے۔ اور ایک اور جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ الَّذِىْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ[2] یعنی خدا پر توکل کر جو غالب اور رحم کرنے والا ہے۔ وہی خدا جو تجھے دیکھتا ہے جب تو دعا اور دعوت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ وہی خدا جو تجھے اس وقت دیکھتا تھا کہ جب تو تخم کے طور پر راستبازوں کی پشتوں میں چلا آتا تھا یہاں تک کہ اپنی بزرگ والدہ آمنہ معصومہ کے پیٹ میں پڑا۔ اور ان کے سوا اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں ہمارے بزرگ اور مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علو خاندان اور شرافتِ قوم اور بزرگ قبیلہ کا ذکر ہے۔ اور دوسری خوبی جو شرط کے طور پر مامورین کے لئے ضروری ہے وہ نیک چال چلن

﴿۶۸﴾

☆ اَنْفَس کے لفظ میں ایک قراءت زبر کے ساتھ ہے یعنی حرف فا کی فتح کے ساتھ اور اسی قراءت کو ہم اس جگہ ذکر کرتے ہیں اور دوسری قراءت بھی یعنی حرف فا کے پیش کے ساتھ بھی اس کے ہم معنی ہے کیونکہ خدا قریش کو مخاطب کرتا ہے کہ تم جو ایک بڑے خاندان میں سے ہو یہ رسول بھی تو تمہیں میں سے ہے یعنی عالی خاندان ہے۔ منہ

[1] التوبة: ۱۲۸ [2] الشعراء: ۲۱۸ تا ۲۲۰

ہے کیونکہ بدچال چلن سے بھی دِلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ خوبی بھی بدیہی طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [1] یعنی ان کفار کو کہہ دے کہ اِس سے پہلے میں نے ایک عمر تم میں ہی بسر کی ہے پس کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس درجہ کا امین اور راستباز ہوں۔ اب دیکھو کہ یہ دونوں صفتیں جو مرتبہ نبوت اور ماموریت کے لئے ضروری ہیں یعنی بزرگ خاندان میں سے ہونا اور اپنی ذات میں امین اور راستباز اور خدا ترس اور نیک چلن ہونا قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کمال درجہ پر ثابت کی ہیں اور آپ کی اعلیٰ چال چلن اور اعلیٰ خاندان پر خود گواہی دی ہے۔ اور اِس جگہ میں اِس شکر کے ادا کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں اپنی وحی کے ذریعہ سے کفار کو ملزم کیا اور فرمایا کہ یہ میرا نبی اس اعلیٰ درجہ کا نیک چال چلن رکھتا ہے کہ تمہیں طاقت نہیں کہ اس کی گذشتہ چالیس برس کی زندگی میں کوئی عیب اور نقص نکال سکو باوجود اس کے کہ وہ چالیس برس تک دن رات تمہارے درمیان ہی رہا ہے۔ اور نہ تمہیں یہ طاقت ہے کہ اس کے اعلیٰ خاندان میں جو شرافت اور طہارت اور ریاست اور امارت کا خاندان ہے ایک ذرہ عیب گیری کرسکو۔ پھر تم سوچو کہ جو شخص ایسے اعلیٰ اور اطہر اور انفس خاندان میں سے ہے اور اس کی چالیس برس کی زندگی جو تمہارے روبروئی گذری۔ گواہی دے رہی ہے جو افترا اور دروغ بافی اِس کا کام نہیں ہے تو پھر ان خوبیوں کے ساتھ جبکہ آسمانی نشان وہ دِکھلا رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی تائیدیں اس کے شامل حال ہو رہی ہیں اور تعلیم وہ لایا ہے جس کے مقابل پر تمہارے عقائد سراسر گندے اور ناپاک اور شرک سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر اس کے بعد تمہیں اس نبی کے صادق ہونے میں کونسا شک

[1] یونس :۱۷

باقی ہے۔ اسی طور سے خدا تعالیٰ نے میرے مخالفین اور مکذبین کو ملزم کیا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۲ میں میری نسبت یہ الہام ہے جس کے شائع کرنے پر بیس برس گذر گئے اور وہ یہ ہے **ولقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہٖ اَفَلَا تعقلون** یعنی ان مخالفین کو کہہ دے کہ میں چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں اور اس مدّت دراز تک تم مجھے دیکھتے رہے ہو کہ میرا کام افترا اور دروغ نہیں ہے اور خدا نے ناپاکی کی زندگی سے مجھے محفوظ رکھا ہے تو پھر جو شخص اِس قدر مدت دراز تک یعنی چالیس برس تک ہر ایک افترا اور شرارت اور مکر اور خباثت سے محفوظ رہا اور کبھی اس نے خلقت پر جھوٹ نہ بولا تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ برخلاف اپنی عادت قدیم کے اب وہ خدا تعالیٰ پر افترا کرنے لگا۔ اس جگہ یاد رہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعة السنه** جس نے ملک میں فتنۂ تکفیر برپا کیا اور تکفیر اور دشنام دہی اور گندہ زبانی سے باز نہ آیا جب تک کہ مجسٹریٹ ضلع نے اپنے سامنے کھڑا کر کے آئندہ منہ بند رکھنے کا عہد نامہ نہ لیا یہ شخص میری ابتدائی عمر میں میرا ہم مکتب بھی رہا ہے اور وہ اور اس کا بھائی حیدر بخش دونوں میرے مکان پر آتے تھے۔ ایک دفعہ ایک کتاب بھی مستعار طور پر لے گئے تھے جس کو اب تک واپس نہیں کیا۔ غرض شیخ محمد حسین کو خوب معلوم ہے کہ میں اس چھوٹی عمر میں ہی کس طرز کا آدمی تھا۔ پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔ تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اِس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ پھر اسی زمانہ میں خدا نے میرا نام عیسیٰ بھی رکھا چنانچہ

براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں میرے مسیح موعود ہونے کی طرف صریح اشارہ ہے کیونکہ الہام **ولن ترضٰی عنک الیھود ولا النصارٰی** میں جو اس صفحہ میں درج ہے جس کے اخیر میں **فاصبر کما صبر اولو العزم** ہے۔ایک سخت مقابلہ کی خبر دی گئی ہے جو پادریوں کے ساتھ ہوگا۔اور پھر اس کے بعد کے الہام میں جس کی عبارت یہ ہے **واِمّا نرینّک بعض الذی نعدھم** یہ بشارت دی گئی ہے کہ پادریوں پر تمہیں فتح ملے گی اور ان کے مکروں پر خدا کا مکر غالب آئے گا۔ یہ فتح عظیم حدیث نبوی کے رُو سے مسیح موعود سے تعلق رکھتی ہے اس لئے یہ الہام جو براہین احمدیہ میں ہے جس پر اب بیس برس گذر گئے مجھے مسیح موعود ٹھہراتا ہے۔اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ میں میرا نام عیسٰی رکھا گیا ہے۔اور جو آیت حضرت عیسٰی کے حق میں تھی وہ بذریعہ الہام میرے پر وارد کی گئی ہے اور وہ آیت یہ ہے یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔اور پھر اس الہام کے بعد یہ الہام ہے جو اِس کتاب کے صفحہ ۵۵۷ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔میں اپنی چمکار دِکھلاؤں گا۔اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا۔دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔یہ الہام آج سے بیس برس پہلے دنیا میں شائع ہو چکا ہے۔اور یاد رہے کہ یہ تمام علامتیں مسیح موعود کی ہیں جو آثار میں لکھی گئی ہیں اور یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ اُس وقت مجھے مسیح موعود ٹھہرایا گیا کہ جبکہ مجھے بھی خبر نہیں تھی کہ میں مسیح موعود ہوں چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مسیح موعود ہونے کے دعوے میں میری مخالفت ہوگی اور اس زمانہ کے مولوی اپنی کوتہ بینی کی وجہ سے سخت حملوں اور وحشیانہ جوشوں کے ساتھ تکذیب کریں گے اِس لئے

﴿۶۹﴾

اُس نے یہ پیشگوئی جو براہین احمدیہ میں درج ہے پیش از وقت سنائی اور مجھے خوشخبری دی کہ اِس تکذیب کے مقابل پر میں بھی زور آور حملے کروں گا اور تمام لوگوں کو دکھلاؤں گا کہ یہ شخص میری طرف سے ہے اور سچا ہے۔

اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ظالم مخالفین کو ملزم کرنے کے لئے مجھے یہ حجت عطا کی کہ اپنے الہام کے ذریعہ سے مجھے یہ سمجھایا کہ اُن سے پوچھ۔ میری چالیس برس کی زِندگی میں جو اس سے پہلے تم میں ہی میں نے بسر کی۔ کون سا نقص یا عیب میرا تم نے پایا؟ اور کونسا افترا اور جھوٹ میرا ثابت ہوا۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے بذریعہ اپنے الہام کے مجھے یہ حجت بھی سکھلائی کہ ان کو کہہ دے کہ رسول اور نبی اور سب جو خدا کی طرف سے آتے اور دین حق کی دعوت کرتے ہیں وہ قوم کے شریف اور اعلیٰ خاندان میں سے ہوتے ہیں اور دنیا کے رو سے بھی ان کا خاندان امارت اور ریاست کا خاندان ہوتا ہے تا کوئی شخص کسی طور کی کراہت کر کے دولت قبول سے محروم نہ رہے۔ سو میرا خاندان ایسا ہی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے الہام مندرجہ صفحہ ۴۹۰ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے۔ **سبحان اللّٰہ تبارک و تعالٰی زاد مجدک ینقطع آباء ک ویبدء منک ۔** یعنی سب پاکیاں خدا کے لئے ہیں جس نے تیرے خاندان کی بزرگی سے بڑھ کر تجھے بزرگی بخشی۔ اب سے تیرے مشہور باپ دادوں کا ذِکر منقطع ہو جائے گا اور خدا ابتدا خاندان کا تجھ سے کرے گا جیسا کہ ابراہیم سے کیا☆۔ پھر علو خاندان کی نسبت دوسرا الہام یہ ہے۔ **الحمد للّٰہ الذی جعل لکم الصھرو النسب** ۔ ترجمہ۔ اُس

☆ الہامات میں کئی جگہ یہ اشارہ ہے کہ تجھے خدا ابراہیم کی طرح برکت دے گا اور تیری نسل بہت بڑھائے گا اور تو بعض کو ان میں سے دیکھے گا۔ بلکہ اکثر الہامات میں ان مشابہتوں کی وجہ سے میرا نام ابراہیم رکھا گیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۶۱ و ۵۶۲ براہین احمدیہ۔ منہ

خدا کو تمام تعریفیں ہیں جس نے تیری دامادی کا رشتہ عالی نسب میں کیا اور خود تجھے عالی نسب اور شریف خاندان بنایا۔ یہ تو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ جن سادات کے خاندان میں دہلی میں میری شادی ہوئی تھی وہ تمام دہلی کے سادات میں سے سندی سید ہونے میں اوّل درجہ پر ہیں اور علاوہ اپنی آبائی بزرگی کے وہ خواجہ میر درد کے نبیرہ ہیں اور اب تک دہلی میں خواجہ میر درد کے وارث متصور ہو کر خواجہ ممدوح کی گدی انہی کو ملی ہوئی ہے کیونکہ خواجہ موصوف کا کوئی لڑکا نہ تھا یہی وارث ہیں جو ان کی لڑکی کی اولاد ہیں اور ان کی سیادت ہندوستان میں ایک روشن ستارہ کی طرح چمکتی ہے بلکہ سوچنے سے معلوم ہوگا کہ ان کا خاندان خواجہ میر درد کے آبائی خاندان سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ خواجہ میر درد نے ان کی عظمت کو قبول کر کے ان کے بزرگ کو لڑکی دی اور اس زمانہ میں یہ خیال اب سے بھی زیادہ تھا کہ لڑکی دینے کے وقت عالی خاندان کو ڈھونڈتے تھے۔ اور خواجہ میر درد باخدا اور بزرگ ہونے کی وجہ سے سلطنت چغتائیہ سے ایک بڑی جاگیر پاتے تھے اور دُنیوی حیثیت کے رُو سے ایک نواب کا منصب رکھتے تھے۔ اور پھر ان کی وفات کے بعد وہ جاگیر کے دیہات انہی میں تقسیم ہوئے۔ اور اِس عظمت خاندانی کے علاوہ میرے الہامات میں جس قدر اِس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ یہ خالص سیّد اور بنی فاطمہ ہیں یہ ایک خاص فخر کا مقام ان لوگوں کے لئے ہے۔ اور میں خیال نہیں کر سکتا کہ ﴿۷۰﴾ تمام پنجاب اور ہندوستان بلکہ تمام اسلامی دنیا میں کوئی اور خاندان سادات کا ایسا ہو کہ نہ صرف ان کی سیادت کو اسلامی سلطنت نے مان کر ان کی تعظیم کی ہو بلکہ خدا نے اپنی خاص کلام اور گواہی سے اِس کی تصدیق کر دی ہو۔ یہ تو ان کے خاندان کا حال ہے۔ اور میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک

	شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے یا شہرت عام کے لحاظ سے یوں کہو کہ وہ خاندان مغلیہ اور خاندان سیادت سے ایک ترکیب یافتہ خاندان ہے مگر میں اس پر ایمان لاتا اور اِسی پر یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے خاندان کی ترکیب بنی فارس اور بنی فاطمہ سے ہے کیونکہ اِسی پر الہامِ الٰہی کے تواتر نے مجھے یقین دلایا ہے اور گواہی دی ہے۔
۵۰	ایک دفعہ جس کو قریباً اکیس برس کا عرصہ ہوا ہے مجھ کو یہ الہام ہوا **اشکر نعمتی رئیت خدیجتی انّک الیوم لذو حظٍّ عظیم** ۔ترجمہ۔میری نعمت کا شکر کر۔تو نے میری خدیجہ کو پایا آج تو ایک **حظّ عظیم** کا مالک ہے۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸ اور اس زمانہ کے قریب ہی یہ بھی الہام ہوا تھا **بکر و ثیب** یعنی ایک کنواری اور ایک بیوہ تمہارے نکاح میں آئے گی۔ یہ مؤخر الذکر الہام مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعۃ السنہ** کو بھی سنا دیا گیا تھا لیکن الہام مذکورہ بالا جس میں خدیجہ کے پانے کا وعدہ ہے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۸ میں درج ہو کر نہ صرف محمد حسین بلکہ لاکھوں انسانوں میں اشاعت پا چکا تھا۔ ہاں شیخ محمد حسین مذکور ایڈیٹر **اشاعۃ السنّہ** کو سب سے زیادہ اس پر اطلاع ہے کیونکہ اُس نے براہین احمدیہ کے چاروں حصوں کا ریویو لکھا تھا اور اس کو خوب معلوم تھا کہ ان صفات کی ایک باکرہ بیوی کا وعدہ دیا گیا ہے جو خدیجہ کی اولاد میں سے یعنی سید ہوگی جیسا کہ الہام موصوفہ بالا میں آیا ہے کہ تو میرا شکر کر اِس لئے کہ تو نے خدیجہ کو پایا یعنی تو خدیجہ کی اولاد کو پائے گا۔ اِسی کی تائید میں وہ الہام ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۲ حاشیہ دوم اور صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔ **اردتُ ان استخلف فخلقت اٰدم.**

یا اٰدم اسکن انت وزوجک الجنة. یا مریم اسکن انت وزوجک الجنة.
یا احمد اسکن انت وزوجک الجنة۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۲و۴۹۶۔
اس کے یہ معنے ہیں کہ اے آدم جس سے نئے سرے اسلام کے نوروں کی بنیاد پڑے گی یعنی ایک عظیم الشان تجدید ہوگی اور برکات ظاہر ہوں گے اور فیج اعوج کے زمانہ کی غلطیاں اور غلط تفسیریں کاٹ کر پھینک دی جائیں گی اور ایک نئی جماعت اسلام کی حمایت کے لئے اس سے قائم ہوگی۔ تو مع اپنی زوجہ کے بہشت میں داخل ہو۔ اِسی لحاظ سے الہام میں میرا نام آدم رکھا گیا کیونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ نئے معارف اور نئے حقائق اور نئی زمین اور نیا آسمان اور نئے نشان ہوں گے۔ اور نیز یہ کہ مجھ سے ایک نیا خاندان شروع ہوگا سو اُس نے ایک نئے خاندان کے لئے مجھے اِس الہام میں ایک نئی بیوی کا وعدہ دیا اور اِس الہام میں اشارہ کیا کہ وہ تیرے لئے مبارک ہوگی اور تو اس کے لئے مبارک ہوگا اور مریم کی طرح اُس سے تجھے پاک اولاد دی جائے گی☆۔ سو جیسا کہ وعدہ دیا گیا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا تعالیٰ نے چار لڑکوں کا بذریعہ الہام فروری ۱۸۸۶ء میں وعدہ دیا اور پھر ہر ایک پسر کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں وعدہ دیا اور جیسا کہ میں پہلے اس سے لکھ چکا ہوں یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان ہے کہ اُس نے ان ہر چہار لڑکوں کے پیدا ہونے کا اس وقت وعدہ دیا جبکہ اُن میں سے

☆ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں یہ الہام درج ہے یعنی الہام یا اٰدم اسکن انت و زوجک الجنة اور ایسا ہی الہام اشکر نعمتی رأیت خدیجتی براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۸ میں مندرج ہے۔ چونکہ یہ دونوں پیشگوئیاں حالات موجودہ کے لحاظ سے بالکل دور از قیاس تھیں اور ان کے ساتھ کوئی تفہیم نہ تھی اس لئے میں ان کی تشریح اور تفصیل واقعی طور پر نہ کرسکا ناچار براہین احمدیہ میں ایک حیرت زدہ عالم میں مختصر طور پر معنے بیان کردیئے گئے۔ منہ

	ایک بھی موجود نہ تھا☆۔
۵۱	میاںؔ عبد اللہ سنوری جو غوث گڑھ علاقہ پٹیالہ میں پٹواری ہے ایک مرتبہ اس کو ایک کام پیش آیا جس کے ہونے کے لئے اس نے ہر طرح کی تدبیریں بھی کیں اور بعض وجوہ کے پیدا ہونے سے اس کو اس کام کے ہو جانے کی امید بھی ہو گئی اور پھر میری طرف بھی التجا کی کہ تا اس کے حق میں دعا کی جائے۔

﴿۱۷﴾

☆ بعض نادان دل کے اندھے یہ اعتراض پیش کرتے ہیں کہ یکم فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں جو ایک پسر موعود کا وعدہ تھا وہ وعدہ جیسا کہ ظاہر کیا گیا تھا پورا نہیں ہوا کیونکہ پہلے لڑکی پیدا ہوئی اور اس کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا تھا وہ سولہ مہینے کا ہو کر فوت ہو گیا۔ حالانکہ ۷؍ اگست ۱۸۸۷ء کے اشتہار میں اسی کو بابرکت موعود ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اسی قسم کی خباثت ہے جو یہودیوں کے خمیر میں تھی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لبوں سے یہ نکلا تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایسے بھی لوگ مسلمانوں میں سے ہوں گے کہ جو یہودیوں کی صفت اختیار کر لیں گے اور ان کا کام افترا اور جعلسازی ہوگی۔ بھلا آؤ اگر سچے ہو تو پہلے اسی کا فیصلہ کر لو کہ ہم نے کب اور کس وقت اور کس اشتہار میں یہ شائع کیا تھا کہ اس بیوی سے پہلے لڑکا ہی ہوگا اور وہ لڑکا وہی بابرکت موعود ہوگا جس کا یکم فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں وعدہ دیا گیا تھا اشتہار مذکور میں تو یہ لفظ بھی نہیں ہیں کہ وہ بابرکت موعود ضرور پہلا ہی لڑکا ہوگا بلکہ اس کی صفت میں اشتہار مذکور میں یہ لکھا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا جس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ چوتھا لڑکا ہوگا یا چوتھا بچہ ہوگا مگر پہلے بشیر کے وقت کوئی تین موجود نہ تھے جن کو وہ چار کرتا۔ ہاں ہم نے اپنے اجتہاد سے ظنی طور پر یہ خیال ضرور کیا تھا کہ شاید یہی لڑکا مبارک موعود ہو۔ لیکن اگر اس نادان معترض کے اعتراض کی بنیاد صرف ہمارا ہی خیال ہے جو الہام کے سرچشمہ سے نہیں بلکہ صرف

﴿۱۷﴾

سو جب میں نے اس کے بارے میں توجہ کی تو بلا توقف یہ الہام ہوا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ تب میں نے اس کو کہہ دیا کہ یہ کام ہرگز نہیں ہوگا اور آخر کار ایسا ہی ظہور میں آیا اور کچھ ایسے موانع آپڑے کہ وہ کام ہوتا ہوتا رہ گیا۔ اِس پیشگوئی کا گواہ خود میاں عبداللہ سنوری اور شیخ حامد علی ساکن تھہ غلام نبی ہے جس کا کئی مرتبہ اِس رسالہ میں ذِکر آیا ہے یہ دونوں صاحب حلفاً یہ گواہی دے سکتے ہیں مگر حلف حسب نمونہ نمبر۲ کے ہوگی۔

بقیہ حاشیہ متعلق نمبر ۵۰

ہمارے ہی غور وفکر کا نتیجہ ہے تو سخت جائے افسوس ہے کیونکہ وہ اس خیال کی شامت سے اسلام کی اونچی چوٹی سے ایسا نیچے کو گرے گا کہ صرف کفر اور ارتداد تک ہی نہیں تھمے گا بلکہ نیچے کو لڑھکتا لڑھکتا دہریت کے نہایت عمیق گڑھے میں اپنے بدبخت وجود کو ڈال دے گا۔ وجہ یہ کہ اجتہادی غلطیاں کیا پیشگوئیوں کے سمجھنے اور ان کا مصداق ٹھہرانے میں اور کیا دوسری تدبیروں اور کاموں میں ہر ایک نبی اور رسول سے ہوئی تھیں اور ایک بھی نبی ان سے باہر نہیں گو ان پر قائم نہیں رکھا گیا۔ اب جبکہ اجتہادی غلطی ہر ایک نبی اور رسول سے بھی ہوئی ہے تو ہم بطریق تنزل کہتے ہیں کہ اگر ہم سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی بھی تو وہ سنت انبیاء ہے اور اس بنا پر حملہ کرنا سراسر حماقت اور نادانی ہے۔ ہاں اگر ہمارا کوئی ایسا الہام پیش کر سکتے ہو جس کا یہ مضمون ہو کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ ضرور پہلے ہی حمل سے وہ بابرکت اور آسمانی موعود پیدا ہو جائے گا اور یا یہ کہ دوسرے حمل میں پیدا ہوگا اور بچپن میں نہیں مرے گا تو تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ وہ الہام پیش کرو۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔ اور ۷؍اگست ۱۸۸۷ء کا اشتہار دیانت دار کے لئے کافی نہیں ہوگا کیونکہ اس میں بابرکت اور آسمانی موعود کی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیشگوئی نہیں ہے اور مجرّد موعود کی پیشگوئیاں اس جگہ بطور دلیل کے کام نہیں آسکتیں کیونکہ ہر ایک لڑکا جو میرے گھر میں اس بیوی سے پیدا ہوا

﴿۷۲﴾

۵۲ جس زمانہ میں سید محمد حسن خان صاحب وزیر اعظم ریاست پٹیالہ تھے ان کی وفات سے چند سال پہلے مجھے لدھیانہ سے پٹیالہ جانے کا اتفاق ہوا اور اس وقت میرے ساتھ شیخ حامد علی اور شیخ عبدالرحیم ساکن انبالہ چھاؤنی اور فتح خاں نام ایک پٹھان تھا جو ضلع ہوشیارپور کا باشندہ تھا۔ یہ دونوں شخص مؤخر الذکر مولویوں کے فتویٰ تکفیر کے زمانہ میں کثرت مخالفین کو دیکھ کر مخالف ہوگئے اور اب تک مخالف ہیں۔ اور ایسا اتفاق ہوا کہ جب میں نے پٹیالہ کی طرف جانے کا قصد کیا تو خدا تعالیٰ نے رات کو میرے پر یہ ظاہر کیا کہ اِس سفر میں کچھ نقصان ہوگا اور کچھ ہم و غم پیش آئے گا۔ اور میں نے اس پیشگوئی سے جو خدا تعالیٰ سے مجھ کو ملی مذکورہ بالا ہمراہیوں کو اطلاع دے دی اور ہم روانہ ہوئے۔ جب پٹیالہ میں پہنچ کر اور اپنے ضروری کاموں سے فراغت پاکر پھر واپس آنے کا ارادہ کیا تو عصر کی نماز کا وقت تھا۔ میں نے نماز پڑھنے کے قصد سے چوغہ اُتارا تا وضو کروں۔ اور اس چوغہ کو سید محمد حسن خاں وزیر ریاست

بقیہ حاشیہ متعلق نمبر ۵۰

موعود ہے۔ ثبوت تو یہ دینا چاہیے کہ وہ لڑکا جو تین کو چار کرنے والا ہو اور مظہر جلال الٰہی ہو۔ جو دنیا کو راہ راست پر لانے والا ہوگا اسی کے آنے کی خبر بحیثیت الہام الٰہی کے اشتہار ۷/اگست ۱۸۸۷ء میں دی گئی ہے۔ پس اگر یہ سچ ہے کہ اس اشتہار میں اس مبارک موعود کی خبر بحیثیت الہام دی گئی ہے تو ایک مجلس میں مجھے بلاؤ اور اس الہام کو پیش کرو۔ آپ ذرہ سوچ لیں کہ کیا خیانتوں سے یہودیوں نے کوئی بہتری دیکھی تا آپ کو بھی کسی بہتری کی امید ہو۔ اوّل باشرم انسان بننا چاہیے اور باانصاف مرد بننا چاہیے اور پھر سیدھے دل سے میرے الہام کے الفاظ میں غور کرنا چاہیے۔ اگر میں نے کسی اشتہار میں کوئی کلمہ اجتہادی طور پر لکھا ہو اور اپنا خیال ظاہر کیا ہو تو وہ حجت نہیں ہوسکتا اگر اس پر ضد کرو گے تو تمہیں تمام نبیوں سے انکار کرنا پڑے گا اور بجز مرتد اور دہریہ ہوجانے کے کہیں تمہارا ٹھکانا نہ ہوگا کیونکہ اس بات سے کوئی نبی بھی باہر نہیں کہ کبھی اجتہادی طور پر اس سے غلطی نہ ہوئی ہو۔ اگر

پٹیالہ کے ایک خدمتگار کے حوالہ کیا کیونکہ وزیر صاحب مع اپنے بعض نوکروں کے میرے چھوڑنے کے لئے ریل پر آئے تھے اور ان کے خدمت گار نے میرا چوغہ اپنے پاس رکھا اور مجھے وضو کرایا۔ جب ٹکٹ لینے کا وقت ہوا تو میں نے اپنے چوغہ کی جیب میں ہاتھ ڈالا تا ٹکٹ کے لئے روپیہ دُوں کیونکہ میں نے تیس روپیہ کے قریب رومال میں باندھ کر جیب میں رکھے ہوئے تھے۔ تب جیب میں ہاتھ ڈالنے کے وقت معلوم ہوا کہ وہ رومال مع روپیہ کے کہیں گر گیا۔ غالباً اُسی وقت گرا جبکہ چوغہ اُتارا تھا۔ اس وقت مجھے وہ الہام الٰہی یاد آیا کہ اس سفر میں کچھ نقصان ہوگا۔ مگر یہ دوسرا فقرہ الہام کا کہ کچھ غم اور ہم پہنچے گا۔ اس کی نسبت اس وقت مجھے دو خیال آئے۔ ایک یہ کہ اس قدر روپیہ ضائع ہونے سے بلا شبہ بمقتضائے بشریت غم ہوا۔ اور دوسرے مجھے یہ خیال بھی دل میں گذرا کہ جب وزیر صاحب موصوف ریل پر مجھے لینے کے لئے آئے اور اُنہوں نے اپنی گاڑی میں مجھے بٹھایا تو کوئی ہزار آدمی میرے دیکھنے کے لئے اسٹیشن پر موجود تھا۔ جو قریب ہو ہو کر مصافحہ کرتے اور بعض ہاتھ چومتے تھے۔ تب وزیر صاحب نے جو شیعہ مذہب تھے رنج دہ الفاظ میں بیان کیا کہ یہ لوگ وحشی احمق کیا کرتے ہیں گویا ان کی نظر میں ان لوگوں کا انکسار سے ملنا اور اِس کثرت سے استقبال کے لئے آنا ایک بیہودہ امر تھا۔ تب مجھے

﴿۷۲﴾

بقیہ حاشیہ متعلق نمبر ۵

یہ بات تمہارے نزدیک تحقیر اور تکذیب اور مضحکہ کی جگہ ہے تو اپنے علماء سے ہی پوچھ لو کہ تم پر کیا فتویٰ ہوسکتا ہے۔ میں آپ لوگوں کی ان بیہودہ نکتہ چینیوں سے ناراض نہیں ہوں کیونکہ آپ اس ژاژ خائی سے خدا تعالیٰ کی ایک پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔ منہ

﴿۷۳﴾

اُن کا یہ کلمہ باعثِ رنج ہوا اور مجھے افسوس ہوا کہ ان کے دماغ اور دِل میں ان لوگوں کی جو خدا سے مامور ہو کر آتے ہیں سچی عظمت نہیں اور صرف ظاہرداری کے طور پر ایک گروہ کثیر کے ساتھ چلے آئے ہیں۔ سو میں نے روپیہ کے نقصان کے وقت یہ بھی خیال کیا کہ یہ رنج جو وزیر صاحب کے ایک کلمہ سے مجھے پہنچا تھا اسی حد تک اس پیشگوئی کا منشاء ختم ہو گیا جس کے یہ لفظ تھے کہ کچھ ہم وغم بھی پیش آئے گا مگر یہ میرا خیال غلط تھا کیونکہ اس سفر میں غم وہم کا ایک اور حصہ باقی تھا جو واپس ہونے کے وقت دوراہہ کے اسٹیشن پر پورا ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب ہم دوراہہ کے اسٹیشن پر پہنچے تو لدھیانہ جہاں ہم نے جانا تھا اس جگہ سے دس کوس باقی رہ گیا۔ رات قریباً دس بجے گذر گئی تھی تب میرے ہمراہی شیخ عبدالرحیم نے ایک انگریز سے پوچھا کہ کیا لدھیانہ آ گیا۔ اُس نے ہنسی سے یا کسی اور غرض سے کہا کہ آ گیا۔ اور ہم اِس بات کے سننے سے سب کے سب ریل پر سے اُتر آئے۔ اور جب ہم اُتر چکے اور ریل روانہ ہو گئی تب ہمیں پتہ لگا کہ یہ دوراہہ ہے لدھیانہ نہیں ہے۔ اور وہ ایسی جگہ تھی کہ بیٹھنے کے لئے بھی چارپائی نہیں ملتی تھی اور نہ کھانے کے لئے روٹی۔ تب ہمیں بہت رنج اور افسوس اور ہم وغم ہوا کہ ہم غلطی سے بے ٹھکانہ اُتر آئے اور ساتھ ہی یاد آیا کہ ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ تب سب کے دِل سرور اور خوشی سے بھر گئے کہ خدا تعالیٰ کا الہام پورا ہوا۔ اس واقعہ اور نشان کے گواہ شیخ حامد علی اور شیخ عبدالرحیم اور فتح خاں ہیں اگرچہ یہ دونوں ان دِنوں میں اپنی بدقسمتی سے سخت دشمن ہیں مگر چونکہ یہ بیان بالکل سچا ہے اِس لئے اگر ان دونوں کو حلف دی جائے تو ممکن نہیں کہ جھوٹ بولیں مگر شرط یہ ہے کہ حلف نمونہ نمبر ۲ کے موافق ہوگی۔ اب دیکھو کہ نشان اسے کہتے ہیں جس میں

ایسے سخت مخالف گواہ ٹھہرائے گئے۔ اب کس منصف اور پاک دِل اور باحیا انسان کا دِل اور کانشنس فتویٰ دے گا کہ یہ نشان صحیح نہیں ہے اور اگر اب بھی شک ہو تو ایسے شخص کو حضرت احدیت جلّ اسمہٗ کی قسم ہے کہ ان کو بطرز مذکورہ بالا قسمیں دے کر دریافت کرے اور خدا تعالیٰ سے ڈرے اور سوچے کہ کیا اس قدر عظیم الشان نشانوں کا ایک ذخیرہ کذاب کی تائید میں خدا تعالیٰ دکھا سکتا ہے؟	
ایک دفعہ موضع کنجراں ضلع گورداسپورہ میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ اور میرے ساتھ شیخ حامد علی تھا۔ جب صبح کو ہم نے جانے کا قصد کیا تو مجھے الہام ہوا کہ اس سفر میں تمہارا اور تمہارے رفیق کا کچھ نقصان ہوگا۔ چنانچہ راہ میں شیخ حامد علی کی ایک نئی چادر گم ہوگئی اور میرا ایک رومال گم ہوگیا اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس وقت حامد علی کے پاس وہی ایک چادر تھی جس سے اُس کو بہت رنج پہنچا اس نشان کا گواہ شیخ حامد علی ہے۔ جس کو شک ہو وہ اس سے حلفاً دریافت کرے مگر حلف حسب نمونہ نمبر۲ ہوگی۔ اور شیخ حامد علی موضع تھہ غلام نبی ضلع وتحصیل گورداسپورہ میں رہتا ہے۔	۵۳
ایک مرتبہ اتفاقاً مجھے ۵۰ روپیہ کی ضرورت پیش آئی اور جیسا کہ اہل فقر اور توکل پر کبھی کبھی ایسی ضرورت کی حالتیں آجاتی ہیں ایسا ہی یہ حالت مجھے پیش آگئی کہ اس وقت کچھ موجود نہ تھا۔ سو میں صبح کو سیر کو گیا اور اس ضرورت کے خیال نے مجھے یہ جوش دیا کہ میں اِس جنگل میں دعا کروں۔ چنانچہ میں نے ایک پوشیدہ گوشہ میں جا کر اُس نہر کے کنارے پر دعا کی جو بٹالہ کی طرف قادیان سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب میں دعا کر چکا تب فی الفور	۵۴

﴿۷۳﴾

	دعا کے ساتھ ہی ایک الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دیکھ میں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں۔ تب میں خوش ہوا اور اس جنگل سے قادیاں کی طرف واپس آیا اور سیدھا بازار کی طرف رُخ کیا تا قادیاں کے سب پوسٹماسٹر سے دریافت کروں کہ آج ہمارے نام کچھ روپیہ آیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ڈاکخانہ سے بذریعہ ایک خط کے اِطلاع ہوئی کہ پچاس[۵۰] روپیہ لدھیانہ سے کسی نے روانہ کئے ہیں اور غالباً گمان گذرتا ہے کہ اُسی دِن یا دوسرے دِن وہ روپیہ مجھے مل گیا۔ اِس نشان کا گواہ شیخ حامد علی ہے جو دریافت کے وقت حلفاً بیان کرسکتا ہے مگر حلف حسب نمونہ نمبر۲ کے ہوگی۔
۵۵	ایک دفعہ کشفی طور پر [illegible] یا [illegible] روپیہ مجھے دِکھلائے گئے۔ پھر اُردو میں الہام ہوا کہ ماجھے خان کا بیٹا اور شمس الدین پٹواری ضلع لاہور بھیجنے والے ہیں۔ اور جب یہ الہام اور کشف ہوا تو میں نے حامد علی اور ایک اور شخص کوڑا نام کو جو امرتسر کے علاقہ کا رہنے والا تھا اِطلاع دی اور چند اور آدمیوں کو بھی اِس سے مطلع کیا جن کا اس وقت مجھے نام یاد نہیں رہا۔ تب جب ڈاک کا وقت ہوا تو ایک کارڈ آیا جس میں یہ روپیہ لکھا ہوا تھا اور یہ تفصیل درج تھی کہ [illegible] روپے ماجھے خان کے بیٹے کی طرف سے ہیں اور باقی چار یا چھ روپے شمس الدین پٹواری کی طرف سے بطور امداد ہیں۔ اور ساتھ ہی اِس کے روپیہ بھی آ گیا۔ تب ان لوگوں کی نہایت قوت ایمانی کا باعث ہوا جنہوں نے اوّل یہ الہام سنا تھا۔ اور پھر اُسی دن اُسی تعداد اور اُسی تشریح سے روپیہ آتا دیکھا۔ اور یہ تمام گواہ حلفاً بیان کرسکتے ہیں کہ یہ واقعہ بالکل سچ ہے۔
۵۶	ایک دفعہ میری بیوی کے حقیقی بھائی سید محمد اسمٰعیل☆ کا پٹیالہ سے خط آیا کہ

☆ میر محمد اسماعیل کی عمر اس وقت قریباً دس[۱۰] برس کی تھی۔ منه

میری والدہ فوت ہوگئی ہے اور اسحاق میرے چھوٹے بھائی کو جو ابھی بچہ ہے کوئی سنبھالنے والا نہیں اور پھر خط کے اخیر میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ اسحاق بھی فوت ہو گیا۔ اور میری بیوی کو بلایا کہ دیکھتے ہی چلی آویں۔ اس خط کے پڑھنے سے بڑی تشویش ہوئی کیونکہ جس وقت یہ خط آیا اس وقت میری بیوی ایک سخت تپ سے بیمار تھی ایسی حالت میں نہ میں خط کا مضمون ان کو سنا سکتا تھا کیونکہ اس سخت مصیبت کے خط کو سن کر اس بیماری کی حالت میں ان کی جان کا اندیشہ تھا۔ اور نہ پوشیدہ رکھ سکتا تھا کیونکہ ایک سخت مصیبت اور ماتم کو پوشیدہ رکھنا بھی فطرتاً انسان سے نہیں ہوسکتا۔ اس تشویش میں ایک ذرہ غنودگی ہو کر مجھ کو الہام ہوا۔ اِنّ کَیۡدَ کُنَّ عَظِیۡم ۔ یعنی اے عورتو تمہارے فریب بہت بڑے ہیں۔ جب یہ الہام مجھے ہوا تو ساتھ ہی یہ تفہیم ہوئی کہ یہ ایک خلاف واقعہ بہانہ بنایا گیا ہے تب میں نے بلا توقف اِس الہام کو اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کے پاس جو قادیاں میں موجود تھے بیان کیا اور ان کو کہہ دیا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اطلاع دے دی ہے کہ یہ تمام بات خلاف واقعہ ہے۔ اور پھر الہام سے پوری تسلی پا کر والدہ محمود کو ان کی سخت بیماری کی حالت میں اِطلاع کرنا فضول اور نامناسب سمجھا لیکن پوشیدہ طور پر تفتیش کے لئے شیخ حامد علی کو پٹیالہ میں بھیج دیا۔ وہاں سے بہت جلد اُس نے واپس آ کر بیان کیا کہ اسحاق اور اس کی والدہ دونوں زندہ موجود ہیں اور اس خط لکھنے کا صرف یہ باعث ہوا کہ چند روز اسحاق اور اسمٰعیل کی والدہ سخت بیمار رہیں اور ان کی خواہش تھی کہ اِس حالت بیماری میں جلد تر ان کی لڑکی ان کے پاس آ جائے اِس لئے کچھ تو بیماری کی گھبراہٹ سے اور کچھ ملنے کے اشتیاق سے یہ خلاف واقعہ خط میں لکھا کر بھیج دیا۔ اب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور شیخ حامد علی تھہ غلام نبی دونوں زندہ موجود ہیں اور

﴿۷۴﴾

کوئی کسی کے لئے اپنا ایمان ضائع نہیں کرسکتا۔ ان سے حلفاً پوچھو کہ کیا جیسا کہ لکھا گیا ایسا ہی پیشگوئی ظہور میں آئی تھی یا نہیں؟ اب برائے خدا یہ بھی ذرہ سوچو کہ کیا اِس کثرت اور صفائی سے غیب کا علم اور وہ علم جو بموجب توریت اور قرآن کے سچے نبیوں اور ماموری کی نشانی ہے وہ کسی مفتری اور کاذب کو مل سکتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جس کثرت اور صفائی سے غیب کا علم حضرت جلّ شانہٗ نے اپنے ارادہ خاص سے مجھے عنایت فرمایا ہے اگر دنیا میں اِس کثرت تعداد اور انکشافِ تام کے لحاظ سے کوئی اور بھی میرے ساتھ شریک ہے تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر اِس کثرت اور انکشاف تام کے رُو سے کوئی اور میرے ساتھ شریک ثابت نہیں ہوسکتا تو پھر میرے دعوے سے انکار کرنا سخت ظلم ہے۔

۵۷ عرصہ قریباً بیس برس کا گذرا ہے کہ ایک دفعہ کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا کہ ایک شخص مسلمانوں میں سے یہ فتنہ برپا کرے گا کہ میری تکفیر کا فتویٰ لکھ کر ملک میں پھیلائے گا اور قریباً اِس ملک کے تمام مولویوں کو اِس خطا سے آلودہ کرے گا اور یہ تمام بوجھ اس کی گردن پر ہوگا۔ چنانچہ وہ الہام جو اِس بارے میں ہوا وہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ اور ۵۱۱ میں اس طرح پر مندرج ہے:۔

اذ یمکربک الذی کفّر. اوقدلی یاھامان لعلّی اطّلع علٰی اِلٰہ مُوسٰی وانّی لأ ظنہ من الکاذبین . تبّت یدا ابی لھب و تَبّ. ماکان لہ ان یدخل فیھا الّا خائفا. وما اصابک فمن اللّٰہ الفتنۃ ھٰھنا فاصبر کما صبر اولو العزم. الا انھا فتنۃ من اللّٰہ لیحبّ حبّا جمّا . حبّا من اللّٰہ العزیز الاکرم. عطاءً ا غیر مجذوذ.

ترجمہ ۔ اس شخص کے مکر کو یاد کر جو تیرے ایمان کا منکر ہوا اور تجھے

کافر ٹھہرایا اور تکفیر کا فتویٰ تجھ پر لکھا اور اس نے اس تکفیر کے منصوبہ کو دلوں میں جمانے کے لئے ایک ہامان کو اپنا پیشرو بنا کر اس کو کہا کہ اس تکفیر کے کاروبار کو تو اپنی مہر سے پختہ کر دے تا اس شخص کی حقیقت کھل جائے کیونکہ میں تو اس کو جھوٹا خیال کرتا ہوں سو اس ہامان نے ایسا ہی کیا اور سب سے پہلے میرے کفر پر مہر لگائی۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ بھی ہلاک ہو گیا اس کو مناسب نہ تھا کہ بجز خائف اور ترساں ہونے کے اس کام میں کچھ بھی دخل دیتا۔ اور جو رنج تجھ کو پہنچے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس فتویٰ تکفیر کے وقت ایک فتنہ برپا ہوگا یعنی بہت سے لوگ درپئے ایذا ہو جائیں گے سو اس وقت صبر کر جیسا کہ اولوالعزم نبیوں نے صبر کیا۔ اور یاد رکھ کہ یہ فتنہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تا وہ تجھ سے زیادہ سے زیادہ محبت کرے یہ اس کی طرف سے ہے جو غالب اور بزرگ ہے اور یہ ایسی عطا ہے کہ پھر واپس نہیں لی جاوے گی۔ اب دیکھو کہ یہ پیشگوئی کیسے صفائی سے پوری ہوئی۔ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعة السنة نے یہ فتنہ اُٹھایا اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے فتویٰ کی عبارت کو اپنی طرف منسوب کر کے اور اپنی مہر لگا کر اور ہمیں مع ہماری تمام جماعت کے کافر اور دائرۂ اِسلام سے خارج ٹھہرا کر محمد حسین بٹالوی کے منصوبہ کو تمام ملک میں بھڑکا دیا اور قریباً اِس فتنہ تکفیر سے دس سال پہلے یہ پیشگوئی براہین احمدیہ میں شائع ﴿۷۵﴾ ہو چکی تھی۔ اب ذرہ سوچو کہ کیا یہ کسی انسان کا اختیار ہے کہ ایسا بڑا شور و غوغا جو تمام پنجاب اور ہندوستان میں برپا کیا گیا اس کے ظہور سے دس برس پہلے وہ خبر دے دی ہر ایک طالب صادق کو چاہیے کہ براہین احمدیہ کا صفحہ ۵۱۰ اور ۵۱۱ میں خوب نظر غور کرے اور پھر اسی پیشگوئی کے ساتھ اسی صفحہ میں پانچ چار سطر اوپر یہ الہام ہے:۔

	یظلّ ربّک علیک ویغیثک ویرحمک. وان لم یعصمک النّاس فیعصمک اللّٰہ من عندہ. یعصمک اللّٰہ من عندہ وان لم یعصمک النّاس۔ دیکھو صفحہ ۵۱۰ براہین احمدیہ۔ ترجمہ۔ خدا تعالیٰ اپنی رحمت کا سایہ تجھ پر ڈالے گا اور تیرا فریادرس ہوگا اور تجھ پر رحم کرے گا۔ اگر تمام دنیا نہیں چاہے گی کہ تو زندہ اور باعزت باقی رہے تب بھی خدا تجھے زندہ اور باعزت باقی رکھے گا۔ خدا ضرور تیری زندگی اور عزت میں برکت بخشے گا گو تمام جہان اس کے مخالف کوشش کرے۔ اب دیکھو کہ اِس الہام کے مطابق جس کے شائع ہونے پر بیس برس گذر چکے ہیں میرے ذلیل کرنے اور میرے ہلاک کرنے میں کیسی کیسی کوششیں کی گئیں یہاں تک کہ اِس گورنمنٹ محسنہ تک جھوٹی مخبریاں پہنچائی گئیں خون کے مقدمے میرے پر بنائے گئے۔ اور انہی مولویوں نے جنہوں نے شاید مرنا نہیں عدالتوں میں جاکر گواہیاں دیں کہ بے شک یہ خونی ہے اِس کو پکڑ لو اور اِس بات کے حاصل کرنے کے لئے کوئی منصوبہ نہ چھوڑا۔ کوئی جوڑ توڑ اُٹھا نہ رکھا تا کسی طرح میں پکڑا جاؤں اور گرفتار کیا جاؤں اور زنجیر اور ہتھکڑی مجھ کو پڑے اور میری بے عزتی کو ایک دنیا دیکھے مگر یہ لوگ اگر چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ ان ارادوں میں انہوں نے کوئی بھی عزت نہ دیکھی بلکہ ذِلت پر ذلت اُٹھائی۔ اگر یہ حق پر ہوتے اور ان کا جوش خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو خدا تعالیٰ ضرور ان کی مدد کرتا۔ غرض یہ مؤخر الذکر پیشگوئی بھی جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں مندرج ہوکر ایک دنیا میں شائع ہوگئی ہے کمال صفائی سے پوری ہوئی۔
۵۸	علاوہ اور نشانوں کے یہ بھی ایک عظیم الشان نشان ہے جو حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک بزرگ نے جو ہر ایک طرح سے دنیا میں معزز اور رئیس اور اہل علم بھی ہیں اِس عاجز کے حق میں ایک دِل آزار کلمہ

یعنی مثنوی رومی کا یہ شعر پڑھا تھا جو پرچہ چودھویں صدی ماہ جون ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا۔اور وہ یہ ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

سو اُس رنج کی وجہ سے جو اِس عاجز کے دِل کو پہنچا اُس بزرگ کے حق میں دعا کی گئی تھی کہ یا تو خدا تعالیٰ اُس کو توبہ اور پشیمانی بخشے اور یا کوئی تنبیہ نازل کرے۔سو خدا نے اپنے فضل اور رحم سے اُس کو توفیق توبہ عنایت فرمائی اور اُس بزرگ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ اس عاجز کی دعا اس کے بارے میں قبول کی گئی اور ایسا ہی معافی بھی ہوگی۔سو اُس نے خدا سے یہ الہام پاکر اور آثارِ خوف دیکھ کر نہایت انکسار اور تذلّل سے معذرت کا خط لکھا۔وہ خط کسی قدر اختصار سے پرچہ چودھویں صدی ماہ نومبر ۱۸۹۷ء میں چھپ بھی گیا ہے مگر چونکہ اس اختصار میں بہت سے ایسے ضروری امور رہ گئے ہیں جن سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ کیونکر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا اور ان کے دلوں پر رعب ڈالتا اور آثارِ خوف ظاہر کرتا ہے اِس لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس خط کو جو میرے پاس پہنچا تھا بعض ضروری اختصار کے ساتھ شائع کردوں۔اور بزرگ موصوف کا یہ اصل خط اِس وجہ سے بھی شائع کرنے کے لائق ہے کہ میں اس اصل خط کو بہت سے لوگوں کو سنا چکا ہوں اور ایک جماعت کثیر اس کے مضمون سے اطلاع پا چکی ہے اور بہت سے لوگوں کو بذریعہ خطوط اس کی اطلاع بھی دی گئی ہے۔اب جبکہ چودھویں صدی کے پرچہ کو وہ لوگ پڑھیں گے تو ضرور اُن کے دِل میں یہ خیالات پیدا ہوں گے کہ جو کچھ زبانی ہمیں سنایا گیا اس میں کئی ایسی باتیں ہیں جو شائع کردہ خط میں نہیں ہیں۔اور ممکن ہے کہ ہمارے بعض کوتہ اندیش مخالفوں کو یہ بہانہ ہاتھ آجائے کہ گویا ہم نے اس خط میں جو سنایا گیا اپنی طرف سے کچھ زیادت کی تھی۔لہٰذا ضروری معلوم ہوتا

ہے کہ اُس اصل خط کو چھاپ دیا جائے مگر یاد رہے کہ چودھویں صدی کے خط میں جس قدر اختصار کیا گیا ہے یہ کسی کا قصور نہیں ہے۔ اختصار کے لئے میں نے ہی اجازت دی تھی مگر اس اجازت کے استعمال میں کسی قدر غلطی ہوگئی ہے۔ لہٰذا اب اس کی اصلاح ضروری ہے۔ اِس تمام قصے کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ ہماری جماعت اور تمام حق کے طالبوں کے لئے یہ بھی ایک خدا کا نشان ہے۔ ﴿۷۶﴾

اِس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ بزرگ موصوف جن کا خط ذیل میں لکھا جاتا ہے کچھ عام لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے وہ ایک بڑے ذِی علم اور علماء وقت میں سے ہیں اور کئی لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ ان کو الہام بھی ہوتا ہے۔ اور اس خط میں انہوں نے اپنے الہام کا ذِکر بھی کیا ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے وہ بزرگ پنجاب کے معزز رئیسوں اور جاگیرداروں میں سے ہیں اور ایک مدت سے گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی طرف سے عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹی پر بھی ممتاز ہیں۔ چونکہ پرچہ چودھویں صدی میں بھی اس بزرگ کے منصب اور مرتبت کا ذِکر ہو چکا ہے لہٰذا اس قدر یہاں بھی لکھا گیا اور بزرگ موصوف نے جو میرے نام بغرض معذرت ۲۹؍اکتوبر ۱۸۹۷ء کو خط لکھا تھا جس کا خلاصہ چودھویں صدی میں چھپا ہے اس خط کو بغرض مصلحت مذکورہ بالا بحذف بعض فقرات ذیل میں لکھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے:

’’اخبار چودھویں صدی والا مجرم‘‘ ☆ ’’بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم‘‘

’’سیدی و مولائی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک خطا کار اپنی غلط کاری

☆ یہ عنوان بزرگ موصوف نے اپنے خط کے سر پر لکھا تھا چونکہ اس عنوان میں نہایت انکسار ہے جو انسان کو بوجہ اس کے کمال تذلل کے مورد رحمت الٰہی بناتا ہے۔ اس لئے ہم نے اس کو جیسا کہ اصل خط میں تھا لکھ دیا ہے۔ منہ

سے اعتراف کرتا ہوا (اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے) قادیاں کے مبارک مقام پر (گویا) حاضر ہوکر آپ کے رحم کا خواستگار ہوتا ہے۔ یکم جولائی ۹۷ء سے یکم جولائی ۹۸ء تک جو اِس گنہگار کو مہلت دی گئی اب آسمانی بادشاہت میں آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا ہے۔ (اِس موقعہ پر مجھے القا ہوا کہ جس طرح آپ کی دعا مقبول ہوئی اسی طرح میری التجا و عاجزی قبول ہوکر حضرت اقدس کے حضور سے معافی ورہائی دی گئی) مجھے اب زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اس قدر ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابتدا سے آپ کی اس دعوت پر بہت غور سے جویائے حال رہتا رہا اور میری تحقیق ایمانداری وصاف دِلی پر مبنی تھی۔ حتّٰی کہ (۹۰) فیصدی یقین کا مدارج پہنچ گیا۔ (۱) آپ کے شہر کے آریہ مخالفوں نے گواہی دی کہ آپ بچپن سے صادق و پاکباز تھے۔ (۲) آپ جوانی سے اپنے تمام اوقات خدائے واحد حیّ و قیّوم کی عبادت میں لگاتار صرف فرماتے رہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ[۱] (۳) آپ کا حسن بیان تمام عالمانِ ربّانی سے صاف صاف علیحدہ نظر آتا ہے آپ کی تمام تصنیفات میں ایک زندہ روح ہے (فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ[۲]) آپ کا مشن کسی فساد اور گورنمنٹ موجودہ کی (جو تمام حالات سے اطاعت وشکرگذاری کے قابل ہے) بغاوت کی راہنمائی نہیں کرتا۔ انّ اللّٰہ لا یحبّ فی الارض الفساد حتیٰ کہ میرے بہت سے مہربان دوستوں نے جو اُن سے آپ کے معاملات پر میں ہمیشہ بحث کرتا تھا مجھے قادیانی کے خطاب سے مخاطب کیا۔ پھر یہ کہ با ایں ہمہ کیوں؟ میرے منہ سے وہ بیت مثنوی کا نکلا۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ میں جب لاہور میں اُن کے پاس گیا تو مجھ کو اپنے معتبر دوستوں کے ذریعہ سے (جن سے پہلے میری بحث رہتی تھی) خبر ملی کہ آپ سے ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں جس سے کسی مسلمان ایماندار کو آپ کے

[۱] التوبة: ۱۲۰ [۲] المائدة: ۴۵

مخالف خیال کرنے میں کوئی تامل نہیں رہا۔(۱) آپ نے دعویٰ رسول ہونے کا کیا ہے اور ختم المرسلین ہونے کا بھی ساتھ ساتھ ادّعا کر دیا ہے جو ایک سچے مسلمان کے دِل پر سخت چوٹ لگانے والا فقرہ تھا کہ جو عزت ختم رسالت کی بارگاہِ الٰہی سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ (فداک رُوحی یا رسول اللّٰہ) کو مل چکی ہے اُس کا دوسرا کب حق دار ہو سکتا ہے۔ (۲) آپ نے فرمایا ہے کہ ترک تباہ ہوں گے اور اُن کا سلطان بڑی بے عزتی سے قتل کیا جائے گا اور دنیا کے مسلمان مجھ سے التجا کریں گے کہ میں ان کو ایک سلطان مقرر کر دوں۔ یہ ایک خوفناک بربادی بخش پیشگوئی اسلامی دنیا کے واسطے تھی کیونکہ آج تمام مقدس مقامات جو خداوند کے عہد قدیم و جدید سے چلے آتے ہیں ان کی خدمت ترکوں و اُن کے سلطان کے ہاتھ میں ہے ان مقامات کا ترکوں کی مغلوبی کی حالت میں نکل جانا ایک لازمی اور یقینی امر ہے جس کے خیال کرنے سے ایک ہیبت ناک وخطرناک نظارہ دکھائی دیتا ہے کہ اِس موقعہ پر دنیا کے ہر ایک مسلمان پر فرض ہو جائے گا کہ ان معبدوں کو ناپاک ہاتھوں سے بچانے کے واسطے اپنی جان و مال کی قربانی چڑھائے۔ کیسا مصیبت اور امتحان کا وقت مسلمانوں پر آپڑے گا کہ یا تو وہ بال بچہ گھر بار پیارے وطن کو الوداع کہہ کے ان پاک معبدوں کی طرف چل پڑیں یا اُس ابدی اور جاوید زندگی ایمان سے دست بردار ہو جائیں...... رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا [۱]

یہی راز ہے جو مسلمان ترکوں سے محبت کرتے ہیں کہ ان کی خیر میں اُن کے دین و دنیا کی خیر ہے۔ ورنہ ترکوں کا کوئی خاص احسان مسلمانانِ ہند پر نہیں بلکہ ہم کو سخت گلہ ہے کہ ہماری پچھلی صدی کی عالمگیر تباہی میں (جبکہ مرہٹوں اور سکھوں کے ہاتھ سے مسلمانانِ ہند برباد ہو رہے تھے) ہماری کوئی خبر اُنہوں نے نہیں لی۔ اِس

﴿۷۷﴾

[۱] البقرة : ۲۸۷

شکریہ کی مستحق صرف سرکار انگریزی ہے جس کی گورنمنٹ نے مسلمانوں کو اِس سے نجات دلائی تو ہماری ہمدردی کی وہی خاص وجہ ہے جو اوپر ذکر کی گئی اور اس کو خیال کر کے دِل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی سخت ترین مصیبت کے وقت تو مسلمانوں کے ایک سچے راہ نما کا یہ کام ہوتا کہ وہ عاجزی سے گڑگڑا کر خدا کے حضور میں اس تباہی سے بیڑے کو بچاتا۔ کیا حضرت نوح کے فرزند سے زیادہ ترک گنہگار تھے تو بجائے اس کے کہ اُن کے حق میں خدا کے حضور شفاعت کی جاتی ہے نہ اُلٹا ہنسی سے ایسی بات بنائی جاتی۔ (۳) و نیز یہ کہ حضرت والا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی تصانیف میں سخت حقارت آمیز الفاظ لکھے ہیں جو ایک مقبول بارگاہ الٰہی کے حق میں شایان شان نہ تھے جس کو خداوند اپنی رُوح و کلمہ فرمائے۔ جن کے حق میں یہ خطاب ہو وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ[۱]۔ پھر اس کی توہین واہانت کیونکر ہوسکتی۔ یہ باتیں میرے دِل میں بھری تھیں اور ان کے تجسس کے واسطے میں پھر کوشش کر رہا تھا کہ یہ کہاں تک صحیح ہیں کہ ناگاہ حضور کا اشتہار ترکی سفیر کے بارے میں جو نکلا پیش ہوا تو بیساختہ میرے منہ سے (سوا کسی اور کلام کے) مثنوی کا بیت نکل گیا جس پر آپ کو رنج ہوا (اور رنج ہونا چاہیے تھا)۔

(۱) رسالت کے دعوے کے بارے میں مجھ کو خود ازالہ اوہام کے دیکھنے سے و نیز آپ کی وہ روحانی اور مُردہ دلوں کو زندہ کرنے والی تقریر سے جو جلسۂ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلی ہوگئی جو محض افترا و بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا۔

(۲) بابت ترکوں کے آپ کے اُسی اشتہار (میری عرضی دعویٰ کے) میری تسلی ہوگئی۔ جس قدر آپ نے نکتہ چینی فرمائی وہ ضروری اور واجبی تھی۔

(۳) بابت حضرت مسیح علیہ السلام کے بھی ایک بے وجہ الزام پایا گیا۔ گو یسوع کے حق میں آپ نے کچھ لکھا ہے جو ایک الزامی طور پر ہے جیسا کہ ایک

[۱] ال عمران:۴۶

مسلمان شاعر ایک شیعہ کے مقابل حضرت مولانا علیؓ کے بارے میں لکھتا ہے:۔

آں جوانے بروت مالیدہ بہر جنگ و وغا سگالیدہ
برخلافت دلش بسے مائل لیک بوبکر شد درمیاں حائل

تو بھی حضرت اگر ایسا نہ کرتے میرے خیال میں تو بہت اچھا ہوتا۔ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[1] ☆..............................

مگر ان باتوں کے علاوہ جس سے میرا دِل تڑپ اُٹھا اور اس سے یہ صدا آنے لگی کہ اُٹھ اور معافی طلب کرنے میں جلدی کر۔ ایسا نہ ہو کہ تو خدا کے دوستوں سے لڑنے والا ہو۔ خداوند کریم تمام رحمت ہے كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ[2] دنیا کے لوگوں پر جب عذاب نازل کرتا ہے تو اپنے بندوں کی ناراضی کی وجہ سے مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا[3] آپ کا خدا کے ساتھ معاملہ ہے تو کون ہے جو الٰہی سلسلہ میں دخل دیوے۔ خداوند کی اُس آخری عظیم الشان کتاب کی ہدایت یاد آئی جو مومن آل فرعون کے قصے میں بیان فرمائی گئی کہ جو لوگ خدائی

☆ حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا یہ سب مخالفوں کا افترا ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گذرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہو اور حضرت موسیٰ کو ڈاکو کہا ہو اس لئے میں نے فرض محال کے طور پر اس کی نسبت ضرور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جس کے یہ کلمات ہوں راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں اور آیت جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کا یہ منشاء نہیں ہے کہ ہم اس قدر نرمی کریں کہ مداہنہ کر کے خلاف واقعہ بات کی تصدیق کر لیں۔ کیا ہم ایسے شخص کو جو خدائی کا دعویٰ کرے اور ہمارے رسول کو پیشگوئی کے طور پر کذاب قرار دے اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو رکھے راستباز کہہ سکتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا مجادلہ حسنہ ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ منافقانہ سیرت اور بے ایمانی کا ایک شعبہ ہے۔ منہ

[1] النحل :۱۲۶ [2] الانعام : ۱۳ [3] بنی اسرائیل :۱۶

سلسلہ کا ادعا کریں ان کی تکذیب کے واسطے دلیری اور پیش دستی نہ کرنی چاہیے۔ نہ یہ کہ ان کا انکار کرنا چاہیئے۔ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ [۱]

مگر یہ صرف میرا دِلی خیال ہی نہیں رہا بلکہ اس کا ظاہری اثر محسوس ہونے لگا۔ کچھ ایسی بنائیں خارج میں پڑنے لگیں جس میں ......(اعوذ باللہ) (مَیں عذاب کا) مصداق ہو جانے لگا۔ (یعنی آثار خوف ظاہر ہوئے)۔ ﴿۷۸﴾

چودہ سو برس ہونے کو آتے ہیں کہ خدا کے ایک برگزیدہ کے منہ سے یہ لفظ ہماری قوم کے حق میں نکلے............تو کیا قدرت کو هباءً ا منثورًا کرنے کا خیال ہے (تُبْتُ اِلیکَ یا ربّ) کہ پھر ایک مقبول الٰہی کے منہ سے وہی کلمہ سن کر مجھے کچھ خیال نہ ہو۔

پس یہ ظاہری خطرات مجھ کو اِس خط کے تحریر کرتے وقت سب کے سب اُڑتے ہوئے دِکھائی دیئے۔ (جن کی تفصیل کبھی میں پھر کروں گا) اِس وقت تو میں ایک مجرم گنہگاروں کی طرح آپ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں (مجھ کو حاضر ہونے میں بھی کچھ عذر نہیں مگر بعض حالات میں ظاہری حاضری سے معاف کیا جانے کا مستحق ہوں) شاید جولائی ۱۸۹۸ء سے پہلے حاضر ہی ہو جاؤں۔ اُمید کہ بارگاہِ قدس سے بھی آپ کو راضی نامہ دینے کے لئے تحریک فرمائی جائے کہ نَسِیَ ولم نجدلہ عزمًا۔ قانون کا بھی یہی اصول ہے کہ جو جرم عمداً و جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابلِ راضی نامہ و معافی کے ہوتا ہے۔ **فاعفوا و اصفحوا انّ اللّٰہ یحبّ المحسنین**‘‘۔

میں ہوں حضور کا مجرم

دستخط (بزرگ) راولپنڈی۔ ۲۹/اکتوبر ۹۷ء

یہ خط بزرگ موصوف کا ہے جس کو ہم نے بعض الفاظ تذلل و انکسار کے

[۱] المؤمن: ۲۹

حذف کر کے چھاپ دیا ہے۔ اِس خط میں بزرگ موصوف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کو اس عاجز کی قبولیت دعا کے بارے میں الہام ہوا تھا اور نیز اِس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے خارجاً بھی آثار خوف دیکھے جن کی وجہ سے زیادہ تر دہشت اُن کے دِل پر طاری ہوئی اور قبولیت دعا کے نشان دکھائی دیئے۔ پس اِس جگہ یہ بات ظاہر کرنے کے لائق ہے کہ ڈپٹی آتھم کی نسبت جو کچھ شرطی طور پر بیان کیا گیا تھا وہ بیان بالکل اس بیان سے مشابہ ہے جو اس بزرگ کی نسبت کیا گیا۔ یعنی جیسا کہ اس عذابی پیشگوئی میں ایک شرط رکھی گئی تھی ویسا ہی اُس میں بھی ایک شرط تھی اور ان دونوں شخصوں میں فرق یہ ہے کہ یہ بزرگ ایمانی روشنی اپنے اندر رکھتا تھا اور سچ سے محبت کرنے کی سعادت اس کے جوہر میں تھی لہٰذا اس نے آثارِ خوف دیکھ کر اور خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اس کو پوشیدہ کرنا نہ چاہا اور نہایت تذلل اور انکسار سے جہاں تک کہ انسان تذلل کر سکتا ہے تمام حالات صفائی سے لکھ کر اپنا معذرت نامہ بھیج دیا۔ مگر آتھم چونکہ نورِ ایمان اور جوہر سعادت سے بے بہرہ تھا اِس لئے باوجود سخت خوفناک اور ہراساں ہونے کے بھی یہ سعادت اس کو میسّر نہ آئی اور خوف کا اقرار کر کے پھر افترا کے طور پر اس خوف کی وجہ اُن ہمارے فرضی حملوں کو ٹھہرایا جو صرف اُسی کے دِل کا منصوبہ تھا۔ حالانکہ اُس نے پندرہ مہینے تک یعنی میعاد کے اندر کبھی ظاہر نہ کیا کہ ہم نے یا ہماری جماعت میں سے کسی نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اگر ہماری طرف سے اس کے قتل کرنے کے لئے حملہ ہوتا تو حق یہ تھا کہ میعاد کے اندر اُسی وقت جب حملہ ہوا تھا شور ڈالتا اور حکام کو خبر دیتا۔ اگر ہماری طرف سے ایک بھی حملہ ہوتا تو کیا کوئی قبول کر سکتا ہے کہ اس حملہ کے وقت عیسائیوں میں شور نہ پڑ جاتا۔ پھر جس حالت میں آتھم نے میعاد گذرنے کے بعد یہ بیان کیا کہ میرے قتل کرنے کے لئے مختلف وقتوں اور مقاموں میں تین حملے کئے

گئے تھے۔ یعنی ایک امرتسر میں اور ایک لدھیانہ میں اور ایک فیروز پور میں تو کیا کوئی منصف سمجھ سکتا ہے کہ باوجود ان تینوں حملوں کے جوخون کرنے کے لئے تھے آتھم اور اس کا داماد جو اکسٹرا اسسٹنٹ تھا اور اس کی تمام جماعت چپ بیٹھی رہتی اور حملہ کرنے والوں کا کوئی بھی تدارک نہ کرتی اور کم سے کم اتنا بھی نہ کرتی کہ اخباروں میں چھپوا کر ایک شور ڈال دیتی اور اگر نہایت نرمی کرتی تو سرکار سے باضابطہ میری ضمانت سنگین طلب کرواتی۔ کیا کوئی دل قبول کرلے گا کہ میری طرف سے تین حملے ہوں اور آتھم اور اس کی جماعت سب کے سب چپ رہیں۔ بات تک باہر نہ نکلے؟ کیا کوئی عقلمند اِس ﴿۷۹﴾ بات کو قبول کرسکتا ہے۔ خاص کر جس حالت میں میرے ناجائز حملوں کا ثبوت میری پیشگوئیوں کی ساری قلعی کھولتا تھا اور عیسائیوں کو نمایاں فتح حاصل ہوتی تھی۔ پس آتھم نے یہ جھوٹے الزام اِسی لئے لگائے کہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر اُس کا خائف اور ہراساں ہونا ہر ایک پر کھل گیا تھا۔ وہ مارے خوف کے مرا جاتا تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آثارِ خوف اس پر اِس طرح ظاہر ہوئے ہوں جیسا کہ یونس کی قوم پر ظاہر ہوئے تھے۔ غرض اُس نے الہامی شرط سے فائدہ اُٹھایا مگر دنیا سے محبت کر کے گواہی کو پوشیدہ رکھا اور قسم نہ کھائی اور نالش نہ کرنے سے ظاہر بھی کر دیا کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کے خوف اور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا۔ لہٰذا وہ اخفائے شہادت کے بعد دوسرے الہام کے موافق جلد تر فوت ہوگیا۔ بہرحال یہ مقدمہ کہ جو اِس خوش قسمت اور نیک فطرت بزرگ کا مقدمہ ہے آتھم کے مقدمہ سے بالکل ہم شکل ہے اور اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس بزرگ کی خطا کو معاف کرے اور اس سے راضی ہو۔ میں اُس سے راضی ہوں اور اس کو معافی دیتا ہوں۔ چاہیے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک شخص اُس کے حق میں دعائے خیر کرے اور اس کو بھی چاہیے کہ آئندہ خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

۵۹ منجملہ خدا تعالیٰ کے نشانوں کے ایک یہ نشان ہے کہ وہ مقدمہ جو منشی محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کی رپورٹ کی بنا پر دائر ہو کر عدالت مسٹر ڈوئی صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ میں میرے پر چلایا گیا تھا جو فروری ۱۸۹۹ء کو اِس طرح پر فیصلہ ہوا کہ اُس الزام سے مجھے بری کر دیا گیا۔ اس مقدمہ کے انجام سے خدا تعالیٰ نے پیش از وقت مجھے بذریعہ الہام خبر دے دی کہ وہ مجھے آخرکار دشمنوں کے بد ارادے سے سلامت اور محفوظ رکھے گا اور مخالفوں کی کوششیں ضائع جائیں گی سو ایسا ہی وقوع میں آیا۔ جن لوگوں کو اِس مقدمہ کی خبر تھی اُن پر پوشیدہ نہیں کہ مخالفوں نے میرے پر الزام قائم کرنے کے لئے کچھ کم کوشش نہیں کی تھی بلکہ مخالف گروہ نے ناخنوں تک زور لگایا تھا اور افسر مذکور نے میرے مخالف عدالت میں بڑے زور سے شہادت دی تھی لیکن جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے قبل اِس کے جو یہ مقدمہ دائر ہو مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے اِطلاع دی تھی کہ تم پر ایسا مقدمہ عنقریب ہونے والا ہے۔ اور اِس اطلاع پانے کے بعد میں نے دعا کی اور وہ دعا منظور ہو کر آخر میری بریت ہوئی۔ اور قبل انفصال مقدمہ کے یہ الہام بھی ہوا کہ تیری عزت اور جان سلامت رہے گی اور دشمنوں کے حملے جو اسی بدغرض کے لئے ہیں اُن سے تجھے بچایا جائے گا☆ اس الہام سے اور ان سب خبروں سے جو پیش از وقت معلوم ہوئیں میں نے ایک جماعت کثیر کو اپنے دوستوں میں سے خبر کر دی تھی۔ چنانچہ ان میں سے اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب

☆ اس الہام سے میں نے اس جگہ کے سرگرم اور متعصب آریہ لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کو بھی قبل از وقت خبر کر دی تھی یعنی جب میں نے ایک سچی گواہی کے لئے ان کو کہا اور ان کی طرف سے انکار کی علامتیں دیکھیں تو تب میں نے کہا کہ تمہاری کچھ بھی پروا نہیں مجھے خدا نے بشارت دے دی ہے کہ اس مقدمہ سے میں تمہیں بچا لوں گا۔ منہ

بھیروی اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر گجراتی اور اخویم سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب حاجی اللہ رکھا تاجر مدراسی اور اخویم مولوی محمد علی صاحب ایم اے وکیل اور اخویم خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے وکیل وغیرہ احباب ہیں جو دو سو سے بھی کچھ زیادہ ہوں گے اور یہ تمام احباب خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ ان کو قبل از وقت اِس مقدمہ کے پیدا ہونے اور آخر بری ہونے کی خبر دی گئی۔اور نہ صرف وہی اِس کے گواہ ہیں بلکہ عین عدالت کے کمرے میں مسٹر برون صاحب اور مولوی فضل دین صاحب وکیلان چیف کورٹ کو بھی اِس سے ایسے موقع پر اطلاع دی گئی جس سے اُن کو بھی ماننا پڑا کہ یہ غیب کی باتیں اور خدا کی پیشگوئیاں ہیں جو آج پوری ہوئیں۔ یہ آخرالذکر وہ دو معزز شخص ہیں جو میرے سلسلہ میں داخل بھی نہیں ہیں یعنی ایک مولوی فضل دین صاحب وکیل چیف کورٹ اور دوسرے مسٹر برون صاحب جو چیف کورٹ کے ایک معزز وکیل اور یوروپین اور مذہب کے عیسائی ہیں اور بری ہونے کے لئے جو پیش از وقت دعا کی گئی تھی وہ رسالہ حقیقت المہدی کے پہلے صفحہ میں ایک شعر میں اِس طرح پر بیان کی گئی ہے۔

خود بروں آ از پئے ابراءِ من
اے تو کہف وملجأ و ماواءِ من

یعنی اے خدا جو تو میری پناہ اور میرا جائے آرام ہے میرے بری کرنے کے لئے آپ تجلّی فرما۔اب دیکھو کہ یہ دعا کیسی قبول ہوئی اور کس طرح میرے مخالفوں کی تمام وہ کوششیں جو مجھے سزایاب کرانے کے لئے کی گئی تھیں برباد گئیں۔

اور یاد رہے کہ یہ پیشگوئی صرف بری کرنے تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ اِس کے تو بہت اجزاء تھے جو بڑی شدومدّ سے پوری ہوگئی یہ مقدمہ پولیس کی

طرف سے کھڑا کیا گیا تھا اور پولیس کی غرض یہ تھی کہ اس میں کوئی سزا یا کم سے کم کوئی سنگین ضمانت ہو جائے۔ منشی محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ کی طرف سے اِس کی بنیاد پڑی اور ہم قبول کرتے ہیں کہ منشی صاحب مذکور نے اپنی سمجھ اور اپنی نیک نیتی کی حدتک اِس طرح پر اپنے فرض منصبی کو ادا کرنا چاہا لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ مجھ سے کوئی حرکت مجرمانہ نہیں ہوئی۔ اِس لئے اُس نے پیش از وقت مجھے تسلی دی اور مجھے خبر دی کہ اِس مقدمہ میں اہل پولیس اپنے اغراض میں ناکام رہیں گے اور محمد حسین ایڈیٹر **اشاعة السُّنّہ** کا آیندہ کے لیے بدزبانی سے منہ بند کیا جائے گا☆۔ اور ابھی مسٹر ڈوئی صاحب عدالت کی کرسی پر اجلاس فرما کر شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کو فہمائش کررہے تھے کہ آیندہ وہ تکفیر اور بدزبانی سے باز رہے۔ اور سید بشیر حسین صاحب اور منشی محمد بخش صاحب ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ عدالت میں حاضر تھے کہ اُسی وقت رسالہ حقیقت المہدی جس کے صفحہ ۱۲ پر یہ پیشگوئیاں ہیں عین عدالت کے کمرہ میں مولوی فضل دین صاحب پلیڈر چیف کورٹ اور مسٹر برون صاحب پلیڈر چیف کورٹ کے ہاتھ میں دیا گیا تھا اور وہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے عدالت کے سامنے ان پیشگوئیوں کو پڑھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس وقت یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور کمرہ سے باہر نکل کر مسٹر

﴿۸۰﴾

☆ یہ عجیب کاروبار قدرت ہے کہ محمد حسین کو مسٹر ڈوئی صاحب نے مقدمہ سے اس غرض سے الگ کردیا تھا کہ جو اس کی نسبت الزام ہے اس کی بعد میں تحقیقات ہوگی لیکن میرے مقدمہ کی اخیر پیشی پر خودبخود محمد حسین بغیر کسی تعلق کے محض تماشا دیکھنے کے لئے حاضر عدالت ہوگیا۔ تب عدالت نے اس کو حاضر پاکر بلاتوقف اس سے اس مضمون کے نوٹس پر دستخط کرالئے کہ آیندہ وہ بدزبانی اور گالیوں اور تکفیر اور تکذیب سے باز رہے گا۔ سو اس کو اس وقت کسی نے بلایا نہیں تھا محض خدا کا ارادہ اس کو کھینچ کر لایا تا اس کا یہ پاک الہام پورا ہو کہ محمد حسین کا منہ بدزبانی سے بند کیا جائے گا۔ منہ

براؤن صاحب نے شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر کو بھی کہا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور ان معزز وکلاء کے منہ سے یہ باتیں جو ان کے عہدہ اور شغل سے کچھ مناسبت بھی نہیں رکھتیں اِس لئے بے ساختہ نکل گئیں کہ انہوں نے کئی پیشیوں میں بچشم خود مشاہدہ کیا تھا کہ میرے سزا دِلانے کے لئے پولیس کی طرف سے (گو نیک نیتی سے) اور نیز شیخ مذکور کی طرف سے کیسی جان توڑ کوششیں ہو رہی تھیں مگر خدا تعالیٰ نے نہ صرف یہ کیا کہ اُن کے تباہ کرنے والے ارادوں سے مجھے بچا لیا بلکہ پیش از وقت مجھے خبر دے دی کہ وہ اِن ارادوں میں ناکام رہیں گے۔ سو اِس صریح صریح پیشگوئی کے دیکھنے سے جو اِس مقدمہ کے انجام کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ان کے دِلوں پر اثر ہوا اور وہ پیشگوئی جو حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ میں درج ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔ انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا وَالّذین ھم محسنون. انت مع الّذین اتّقوا. وانت معی یا ابراھیم. یأتیک نصرتی اِنّی انا الرّحمٰن. یا ارض ابلعی ماء ک. غیض الماء وقُضِیَ الامر. سَلامٌ قولًا من ربّ رّحیم. وامتازوا الیوم ایّھا المُجرمون. انا تجالدنا فانقطع العدوّ واسبابہ. ویلٌ لّھم انّٰی یؤفکون. یعضّ الظّالم علٰی یدیہ ویوثق وانّ اللّٰہ مع الابرار. وانّہٗ علٰی نصرھم لقدیر. شاھت الوجوہ. انّہٗ من اٰیۃ اللّٰہ وانّہٗ فتح عظیم. انت اسمی الاعلٰی. وانت منّی بمنزلۃ محبُوبین. اخترتک لنفسی. قل انّی امرت وانا اوّل المؤمنین ۔ دیکھو صفحہ ۱۲ حقیقت المہدی۔ ترجمہ۔ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے اور تو پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ اور تو میرے ساتھ ہے۔ اے ابراہیم! میری مدد تجھے اِس مقدمہ میں پہنچے گی۔ میں رحمٰن ہوں۔ اے

زمین تو اپنے پانی کو نگل جا۔ یعنی خلاف واقعہ اور فتنہ انگیز شکایتوں کو واپس لے لے کہ وہ قبول نہیں کی جائیں گی اور حاکم اُن کا پابند نہیں ہوگا۔ سو پانی یعنی شکایتوں کا پانی جو اِس مقدمہ کی بنا تھی خشک ہو گیا۔ اور بات کا فیصلہ ہوا یعنی آئندہ اسی طرح تمہارے حق میں فیصلہ ہوگا اور دشمنوں کا منصوبہ نابود ہو جائے گا۔ وہ فیصلہ کیا ہے۔ یہ ہے کہ تو پولیس اور محمد حسین کی شکایتوں کے اثر سے سلامت رہے گا یعنی سلامتی کے ساتھ الزام سے باہر رہے گا۔ یہ خدا کا حکم ہے جو ربّ رحیم ہے یعنی آسمان پر تیری سلامتی اور بریّت کا حکم ہو گیا ہے۔ اب زمین پر بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور حکم دیا گیا کہ مجرم اس سے الگ ہوں یعنی مقدمہ میں مغلوب اور ناکام اور نادم رہیں۔ ہم آسمان سے اُتر کر لڑے یہاں تک کہ دشمن اور اُس کے اسباب کاٹے گئے یعنی جن باتوں کی بنیاد پر مقدمہ کھڑا کیا گیا تھا وہ باتیں عدالت میں کاٹی جائیں گی۔ یعنی قابلِ اعتبار نہیں رہیں گی اور دشمن بھی کاٹے جائیں گے یعنی مغلوب اور ناکام رہیں گے اور عدالت کے کمرہ سے فتح پا کر نہیں نکلیں گے۔ ظاہر ہے کہ پولیس کی طرف سے یہ رپورٹ میری نسبت تھی کہ اِس شخص نے عدالت کے نوٹس کی عہد شکنی کی ہے اور الہام کے ذریعہ سے محمد حسین کو عذاب کی دھمکی دی ہے۔ سو پولس کی مراد اور خوشی اِس بات میں نہ تھی کہ عدالت مجھ کو اس مقدمہ میں بغیر ضمانت اور سزا کے چھوڑ دے اور پولیس نے زور لگانے میں بھی کمی نہیں کی تھی اور خود اُس کا فرض منصبی تھا کہ اپنی پیدا کردہ بات کو ثبوت تک پہنچاوے مگر خدا نے جو دِلوں کو جانتا اور حقیقتوں کا واقف ہے پولس کو اس کی اِس مُراد اور اِرادہ سے صاف ناکام رکھا۔ اسی طرف اشارہ ہے جو اس الہام نے کیا ہے۔ انا تجالدنا فانقطع العدوّ واسبابہ۔ اِس الہام

﴿۸۱﴾

میں خدا تعالیٰ نے یہ جتلایا ہے کہ ہم بھی وکیلوں کی طرح پولیس اور محمد حسین سے لڑیں گے اور آخر فتح ہماری ہوگی اور ہم اُن کے تمام دلائل اور وجوہ اور اسناد اور شہادت کے کاغذات ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیں گے۔ اور پھر بعد اس کے محمد حسین کے حق میں فرمایا کہ ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا یعنی محمد حسین سے اِس قسم کے نوٹس پر دستخط کرائے جائیں گے کہ پھر وہ دشنام دہی اور تکفیر اور تکذیب سے باز رہے گا ☆ پھر فرمایا کہ خدا نیکوں کے ساتھ ہوگا اور وہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ منہ کالے ہو جائیں گے یعنی جو کچھ مقدمہ اُٹھانے والوں کی مراد تھی وہ سخت خجالت کے ساتھ اِس سے محروم رہیں گے اور جو کچھ بعض ان میں سے کہتے تھے کہ ہم یہ کریں گے اور یہ کریں گے خدا ان کو مغلوب کرے گا اور وہ ایسے

☆ یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میری طرف سے بھی اس عہد کے ساتھ دستخط ہیں کہ میں پھر محمد حسین کی موت یا ذلت کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں کروں گا مگر یہ ایسے دستخط نہیں ہیں جن سے ہمارے کاروبار میں کچھ بھی حرج ہو بلکہ مدت ہوئی کہ میں کتاب انجام آتھم کے صفحہ اخیر میں بتصریح اشتہار دے چکا ہوں کہ ہم آئندہ ان لوگوں کو مخاطب نہیں کریں گے جب تک خود ان کی طرف سے تحریک نہ ہو بلکہ اس بارے میں ایک الہام بھی شائع کر چکا ہوں جو میری کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج ہے اور میں ہمیشہ اس الہام کے بعد محمد حسین سے اعراض کرتا تھا اور اس کو قابل خطاب نہیں سمجھتا تھا مگر اس کی چند گندی کارروائیوں اور ایسی بدکارروائی کے بعد جو اس نے جعفر زٹلی کے ساتھ مل کر کی تھی مجھے ضروری طور پر اس کے بارے میں کچھ لکھنا پڑا تھا۔ مجھے یہ بھی افسوس ہے کہ ان لوگوں نے محض شرارت سے یہ بھی مشہور کیا ہے کہ اب الہام کے شائع کرنے کی ممانعت ہوگئی اور ہنسی سے کہا کہ اب الہام کے دروازے بند ہوگئے۔ مگر ذرہ حیا کو کام میں لا کر سوچیں کہ اگر الہام کے دروازے بند ہو گئے تھے تو میری بعد کی تالیفات میں کیوں الہام شائع ہوئے۔ اسی کتاب کو دیکھیں کہ کیا اس میں الہام کم ہیں؟ **منه**

شرمندہ ہوں گے کہ مارے ندامت کے منہ پر سیاہی آ جائے گی۔ اُس روز یہ خدا کا نشان ظاہر ہوگا اور یہ فتح عظیم ہوگی کیونکہ خدا مخالفوں کے تمام منصوبوں کو زیر کرے گا اور نہ صرف اِس لئے فتح کہ وہ مخالفوں کو مغلوب کرے گا بلکہ یہ اس لئے بھی فتح عظیم ہوگی کہ خدا نے اُس آنے والے دِن سے پہلے خبر دے دی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ تو میرے اسم اعلیٰ کا مظہر ہے یعنی ہمیشہ تجھ کو غلبہ ہوگا۔ اور یہ مسیح موعود کی خاص علامت ہے کہ وہ غالب رہے گا۔ اور پھر فرمایا کہ تو میرے پیاروں میں سے ہے میں نے تجھے اپنے لئے چنا تو لوگوں کو کہہ دے کہ میں سب سے پہلا مومن ہوں۔ اور یہ پیشگوئی جو اِس شان وشوکت کے ساتھ کی گئی تھی ۲۴؍فروری ۱۸۹۹ء کو بروز جمعہ پوری ہوگئی۔ اِس پیشگوئی کے پورا ہونے کے بعد محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السُّنہ نے اپنی قدیم عادت کے موافق یہ اعتراض اُٹھایا تھا کہ حکم میں بری کا لفظ نہیں بلکہ ڈسچارج کا لفظ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اِس اعتراض کو اُس نے ایک بڑا اعتراض سمجھا ہے اس لئے اُس نے پیسہ اخبار اور نیز اخبار عام میں اس کو شائع بھی کیا ہے اور اس کی غرض اس سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا عوام پر یہ ظاہر کرے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور اِس طرح پر دھوکہ دے کر ہدایت سے ان کو محروم رکھے۔ لیکن اس کی بدقسمتی سے یہ دھوکہ دہی اُس کی عقلمندوں کے دِلوں پر اثر نہیں کرسکتی بلکہ اِس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد یہ حرکت اُس کی سخت ندامت کا موجب ہوگی۔ یاد رہے کہ انگریزی زبان میں کسی کو جرم سے بَری سمجھنے یا بَری کرنے کے لئے دو لفظ ہیں۔ ایک ڈسچارج۔ دوسرے ایکئٹ۔ ڈسچارج اُس جگہ بولا جاتا ہے کہ جہاں حاکم مجوز کی نظر میں جرم کا ابتدا سے ہی کچھ ثبوت نہ ہو اور عدم ثبوت کی وجہ سے ملزم کو چھوڑا جائے اور ایکئِٹ اُس جگہ بولا جاتا ہے جہاں اوّل جرم

ثابت ہو جائے اور فرد قرارداد جرم لگائی جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی کا ثبوت دے کر اُس الزام سے رہائی پاوے۔ ان دونوں لفظوں میں قانونی طور پر فرق یہ ہے کہ ڈسچارج وہ بریت کی قسم ہے کہ جہاں جرم ثابت نہ ہو سکے اور ایکئٹ وہ بریّت کی قسم ہے کہ جہاں جرم ثابت ہو جانے کے بعد اور فرد قرارداد لکھنے کے بعد آخر میں صفائی ثابت ہو جائے اور عربی میں بریت کا لفظ ان دونوں مفہوموں پر مشتمل ہے جو شخص تہمت سے دور رہے یعنی الزام کا لگنا اس پر ثابت نہ ہو۔ یا الزام لگنے کے بعد اُس کی صفائی ثابت ہو دونوں حالتوں میں عربی زبان میں اس کا نام بَری ہوتا ہے۔ پس جب ڈسچارج کے لفظ کا ترجمہ عربی میں کیا جائے گا تو بجز بَری کے اور کوئی لفظ نہیں جو اِس کے ترجمہ میں لکھ سکیں کیونکہ ڈسچارج کے لفظ سے قانون کا منشاء صرف اِس قدر نہیں ہے کہ یونہی چھوڑا جائے بلکہ یہ منشاء ہے کہ عدم ثبوت کی حالت میں چھوڑا جائے اور اس منشاء کے ادا کرنے کے لئے صرف بری کا لفظ ہے اور یہ عربی لفظ ہے اور فارسی میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو اِس منشاء کو ادا کر سکے۔ رہائی کا لفظ اِس منشاء کو ادا نہیں کرتا محض تسامح کے طور پر بول سکتے ہیں۔ وجہ یہ کہ رہائی کے لفظ کا صرف اِس قدر مفہوم ہے کہ کسی کو چھوڑا جائے خواہ چڑیوں کو پنجرہ میں سے چھوڑا جائے مگر واضعانِ قانون کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ وہ ڈسچارج کے لفظ سے صرف چھوڑنا مراد لیں اور اِس کے ساتھ اور کوئی شرط نہ ہو بلکہ اُن کے نزدیک ڈسچارج کے لفظ میں ضروری طور پر یہ شرط ہے کہ جس شخص کو ڈسچارج کیا جائے اُس پر الزام ثابت نہ ہو یا اُس الزام کا کافی ثبوت نہ ہو۔ اور جبکہ ڈسچارج کے لفظ کے ساتھ مقنّنین کے نزدیک ایک شرط بھی ہے جس کا ہمیشہ فیصلوں میں ذِکر بھی ہوتا ہے تو کسی صورت میں اس کا رہائی ترجمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ رہائی

﴿۸۲﴾

کا لفظ صرف چھوڑنے یا چھوڑے جانے کے معنوں پر اطلاق پاتا ہے اور کوئی زائد امر اِس کے مفہوم میں نہیں۔ پس واضح ہو کہ ڈسچارج کا ترجمہ مقنّنین کے منشاء کے موافق فارسی میں ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اس مفہوم کے ادا کرنے کے لئے صرف بری کا لفظ ہے جو عربی ہے۔ عرب کے یہ دو مقولے ہیں کہ انا بریءٌ من ذالک اور انا مُبرّء من ذالک۔ پہلے قول کے یہ معنے ہیں کہ میرے پر کوئی تہمت ثابت نہیں کی گئی اور دوسرے کے یہ معنے ہیں کہ میری صفائی ثابت کی گئی ہے۔ دیکھو لسان العرب اور تاج العروس اور دوسری لغت عرب کی مبسوط کتابیں جن میں بری کے لفظ کے معنے مختلف تصریفات کے پیرایہ میں کی گئی ہیں اور قرآن شریف میں بھی یہ دونوں تصریفات دو معنوں پر آئی ہیں۔ اوّل فرمایا ہے۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا[۱] الجزو نمبر ۵ سورۃ النساء یعنی جو شخص کوئی خطا یا گناہ کرے اور پھر کسی ایسے شخص پر وہ گناہ لگاوے جس پر وہ گناہ ایک ثابت شدہ امر نہیں تو اُس نے ایک کھلے کھلے بہتان اور گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیا۔ پس اِس جگہ خدائے عزّو جلّ نے بَری کے لفظ سے اُس شخص کو مراد لیا ہے جس پر کوئی گناہ ثابت نہ ہوا ہو اور اگر کوئی ہمارے اِس بیان کی مخالفت کر کے یہ کہے کہ اس جگہ بَری کے لفظ سے یہ معنے مراد نہیں ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ ایسے شخص پر گناہ لگاوے جس نے شہادتوں کے ذریعہ سے عدالت میں اپنا بے گناہ ہونا بپایۂ ثبوت پہنچا دیا ہو۔ اور گواہوں کے ذریعہ سے اپنا پاک دامن ہونا ثابت کر دیا ہو تو یہ معنے سراسر فاسد اور قرآن شریف کی منشاء سے صریح مخالف اور ضد ہیں کیونکہ اگر یہی معنے اِس آیت کے ہیں تو پھر اس صورت میں یہ بڑی خرابی لازم آتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص پر تہمت لگانا کوئی گناہ نہ ہو

[۱] النساء: ۱۱۳

جس پر وہ گناہ ثابت نہیں ہے بلکہ اُسی کی نسبت گناہ ہو جس نے اپنی پاکدامنی پر عدالت میں گواہ دے دیئے ہوں اور اپنا بے قصور ہونا بپایۂ ثبوت پہنچا دیا ہو اور یہ معنے باتفاق تمام گروہِ اسلام باطل ہیں۔ اسی وجہ سے تمام علماء اسلام کے نزدیک ایسے شخص بھی اِس آیت کے مؤاخذہ کے نیچے ہیں جو مستور الحال عورتوں پر زنا کا الزام لگاویں اور گو اُن عورتوں کے اعمال مخفی ہوں مگر اس آیت میں اُن کا نام بَری رکھا کیونکہ شرعی طور پر ان پر جرم کا ثبوت نہیں۔ پس اس نَصّ قرآنی سے ثابت ہوا کہ جس پر شرعی طور پر جرم کا ثبوت نہ ہو وہ بَری ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عرب کی زبان بھی اس کا نام بری رکھتی ہے کیونکہ قرآن سے بڑھ کر محاورات عرب کے جاننے کے لئے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اور اسی آیت کے مفہوم کی مؤیّد قرآن شریف کی وہ آیت ہے جو جزو اٹھارہ[۱۸] سورۃ النّور کی تیسری☆ آیت ہے اور وہ یہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ[۱] یعنی جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور اُس تہمت کے ثابت کرنے کے لئے چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اسی[۸۰] دُرّے مارو اور آیندہ کبھی اُن کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ آپ ہی بدکار ہیں۔ اِس جگہ محصنات کے لفظ کے وہی معنے ہیں جو آیت گذشتہ میں بری کے لفظ کے معنے ہیں۔ اب اگر بموجب قول مولوی محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السُنہ کے بَری کے لفظ کا مصداق صرف وہ شخص ہوسکتا ہے کہ جس پر اوّل فرد قرارداد جرم لگائی جاوے اور پھر گواہوں کی شہادت سے اس کی صفائی ثابت ہو جائے اور استغاثہ کا ثبوت ڈیفنس کے ثبوت سے ٹوٹ جائے تو اِس صورت میں یعنی اگر بَری کے لفظ میں جو آیت ثُمَّ يَرْمِ ﴿۸۳﴾

☆ سہوکتابت معلوم ہوتا ہے ''پانچویں'' ہونا چاہیے۔(ناشر)

[۱] النور :۵

بِهٖ بَرِيْٓـًٔا[1] میں ہے یہی منشاء قرآن کا ہے تو کسی عورت پر مثلاً زنا کی تہمت لگانا کوئی جرم نہ ہوگا۔ بجز اس صورت کے کہ اُس نے معتمد گواہوں کے ذریعہ سے عدالت میں ثابت کر دیا ہو کہ وہ زانیہ نہیں اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ ہزارہا مستور الحال عورتیں جن کی بدچلنی ثابت نہیں حتّٰی کہ نبیوں کی عورتیں اور صحابہ کی عورتیں اور اہلِ بیت میں سے عورتیں تہمت لگانے والوں سے بجز اِس صورت کے مَخلصی نہ پاسکیں اور نہ بری کہلانے کی مستحق ٹھہرسکیں جب تک کہ عدالتوں میں حاضر ہوکر اپنی عفت کا ثبوت نہ دیں حالانکہ ایسی تمام عورتوں کی نسبت جن کی بدچلنی ثابت نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے بارِثبوت الزام لگانے والوں پر رکھا ہے اور ان کو بَری اور مُحصنات کے نام سے پکارا ہے جیسا کہ اسی آیت ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ[2] سے سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر کسی مخالف کو نبیوں کی عورتوں اور ان کے صحابہ کی عورتوں اور تمام شرفا کی عورتوں کی ہماری مخالفت کے لئے کچھ پرواہ نہ ہو تو پھر ذرہ شرم کر کے اپنی عورتوں کی نسبت ہی کچھ انصاف کرے کہ کیا اگر اُن پر کوئی شخص اُن کی عفت کے مخالف کوئی ایسی تہمت لگاوے جس کا کوئی ثبوت نہیں تو کیا وہ عورتیں آیت يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا کی مصداق ٹھہر کر بری سمجھی جاسکتی ہیں اور ایسا تہمت لگانے والا سزا کے لائق ٹھہرتا ہے یا وہ اس حالت میں بری سمجھی جائیں گی جبکہ وہ اپنی صفائی اور پاک دامنی کے عدالت میں گواہ گذرانیں اور جب تک وہ بذریعہ شہادتوں کے اپنی عفت کا عدالت میں ثبوت نہ دیں تب تک جو شخص چاہے ان کی عفت پر حملہ کرے اور ان کو غیر بَری قرار دے کیا آیت موصوفہ بالا میں یعنی آیت يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا میں بَری کے لفظ کا یہی منشاء ہے کہ اس میں گناہ کا ثابت نہ ہونا کافی نہیں بلکہ

[1] النساء:۱۱۳ [2] النور:۵

بذریعہ قوی شہادتوں کے عفت اور صفائی ثابت ہونی چاہیے۔ شرم! شرم! سو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اِس کا ضرور جواب دیں اور اُن کے دوستوں کو بھی اُسی ذات پاک کی قسم دیتا ہوں کہ اُن سے ضرور جواب لیں۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ اور دوسری قسم بَری کی جس میں شخص ملزم اپنی پاکدامنی کا ثبوت دیتا ہے اُس کا نام قرآن شریف میں مُبرّء رکھا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ [1]۔ اب مومنوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ اِس بحث میں خدا تعالیٰ کے فیصلہ کو منظور کرے۔ اور اگر نہیں کرے گا تو وہ اِس آیت کے نیچے آئے گا جو قرآن شریف کی جزو پانچ سورۃ النساء میں ہے اور وہ یہ ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا [2] یعنی اے پیغمبر تمہارے ہی پروردگار کی قسم ہے کہ جب تک یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کردو اُس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ کمال اطاعت اور دِلی رضامندی اور شرح صدر سے اس کو قبول کرلیں تب تک یہ لوگ ایمان سے بے بہرہ ہیں۔ اب فرمایئے شیخ جی! قرآن کریم کیا کہتا ہے۔ مسٹر ڈوئی صاحب کے فیصلہ کے رو سے جو عدم ثبوت جرم کی بنا پر کیا گیا ہے میرا نام قرآن کریم نے بَری رکھا ہے یا نہیں؟ اور کیا آپ کو یہ قرآنی فیصلہ منظور ہے یا نہیں؟ افسوس کہ یہ تمام ندامتیں تعصب اور دروغ گوئی کی شامت سے آپ کو پیش آرہی ہیں۔ پہلے اس سے آپ نے عَجب کے صلہ میں بحث کر کے اور اس بات پر ضد کر کے کہ عَجب کا صلہ صرف مِن آتا ہے لام نہیں آتا۔ کیسی سخت ندامت اُٹھائی تھی۔ اگر آپ اُسی وقت کان کو ہاتھ

[1] النور: ۲۷ [2] النساء: ۶۶

لگاتے اور آیندہ ژاژ خائی اور بیہودہ گوئی سے مجتنب رہتے تو اس میں آپ کی بڑی عزت تھی مگر آپ نے خواہ نخواہ میری نسبت اخبارات میں چھپوا دیا کہ یہ شخص بری نہیں ہوا حالانکہ اِس سے پہلے کپتان ڈگلس صاحب نے ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں ڈسچارج کے معنی بری لکھوائے تھے☆۔ چونکہ مسٹر ڈوئی صاحب نے ڈسچارج کے اُردو میں معنے نہیں لکھوائے تھے تو آپ نے نیش زنی کے لئے اِسی کو غنیمت سمجھا اور اخباروں میں ایک شور مچا دیا۔ اب اِس تحریر کے شائع ہونے کے بعد جس قدر آپ شرمندہ ہوں گے اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے شاید کسی وکیل نے ہنسی سے آپ کو کہہ دیا ہوگا کہ ڈسچارج کے معنے رہائی ہے بریت نہیں ہے۔ لیکن اب آپ بچوں کی طرح اِس سبق کو یاد رکھیں کہ واضعانِ قانون کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ ہر ایک جگہ ڈسچارج کے معنے مطلق رہائی ہے بلکہ جب عدم ثبوت کے محل میں کسی ملزم کو ڈسچارج کرتے ہیں تو ایسے فیصلے میں ڈسچارج کے لفظ سے اِس قسم کی رہائی مراد ہوتی ہے جو بوجہ نہ پانے کسی ثبوت جرم کے ملزم کو ملتی ہے۔ آپ اِس قدر تو ہوش حواس رکھتے ہوں گے کہ اِس بات کو سمجھ سکیں کہ کسی مجسٹریٹ کو اختیار نہیں ہے کہ بغیر کسی وجہ رہائی کے مجرم کو یونہی چھوڑ دے۔ سو آپ کو یاد رہے کہ واضعانِ قانون نے ایک تقسیم دکھلانے کے لئے بریت کے دو مفہوم کے جدا جدا نام بیان کر دیئے ہیں یعنی ایک ڈسچارج جس سے ایسے فیصلوں میں وہ قابلِ رہائی ملزم مراد ہے جو بوجہ عدم ثبوت جرم رہا کیا جاتا ہے جس کو عربی میں بری کہتے ہیں۔ دوسرے ایکئٹ جو صفائی ثابت ہونے کے بعد چھوڑا جاتا ہے جس کو عربی میں مبرّء بولتے ہیں۔ اور یہ قانون کی غلط فہمی ہے کہ ڈسچارج سے

﴿۸۴﴾

☆ افسوس اُس مولوی پر جس سے ایک انگریز عربی کے محاورہ کا زیادہ واقف ثابت ہو۔ **منه**

ہر ایک جگہ مطلق رہا شدہ مراد لیا جائے بلکہ ٹھیک ٹھیک قانون کا منشا یہ ہے کہ تمام ایسے مقدموں میں جہاں ملزم عدم ثبوت میں چھوڑے جاتے ہیں۔ڈسچارج کے لفظ سے ایسا رہا شدہ مراد ہوتا ہے جس پر جرم ثابت نہیں ہوسکا اور وہی ہے جس کو عربی میں بَری کہتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف کی گواہی سے معلوم ہو چکا ہے☆ ہاں چونکہ ڈسچارج کے لفظ کے ترجمہ کرنے والے اِس باریک بحث کو اچھی طرح ادا نہیں کر سکے اِس لئے اُنہوں نے یہ غلطی کھائی ہے کہ ڈسچارج کا ترجمہ بیان کرنے میں ایک ایسے لفظ کو پیش کیا ہے یعنی رہائی کو جو ڈسچارج کے پورے مفہوم کا متحمل نہیں ہوسکتا چونکہ انگریزی ہو یا فارسی یہ ایک ایسی لچر اور ناکمل زبانیں ہیں جو پورے مفہوم کو ادا نہیں کر سکیں اس لئے ترجمہ کرنے والوں کو یہ ٹھوکر پیش آئی اور ان کی ٹھوکر اور بہت سے سادہ لوحوں کی ٹھوکر کا موجب ہوئی۔اگر وہ عربی میں جو ایک بھاری علمی ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہے اِس لفظ کا ترجمہ کرتے اور ڈسچارج کا نام بری رکھتے اور ایکئٹ کا نام مبَرّء رکھتے تو اِس دھوکہ دینے والی لغزش سے محفوظ رہتے اور ہم اب بھی واضعانِ قانون کو یاد دِلاتے ہیں کہ یہ تقسیم سخت قابلِ اعتراض ہے۔اگرچہ ہر ایک شخص کا اختیار ہے کہ جو اصطلاح چاہے قائم کرے لیکن جبکہ عربی میں دو لفظ بری اور مبرّء صاف موجود ہیں جو بمقابل ڈسچارج اور ایکئِٹ نہایت

☆ زبان عرب اور قرآن شریف کے نصوص صریحہ کے رو سے تمام انسان جو دنیا میں ہیں کیا مرد اور کیا عورت بری کہلانے کے مستحق ہیں جب تک کہ ان پر کوئی جرم ثابت نہ ہو۔پس قرآن کے رُو سے بــــری کے معنے ایسے وسیع ہیں کہ جب تک کسی پر کسی جُرم کا ثبوت نہ ہو وہ بری کہلائے گا کیونکہ انسان کے لئے بــــری ہونا طبعی حالت ہے اور گناہ ایک عارضہ ہے جو پیچھے سے لاحق ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے ثبوت درکار رہے۔منہ

موزوں ہیں تو پھر ان تکلفات میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ بعض سادہ لوح قانون اور واضعانِ قانون کی منشاء سے بہت دُور جا پڑے۔
ورنہ حکام کے صدہا فیصلوں کو کھول کر دیکھو کہ وہ اپنی ججمینٹ میں کسی کو ڈسچارج
کرنے سے پہلے یہی لکھتے ہیں کہ چونکہ ارتکاب جرم کا ثبوت نہیں یا یہ کہ الزام ثابت
نہیں یا یہ کہ شہادت کافی نہیں یا یہ کہ وجوہاتِ استغاثہ اطمینان کے لائق نہیں اس لئے
ملزم ڈسچارج کیا جاتا ہے یعنی رہا کیا جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ اِس رہائی کی بنا عدم ثبوت
قرار دیتے ہیں اِس لئے ڈسچارج کے لفظ کا ترجمہ ایسے لفظ کے ساتھ ہونا چاہیے جس
سے یہ شرطی رہائی سمجھی جاتی ہے اور وہ بری کا لفظ ہے۔ لہٰذا یہ بات ایک امر محقق اور
فیصلہ شدہ اور قطعی اور یقینی ہے کہ ڈسچارج کا ترجمہ بَری ہے اور ایکئِٹ کا ترجمہ مبرّء
اور یہی منشاء قانون بنانے والوں کا تھا جس کو ترجمہ کرنے والے تصریح سے بیان نہیں
کر سکے۔ یہ فرق یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بَری وہ ہے جس پر جرم ثابت نہیں اور اُس کے
مجرم ٹھہرانے کے لئے کوئی وجہ پیدا نہیں ہوتی اور مبـــرّء وہ ہے جو اُس کے مجرم
ٹھہرانے کے لئے وجوہ پیدا تو ہوئیں مگر صفائی کے وجوہ نے اُن کو توڑ دیا اور اُن پر
غالب آ گئیں۔ تو اب کیا انصاف ہے کہ ایسے شخص کے لئے جس کا ابتدا سے ہی دامن پاک
نظر آتا ہے اور اُس کے ملزم کرنے کے لئے کوئی وجہ پیدا ہی نہیں ہوئی صرف رہا شدہ
نام تجویز کیا جائے اور اُس کی پاکدامنی کے نور کی طرف جو باوجود مخالفانہ کوششوں
کے بجھ نہ سکا کچھ بھی التفات نہ ہو اور کچھ بھی اِس کا اظہار نہ کیا جائے بلکہ
بلاشبہ انصاف کی روح یہ چاہتی ہے کہ ہر ایک کو اُس کا حق دیا جائے۔ سو جس شخص کی
ایسی نیک چلنی ہے جو اس پر حملہ کرنے کی ہی راہ بند ہے اُس کو عام معنوں کے

لحاظ سے صرف رہا شدہ کہنا سخت ظلم ہے۔ کیا اُس کو کسی نے احسان کے طور پر رہا کیا؟ وہ تو اپنی ذاتی پاک دامنی کی وجہ سے بے جا حملوں سے محفوظ رہا یہاں تک کہ حملہ کی آگ اُس کو چھو بھی نہ سکی اور وہ تو ایک طرح سے دُوسری قسم کے بَری ہونے والے سے اپنی اعلیٰ درجہ کی نیک چلنی کی وجہ سے برتر اور اعلیٰ رہا۔ کیونکہ دوسری قسم کے بَری پر جو انگریزی میں ایکئِٹ کہلاتا ہے یہ زمانہ آ گیا کہ وہ مجرم قرار دیا گیا اور اُس پر فرد قرار داد لگایا گیا اور شاید وہ ایک مدت تک حوالات میں بھی رہا اور شاید اُس کو ہتھکڑی بھی پڑی مگر یہ شخص جو ڈسچارج کیا گیا اِس کی نیک چلنی کی چمک نے اُن تمام ذلتوں سے اُس کو محفوظ رکھا۔ لہٰذا قانون کے وضع کرنے والوں پر یہ تہمت کرنا کہ اُنہوں نے اِس قسم کی بریت کو محض رہائی تصور کیا اور کچھ بھی عزت نہ دی ایک قابلِ شرم بدگمانی ہے۔ ہاں ہم یہ ضرور کہیں گے کہ وہ زبان کے ناکمل ہونے کی وجہ سے یا کسی اور باعث سے اپنی زبان کے لفظ کو جو ڈسچارج ہے واقعی اور صحیح ترجمہ کے پیرایہ میں جس میں حق دار کو اپنا حق پہنچتا تھا ادا نہیں کر سکے۔ اور یہ ایک غلطی ہے جو قلت تدبر سے ظہور میں آئی اور احتمال قوی ہے کہ انگریزی میں صرف ان کو ایسا لفظ ملا جو فقط رہائی کے معنی دیتا تھا۔ سو یہ انگریزی زبان کا قصور ہے جو ان کے آگے ایسا لفظ پیش نہ کر سکی جو ان کے مقصود اور منشاء کو پورے طور پر ادا کر سکتا مگر ہمیں اُن کی منصفانہ طبیعت سے امید ہے کہ جب کبھی اُنہیں اِس غلطی پر اطلاع ہوگی تو اِس کی اصلاح ضرور کر دیں گے۔ ﴿۸۵﴾

ہمارے اِس تمام ثبوت سے جو ہم نے اِس جگہ پیش کیا ہے۔ ہر ایک منصف اور ایماندار معلوم کر لے گا کہ جو شیخ محمد حسین بٹالوی نے محض جھوٹی شیخی کے اظہار کے لئے میری نسبت شائع کیا ہے کہ گویا میں اِس مقدمہ میں کہ جو منشی محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر

بٹالہ نے اُٹھایا تھا بَری نہیں ہوا یہ کس قدر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ ماسوا اِس کے اگر فرض محال کے طور پر قبول بھی کرلیں کہ ڈسچارج کے معنے بری نہیں ہیں اور جو کچھ انگریزی ڈکشنریوں میں اِس لفظ کے معنے بَری لکھے ہیں اُنہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر بھی محمد حسین کی یہ سخت بدقسمتی ہے کہ جس مطلب کے لئے اُس نے یہ تمام تانابانا قانون کی اصل منشاء کو چھوڑ کر بلکہ خدا تعالیٰ کی پاک کلام قرآن شریف کو چھوڑ کر بنایا تھا وہ مطلب تب بھی اُس کو حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ اِس منصوبہ بازی سے اصل مطلب اُس کا یہ تھا کہ تا کسی طرح لوگوں کے دِلوں میں یہ جمادے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیونکہ ڈسچارج کئے گئے ہیں نہ بری۔ اِس مطلب سے وہ ہر طرح پر ناکام اور نامراد ہی رہا کیونکہ وہ پیشگوئی جو رسالہ حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ میں لکھی گئی ہے اُس میں بریت کا لفظ نہیں ہے بلکہ سلام کا لفظ ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ دشمنوں کے اُس حملہ سے اور اُن کی اُس بدغرض سے جو اِس حملہ کی موجب ہوئی محفوظ رکھا جائے گا۔ جیسا کہ صفحہ ۱۲ کی وہ عبارت یہ ہے ’’یأتیک نصرتی انّی انا الرّحمٰن . یاارض ابلعی ماءک غیض الماء وقُضی الامر. سَلامٌ قولاً من ربٍّ رّحیمٍ‘‘۔ یعنی اِس مقدمہ میں میری مدد تجھے پہنچے گی اور میں جو رحمان ہوں رحمت کروں گا۔ اے زمین اپنا پانی نگل جا۔ پانی خشک کیا گیا یعنی شکایتوں کا کچھ اثر باقی نہ رہا۔ اور مقدمہ کا فیصلہ ہوگیا اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ سلام قولًا من ربٍّ رحیمٍ۔ یعنی سلامتی ہوگی اور کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ یہ خدا کا فرمودہ ہے جو پروردگار مہربان ہے یعنی یہ پیشگوئی ہرگز خطا نہیں جائے گی کیونکہ خدا کی طرف سے ہے۔ اب دیکھو اُس جگہ سلام کا لفظ پیشگوئی میں ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ جو مقدمہ اٹھانے سے نقصان رسانی کا ارادہ کیا گیا ہے اور اس پر

ناخنوں تک زور لگایا گیا ہے اِس ارادہ میں مخالف ناکام رہیں گے اور آخر تم سلامت بچ کر چلے آؤ گے۔ اِس جگہ بریت کا لفظ ہی نہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ ظالم شیخ جو حد سے بڑھ گیا ہے اِس پیشگوئی کے چھپانے کے لئے بھی بریّت کے لفظ میں بیہودہ جھگڑا کرے گا۔ سو اُس نے اِس پیشگوئی میں بریت کا لفظ نہ کہا بلکہ بجائے اِس کے سلام کا لفظ رکھ دیا۔ اب غور سے دیکھو کہ اگرچہ اِس مخالفت میں قرآن شریف محمد حسین کو سراسر کاذب اور خائن ٹھہراتا ہے☆ اور اس مقدمہ میں جس بنا پر کہ میں چھوڑا گیا ہوں میرا نام بَـری رکھتا ہے مگر باوجود ایسی کھلی کھلی فتح کے اگر فرض محال کے طور پر یہ مان بھی لیں کہ شیخ محمد حسین اِس مقدمہ میں مجھے بری نہ قرار دینے میں سچا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ صریح جھوٹا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے اصل مقصود سے بے نصیب ہے۔ کیونکہ پیشگوئی میں جس کو ہر ایک شخص حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ اور سطر ۱۱ میں پڑھ سکتا ہے بری کا لفظ موجود نہیں ہے بلکہ **سلام** کا لفظ ہے جو عزت اور جان کے سلامت رہنے پر دلالت کرتا ہے۔

☆ میں محمد حسین کو کچھ الزام نہیں دیتا اور نہ مجھے کچھ ضرورت ہے کہ اس کو کاذب اور خائن کہوں مگر خدا تعالیٰ کا کلام قرآن شریف جس پر وہ ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے اس کو کاذب اور خائن ٹھہراتا ہے۔ کاذب اس لئے کہ خدا تعالیٰ اس صورت کے مقدمہ میں جیسا کہ یہ مقدمہ ہے جس بنا پر کہ فیصلہ پایا شخص رہا شدہ کا نام بری رکھتا ہے اور محمد حسین اس نام کی نفی کرتا ہے سو محمد حسین اگر چاہے تو آپ اقرار کر سکتا ہے کہ ہر ایک شخص جو قرآن کے بیان کے مخالف کچھ بیان کرے وہ کاذب ہے اور خائن اس لئے ہے کہ محمد حسین نے مولوی اور اہل علم کہلا کر ایک کھلے کھلے حق کو چھپایا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی خیانت نہیں کہ جس حقّ الامر کو خود قرآن ظاہر کر چکا ہے اس کو چھپایا جائے۔ **منہ**

اور پھر اس پیشگوئی کے ساتھ دو پیشگوئیاں اور ہیں یعنی اسی صفحہ ۱۲ کی سطر ۱۲ اور ۱۳ میں جس کی عبارت یہ ہے۔ **انا تجالدنا فانقطع العدوّ و اسبابه. یعضّ الظالم علٰی یدیه و یُوثق**۔ یعنی ہم مخالف سے تلوار کے ساتھ لڑے یہاں تک کہ مخالف ٹوٹ گیا یعنی اس کے ہاتھ کچھ باقی نہ رہا اور اُس کے تمام اسباب بھی ٹوٹ گئے اور ظالم یعنی محمد حسین اپنے ہاتھ کاٹے گا اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا۔ اب دیکھو یہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئی ہے جس میں خبر دی گئی کہ مقدمہ اُٹھانے والے اپنی کوششوں میں نامراد رہیں گے اور ان کے تمام وجوہ مقدمہ جو بنائے گئے تھے ٹوٹ جائیں گے۔ اور نیز اِس میں خبر دی گئی ہے کہ محمد حسین بدزبانی کرنے اور کرانے سے بند کیا جائے گا اور آئندہ اُس کی گندی اور ناپاک تحریروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ یہ شخص بدگوئی میں حد سے بڑھ گیا تھا۔ جس شخص کو اس کی گندی تحریروں پر علم ہوگا جو میری نسبت اور میرے اہل بیت آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس شیخ بے ادب تیز مزاج نے سراسر ظلم اور ناحق پسندی کی خصلت سے **اشاعة السنه** میں شائع کی ہیں یا جعفر زٹلی کے اخبار میں شائع کرائی ہیں☆ جو اس وقت تک میرے پاس موجود ہیں اور نیز مثل مقدمہ میں شامل ہو چکی ہیں اس کا دِل بول اُٹھے گا کہ اس شخص کی نوبت کہاں تک بدزبانی میں پہنچی تھی اور پھر کیسی اِس پیشگوئی کے مطابق اس قابل شرم بے حیائی اور دریدہ دہنی سے بند کیا گیا ہے کس کے علم میں تھا کہ یہ گندہ دہنی اور بدزبانی کا سلسلہ اس طرح پر بند کیا جائے گا۔ میں یقین رکھتا

﴿۸۶﴾

☆ اگرچہ نوٹس کے بعد حال تک محمد حسین نے اپنا منہ بند کرلیا ہے مگر بدزبانی کی کارروائی اس کا دوست جعفر زٹلی نوٹس کے بعد برابر کر رہا ہے۔ دیکھو اخبار خادم الهند لاہور ۱۵ ستمبر ۱۸۹۹ء اور ایسا ہی اخبار جعفر زٹلی لاہور۔ **منه**

ہوں کہ ہر ایک شریف جس کی فطرت میں نقص نہ ہو۔ اور جس کے نیک گوہر میں کچھ کھوٹ نہ ہو اور جس کے نجیب الطرفین ہونے میں کچھ خلل نہ ہو۔ وہ کبھی اِس بات پر راضی نہیں ہوگا کہ معزز شرفاء کے بارے میں اور سادات کی شان میں اور اُن پاکدامن خاتونوں کی نسبت جو خاندان نبوت میں سے اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں ایسی گندی گالیاں اور ناپاکی سے بھرے افترا منہ پر لاوے۔ اور دنیا میں کسی قوم میں کوئی ایسا شریف نہیں ہے کہ اگر وہ تمام گندے کاغذ جن کا نام اشاعةُ السُّنہ اُس نے رکھا ہے مع اُن اخباروں کے پرچوں کے جو وقتاً فوقتاً اس شخص کے دوست ہم جنس جعفر زٹلی نے نکالے جن میں یہ گندی باتیں ہیں اُس کے سامنے رکھی جائیں تو وہ یہ رائے ظاہر کر سکے کہ کوئی بھلا مانس اور نیک فطرت اور نیک اصل اور متقی اور شریف ایسی تحریروں کو روا بھی رکھ سکتا ہے قطع نظر اس سے کہ اُس کے ہاتھ سے یہ کلمات شائع ہوں۔ تمام تحریریں اس شخص اور اس کے دوست جعفر زٹلی کی موجود ہیں جس وقت کوئی مانگے میں پیش کر سکتا ہوں۔ یہی شخص ہے جو فرقہء موحّدین کا ایڈوکیٹ کہلاتا ہے۔ پس جبکہ اِس فرقہ کے ایڈووکیٹ کے یہ حالات ہیں تو اُن لوگوں کے حالات جن پر اس کا اثر ہے خود قیاس کرلیں۔ میں اس شخص کی سخت بدزبانیوں اور گندہ دہنیوں سے سخت مظلوم اور ضرر رسیدہ ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی تقریب سے پھر عدالت ان کاغذات پر غور کرے جو مِثل میں شامل ہو چکے ہیں جو اِس شخص کے طریق اور رویہ کا نمونہ ہیں۔

میں اِس سے زیادہ نہیں کہوں گا اور اب مخالفوں میں سے کس دِل پر مجھے اُمید ہوسکتی ہے کہ وہ ان تمام گندے اور فحش اور بدزبانی کے الفاظ پر اطلاع پا کر کلمۃ الحق کہے۔ میرا تمام شکوہ خدا تعالیٰ کی جناب میں ہے اور مجھے اس پر

ایمان ہے کہ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ [1]۔

اب اِس جگہ اِس تحریر سے صرف یہ مقصود ہے کہ کس اعلیٰ درجہ کی یہ پیشگوئی ہے کہ قبل اس کے کہ کچھ بھی علم ہو کہ مجسٹریٹ کا اخیر حکم کیا ہوگا خدا تعالیٰ نے اپنے پاک الہام کے ذریعہ سے اس حکم سے ایسے وقت میں اطلاع دے دی کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ اُس وقت خود مجسٹریٹ کو بھی معلوم نہ ہوگا کہ میں یہ حکم دوں گا اور پھر اِس بات سے بھی اطلاع دے دی کہ جو استغاثہ کے کارکنوں نے میرے ماخوذ کرانے کے لئے اسباب اور وجوہ اکٹھے کئے تھے وہ بیکار جائیں گے اور خدا مجھے ان سے بچالے گا۔ اور پھر اس الہام کی چودھویں سطر میں یہ بھی پیش از وقت بیان کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے منہ کالے ہوں گے جن کی یہ مراد تھی کہ یہ شخص پکڑا جائے اور اس کو عدالت سے سزا ہو۔ اور خدا ان پر فتح بخشے گا۔ چنانچہ الہام کے یہ لفظ ہیں۔ **شاھت الوجوہ انّہ من اٰیۃ اللّٰہ و انّہ فتح عظیم** یعنی منہ کالے ہوں گے یہ خدا کا نشان ہے اور فتح عظیم ہے۔

اب انصاف کرکے دیکھو کہ اِس سے زیادہ اور کیا پیشگوئی ہوگی کہ حاکم مجوز مقدمہ کا منشاء جو قبل از وقت خود حاکم کو بھی معلوم نہیں ہوتا وہ اس میں اخیر حکم سے پہلے بتلایا گیا ہے۔ ہاں اگر یہ کہو کہ ممکن ہے کہ یہ تمام الہامات حکم کے بعد لکھے گئے ہوں تو اِس کے ثبوت کے لئے یہ کافی ہے کہ میری یہ کتاب حقیقت المہدی حکم اخیر سے پہلے شائع ہو چکی تھی اور خود ایک نسخہ گورنمنٹ میں پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ سرکاری رجسٹروں سے اِس بات کا کامل ثبوت مل سکتا ہے۔ دوسرے ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ حکم اخیر سے پہلے عین عدالت کے کمرہ میں میں نے یہ کتاب اپنے وکیلوں مسٹر برون صاحب اور مولوی فضل دین صاحب پلیڈران ﴿۸۷﴾

[1] الزلزال : ۸،۹

	چیف کورٹ کو دی تھی اورانہوں نے پڑھ کر کہا تھا کہ یہ پیشگوئی صفائی سے پوری ہوگئی۔ چنانچہ مسٹر برون صاحب اور مولوی فضل دین صاحب حلفاً یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ ان کو پیش از وقت اِس پیشگوئی پر اِطلاع ملی۔
۶۰	جب میرے پر ٹیکس لگایا گیا اور اس پر عذر داری کی گئی تو ہم چھوٹی مسجد میں جو ہماری کھڑکی کے ساتھ ہے بیٹھ کر کل آمدن اور خرچ کا حساب کر رہے تھے اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور ایسا ہی کئی اور جماعت کے لوگ وہاں موجود تھے۔ اور خواجہ جمال الدین صاحب بی اے اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کاغذات حساب آمد و اخراجات کے متعلق کچھ دیکھ رہے تھے تو اُس وقت مجھ پر ایک کشفی حالت طاری ہوکر دکھایا گیا کہ ہندو تحصیلدار بٹالہ جس کے پاس یہ مقدمہ ٹیکس کا تھا بدل گیا اور اس کے عوض مَیں نے ایک اور شخص کرسی پر بیٹھے دیکھا جو مسلمان تھا اور اِس کشف کے ساتھ بعض امور ایسے ظاہر ہوئے جو نیک انجام اور فتح کی بشارت دیتے تھے۔ تب میں نے اُسی وقت یہ کشف حاضرین کو سنا دیا اور اُن کو پورے طور پر تسلی دی کہ اس مقدمہ کا انجام بخیر ہوگا اور کسی ایسے آدمی مسلمان کے یہ کام سپرد ہوگا کہ وہ انصاف کو ملحوظ رکھ کر پوری تفتیش کر دے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ایسا ہوا کہ ہندو تحصیلدار یکایک بدل گیا اور اُس کی جگہ میاں تاج الدین صاحب جواب تحصیلدار بٹالہ ہیں آئے اور انہوں نے نیک نیتی اور آہستگی اور انصاف اور پوری کوشش اور تفتیش سے اصل حقیقت کو دریافت کر لیا اور جو کچھ تحقیقات کے رُو سے حق حق ان کو معلوم ہوا بذریعہ رپورٹ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ مسٹر ڈیکسن صاحب کی خدمت میں اطلاع دے دی۔ اور نیک اتفاق یہ ہوا کہ صاحب موصوف بھی

زیرک اور انصاف پسند اور نیک نیت تھے اُنہوں نے لکھ دیا کہ مرزا غلام احمد کا ایک شہرت یافتہ فرقہ ہے جن کی نسبت ہم بدظنی نہیں کر سکتے یعنی جو کچھ عذر کیا گیا ہے وہ واقعی اور درست ہے اس لئے ٹیکس معاف اور مثل مقدمہ داخل دفتر ہو۔ یہ ایک ایسی پیشگوئی تھی کہ قبل از انجام مقدمہ ایک جماعت کثیر کو سنا دی گئی تھی کیونکہ ہمارے یہاں پیشگوئیوں کے لئے یہ ایک قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی کے طور پر ظاہر ہوتا ہے فی الفور تمام جماعت کو اس سے اطلاع دی جاتی ہے اور جو لوگ حاضر نہیں ہوتے اُن کو بذریعہ خطوط مطلع کیا جاتا ہے۔ سو ایسا ہی اس پیشگوئی میں بھی کیا گیا۔ تمام وہ معزز مخلصین زندہ موجود ہیں جن کو یہ پیشگوئی سنائی گئی تھی اور وہ حلفاً اِس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔	
شروع اکتوبر ۱۸۹۷ء میں مجھ کو دکھایا گیا کہ میں ایک گواہی کے لئے ایک انگریز حاکم کے پاس حاضر کیا گیا ہوں اور اُس حاکم نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے۔ لیکن جیسا کہ شہادت کے لئے دستور ہے مجھے قسم نہیں دی اور پھر ۲۱/ جمادی الاوّل ؎☆ میں مطابق ۸/ اکتوبر ۱۸۹۷ء مجھے خواب میں دِکھایا گیا کہ اس مقدمہ کا سپاہی آ گیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا جیسا کہ یہ خواب دیکھی تھی اور سپاہی ایک سمن لے کر آیا اور معلوم ہوا کہ ایڈیٹر اخبار ناظم الہند ساکن لاہور نے مجھے گواہ لکھوا دیا ہے جس پر مولوی رحیم بخش پرائیویٹ سیکرٹری نواب بہاولپور نے لائبل کا مقدمہ ملتان میں کیا تھا اور میں نے گواہی کے لئے ملتان میں ہی جانا تھا پس جب میں حسب ہدایت اس سمن کے ملتان میں پہنچا اور عدالت میں گواہی کے لئے حاضر	۶۱

☆ نقل مطابق اصل۔ ۱۳۱۵ھ بنتا ہے۔ (ناشر)

ہوا تو جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا سب کچھ ویسا ہی ظہور میں آیا اور حاکم کو کچھ ایسا سہو ہوگیا کہ وہ مجھے قسم دینا بھول گیا اور جب میرا اظہار ہو چکا تو اُس وقت اُس کو قسم دینا یاد آیا اور فرض قانون پورا کرنے کے لئے پھر مجھ سے قسم لی۔ اِس نشان کے کچھ ایک دو گواہ نہیں بلکہ ایک گروہ کثیر میری جماعت کے لوگوں کا گواہ ہے جن میں سے خواجہ کمال الدین صاحب بی اے پلیڈر اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر اور اخویم مولوی حکیم نوردین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ہیں۔ اب دیکھتے جاؤ اور غور کرتے جاؤ کہ کیا یہ انسان کے کام ہیں اور کیا کسی سچے اہل فراست کے دل میں گذر سکتا ہے کہ جو لوگ صدہا کوس سے ہدایت پانے کے لئے میرے پاس آتے ہیں اور سچائی کی تلاش میں صدہا روپیہ میری رضامندی کے لئے خرچ کرتے ہیں اور میرے لئے اپنے عزیزوں اور خویشوں اور دوستوں کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ وہ اس گندی اور پلید کارروائی کو مجھ سے دیکھ کر کہ میں جھوٹے گواہ ان کو قرار دوں اور جھوٹ بولنے کے لئے اُن کو مجبور کروں۔ پھر بھی یہ تمام گند دیکھ کر صدق دِل سے میرے ساتھ رہ سکیں اور اپنے مالوں کو میری راہ میں فدا کرنے کے لئے طیار ہوں اور اپنی جانوں کو میرے لئے مصیبت میں ڈالیں اور اپنی عزت کو خاک میں ملاویں آخر آپ لوگ بھی تو انسان ہیں کیا آپ لوگوں کا کانشنس یہ فتویٰ دیتا ہے کہ آپ لوگ اپنے کسی گُرو یا پیر کی ایسی تعلیم کے بعد جو سراسر بدکاری اور افترا اور دروغ بافی پر مبنی ہو پھر اُس کو مقدس اور راستباز قرار دیں اور وہ آپ سے ﴿۸۸﴾ جھوٹی گواہیاں دلانا چاہے تو اُس کو خواہ نخواہ ولی اور کراماتی بنانے کے لئے جھوٹ بھی بول دیں اور پھر اُس کی ایسی خبیث کارروائیوں کے ساتھ اُس کو اچھا آدمی سمجھتے رہیں۔

پس جبکہ تم اپنے نفسوں کو ایسا نہیں پاتے تو پھر کیوں دوسروں پر اس قدر بدگمانیاں کرتے ہو کہ وہ ایسے احمق اور دیوانے ہوگئے ہیں کہ وہ میرے لئے قرآن شریف اُٹھا کر اور بصورت کذب اپنے فرزندوں کی ہلاکت کی دعا کر کے میرے لئے گواہی دیں۔ اور ایسے آدمی نہ ایک نہ دو بلکہ کئی ہزار ہوں کبھی دنیا میں ہوا یا ہوسکتا ہے کہ صدہا معززین نے جو اہل علم اور اہل عقل اور اہلِ مرتبہ ہوں اپنے کسی ایسے گرو یا پیر کے لئے جو بات بات میں دروغ گو اور مفتری اور کذاب ہو اِس طرح پر اپنے ایمان کو برباد کیا ہو۔ سو بھائیو کچھ تو سوچو کچھ تو خدا تعالیٰ کے لئے خوف کرو خدا کی رحمت سے کیوں نا اُمید ہوتے ہو۔ یقیناً سمجھو کہ اگر یہ انسان کا کاروبار ہوتا تو ایسے مفتری انسان کو ہر ایک پہلو سے کبھی مدد نہ پہنچ سکتی۔ کیا تمہیں طاقت ہے کہ جن ثبوتوں اور شائع شدہ تحریروں اور حلفی شہادتوں کے ساتھ یہ نشان ثابت ہوگئے ہیں اِس کی نظیر اِسی تعداد اور کیفیت کے ساتھ پیش کرسکو۔ دیکھو میں تمہیں پہلے سے کہتا ہوں کہ تم ہرگز نہیں پیش کرسکو گے اگرچہ تم تدبیریں کرتے کرتے مر بھی جاؤ کیونکہ تمہارے ساتھ خدا نہیں ہے اور تمہاری دعائیں آسمان پر نہیں جاتیں۔ پس سوچو کہ اعجاز اور کیا ہوتا ہے یہی تو ہے کہ تم کروڑوں ہو کر ایک شخص کے مقابل پر عاجز ہو۔ قرآن کو کھول کر دیکھو کہ وہ جو سچا اور قادر خدا ہے وہ مومنوں کو وعدہ دیتا ہے کہ ہمیشہ اُن کا غلبہ ہوگا مگر تمہارا فرضی خدا کیسا خدا ہے کہ ہر ایک میدان میں تمہیں شرمندہ کرتا ہے۔ اُس نے تمہیں خاک میں ملا دیا اور تمہاری کچھ بھی مدد نہ کی۔ دیکھو تم اس بات کو کب چاہتے تھے کہ زمین پر ایسے بڑے نشان میرے ہاتھ سے ظاہر ہوں جن کا تم مقابلہ نہ کرسکو۔ اور تم اس بات کو کب چاہتے تھے کہ آسمان پر میری تصدیق کے لئے رمضان میں خسوف کسوف ہو

یعنی روزوں کے مہینے میں چاند گرہن اور سورج گرہن ہو مگر تمہاری بدقسمتی سے یہ دونوں باتیں ظہور میں آ گئیں۔ اگر خدا تمہارے ساتھ ہوتا تو یہ متواتر ندامتیں تمہیں کیوں پہنچتیں۔ میرے نشانوں کے لئے اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا کہ کم سے کم ہزار متدیّن نیک چلن میری جماعت میں سے قسم اُٹھا کر اور قرآن شریف ہاتھ میں لے کر یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ اُنہوں نے میرے نشان اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ اور اگر میری جماعت سے قطع نظر کر کے اور لوگوں کی گواہیاں بھی طلب کی جائیں جو میری جماعت میں سے نہیں ہیں بلکہ بعض ہندو اور بعض عیسائی اور بعض سکھ اور بعض مخالف العقیدہ مسلمان ہیں تو میں اِس بات کا ثبوت دے سکتا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ بات کہتا ہوں کہ اگر وہ تمام گواہ عرفات کے میدان میں کھڑے کئے جائیں جو میرے نشانوں کے مشاہدہ کے گواہ ہیں یعنی اس میدان میں کھڑے کئے جائیں جہاں بیت اللہ کے حج کرنے کے دِنوں میں دنیا کے تمام حاجی کھڑے ہوتے ہیں تو وہ تمام میدان اُن گواہوں سے بھر جائے اور بہت سے باقی رہیں جو اُس میں سما نہ سکیں تو اب بتاؤ کہ کیا اِس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ثبوت ہوسکتا ہے اور بیان کرو کہ اب اس بات میں کونسی کسر باقی رہ گئی کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ براہین احمدیہ میں یہ الہام موجود ہے کہ خدا آسمان سے بھی نشان دکھلائے گا اور زمین سے بھی۔ سو اب خدا کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور گواہی دو کہ اس الہام کے مطابق جو میرے ان تمام نشانوں سے ایک زمانہ دراز پہلے بلکہ بیس برس کے قریب پیشتر شائع ہو چکا ہے کیسے کیسے رُعبناک خدا نے نشان دکھلائے۔ آسمان پر سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں تاریک کیا تا حدیث کی پیشگوئی کے رُو سے انسانوں پر حجت پوری کرے اور زمین پر

بعض دُعائیں لوگوں کی عافیت کے لئے یا بدزبان لوگوں کے عذاب کے لئے منظور فرمائیں تا مستجاب الدعوات ہونا جو ولایت کی نشانی ہے بپایۂ ثبوت پہنچ جاوے۔

بعض نا منصف جن کو خدا تعالیٰ کا خوف نہیں خدا کے بندوں کو دھوکہ دینے کے لئے بے سروپا افترا شائع کرتے ہیں جن سے اُن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے دعویٰ مسیح موعود کی کسرِ شان کریں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ کسی زمانہ میں فلاں شخص نے بھی مہدی یا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اِس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا میرے دعوے کو لوگوں کی نظر میں خفیف اور ہیچ ٹھہراویں۔ لیکن ان لوگوں میں اگر کچھ بھی حق پسندی اور انصاف کا مادہ ہوتا تو یہ لوگ سوچتے کہ بے ثبوت دعویٰ کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔ اگر فرض کے طور پر مان بھی لیا جائے کہ مجھ سے پہلے کسی زمانہ میں کسی نے مسیح موعود یا مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا یا اب کرتا ہے تو ایسے بے ثبوت دعوے تو خدا تعالیٰ کے اُن نبیوں کے زمانہ میں بھی ہوتے رہے ہیں جن کی نبوت کو یہ لوگ مانتے ہیں لیکن اُن دعووں کی سچائی کی نہ آسمان نے گواہی دی اور نہ زمین نے اور وہ لوگ بہت جلد ذلیل اور تباہ ہوگئے اور ان کی جماعتیں متفرق ہوگئیں اور وہ پاک نبیوں کی طرح نشان نہ دکھلا سکے۔ پس اگر سچائی کی عزت اور عظمت میں ایسی بیہودہ نکتہ چینیوں سے کچھ خلل آ سکتا ہے تو پھر نعوذ باللہ کسی نبی کی نبوت اور کسی رسول کی رسالت قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ ایسا تو کوئی بھی نبی نہیں جس کے مقابل پر جھوٹوں نے دعوے نہ کئے ہوں۔ پس ایسے اعتراض محض جہالت اور تعصب سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں جو شخص دِل کے اخلاص سے سچائی کا طالب ہے اُس کا یہ حق ہے کہ اپنے دل کی تسلی

﴿۸۹﴾

کے لئے آسمانی نشان طلب کرے۔ سو اِس کتاب کے دیکھنے سے ہر ایک طالبِ حق کو معلوم ہوگا کہ اِس بندہ حضرت عزت سے اُسی کے فضل اور تائید سے اِس قدر نشان ظاہر ہوئے ہیں کہ اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں افرادِ اُمت میں سے کسی اور میں ان کی نظیر تلاش کرنا ایک طلب محال ہے۔ مثلاً انہی نشانوں کو جو اِس کتاب تریاق القلوب میں بطور نمونہ بیان کئے گئے ہیں ذہن میں رکھ کر پھر ہر ایک چشتی قادری نقشبندی سہروردی وغیرہ میں ان کی تلاش کرو اور تمام وہ لوگ جو اِس اُمت میں قطب اور غوث اور ابدال کے نام سے مشہور ہوئے ہیں ان کی تمام زندگی میں ان کی نظیر ڈھونڈو پھر اگر نظیر مل سکے تو جو چاہو کہو ورنہ خدائے غیور اور قدیر سے ڈر کر بیبا کی اور گستاخی سے باز آجاؤ۔ عجب نہیں کہ بعض جاہل اس جگہ یہ کہیں کہ وہ کرامتیں جو ہمارے مشائخ اور پیروں کی مشہور ہیں اس شخص نے کہاں دکھلائی ہیں جیسا کہ حضرت سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے بارہ[۱۲] برس کی کشتی غرق شدہ دریا میں سے نکالی یعنی تمام لوگوں کو جو دریا میں مر چکے تھے نئے سرے زندہ کیا۔ اور ایک مرتبہ فرشتہ ملک الموت حضرت موصوف کے کسی مُرید کی جان نکال کر لے گیا تھا تو آپ نے اُس مرید کی ماں کی گریہ وزاری پر رحم کر کے فی الفور آسمان کی طرف پرواز کیا اور ابھی فرشتہ پہلے آسمان تک نہیں پہنچا تھا کہ آپ نے اُس کو پکڑ لیا اور اُس سے اپنے مرید کی رُوح واپس دینے کے لئے درخواست کی۔ تب فرشتہ نے کچھ لیت ولعل کیا تو آپ جلال اور غضب میں آگئے اور ایک لاٹھی جو آپ کے ہاتھ میں تھی ملک الموت کی پنڈلی پر ماری اور ہڈی کو توڑ دیا اور اُس کی زنبیل جس میں انسانوں کی جانیں بھری تھیں جو اُس دِن کی کارروائی تھی چھین لی اور تمام روحوں کو چھوڑ دیا تب ساری رُوحیں اُس دن

اپنے اپنے بدنوں میں واپس آ کر زندہ ہوگئیں اور اُس مرید کی روح بھی بدن میں واپس آ کر وہ مرید بھی زندہ ہوگیا۔ تب فرشتہ روتا ہوا خدا تعالیٰ کے پاس گیا اور قصہ بیان کیا اور اپنی پنڈلی ٹوٹی ہوئی دکھلائی تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے اچھا نہیں کیا کہ عبدالقادر میرے پیارے کو رنجیدہ کیا اور یہ کام تو اُس کا ایک ادنیٰ کام ہے اگر وہ چاہتا تو تمام اُن روحوں کو جو ابتداءِ دنیا سے مرتی چلی آئی تھیں ایک دم میں زندہ کر دیتا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ جب فرشتہ نے جناب الٰہی میں رو رو کر یہ فریاد کی تو خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ چپ رہ۔ عبدالقادر اپنے کاموں میں قادر مطلق ہے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج ہوا تو آپ نور کے صدہا پردے عبور کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچے صرف ایک پردہ باقی رہا تو آپ نے عرض کی کہ یا الٰہی میں تو اِس قدر مشقت اُٹھا کر محض دیدار کے لئے آیا تھا مگر اِس جگہ ایک پردہ درمیان میں حائل ہے میرے پر رحم فرما اور یہ پردہ درمیان سے اُٹھا دے تا مجھے دیدار نصیب ہو تب اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر پردہ درمیان سے اُٹھا دِیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ جس کو خدا سمجھے بیٹھے تھے وہ حضرت علی ہی ہیں۔ پھر یہ سنا کر کہا جاتا ہے کہ مرتضیٰ علی کی یہ شان ہے شیخین کو اُن سے نسبت ہی کیا اور ایسی ہی اور کرامات بھی بہت ہیں جو اِس زمانہ کے جہلاء پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن اِن تمام باتوں کا جواب یہ ہے کہ یہ کرامات نہیں ہیں اور نہ اثبات اشیاء کے قاعدہ کے رو سے ان کا کچھ ثبوت ہے بلکہ جاہل مریدوں اور معتقدوں نے افترا کے طور پر یہ تمام باتیں بنائی ہیں جن میں سے بعض تو صریح کفر ہیں اور اگر بغیر کسی ثبوت کے ہر ایک رطب یابس کو یونہی مان لینا ہے تو پھر ہندوؤں نے کیا گناہ کیا ہے کہ اُن کے دیوتاؤں کے عجائبات نہیں ماننے

جاتے ۔ یہ کس قدر بڑی کرامت ہے کہ مہادیو کی لٹوں میں سے گنگا نکلی اور کرشن جی نے کیا کیا کرشمے دِکھلائے ۔ لہٰذا یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمیشہ سے دنیا میں یہ طبعی خاصہ ہے کہ اکثر افراد بنی آدم کے جھوٹ اور افترا اور مبالغہ کی طرف مائل ہو جایا کرتے ہیں ۔ انہی فتنوں کی وجہ سے تو شواہد عدل اور رؤیت کی شہادتوں کی حاجت پڑی ۔ پس ظاہر ہے کہ اگر کسی سنی یا شیعہ کے ہاتھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایسے روشن ثبوتوں اور رؤیت کی شہادتوں کے ساتھ جیسا کہ ہم نے اپنے نشان پیش کئے کسی اپنے بزرگ کی کرامتیں ہوتیں تو اتنی مدت تک وہ ہرگز خاموش نہ بیٹھ سکتے ۔ ایک زمانہ ہوا کہ ہم نے بارہا ان لوگوں کو قسمیں دیں کہ اگر آپ لوگوں کے پاس ان نشانوں کی نظیر موجود ہے تو ضرور پیش کیجئے مگر کوئی بھی پیش نہ کر سکا اور ظاہر ہے کہ بغیر ثبوت کے جو کچھ بیان کیا جائے وہ قبول کے لائق نہیں بلکہ ایسے قصے جو ناولوں کی طرح طبیعت خوش کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں کرامت کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتے افسوس کہ یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ یہ لوگ دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں کر سکتے اور اگر کسی دعوے پر دلیل پوچھی جائے تو ایک اور دعویٰ پیش کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ دعویٰ کس کو کہتے ہیں اور دلیل کس کو ۔ بھلا اگر اس سے پہلے بھی کسی نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو آؤ ہمیں بتاؤ ہم سننے کو طیار ہیں کہ آسمان نے ان کی سچائی پر کون سی گواہی دی ۔ کیا کبھی ان کے زمانہ میں بھی رمضان میں سورج گرہن اور چاند گرہن ہوا اور ثبوت دو کہ انہوں نے کون کون نشان دکھلائے اور وہ گواہ پیش کرو جنہوں نے اُس زمانہ میں اُن نشانوں کو دیکھا اور اِس بات کی تصدیق کی کہ درحقیقت اُن سے آسمانی نشان ظہور میں آئے جن کو انہوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا لیکن بغیر ثبوت کے صرف دعووں کو پیش کرنا

﴿۹۰﴾

محض قابل افسوس خیال ہے۔ ہم کب اِس سے انکار کرتے ہیں کہ شریر لوگ ہمیشہ صادقوں کے مقابل پر جھوٹے دعوے کرتے رہے ہیں۔ تحقیق طلب تو یہ امر ہے کہ ایسے مدعیوں نے آسمانی نشان بھی دکھلائے یا نہیں۔ میں نے ایسے نشان دِکھلائے ہیں کہ جنہوں نے اِس زمانہ کے علماء اور فقراء کا منہ بند کر دیا ہے اور کوئی مخالف ان کا مقابلہ نہیں کر سکا بلکہ ایک ندامت کے ساتھ چپ رہ گئے۔ اب ذرہ بتلاؤ کہ کیا اس سے پہلے یہ ندامت کسی کے مقابل پر کسی زمانہ میں علماء اسلام کو پیش آئی۔ بلکہ وہی لوگ مخذول اور ذلیل ہوتے رہے جنہوں نے ایسے جھوٹے دعوے کئے۔ تو اب طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِس زمانہ میں علماء اسلام کو یہ خجالتیں کیوں پیش آئیں یہاں تک کہ نہ وہ بالمقابل قرآن شریف کے معارف بیان کر سکے اور نہ عربی زبان میں کچھ فصیح بلیغ لکھ سکے اور نہ آسمانی نشانوں کے مقابل پر کوئی نشان دکھلا سکے۔ کیا خدا مومنوں کی نُصرت کرتا ہے یا کافروں کی۔ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ قرآن شریف میں کس گروہ کی نُصرت اور مدد کا وعدہ ہے اور الہامی بشریٰ کن کو انعام دیا جاتا ہے۔ کوئی اُٹھے اور ہمیں اس بات کا ثبوت دے کہ میری طرح کبھی کوئی مفتری اور کذاب مجھ سے پہلے کسی زمانہ میں میدان میں کھڑا ہوا اور اُس نے علماء وقت کے مقابل پر وہ نشان اور وہ تائیداتِ سماوی پیش کیں جن سے مخاطبین دنگ اور لاجواب رہ گئے۔ اور کوئی بھی ان میں سے مقابلہ میں نہ آسکا۔ بھلا اگر سچے ہو تو ایسے کسی مہدی کا نام تو بتلاؤ جس نے میری طرح تمام علماء اور فقراء اور گدی نشینوں کو مغلوب اور عاجز کیا ہو اور اس کے مقابل پر اُن سے کچھ بھی نہ بن پڑا ہو۔ میں تو اِس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ علماء اسلام اور فقراء اسلام اگر اپنی بحث میں راستی پر ہوں اور متقی اور پرہیزگار ہوں تو کبھی کسی سے دینی بحث اور تائید الٰہی کے امور میں

مغلوب نہیں ہو سکتے بلکہ ہمیشہ نصرت اُنہی کے لئے آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ حتمی وعدہ ہے کہ مومن جو دراصل مومن اور راستی پر ہیں ہمیشہ منصور اور مظفر رہیں گے اور کسی کافر دجال سے نیچا نہیں دیکھیں گے تو پھر کیا سبب ہے کہ اب مومنوں نے نعوذ باللہ ایک کافر دجال سے نیچا دیکھا یعنی وہ شخص جو اُن کی آنکھ میں کافر اور دجال اور کذاب ہے اس کے مقابل پر ٹھہر نہ سکے۔ دعائیں اُسی کی قبول ہوئیں۔ علم غیب اُسی کو عطا ہوا۔ آسمانی نشان اسی سے ظاہر ہوئے۔ فہم قرآن اُسی کو دیا گیا۔ خدا کی تائیدیں اُسی کے شامل حال ہوئیں اور مومن اُس کے مقابل پر کچھ بھی نہ دکھلا سکے۔ پس یہ کیا بات ہے۔ یہ گنگا اُلٹی کیوں بہنے لگی۔ کیا خدا کے وعدوں میں تخلّف پیدا ہو گیا کہ مومن ہمیشہ منصور اور مظفر رہیں گے یا وہ وعدے صرف پہلے زمانوں تک محدود تھے اور اب اُن کا عمل درآمد جاتا رہا۔ اور اگر کوئی مولوی یا فقیر یا گدی نشین یہ اعتراض پیش کرے کہ کس نے ہمیں بلایا جو ہم نہیں آئے۔ اور کس نے پوچھا جو ہم نے جواب نہ دیا۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ ہماری کتابیں اور ہمارے اشتہارات دیکھیں کہ ہم نے صدہا اشتہار اس بارے میں شائع کئے اور یہ مجموعہ نشانوں کا بھی ہم نے اِس غرض سے اس جگہ لکھا ہے کہ ہر ایک شخص ان نشانوں کو پڑھ کر اپنے دل میں سوچے کہ اب تک کس نے ان نشانوں کے مقابل اپنے نشان دکھلائے اور خدا نے کس کی اس قدر تائید کی؟ کیا ہماری یا اُن کی؟ اور جبکہ ان نشانوں کی نظیر پر قادر نہ ہو سکے تو کیا یہ شرطِ انصاف نہ تھی کہ ایسے شخص کو قبول کرتے جس کے مقابلہ سے عاجز آ گئے۔

آسمان و مہ و خورشید شہادت دادند ۔۔۔ تا تو تکذیب زِ نادانی و غفلت نکنی
چوں ترا نصرتِ حق نیست چو اخیار نصیب ۔۔۔ شرطِ انصاف نباشد کہ زِ حق دم بزنی

۶۲ ﴿۹۱﴾

۲۹؍جولائی ۱۸۹۷ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاعقہ مغرب کی طرف سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے اور نہ اُس کے ساتھ کوئی آواز ہے اور نہ اُس نے کچھ نقصان کیا ہے بلکہ وہ ایک ستارہ روشن کی طرح آہستہ حرکت سے میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے اور میں اُس کو دور سے دیکھ رہا ہوں۔ اور جبکہ وہ قریب پہنچی تو میرے دل میں تو یہی ہے کہ یہ صاعقہ ہے مگر میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا سا ستارہ دیکھا جس کو میرا دِل صاعقہ سمجھتا ہے پھر بعد اس کے میرا دل اس کشف سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا۔ اور مجھے الہام ہوا کہ **ما ھٰذا الّا تھدید الحکّام**۔ یعنی یہ جو دیکھا اِس کا بجز اس کے کچھ اثر نہیں کہ حکام کی طرف سے کچھ ڈرانے کی کارروائی ہوگی اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔ پھر بعد اس کے الہام ہوا۔ **قد ابتلی المؤمنون**۔ ترجمہ۔ مومنوں پر ایک ابتلا آیا یعنی بوجہ اس مقدمہ کے تمہاری جماعت ایک امتحان میں پڑے گی۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا کہ **لیعلمنّ اللّٰہ المجاھدین منکم ولیعلمنّ الکاذبین**۔ یہ میری جماعت کی طرف خطاب ہے کہ خدا نے ایسا کیا تا خدا تمہیں جتلا وے کہ تم میں سے وہ کون ہے کہ اس کے مامور کی راہ میں صدقِ دل سے کوشش کرتا ہے اور وہ کون ہے جو اپنے دعویٰ بیعت میں جھوٹا ہے۔ سو ایسا ہی ہوا۔ ایک گروہ تو اِس مقدمہ اور دوسرے مقدمہ میں جو مسٹر ڈوئی صاحب کی عدالت میں فیصلہ ہوا صدق دِل سے اور کامل ہمدردی سے تڑپتا پھرا اور اُنہوں نے اپنی مالی اور جانی کوششوں میں فرق نہیں رکھا اور دکھ اُٹھا کر اپنی سچائی دِکھلائی اور دوسرا گروہ وہ بھی تھا کہ ایک ذرّہ ہمدردی میں شریک نہ ہو سکے سو اِن کے لئے وہ کھڑکی بند ہے جو اِن صادقوں کے لئے کھولی گئی۔ پھر یہ الہام ہوا کہ:۔

صادق آں باشد کہ ایام بلا مے گذارد با محبت با وفا

یعنی خدا کی نظر میں صادق وہ شخص ہوتا ہے کہ جو بلا کے دِنوں کو محبت اور وفا کے ساتھ گذارتا ہے۔ پھر اس کے بعد میرے دِل میں ایک اور موزوں کلمہ ڈالا گیا لیکن نہ اِس طرح پر کہ جو الہام جلی کی صورت ہوتی ہے بلکہ الہام خفی کے طور پر دِل اِس مضمون سے بھر گیا۔ اور وہ یہ تھا۔

گر قضا را عاشقے گردد اسیر بوسد آں زنجیر را کز آشنا

یعنی اگر اتفاقاً کوئی عاشق قید میں پڑ جائے تو اُس زنجیر کو چومتا ہے جس کا سبب آشنا ہوا۔ پھر اِس کے بعد یہ الہام ہوا۔ انّ الّذی فرض علیک القرآن لرآدّک الٰی معاد. انّی مع الا فواج اٰتیک بغتة. یأتیک نُصرتی. انّی انا الرّحمٰن ذو المجد و العلٰی ۔ترجمہ۔یعنی وہ قادر خدا جس نے تیرے پر قرآن فرض کیا۔ پھر تجھے واپس لائے گا۔ یعنی انجام بخیر و عافیت ہوگا۔ میں اپنی فوجوں کے سمیت (جو ملائکہ ہیں) ایک ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤں گا۔ میں رحمت کرنے والا ہوں۔ میں ہی ہوں جو بزرگی اور بلندی سے مخصوص ہے یعنی میرا ہی بول بالا رہے گا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا کہ مخالفوں میں پھوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلت اور اہانت اور ملامت خلق (اور پھر اخیر حکم ابراء) یعنی بے قصور ٹھہرانا۔ پھر بعد اِس کے الہام ہوا۔ وفیه شیءٌ یعنی بریت تو ہوگی مگر اس میں کچھ چیز ہوگی۔ (یہ اُس نوٹس کی طرف اشارہ تھا جو بَری کرنے کے بعد لکھا گیا تھا کہ طرز مباحثہ نرم چاہیے) پھر ساتھ اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ بلجت آیاتی ۔ کہ میرے نشان روشن ہوں گے اور ان کے ثبوت زیادہ سے زیادہ ظاہر ہو جائیں گے۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اُس مقدمہ میں جو ستمبر ۱۸۹۹ء میں عدالت مسٹر جے۔ آر ڈریمنڈ صاحب بہادر میں فیصلہ ہوا۔ عبد الحمید ملزم نے دوبارہ اقرار کیا کہ میرا پہلا بیان جھوٹا تھا) اور پھر الہام ہوا لــواء فتح ۔یعنی فتح کا جھنڈا۔ پھر بعد اس کے

الہام ہوا۔ **انّما امرنا اذا اردنا شیئًا ان نقول له کن فیکون** ۔یعنی ہمارے اُمور کے لئے ہمارا یہی قانون ہے کہ جب ہم کسی چیز کا ہو جانا چاہتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ اب واضح ہو کہ اِس پیشگوئی سے قبل از وقت پانسو کے قریب انسانوں کو خبر دی گئی تھی ۔ چنانچہ اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب اور اخویم مولوی عبد الکریم صاحب اور اخویم مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور اخویم خواجہ کمال الدین صاحب اور اخویم مرزا خدا بخش صاحب اور اخویم مولوی حکیم فضل دین صاحب وغیرہ اس قدر گواہ ہیں کہ اگر ان کے صرف نام لکھے جاویں تب بھی اِس کے لئے بہت سے ورق درکار ہیں۔ اور ان تمام صاحبوں کو پیش از وقت بتلایا گیا تھا کہ ایسا ابتلا آنے والا ہے اور عنقریب ایسا مقدمہ دائر ہوگا مگر آخر بریت اور خدا تعالیٰ کا فضل ہوگا اور کوئی ذلت پیش نہیں آئے گی۔ سو یہ مقدمہ اِس طرح پیدا ہوا کہ ایک شخص عبد الحمید نام کو بعض عیسائیوں نے جو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک سے تعلق رکھنے والے تھے سکھلایا کہ وہ عدالت میں یہ اظہار دے کہ اُس کو مرزا غلام احمد نے یعنی اس راقم نے قادیان سے اِس غرض سے بھیجا ہے کہ تا ڈاکٹر کلارک کو قتل کر دے اور نہ صرف سکھلایا بلکہ دھمکی بھی دی کہ اگر وہ ایسا اظہار نہیں دے گا تو وہ قید کیا جائے گا۔ اور ایک یہ بھی دھمکی دی کہ اُس کا فوٹو لے کر اُس کو کہا گیا کہ اگر وہ بھاگ بھی جائے گا تو اِس فوٹو کے ذریعہ سے پھر پکڑا جائے گا۔ چنانچہ ﴿۹۲﴾ اُس نے مجسٹریٹ ضلع امرتسر کے سامنے یہ اظہار دے دیا اور وہاں سے میری گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری ہوا۔ اور میں اِس جگہ ناظرین کی پوری دلچسپی کے لئے صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کے حکم کی نقل ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے '' عبد الحمید اور ڈاکٹر کلارک کے بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے عبد الحمید کو ڈاکٹر

کلارک ساکن امرتسر کے قتل کرنے کی ترغیب دی۔ اِس بات کے یقین کرنے کے لئے وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد مذکور نقض امن کا مرتکب ہوگا یا کوئی قابل گرفت فعل کرے گا جو باعث نقض امن اس ضلع میں ہوگا۔ اِس بات کی خواہش کی گئی ہے کہ اس سے حفظ امن کے لئے ضمانت طلب کی جائے۔ واقعات اِس قسم کے ہیں کہ جس سے اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ کا شائع کرنا زیر دفعہ ۱۱۴ ضابطہ فوجداری ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اس کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کرتا ہوں اور اس کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ آ کر بیان کرے کہ کیوں زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری حفظِ امن کے لئے ایک سال کے واسطے بیس ہزار روپیہ کا مچلکہ اور بیس ہزار روپیہ کی دو الگ الگ ضمانتیں اس سے نہ لی جائیں۔

دستخط اے. ای. مارٹینو. ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر۔ یکم اگست ۱۸۹۷ء‘‘

اس حکم کی تاریخ سے جو یکم اگست ۱۸۹۷ء ہے ظاہر ہے کہ وارنٹ یکم اگست ۹۷ء کو جاری ہوا تھا۔ اور اس وارنٹ سے مطلب یہ تھا کہ تا مجھے گرفتار کر کے حاضر کیا جائے اور سزا سے پہلے گرفتاری کی ذِلت پہنچائی جائے۔ مگر یہ تصرف غیبی کس قدر ایک طالب حق کے ایمان کو بڑھاتا ہے کہ باوجود یکہ امرتسر سے ایسا وارنٹ جاری ہوا مگر خدا تعالیٰ نے جیسا کہ مندرجہ بالا الہامات میں اُس کا وعدہ تھا اِس وارنٹ سے بھی عجیب طور پر محفوظ رکھا۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ اگر حکم کے مطابق یہ وارنٹ عدالت سے جاری ہو جاتا تو قبل اس کے کہ ۷؍ اگست ۹۹ء☆ کا حکم انتقال مِثل کے لئے نفاذ پاتا وارنٹ کی تعمیل ہو جاتی کیونکہ امرتسر اور قادیان میں صرف ۲۵ کوس کا فاصلہ ہے اور وہ حکم جو ۷؍ اگست ۹۹ء☆ کو مجسٹریٹ ضلع امرتسر نے اِس مقدمہ کے بارے میں دیا تھا وہ یہ ہے:۔

’’میں نے وارنٹ کا جاری کرنا روک دیا ہے کیونکہ یہ مقدمہ میرے اختیار میں نہیں

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’ ۹۷ء ‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

ہے۔ دیکھو انڈین لاء رپورٹ نمبر ۱۱ کلکتہ ۱۳ ۷ و۱۲ کلکتہ ۱۳۳ ۱۳۔ اور ۶ الہ آباد و ۲۶۔ المرقوم ۷/اگست ۹۷ء‘‘ اِس حکم کی تفصیل یہ ہے کہ جب صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع امرتسر یکم اگست ۹۹ء☆ کو میری گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کر چکے تو اُن کو ۷/اگست ۹۹ء☆ کو یعنی حکم سے ۶ دن بعد ہدایات مذکورہ بالا پر غور کرنے سے پتہ لگا کہ اس حکم میں غلطی ہوئی اور اُنہوں نے سمجھا کہ میرے اختیار میں نہیں تھا کہ میں ایک ایسے ملزم کی گرفتاری کے لئے جو غیر ضلع میں سکونت رکھتا ہے وارنٹ جاری کرتا۔ تب اُنہوں نے اپنے حکم وارنٹ کو جو عدالت سے نکل چکا تھا اِس طرح پر روکنا چاہا کہ ۷/اگست ۹۷ء کو صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ کے نام تار دی کہ ہم سے وارنٹ کے اجرا میں غلطی ہوئی ہے۔ وارنٹ کو روک دیا جائے لیکن اگر وہ وارنٹ درحقیقت یکم اگست ۹۷ء کو جاری ہو جاتا تو اتنی مدت بعد یعنی ۷/اگست ۱۸۹۷ء کو اس کو روکنا ایک فضول امر تھا کیونکہ ان دونوں ضلعوں میں تھوڑا ہی فاصلہ تھا۔ مدت سے اُس وارنٹ کی تعمیل ہو چکتی اور گرفتاری کی ذلت اور مصیبت ہمیں پیش آ جاتی لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت ایسی ہوئی جس کا اب تک ہمیں بھید معلوم نہیں کہ وہ وارنٹ باوجود چھ دن گذر جانے کے عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ میں پہنچ نہ سکا یہاں تک کہ تار پہنچنے پر صاحب ضلع تعجب میں پڑے کہ یہ کیسا وارنٹ ہے جس کے روکنے کے لئے تار آئی۔ غرض کچھ بھی پتہ نہیں لگتا کہ وہ وارنٹ جاری ہو کر پھر کہاں گیا کچھ تعجب نہیں کہ کسی اہلمد کی غفلت سے بستہ میں پڑا رہا ہو۔ اور پھر آخر یہ قانون بھی نکل آیا کہ غیر ضلع میں کسی ملزم کے نام وارنٹ جاری نہیں ہو سکتا۔ اب جب ایک نظر سے انسان اُن الہاموں کو دیکھے جن کو ابھی ہم لکھ آئے ہیں جن میں رحمت اور نصرت کا وعدہ

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’ ۹۷ء ‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

ہےاور دوسری طرف اِس بات کو سوچے کہ کیونکر عدالت امرتسر کا پہلا وار ہی خالی گیا تو بے شک اُس کو اِس بات پر یقین آ جائے گا کہ یہ خدا تعالیٰ کا تصرف تھا تا وہ اپنے الہامی وعدہ کے موافق اپنے بندہ کو ہر ایک ذِلت سے محفوظ رکھے کیونکہ گرفتار ہو کر عدالت میں پیش کئے جانا اور ہتھکڑی کے ساتھ حکام کے سامنے حاضر ہونا یہ بھی ایک ذِلت ہے جس سے دشمنوں کو خوشی پہنچتی ہے۔ پھر اس کے بعد ایسا ہوا کہ جیسا کہ ابھی ہم ذِکر کر آئے ہیں اس مقدمہ کے تمام کاغذات صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کے پاس بھیجے گئے اور جب یہ کاغذات صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ کے پاس پہنچ گئے تو دوسرا نشان خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ظہور میں آیا کہ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ یعنی کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب کے دِل میں خدا تعالیٰ نے یہ ڈال دیا کہ اس مقدمہ میں وارنٹ جاری کرنا مناسب نہیں بلکہ سمن کافی ہوگا۔ لہٰذا اُنہوں نے ۹؍اگست ۱۸۹۷ء کو میرے نام ایک سمن جاری کیا جس کی نقل ذیل میں لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ ﴿۹۳﴾

”نمبر ۴ سمن بنام مستغاث علیہ حسب دفعہ ۱۵۲ مجموعہ ضابطہ فوجداری

بعدالت کپتان ڈگلس صاحب مجسٹریٹ ضلع۔

بنام مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضٰی ذات مغل ساکن قادیان مغلاں پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپورہ۔

جو کہ حاضر ہونا تمہارا بغرض جواب دہی الزام دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ضرور ہے لہٰذا تم کو اِس تحریر کے ذریعہ سے حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۱۰؍ ماہ اگست ۱۸۹۷ء اصالتاً یا بذریعہ مختار ذی اختیار یا جیسا ہو موقع پر بمقام بٹالہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس حاضر ہو اور اس باب میں تاکید جانو۔ دستخط مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ

۹؍اگست ۱۸۹۷ء“

اب سوچ کر دیکھو کہ جو حکم مجسٹریٹ ضلع امرتسر نے جاری کیا تھا وہ کیسا آتش بار وارنٹ تھا اور یہ سمن کیسے نرم الفاظ میں ہے۔ لیکن ایسا اتفاق پیش آیا کہ میرے مخالفوں کو اِس بات کی مطلق خبر نہ ہوئی کہ وارنٹ کا حکم تبدیل ہو کر سمن جاری ہوا ہے بلکہ وہ لوگ تو اوّل اِس دھوکہ میں رہے کہ مقدمہ امرتسر کی عدالت میں ہی ہے اور بڑے شوق سے دو وقت ریل پر جا کر دیکھتے تھے کہ کس وقت یہ شخص گرفتار ہو کر امرتسر آتا ہے اور پھر اُن کو یہ پتہ تو مل گیا کہ مثل مقدمہ ضلع گورداسپورہ میں منتقل ہو گئی ہے مگر یہ پتہ نہ ملا کہ اب ضلع گورداسپورہ سے وارنٹ نہیں بھیجا گیا بلکہ سمن روانہ کیا گیا ہے لہٰذا اِس تماشا کے دیکھنے کے لئے آئے کہ یہ شخص وارنٹ سے گرفتار ہو کر آئے گا اور اُس کی ذلت ہماری بہت سی خوشی کی باعث ہو گی اور ہم اپنے نفس کو کہیں گے کہ اے نفس اب خوش ہو کہ تو نے اپنے دشمن کو ذلیل ہوتے دیکھ لیا مگر یہ مراد اُن کی پوری نہ ہوئی بلکہ برعکس اِس کے خود اُن کو ذلت کی تکالیف اُٹھانی پڑیں۔ اگست کی ۱۰؍ تاریخ کو اِس نظارہ کے لئے مولوی محمد حسین صاحب موحّدین کے ایڈوکیٹ اِس تماشا کے دیکھنے کے لئے کچہری میں آئے تھے تا اِس بندۂ درگاہ کو ہتھکڑی پڑی ہوئی اور کنسٹیبلوں کے ہاتھ میں گرفتار دیکھیں اور دشمن کی ذلت کو دیکھ کر خوشیاں مناویں لیکن یہ بات اُن کو نصیب نہ ہو سکی بلکہ ایک رنج دہ نظارہ دیکھنا پڑا اور وہ یہ کہ جب میں صاحب مجسٹریٹ ضلع کی کچہری میں حاضر ہوا تو وہ نرمی اور اعزاز سے پیش آئے اور اپنے قریب اُنہوں نے میرے لئے کرسی بچھوا دی اور نرم الفاظ سے مجھ کو یہ کہا کہ گو ڈاکٹر کلارک آپ پر اقدامِ قتل کا الزام لگاتا ہے مگر میں نہیں لگاتا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ یہ ڈپٹی کمشنر ایک زیرک اور دانشمند اور منصف مزاج مجسٹریٹ تھا اُس کے دل میں خدا نے

بٹھا دیا کہ مقدمہ بے اصل اور جھوٹا ہے اور ناحق تکلیف دی گئی ہے اِس لئے ہر ایک مرتبہ جو میں حاضر ہوا وہ عزت سے پیش آیا اور مجھے کرسی دی۔ اور جب میں اُس کی عدالت سے بری کیا گیا تو اُس دن مجھ کو عین کچہری میں مبارکباد دی۔ موحدین کے ایڈوکیٹ صاحب جو بٹالہ کے مولوی ہیں اور عیسائیوں کی طرف سے گواہ تھے جن کا نام لینے کی اب ضرورت نہیں اُنہوں نے جب عدالت میں اس قدر میری عزت دیکھی کہ یہ تو ایک ملزم تھا اور اس کو اعزاز سے کرسی دی گئی تو مولوی صاحب موصوف اِس طمع خام میں پڑے کہ مجھے صاحب ضلع سے کرسی مانگنی چاہیے جبکہ اِس ملزم کو ملی ہے تو مجھے تو بہرحال ملے گی پس جب وہ گواہی کے لئے بلائے گئے تو اُنہوں نے آتے ہی پہلے یہی سوال کیا کہ مجھے کرسی ملنی چاہیے مگر افسوس کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اُن کو جھڑک دیا اور کہا کہ تمہیں کرسی نہیں مل سکتی یہ تو رئیس ہیں اور اُن کا باپ کرسی نشین تھا اِس لئے ہم نے کرسی دی۔ سو جو لوگ میری ذلت دیکھنے کے لئے آئے تھے اُن کا یہ انجام ہوا اور یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان تھا کہ جو کچھ میرے لئے ان لوگوں نے چاہا وہ اِن کو پیش آ گیا ورنہ مجھے عدالتوں سے کچھ تعلق نہ تھا۔ میری عادت نہیں تھی کہ کسی کو ملوں اور نہ میرا کسی سے کچھ تعارف تھا۔ پھر اِس کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فضل ہوا کہ میں عزت کے ساتھ بَری کیا گیا اور حاکم مجوزہ نے ایک تبسم کے ساتھ مجھے کہا کہ آپ کو مبارک ہو آپ بَری کئے گئے۔ سو یہ خدا تعالیٰ کا ایک بھاری نشان ہے کہ باوجودیکہ قوموں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے اِتفاق کرلیا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد حسین صاحب ایڈوکیٹ موحدین تھے اور ہندوؤں کی طرف سے لالہ رام بھج دت صاحب وکیل تھے اور عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب تھے اور جنگ احزاب کی طرح بالا تفاق ان قوموں نے

میرے پر چڑھائی کی تھی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجسٹریٹ ضلع کو ایسی روشن ضمیری بخشی کہ وہ مقدمہ کی اصل حقیقت تک پہنچ گیا۔ پھر بعد اِس کے ایسا اتفاق ہوا کہ خود عبد الحمید نے عدالت میں اقرار کر دیا کہ عیسائیوں نے مجھے سکھلا کر یہ اظہار دلایا تھا ورنہ یہ بیان سراسر جھوٹ ہے کہ مجھے قتل کے لئے ترغیب دی گئی تھی۔ اور صاحب مجسٹریٹ ضلع نے اِسی ﴿۹۴﴾ آخری بیان کو صحیح سمجھا اور بڑے زور شور کا ایک چٹھہ لکھ کر مجھے بری کر دیا۔ اور خدا تعالیٰ کی یہ عجیب شان ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری بریت کو مکمل کرنے کے لئے اُسی عبد الحمید سے پھر دوبارہ میرے حق میں گواہی دلائی تا وہ الہام پورا ہو جو براہین احمدیہ میں آج سے بیس برس پہلے لکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے **فبرّأه اللّٰه ممّا قالوا وکان عند اللّٰه وجیھا** یعنی خدا نے اس شخص کو اُس الزام سے جو اس پر لگایا جائے گا بَری کر دیا ہے یعنی بری کر دیا جائے گا۔ اور وہ اظہار جو عبد الحمید نے حال میں ۱۲؍ ستمبر ۱۸۹۹ء کو عدالت صاحب مجسٹریٹ ضلع یعنی روبروئے مسٹر جے۔ آر۔ ڈریمنڈ صاحب کے دیا ہے وہ یہ ہے۔

بیان ملزم

’’میں نے بیانات جن کا چارج میں ذکر ہے ضرور لکھوائے تھے۔ حضور رحم فرماویں۔ میرا پہلا بیان جھوٹا ہے۔ (یعنی وہ بیان جس میں لکھایا تھا کہ میں مرزا غلام احمد کی طرف سے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا) اُنہوں نے یعنی عیسائیوں نے مجھے تصویر دِکھلائی اور کہا کہ جیل خانہ میں جاؤ گے میرے کوئی گواہ نہیں ہیں صرف بھگت پریمداس اور ایک کرسچین وہاں موجود تھے جبکہ مجھ کو سکھلایا گیا۔ اِس کا کوئی ثبوت نہیں ہے مقام پٹھانکوٹ۔ تصدیق عدالت۔

یہ بیان ملزم ہمارے مواجہہ اور سماعت میں تحریر ہوا اور ملزم کو

پڑھ کر سنایا گیا۔ اُس نے درست تسلیم کیا۔‘‘

اب دیکھو کہ اِس بندۂ درگاہ کی کیسی صفائی سے بریت ثابت ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اِس مقدمہ میں عبدالحمید کے لئے سخت مضر تھا کہ اپنے پہلے بیان کو جھوٹا قرار دیتا کیونکہ اس سے یہ جرم عظیم ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے دوسرے پر ناحق ترغیب قتل کا الزام لگایا اور ایسا جھوٹ اس سزا کو چاہتا ہے جو مرتکب اقدام قتل کی سزا ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے دوسرے بیان کو جھوٹا قرار دیتا جس میں میری بریت ظاہر کی تھی تو اِس میں قانوناً سزا کم تھی۔ لہٰذا اُس کے لئے مفید راہ یہی تھی کہ وہ دوسرے بیان کو جھوٹا کہتا مگر خدا نے اُس کے منہ سے سچ نکلوا دیا جس طرح زلیخا کے منہ سے حضرت یوسف کے مقابل پر اور ایک مفتری عورت کے منہ سے حضرت موسیٰ کے مقابل پر سچ نکل گیا تھا۔☆ سو یہی اعلیٰ درجہ کی بریت ہے جس کو یوسف اور موسیٰ کے قصے سے مماثلت ہے اور اِسی کی طرف اِس الہامی پیشگوئی کا اشارہ تھا کہ **بَرّأہ اللّٰہ مـمّا قالوا**۔ کیونکہ یہ قرآن شریف کی وہ آیت ہے جس میں حضرت موسیٰ کی بریت کا حال جتلانا منظور ہے۔ غرض میرے قصے کو خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ کے قصے سے مشابہت دی اور خود تہمت لگانے والے کے منہ سے نکلوا دیا

☆ یاد رہے کہ زلیخا اور وہ عورت جو حضرت موسیٰ پر زنا کی تہمت لگانے والی تھی ان دونوں عورتوں کے دو متناقض بیان تھے مثلاً زلیخا کا پہلا بیان یہ تھا کہ یوسف نے اُس پر مجرمانہ حملہ کیا جو زنا کے ارادہ سے تھا۔ اور دوسرا بیان بالکل عبدالحمید کی طرح اُس نے بادشاہ کے روبرو یہ دیا کہ پہلا بیان میرا جھوٹا ہے اور دراصل یوسف اس تہمت سے پاک ہے اور ناجائز حملہ میری طرف سے تھا۔ سو خدا نے دوسرے بیان پر میری طرح یوسف کی بریت ظاہر کی۔ منه

کہ یہ تہمت جھوٹ ہے۔ پس یہ کس قدر عظیم الشان نشان ہے اور کس قدر عجائب تصرفاتِ الٰہی اِس میں جمع ہیں۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔**

۶۳ منجملہ نشانات کے ایک نشان یہ ہے کہ تخمیناً پچیس برس کے قریب عرصہ گذر گیا ہے کہ میں گورداسپورہ میں تھا کہ مجھے یہ خواب آئی کہ میں ایک جگہ چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اُسی چارپائی پر بائیں طرف میرے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی بیٹھے ہیں جن کی اولاد اب امرتسر میں رہتی ہے۔ اتنے میں میرے دِل میں محض خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تحریک پیدا ہوئی کہ مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ کو چھوڑ کر مولوی صاحب کی جگہ کی طرف رجوع کیا یعنی جس حصۂ چارپائی پر وہ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اُس حصے میں میں نے بیٹھنا چاہا تب اُنہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور وہاں سے کھسک کر پائینتی کی طرف چند انگلی کے فاصلے پر ہو بیٹھے۔ تب پھر میرے دِل میں ڈالا گیا کہ اِس جگہ سے بھی میں اُن کو اٹھا دوں پھر میں اُن کی طرف جھکا تو وہ اس جگہ کو بھی چھوڑ کر پھر چند انگلی کی مقدار پر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر میرے دِل میں ڈالا گیا کہ اِس جگہ سے بھی اُن کو اور زیادہ پائینتی کی طرف کیا جائے۔ تب پھر وہ چند اُنگلی پائینتی کی طرف کھسک کر ہو بیٹھے۔ القصہ میں ایسا ہی اُن کی طرف کھسکتا گیا اور وہ پائینتی کی طرف کھسکتے گئے یہاں تک کہ اُن کو آخر کار چارپائی سے اُترنا پڑا اور وہ زمین پر جو محض خاک تھی اور اس پر چٹائی وغیرہ کچھ بھی نہ تھی اُتر کر بیٹھ گئے۔ اِتنے میں تین فرشتے آسمان سے آئے۔ ایک کا نام ان میں سے خیراتی تھا وہ بھی اُن کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے اُن فرشتوں اور مولوی عبداللہ صاحب کو کہا کہ آؤ میں ایک دعا

﴿۹۵﴾

کرتا ہوں تم آمین کرو۔ تب میں نے یہ دُعا کی کہ **ربّ اذھب عنّی الرّجس وطھّرنی تطھیرا**۔ اِس کے بعد وہ تینوں فرشتے آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور مولوی عبد اللہ صاحب بھی آسمان کی طرف اُٹھ گئے اور میری آنکھ کھل گئی اور آنکھ کھلتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طاقت بالا مجھ کو ارضی زندگی سے بلندتر کھینچ کر لے گئی اور وہ ایک ہی رات تھی جس میں خدا نے بتمام وکمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں وہ تبدیلی واقع ہوئی کہ جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتی اور جیسا کہ میں نے مولوی عبداللہ صاحب کے خاک پر بیٹھنے اور آسمان پر جانے کی تعبیر کی تھی اُسی طرح وقوع میں آ گیا کیونکہ وہ بعد اِس کے جلدتر فوت ہو گئے اور اُن کا جسم خاک میں اور اُن کی روح آسمان پر گئی۔

اور اُنہی دنوں میں شاید اُس رات سے اوّل یا اُس رات کے بعد میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اُس کا نام شیر علی ہے اُس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتہ بینی کا مادّہ نکال دیا ہے اور ایک مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور میں اُس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گیا۔ میں نے اِس خواب کی بہت سے لوگوں کو اِطلاع دِی تھی چنانچہ اُن میں سے صاحبزادہ سراج الحق سرساوی اور میر ناصر نواب صاحب دہلوی ہیں۔

۶۴ منجملہ نشانوں کے ایک یہ ہے کہ جب مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی میرے اس خواب کے مطابق فوت ہو گئے جو میں نے اُن کی وفات کے بارے میں

دیکھی تھی تو میں نے اُنہی ایّام میں کہ جب تھوڑے ہی دن اُن کی وفات پر گذرے تھے اُن کو خواب میں دیکھا تو میں نے اُن کے پاس اپنی یہ خواب بیان کی کہ میں نے دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک نہایت چمکیلی اور روشن تلوار ہے جس کا قبضہ میرے ہاتھ میں اور نوک کی طرف آسمان میں ہے اور نہایت چمکدار ہے اور اس میں سے ایک چمک نکلتی ہے جیسا کہ آفتاب کی چمک اور میں کبھی اُس کو دائیں طرف چلاتا ہوں اور کبھی بائیں طرف اور ہر ایک دفعہ جو میں وار کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے کناروں تک وہ تلوار اپنی لمبائی کی وجہ سے کام کرتی ہے اور میں ہر وقت محسوس کرتا ہوں کہ آفتاب کی بلندی تک اُس کی نوک پہنچتی ہے اور وہ ایک بجلی کی طرح ہے جو ایک دم میں ہزاروں کوس چلی جاتی ہے۔ اور گو وہ دائیں بائیں میرے ہاتھ سے پڑتی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہاتھ تو میرا ہے مگر قوت آسمان سے ہے۔ اور ہر ایک دفعہ جو میں دائیں طرف یا بائیں طرف اس کو چلاتا ہوں تو ہزارہا انسان زمین کے کناروں تک اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ خواب تھی جو میں نے عبداللہ صاحب مرحوم کے پاس بیان کی اور مضمون یہی تھا۔ اور شاید اُس وقت اور الفاظ میں بیان کی گئی ہو یا یہی الفاظ ہوں۔ عبداللہ صاحب مرحوم نے میری خواب کو سن کر بیان کیا کہ اِس کی تعبیر یہ ہے کہ تلوار سے مراد اتمام حجت اور تکمیل تبلیغ اور دلائل قاطعہ کی تلوار ہے۔ اور یہ جو دیکھا کہ وہ تلوار دائیں طرف زمین کے کناروں تک مار کرتی ہے۔ سو اس سے مراد دلائل رُوحانیہ ہیں جو از قسم خوارق اور آسمانی نشانوں کے ہوں گے۔ اور جو یہ دیکھا گیا کہ ایسا ہی وہ بائیں طرف بھی زمین کے کناروں تک مار کرتی ہے تو اِس سے مراد دلائل عقلیہ وغیرہ ہیں جن سے ہر ایک فرقہ پر اتمام حجت ہوگا۔ پھر

بعد اِس کے اُنہوں نے فرمایا کہ جب میں دنیا میں تھا تو میں اُمیدوار تھا کہ ایسا اِنسان دنیا میں بھیجا جائے گا۔ بعد اس کے آنکھ کھل گئی۔ وھٰذہٖ رؤیاء صادقة من ربّی ولعنة اللّٰہ علی الّذین یفترون علی اللّٰہ ویقولون اُلھمنا واُنبئنا واراناﷲ وما اُلھموا وما اُنبئوا وما اراھم اللّٰہ من شیء الا لعنة اللّٰہ علی الکاذبین۔ اور اِس خواب میں یہ پیشگوئی تھی کہ بہت سے آسمانی نشان مجھ سے ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور جیسا کہ اِسی کتاب میں مَیں نے بیان کیا ہے اِس کشف کے بعد اس قدر آسمانی نشان مجھ سے ظہور میں آئے کہ جب تک خدا کسی کے ساتھ نہ ہو اور اُس کا اوّل درجہ کا فضل نہ ہو ایسے نشان ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اور اس رؤیا کے گواہ صاحبزادہ سراج الحق اور دوسرے احباب ہیں جو ایک جماعت کثیر ہے۔

٦٥ ﴿۹۶﴾ اورمنجملہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشانوں کے وہ نشان ہے جو ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت ظہور میں آیا۔ اِس نشان کی اصل بنیاد وہ الہام ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ۲۴۱۔ اور سطر۱۱و۱۲و۱۳ میں مندرج ہے اور وہ یہ ہے۔ ولن ترضٰی عنک الیھود ولا النّصارٰی وخرَقُوا لہٗ بنین وبناتٍ بغیر علم. قُل ھُو اللّٰہ احد اللّٰہ الصّمد لم یلد ولم یُولد ولم یکن لہٗ کفوًا احد. ویمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین. الفتنة ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوالعزم . وقُل ربّ ادخلنی مُدخل صدق. وامّا نرینّک بعض الّذی نعدھم اونتوفّینّک۔ دیکھو صفحہ۲۴۱ براہین احمدیہ۔ ترجمہ۔ جو لوگ یہودی صفت مسلمان ہیں اور جو پادری عیسائی ہیں وہ تجھ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک تو ویسا ہی نہ ہو جائے جیسا کہ وہ ہیں۔ اور پادریوں نے

بغیر اِس کے کہ اُن کو کوئی علم دیا جاتا یوں ہی اپنے بے اصل خیالات کی پیروی سے خدا تعالیٰ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا رکھی ہیں۔ اُن کو کہہ دے کہ وہ سچا خدا ایک خدا ہے جو کسی کا باپ نہیں اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ اُس کا کوئی ہم جنس ہے اور وہ وقت آتا ہے کہ یہ لوگ یعنی عیسائی پادری تیری تکذیب کے لئے کچھ مکر کریں گے یعنی کچھ ایسی کارروائی کریں گے جس سے اُن کا یہ مقصود ہوگا کہ کسی طرح تجھ کو ذلت پہنچے اور تو حکام اور خلق اللہ کی نظر میں مورد اعتراض ٹھہرے اور یا تیری آبرو اور زندگی خطرہ میں پڑے تب اُن کے مکروں کے مقابل پر خدا بھی ایک مکر کرے گا یعنی یہ کہ اُن کے بداندیشی کے منصوبوں کو باطل کر دے گا۔ یعنی اُن منصوبوں میں جو تیری عزت اور جان کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے کئے جائیں گے اُن میں یہ لوگ ناکام رہیں گے اور خدا اُن کی تمام مخالفانہ تدبیروں کو تباہ اور بے اثر کر دے گا۔ یہ وہ دِن ہوں گے جبکہ یہ لوگ تیرے لئے ایک بڑا فتنہ برپا کریں گے یعنی بعض جھوٹے واقعات بنا کر تجھے بدنام کرنا چاہیں گے اور نیز تیرے پر جھوٹے الزام لگا کر عدالتوں میں تجھے کھینچیں گے تا تجھے قید کیا جائے یا سزائے موت ملے۔ اور وہ یہودی طبع مسلمان ان کے ممد و معاون ہو جائیں گے۔ پس جب تو ایسا وقت دیکھے کہ تیری ایذا اور ذلیل کرنے کے لئے ان لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے اور نہ صرف تیری تکذیب بلکہ تیری جان اور عزت پر بھی حملہ کرنا چاہتے ہیں اور جھوٹے الزام لگا کر حکام تک تجھے کھینچتے ہیں اور بعض مدعی اور بعض اُن کے گواہ ہیں اور بعض مفتری اور بعض اُن کے مصدق ہیں تو تجھے لازم ہے کہ اُس وقت تو صبر کرے جیسا کہ خدا تعالیٰ کے اُولوالعزم نبیوں نے صبر کیا اور تجھے لازم ہے کہ اُس وقت تو یہ دعا کرے کہ یا الٰہی تو میرا صدق ظاہر کر

یعنی اس فتنہ کے وقت یہ لوگ یہ چاہیں گے کہ تیرے صدق کو لوگوں اور حکام کی نظر میں مشتبہ کر دیں۔ سو تو خدا سے دعا کر کہ ان دِنوں میں ان لوگوں کے مکروں سے عام لوگ نجات پاویں اور مخلوق اور حکام کی نظر میں تیرا صدق ظاہر ہو جائے اور پھر فرمایا کہ ہماری طرف سے بھی یہ وعدہ ہے کہ غالباً ہم آیندہ زمانہ میں تجھے دِکھا دیں گے کہ جو ان لوگوں کے لئے وعدہ کیا گیا تھا (یعنی دلائل روحانیہ اور عقلیہ سے صلیب کو توڑنا) اس وعدہ میں سے بہت کچھ ہم نے تیری زندگی میں ہی ایفا کر دیا ہے یعنی جو کچھ تیرے ظہور کا اصل مدعا ٹھہرایا گیا ہے یعنی کسر صلیب دلائل روحانیہ وعقلیہ سے۔ اِس مدعا میں سے بہت کچھ تیری زندگی میں ہی ظاہر ہو جائے گا۔

یہ براہین احمدیہ کی پیشگوئی ہے جو سفیر ہند پریس کے چھاپہ میں صفحہ ۲۴۱ میں موجود ہے اور ہر ایک ادنیٰ فہم کا آدمی بھی اس پیشگوئی پر نظر غور کر کے سمجھ سکتا ہے کہ اس پیشگوئی میں اُن تمام واقعات کی طرف اشارہ ہے کہ جو ڈپٹی آتھم سے لے کر ڈاکٹر کلارک کے اقدام قتل کے مقدمہ تک ظہور میں آئے کیونکہ اوّل آتھم نے اپنی ندامت اور خجالت چھپانے کے لئے جو اُس کی خوفزدہ حالت سے اُس کے عائد حال ہوگئی تھی تین جھوٹے الزام میرے پر لگائے جن کو وہ ثابت نہ کر سکا اور پھر اِس کے بعد دوسرے عیسائیوں نے محض ظلم کی راہ سے امرتسر وغیرہ مقامات میں شور مچایا اور سراسر ناانصافی سے میری تکذیب کی اور گالیاں دیں اور پھر اس پر بس نہ کر کے آخر ایک اقدامِ قتل کا مقدمہ میرے پر کیا گیا جس کو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے دوستوں نے بنایا۔ یہ مقدمہ بھی دراصل آتھم کے مقدمہ کی ایک شاخ تھی اور اسی غبار اور کینہ کا ایک نتیجہ تھا۔ پس اِس پیشگوئی میں جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں ہے ان تمام واقعات کی پیش از وقت خبر دی گئی ہے۔ اور اس فقرہ میں کہ تو نبیوں کی طرح صبر کر جتلایا گیا کہ صرف تیری

﴿۹۷﴾

تکذیب اور ہنسی نہیں ہوگی اور نہ صرف گالیاں دی جائیں گی بلکہ تیرے مارے جانے کے لئے بھی کوشش کی جائے گی جیسا کہ نبیوں کے لئے کی گئی اور بعض اُن میں سے عدالت کی طرف کھینچے گئے۔ اور پھر آخری الہام میں یہ اشارہ تھا کہ تو زِندہ رہے گا اور اُن کے مکر تجھے ہلاک نہیں کرسکیں گے جب تک تو ہمارے بعض وعدوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ لے۔ ہاں وہ کئی قسم کے مکر اور منصوبے کریں گے اور جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام اور ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر تکذیب اور قتل اور بدنامی کے لئے انواع اقسام کے منصوبے بنائے گئے اُنہی کے مشابہ یہ منصوبے بھی ہوں گے یہ تمام اُس پیشگوئی کی ٹھیک ٹھیک تشریح ہے جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں موجود ہے۔ پس اگر آج تک کوئی فتنہ اور کوئی مکر اور منصوبہ انجیل کے واعظوں کی طرف سے ظہور میں نہ آتا تو یہ پیشگوئی عوام کی نظر میں قابل اعتراض ٹھہر جاتی مگر چونکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی اور ضرور تھا کہ اپنے وقت پر اس کا ظہور ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اِس کے پورا کرنے کے لئے یہ تقریب پیش کی کہ مئی اور جون ۱۸۹۳ء میں مجھ میں اور ڈپٹی عبد اللہ آتھم میں مباحثہ ہوا۔☆ اور مباحثہ سے پہلے کئی دفعہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم مجھ سے آسمانی نشان مانگ چکا تھا لہٰذا جس وقت مباحثہ ختم ہوا تو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اُس نشان سے محروم نہ رہے لہٰذا اُس کی نسبت یہ پیشگوئی کی گئی کہ وہ روزِ ختم مباحثہ سے ۱۵ مہینے تک ہاویہ میں ڈالا جائے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور پھر بعد اس کے ڈپٹی عبد اللہ آتھم کے دِل پر اس قدر پیشگوئی کا خوف غالب آ گیا کہ وہ اُس خوف سے سراسیمہ ہوگیا اور اُس کا قرار اور آرام جاتا رہا اور پیشگوئی کی دہشت سے

☆ یہ مباحثہ ۲۱؍مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہوا اور ۵؍جون ۱۸۹۳ء کو ختم ہوگیا۔ منہ

ایک ایسی تبدیلی اُس میں واقع ہوئی کہ اُس نے یک لخت قدیم عادات اپنی چھوڑ دیں۔ یاد رہے کہ اُس کا یہ قدیم طریق تھا کہ ہمیشہ وہ بعض مسلمانوں سے مباحثہ کیا کرتا اور اِسلام کے ردّ میں کتابیں لکھا کرتا تھا اور اسلام اور نبیٔ اِسلام کی توہین کرتا تھا۔ مگر اِس پیشگوئی کے بعد اُس کا ایسا منہ بند ہوگیا کہ پیشگوئی کی میعاد میں ایک حرف بھی بے ادبی کا اُس کے مُنہ سے نِکل نہ سکا اور نہ اسلام کے مقابل پر کچھ لکھ سکا اور نہ کسی سے زبانی گفتگو کی بلکہ اُس کے مُنہ پر مہر لگ گئی اور خاموش اور غمگین رہنے لگا اور ہر ایک منصف مزاج عیسائی جس نے اُس کو اُس زمانہ میں دیکھا ہوگا جبکہ وہ پیشگوئی کی میعاد میں زندگی بسر کررہا تھا اگر چاہے تو گواہی دے سکتا ہے کہ پیشگوئی کی سچائی کا خوف آتھم کو اندر ہی اندر کھا گیا تھا یہاں تک کہ جب اُس کو یقین ہوگیا کہ میں نہیں بچوں گا تب اُس نے مناسب سمجھا کہ اپنی عزیز بیٹیوں سے جو اُس کو بہت ہی پیاری تھیں آخری ملاقات کرلے۔ تب اِس خیال سے امرتسر کی سکونت اُس نے چھوڑ دی اور کچھ حصہ زندگی کا اپنی ایک لڑکی کے پاس لدھیانہ میں بسر کیا اور کچھ حصہ فیروز پور میں اپنی دوسری لڑکی کے پاس رہتا رہا اور ان دونوں جگہ میں اُس کی دو لڑکیاں تھیں جو اپنے خاوندوں کے گھروں میں آباد تھیں۔ آخر وہ اِسی مسافرانہ حالت میں اُن ایام کے قریب ہی فیروز پور میں فوت ہوگیا۔ اور چونکہ وہ عیسائیت کی استقامت پر قائم نہ رہ سکا اور اُس نے پیشگوئی کی عظمت سے دہشت زدہ ہوکر اپنا وہ پرانا عملی طریقہ چھوڑ دیا جو اسلام کی مخالفت اور منکرانہ حملوں کا طریقہ تھا جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ تحریری اور تقریری طور پر نیش زنی کیا کرتا تھا اور غربت اور مسکینی اور خاموشی اختیار کی اس لئے خدا تعالیٰ نے جو نہایت حلیم ہے اور کسی کے ایک ذرہ عمل کو بھی ضائع کرنا نہیں چاہتا اُس کے اِس قدر رجوع کا اُس کو یہ فائدہ دیا کہ وہ اُس کے وعدہ کے موافق پیشگوئی کی

میعاد میں موت سے امن میں رہا کیونکہ ضرور تھا کہ خدا اپنے وعدہ کا لحاظ رکھتا اور بعد اس
کے وہ اس لئے جلد تر فیروز پور میں ہی مر گیا کہ خدا تعالیٰ کے الہام میں یہ بھی تھا کہ وہ
پیشگوئی کی شرط سے اگر شرط کا پابند ہوا فائدہ تو اُٹھائے گا لیکن اگر وہ اپنے اِس رجوع کو
جس کے سبب سے وہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر نہیں مرے گا پوشیدہ رکھے گا اور یہ
گواہی علانیہ طور پر نہیں دے گا کہ اُس نے پیشگوئی سے ڈر کر کسی قدر اپنی اصلاح
کر لی ہے جس کا اُس نے اپنی تحریر کے ذریعہ سے پہلے ہی اقرار کیا تھا تو وہ بعد اس
کے جلد تر پکڑا جائے گا اور فوت ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور وہ ہمارے
آخری اشتہار سے چھ ماہ کے اندر مر گیا اگر وہ اس غربت اور خاموشی اور خوف پر قائم
رہتا جو اُس نے پیشگوئی کی میعاد میں اختیار کی تھی تو اُس کو لمبی زندگی دی جاتی اور
وہ بیس۲۰ برس تک اور زندہ رہ سکتا تھا لیکن چونکہ اس کا منہ خدا کی طرف سے پھر گیا اور وہ
اس خوف پر قائم نہ رہ سکا جو پیشگوئی کے زمانہ میں اُس کے دِل میں تھا اور پیشگوئی کے
دِنوں کے گذرنے کے بعد اُس نے ایسا خیال کر لیا کہ گویا یہ تمام خوف اس کا محض بے جا
اور ایک بزدلی تھی اِس لئے جلد تر موت کا پیالہ اُس کو پلایا گیا اور پیشگوئی کے زمانہ کے
بعد نہ صرف اس لئے وہ پکڑا گیا کہ اُس نے اپنے پہلے خیال کو اپنے دِل میں صحیح نہ سمجھا
بلکہ اس لئے بھی کہ وہ اپنے خوف کو چھپانے کے لئے چند افتراؤں کا بھی مرتکب ہوا۔
اور عیسائی قوم کو خوش کرنے کے لئے اُس نے یہ مشہور کیا کہ میں جو اس قدر پیشگوئی ﴿۹۸﴾
کے ایّام میں کانپتا اور ڈرتا رہا یہ لرزہ اور خوف اور گریہ وزاری میرا اس وجہ سے تھا
کہ میرے پر تین حملے کئے گئے تھے۔ سانپ چھوڑا گیا تھا اور لدھیانہ میں بعض
سوار قتل کے لئے آئے تھے اور ایسا ہی فیروز پور میں بھی قتل کے لئے حملہ ہوا تھا لیکن
ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ تین حملوں کا عذر اس کی بریت کو ثابت نہیں کرتا

بلکہ اِس سے تو اُس کا اور بھی قصوروار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اُس کے لئے تو بہتر تھا کہ ایسے بیہودہ عذرات پیش ہی نہیں کرتا اور خاموش رہتا کیونکہ اِن عذرات نے اُس کو کچھ فائدہ نہیں دیا بلکہ ان سے تو وہ صاف الزام کے نیچے آ گیا کیونکہ جس حالت میں اُس کی جان لینے کے لئے اس پر تین حملے میں نے کئے تھے تو ایسے حملوں کے بعد جن کی نوبت تین تک پہنچ چکی تھی کیوں وہ پیشگوئی کی میعاد کے اندر خاموش بیٹھا رہا وہ تو مدت تک اکسٹرا اسسٹنٹ بھی رہ چکا تھا۔ اُس کو خوب معلوم تھا کہ وہ قانونی تدارک سے نہایت آسانی سے امن میں آ سکتا ہے۔ کیا اُس کو ضابطۂ فوجداری کی دفعہ ۱۰۷ یاد نہیں رہی تھی یا تعزیرات ہند کے اقدامِ قتل کی دفعہ اُس کے ذہن سے محو ہو گئی تھی وہ اِس حالت میں کہ ہماری طرف سے اُس کے قتل کے لئے تین حملے ہوئے تھے بڑی آسانی سے عدالت میں اِستغاثہ کر سکتا تھا کہ نقض امن کا اندیشہ دور کرنے کے لئے ایک بھاری تعداد کی ضمانت مجھ سے لی جائے بلکہ وہ ان تین حملوں کی تحقیقات کرا کر مجھے سزایاب کرا سکتا تھا اور کم سے کم یہ کہ وہ پولس میں رپورٹ دے سکتا تھا کہ ایسی ناجائز کارروائی میرے لئے متواتر کی گئی ہے۔

اب طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں اُس نے ایسا نہ کیا نہ پیشگوئی کے زمانہ میں اور نہ اُس زمانہ کے بعد یہ کارروائی کی بلکہ بعض عیسائیوں نے اُس کو بہت ہی اُٹھایا کہ ہم تیری جگہ مقدمہ کی پیروی کریں گے تو صرف دستخط کر دے تو اُس نے صاف انکار کر دیا۔ اِس کا کیا باعث ہے؟ اس کا یہی باعث ہے کہ وہ اپنے دل میں خوب جانتا تھا کہ یہ تینوں حملوں کا عذر سراسر جھوٹا اور بے اصل ہے اور محض اُس خوف کے چھپانے کے لئے بنایا گیا ہے جو

ہر ایک وقت پیشگوئی کے دِنوں میں اُس کے چہرہ سے ظاہر تھا ورنہ صاف ظاہر ہے کہ جبکہ میرے مباحثہ کا نام عیسائیوں نے جنگ مقدس رکھا تھا تو اس جنگ میں اس سے زیادہ اور کیا فتح ہوسکتی تھی کہ وہ تینوں حملوں کے موقعہ پر ثابت کر دکھاتا کہ پیشگوئی کے سچا کرنے کے لئے کیسی شرارت اور کمینہ پن ظہور میں آیا۔ اور یہ کیسی ناپاک کارروائی ہوئی کہ اوّل جھوٹی پیشگوئی کی گئی اور پھر اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے یہ قابل شرم کام کیا کہ تین حملے کئے۔ کون دانا اِس بات کو باور کرے گا کہ ایک مذہبی حریف کی طرف سے تین حملے ہوں اور حضرات عیسائی صاحبان جن کا دن رات نکتہ چینیاں کام ہے وہ خاموش رہیں اور ایسے دشمن کے ساتھ کریمانہ اخلاق کے ساتھ پیش آویں۔ ظاہر ہے کہ اِس شریرانہ اور مفسدانہ کارروائی کی قلعی کھولنا اُن کے لئے تو ایک فتح عظیم تھا۔ لعنت ہے ایسے کانشنس پر کہ جو ایسی موٹی بات کو بھی سمجھ نہ سکے۔ کیا وہ قوم جو افترا کے طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزارہا بہتان لگاتی اور بالمقابل ایک بات سننے کی برداشت نہیں کرتی بلکہ فی الفور حکام کی طرف رجوع کرتے ہیں اُنہوں نے میرے پر یہ احسان کیا کہ سواروں اور پیادوں کو جان لینے کے لئے حملے کرتے دیکھا پھر بھی صادقوں اور صابروں کی طرح چپ رہے۔ حالانکہ ایسے موقع پر تو ایک نبی بھی چپ نہیں رہ سکتا۔ حضرت مسیح نے بھی الزام دینے کے وقت زبان کو بند نہیں رکھا کیونکہ جس خاموشی کا مذہب پر بد اثر پڑے اور جھوٹا صادق سمجھا جائے یا ایک صادق جھوٹا سمجھا جائے وہ خاموشی حرام ہے۔ پھر آتھم صاحب نے ان حملوں کو دیکھ کر برابر پندرہ مہینے تک کیوں ایسی خاموشی اختیار کی۔ بھلا کوئی عیسائی ہے جو اس کا سبب بتلاوے یا ایسے حضرات مسلمان جو جلدی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی جواب دیں۔ پھر صرف اِسی پر اکتفا نہیں

میں نے خود بات کو پھر ہلا کر آتھم کو قسم کھانے کے لئے بلایا کہ اگر وہ پیشگوئی سے نہیں ڈرا بلکہ تین حملوں سے ڈرا تو قسم کھاوے مگر اُس نے قسم بھی نہیں کھائی حالانکہ تمام عیسائیوں کے بزرگ ہمیشہ قسم کھاتے رہے۔ یہ سب جھوٹے بہانے ہیں کہ قسم کھانا منع ہے۔ پھر میں نے چار ہزار روپیہ دینا کیا کہ قسم کھا کر چار ہزار روپیہ لے لیں لیکن تب بھی قسم نہ کھائی۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں الہامی پیشگوئی میں صریح شرط موجود تھی جس سے کسی دشمن اور دوست کو انکار نہیں اور پھر آتھم صاحب نے ایسے عملی اور قولی نمونے دکھائے جو صریح ثابت کرتے تھے کہ وہ پوشیدہ طور پر ضرور الہامی شرط کے پابند ہو گئے تھے تو پھر بعد اس کے یہ کہنا کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کیا یہ ایمانداری ہے یا بے ایمانی۔ تعصب کا یہ حال ہے کہ یونس کی پیشگوئی پر اعتراض نہیں کرتے جو پوری نہ ہوئی حالانکہ وہ بغیر شرط کے تھی مگر اِس پیشگوئی میں تو صریح شرط تھی اور یہ شرط کے پہلو سے پوری ہو گئی۔ اور پھر اخفائے شہادت کے بعد دوسرے پہلو سے بھی پوری ہو گئی تو کیا اِس کی سچائی کو نہ ماننا ایمانداری اور انصاف ہے۔ آتھم نے میرے پر تین حملوں کی تہمتیں لگائیں۔ ان تہمتوں میں بارِ ثبوت اُس کی گردن پر تھا جس سے وہ سبکدوش نہیں ہوا یہاں تک کہ اِس دنیا سے گذر گیا۔ ﴿۹۹﴾

اِس جگہ ایک ضروری امر کا بیان کرنا حق کے طالبوں کے لئے مفید ہوگا کہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری کرنے کے لئے جو کچھ ہم سے ظہور میں آیا اور پیشگوئی کے پورا ہونے کے بعد جو کچھ عیسائیوں نے امرتسر اور الہٰ آباد وغیرہ مقامات میں خلاف واقعہ مشہور کیا اور جو کچھ میری نسبت زبان درازیاں کی گئیں اور خدا تعالیٰ کے الہام کی تکذیب کی گئی یہ سب واقعات آج سے تیرہ سو برس پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کے طور پر بیان

فرمائے ہیں اس پیشگوئی کا ماحصل یہی ہے کہ مہدی معہود کے ساتھ عیسائیوں کا کچھ مناظرہ اور مباحثہ ہوگا۔ پہلے تو ایک معمولی بات ہوگی لیکن پھر وہ ایک بڑا امر ہو جائے گا جس کا جابجا تذکرہ ہوگا۔ اور شیطان آواز دے گا کہ اُس تنازع میں جو مابین مسلمین اور نصاریٰ ہوگا۔ حق آلِ عیسیٰ کے ساتھ ہے اور آسمان سے آواز آئے گی یعنی الہامی طور پر جتلایا جائے گا کہ حق آلِ محمد کے ساتھ ہے یعنی آخر خدا کا الہام پاک دلوں کو جو روحانی طور پر آلِ محمد کہلاتے ہیں یہ یقین دلا دے گا کہ عیسائیوں کا شور و غوغا عبث تھا اور حق اہلِ اسلام کے ساتھ ہے۔☆ چنانچہ

☆ حاشیہ: اس حدیث میں لفظ آلِ عیسیٰ اور آلِ محمد محض استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ دنیوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی آل نہیں تھی پس اس جگہ بلاشبہ آلِ عیسیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عیسیٰ خدا ہے اور ہم اُس خدا کے فرزندوں کی طرح ہیں اور مرکر اُس کی گود میں سوتے ہیں سو اِسی قرینہ سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی دنیوی رشتہ مراد نہیں ہے بلکہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرزندوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ٹھہرتے ہیں بلکہ ہر جگہ آل کے لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مراد ہے نہ دنیوی رشتہ کہ جو ایک سفلی اور فانی امر ہے جو موت کے ساتھ ہی لَا اَنسَابَ بَینَھُم کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ نبی کا نفس کبھی اس بات پر راضی نہیں ہوسکتا کہ آل کے لفظ سے محض اُس کی یہ غرض ہو کہ عام دنیاداروں کی طرح ایک سفلی اور فانی رشتہ کا لوگوں کو پیرو بنانا چاہے۔ ظاہر ہے کہ نبی کی نظر آسمان پر ہوتی ہے اور اُس کا ساحت عزت اور مبلغ ہمت اِس سے پاک ہے کہ وہ بار بار ایسے رشتوں کو پیش کرے جن کے ساتھ ایمان اور صداقت اور تقویٰ لازم ملزوم نہیں ہے اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماوے کہ یہ دنیوی رشتے اِسی دنیا تک ختم ہو جاتے ہیں اور قیامت میں انساب نہیں رہیں گے۔ لیکن اس کا نبی ایک ادنیٰ سے رشتہ پر ہی زور دیتا رہے جو لڑکی کی اولاد ہے۔ حق تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاک اور عظیم الشان انبیاء جو جو کلمات منہ پر لاتے ہیں وہ اِس قدر معارف اور حقائق اپنے اندر رکھتے ہیں کہ گویا زمین سے شروع ہو کر آسمان تک جا پہنچتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ آسمان سے زمین تک آفتاب کی شعاع کی طرح نازل ہوتے ہیں اور وہ تمام کلمات اُس

﴿۱۰۰﴾

ایسا ہی وقوع میں آیا اور جب آتھم کی زندگی کے وقت اور نیز اُس کے فوت کے بعد ہمارے وہ رسائل اور اشتہار شائع ہوئے جن میں نہایت صاف اور مدلل طور پر ثابت کیا گیا تھا کہ آتھم کے متعلق جو پیشگوئی تھی وہ کمال صفائی سے پوری ہوگئی تو تمام اہل انصاف اور دیانت نے اپنی غلطی کا اقرار کیا کیونکہ وہ پیشگوئی ایسی صفائی اور قوت اور عظمت سے بھری ہوئی تھی کہ نہ صرف ایک پہلو سے بلکہ دو پہلو سے ثابت ہوگئی تھی یعنی ایک یہ پہلو کہ آتھم نے الہامی شرط کی پابندی اختیار کر کے اور

بقیہ حاشیہ

درخت کی طرح ہوتے ہیں جس کی جڑ نہایت مضبوط اور زمین کے پاتال تک پہنچی ہوئی ہو اور شاخیں آسمان میں داخل ہوں۔ لیکن وہی کلمات جب عوام کے محاورہ میں آتے ہیں تو عوام کالانعام اپنی محدود فہم اور کوتاہ عقل کی وجہ سے نہایت ذلیل معنوں میں ان کو لے آتے ہیں جو روحانیوں کے نزدیک قابل شرم ہوتے ہیں کیونکہ اُن کی دنیوی عقلوں کو آسمان سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور وہ نہیں جانتے کہ روحانی روشنی کیا شَے ہے اِس لئے وہ جلدتر اپنی موٹی سمجھ کے موافق نبی کے اعلیٰ مقاصد اور بلندتر اِشارات کو صرف دنیوی اور فانی رشتوں پر ہی ختم کر دیتے ہیں اور وہ نہیں سمجھ سکتے کہ اِس فانی اور ناپائیدار رشتہ کے وراء الوراء اور قسم کے رشتے بھی ہوتے ہیں اور ایسا ہی اور قسم کی آل ہوتی ہے جو مرنے کے بعد منقطع نہیں ہوسکتی اور نفی لَا اَنساب بَینھُم کے نیچے نہیں آتی نہ صرف اِس قسم کی آل جو فدک جیسے ایک نام کے باغ اور چند درختوں کے لئے لڑتے پھریں اور مشتعل ہو کر کبھی ابوبکرؓ کو برا کہیں اور کبھی عمرؓ کو بلکہ خدا کے پیاروں اور مقبولوں کیلئے روحانی آل کا لقب نہایت موزوں ہے اور وہ روحانی آل اپنے روحانی نانا سے وہ روحانی وراثت پاتے ہیں جس کو کسی غاصب کا ہاتھ غصب نہیں کرسکتا اور وہ اُن باغوں کے وارث ٹھہرتے ہیں جن پر کوئی دوسرا قبضہ ناجائز کر ہی نہیں سکتا۔ پس یہ سفلی خیال بعض اِسلامی فرقوں میں اس وقت آ گئے ہیں جبکہ اُن کی روح مردہ ہوگئی اور اُس کو روحانی طور پر آل ہونے کا کچھ بھی حصہ نہ ملا اِس لئے روحانی مال سے لاوارث ہونے کی وجہ سے اُن کی عقلیں موٹی ہوگئیں اور اُن کے دِل مکدر اور کوتہ بین ہوگئے۔ اس میں کس ایماندار کو کلام ہے کہ حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اور صاحبِ کمال اور صاحب عفت اور عصمت اور ائمۃ الھدیٰ تھے

﴿۱۰۰﴾

اپنی عادات سابقہ سے رجوع اختیار کر کے خدا تعالیٰ کے پاک وعدہ کے موافق کسی قدر مہلت ملنے کا فائدہ اُٹھا لیا۔ ہاں چونکہ اُس کا رجوع کامل طور پر نہ تھا اِس لئے مہلت بھی کامل طور پر نہ ملی۔ اور دوسرے اس پہلو سے یہ پیشگوئی ثابت ہوئی کہ جب آتھم نے خدا تعالیٰ کی مہلت دینے کا قدر نہ کیا اور سچ کی گواہی نہ دی بلکہ اِس نشان کو تین حملوں کے بہانہ سے چھپانا چاہا تو خدا تعالیٰ نے جلد تر اُس کو پکڑ لیا۔ ہاں خدا تعالیٰ نے لیکھرام کی پیشگوئی کی طرح جلالی اور

بقیہ حاشیہ

وہ بلاشبہ دونوں معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل تھے لیکن کلام اِس بات میں ہے کہ کیوں آل کی اعلیٰ قسم کو چھوڑا گیا ہے اور ادنیٰ پر فخر کیا جاتا ہے۔ تعجب کہ وہ اعلیٰ قسم امام حسنؓ اور حسینؓ کے آل ہونے کی یا اور کسی کے آل ہونے کی جس کی رو سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ٹھہرتے ہیں اور بہشت کے سردار کہلاتے ہیں یہ لوگ اس کا تو کچھ ذِکر ہی نہیں کرتے۔ اور ایک فانی رشتہ کو بار بار پیش کیا جاتا ہے جس کے ساتھ روحانی وراثت لازم ملزوم نہیں اور اگر یہ فانی رشتہ جو جسمانی تعلق سے پیدا ہوتا ہے ضروری طور پر خدا تعالیٰ کے نزدیک حقدار ہوتا تو سب سے پہلے قابیل کو یہ حق ملتا جو حضرت آدم علیہ السلام کا پہلوٹا بیٹا اور پیغمبر زادہ تھا اور پھر اس کے بعد حضرت نوح آدم ثانی کے اُس بیٹے کو حق ملتا جس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ[1] کا لقب پایا۔ سو اہل معرفت اور حقیقت کا یہ مذہب ہے کہ اگر حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفلی رشتہ کے لحاظ سے آل بھی نہ ہوتے تب بھی بوجہ اس کے کہ وہ روحانی رشتہ کے لحاظ سے آسمان پر آل ٹھہر گئے تھے۔ وہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ہوتے۔ جبکہ فانی جسم کا ایک رشتہ ہوتا ہے تو کیا روح کا کوئی بھی رشتہ نہیں بلکہ حدیث صحیح سے اور خود قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ روحوں میں بھی رشتے ہوتے ہیں اور ازل سے دوستی اور دشمنی بھی ہوتی ہے۔ اب ایک عقلمند انسان سوچ سکتا ہے کہ کیا لازوال اور ابدی طور پر آل رسول ہونا جائے فخر ہے یا جسمانی طور پر آلِ رسول ہونا جو بغیر تقویٰ اور طہارت اور ایمان کے کچھ بھی چیز نہیں۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اہل بیت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی کسر شان کرتے ہیں بلکہ اِس تحریر سے

[1] ھود:۴۷

قہری رنگ میں اُس سے معاملہ نہ کیا کیونکہ اُس نے نرمی سے اپنا برتاؤ رکھا اور لیکھرام کی طرح تیزی اور نہایت درجہ کی بدزبانی نہ دکھلائی اس لئے خدا تعالیٰ نے جو حلیموں کے ساتھ حلیم اور سخت زبانوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے اُس کے ساتھ نرمی کی گویا خدا تعالیٰ کی جمالی رنگ کی پیشگوئی کا نمونہ ایوب نبی کی پیشگوئی کی طرح ڈپٹی آتھم میں ظہور فرما ہوا۔ اور اُس کی جلالی رنگ کی پیشگوئی کا نمونہ جو قہر اور سختی اور پُر دہشت طریق سے تھا لیکھرام میں پورا ہوا اور ہر ایک طالب حق کو اِن دونوں شخصوں کے طریق عمل سے ایک سبق حاصل ہوسکتا ہے کہ کیسے خدا نے نرمی کرنے والے اور زبان کو بند رکھنے والے سے جو ڈپٹی آتھم تھا نرمی کی اور کسی دہشت ناک موت کے ساتھ اُس کو ہلاک نہ کیا بلکہ الہامی شرط کو یاد کر کے جب دیکھا کہ آتھم ڈرا اور اُس نے اپنے عملی طریق میں تبدیلی کی تب خدا نے بھی اُس سے نرمی کی اور اُس کے رجوع کی وجہ سے دو[۲] برس سے بھی کچھ زیادہ اور مہلت اُس کو دے دی لیکن شخص ثانی یعنی لیکھرام کو بباعث اُس کی

﴿۱۰۱﴾

بقیہ حاشیہ

ہمارا مدعا یہ ہے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی شان کے لائق صرف جسمانی طور پر آل رسول ہونا نہیں کیونکہ وہ بغیر روحانی تعلق کے ہیچ ہے۔ اور حقیقی تعلق اُن ہی عزیزوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ جو روحانی طور پر اس کی آل میں داخل ہیں۔ رسولوں کے معارف اور انوار روحانی رسولوں کے لئے بجائے اولاد ہیں جو اُن کے پاک وجود سے پیدا ہوتے ہیں اور جو لوگ اُن معارف اور انوار سے نئی زندگی حاصل کرتے ہیں اور ایک پیدائش جدید اُن انوار کے ذریعہ سے پاتے ہیں وہی ہیں جو روحانی طور پر آل محمد کہلاتے ہیں اور پیشگوئی مذکورہ بالا میں شیطان کا یہ آواز دینا کہ حق آل عیسیٰ کے ساتھ ہے یہ شیطان کا کلمہ اس وجہ سے بھی دروغ ہے کہ وہ روحانی طور پر مشرکوں کو حضرت عیسیٰ کی آل ٹھہراتا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ کو خدا کہنے والے آسمان پر اُن کے ساتھ کچھ حصہ نہیں پاسکتے اور نہ ان کے وارث ٹھہر سکتے ہیں پھر وہ روحانی طور پر اُن کے آل کیونکر ہو سکتے ہیں۔ منہ

بدزبانی اور سخت گوئی اور دریدہ دہنی اور نہایت درجہ کی گستاخی اور فحش گوئی کے کچھ بھی مہلت نہ دی بلکہ اُس کو ایسے وقت میں پکڑ لیا جبکہ ابھی اس کی پیشگوئی کی میعاد میں سے قریباً دو برس باقی رہتے تھے۔ پس جس قدر آتھم نے اپنے ڈرنے اور لرزاں اور ہراساں ہونے کی وجہ سے پیشگوئی کی میعاد کے دن زیادہ کرا لئے اسی قدر لیکھرام نے اپنی بدزبانی اور سخت گوئی کی وجہ سے پیشگوئی کے میعاد کے دن کم کرا لئے یعنی عبداللہ آتھم نے پیشگوئی کو سن کر خوف ظاہر کیا اور وہ پیشگوئی کے تمام ایّام میں ڈرتا رہا اور روتا رہا اور ایک لفظ بھی بے ادبی کا اُس کے منہ سے نہ نکلا بلکہ صحبت بد سے بھی منہ پھیر کر گوشہ نشین اور خلوت گزین ہو گیا اور اپنی پہلی عادات بحث مباحثہ اور سخت گوئی سے رجوع کر لیا بلکہ دہشت زدہ ہو کر بالکل چپ ہو گیا اِس لئے خدا نے جو رحیم و کریم خدا ہے اپنی الہامی شرط اور وعدہ کے موافق اُس کی زندگی کے دن کسی قدر بڑھا دیئے۔ لیکن لیکھرام پیشگوئی کو سن کر اور بھی خیرہ طبع ہوا اور پہلے سے بھی زیادہ بدزبانی کرنا اور گالیاں نکالنا اور خدا کے پاک نبیوں کو بُرا کہنا شروع کر دیا۔ اِس لئے خدا نے اُس کی زندگی کے دنوں میں سے قریباً دو برس گھٹا دیئے جیسا کہ آتھم کے دِن قریباً اسی قدر بڑھا دیئے۔ سو یہ ایک نکتہ معرفت ہے جس سے خدا تعالیٰ کی دو مختلف عادتیں اُن دو شخصوں کے ساتھ ظہور میں آئیں جنہوں نے دو مختلف طور پر اپنے جوہر ظاہر کئے۔ بلا شبہ عارفوں کے لئے یہ عجیب دلکش نظارہ ہے کہ کیونکر خوف اور نرمی کی وجہ سے ایک کی زندگی کے دن بڑھائے گئے اور دوسرے کے دن شوخی اور بدزبانی کی وجہ سے اسی قدر گھٹائے گئے اور بلا شبہ لیکھرام کا قصہ ڈپٹی آتھم کے قصے کا مصرع ثانی ہے اور آتھم کے قصےّ سے ذوق اُٹھانے کے لئے ضرور ہے کہ ساتھ اس کے لیکھرام کے متعلق کی پیشگوئی کا قصہ بھی پڑھا جائے اور

جو شخص ان دونوں قصوں کو باہم ملا کر نہیں دیکھے گا ممکن ہے کہ وہ اچھی طرح اس دقیقۂ معرفت کو نہ سمجھ سکے اور وہ دو رنگ جو جمالی جلالی صورت میں ظہور پذیر ہوئے ہیں اُن کا لطف کسی کو کب آسکتا ہے جب تک کہ ان دونوں قصوں پر بالمقابل اُس کی نظر نہ پڑے۔ اِسی لئے ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ اس پیشگوئی کے بعد لیکھرام والی پیشگوئی کو درج کریں تا معلوم ہو کہ جس قدر یہ آتھم کے متعلق کی پیشگوئی نرم طور پر رفق اور آہستگی کے ساتھ ظہور میں آئی ایسا ہی وہ پیشگوئی جو لیکھرام کے متعلق تھی ایک دہشت ناک نظارہ کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی۔ یہاں تک کہ آتھم کا جنازہ بھی فیروز پور میں چپکے سے اُٹھایا گیا اور چند آدمی عالم خاموشی میں اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر آ گئے اور کوئی معرکہ کا اجتماع نہ ہوا لیکن لیکھرام کی موت پر شورِ قیامت برپا ہوا اور لاہور کے کوچوں اور گلیوں میں ہندوؤں کی گریہ وزاری کی وہ رستخیز قائم ہوئی کہ لاہوریوں کی آنکھ نے شاید راجہ شیر سنگھ کے مرنے کے بعد اس کی نظیر نہ دیکھی ہوگی۔ اور جنازہ ایسے ہجوم خلائق کے ساتھ نکلا کہ گویا وہ دِن اہلِ ہنود کے لئے روزِ محشر تھا۔

اور ہم اُن لوگوں کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں جنہوں نے محض ظلم کی راہ سے یہ کہہ دیا کہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ پیارے ناظرین! تم ہمارے اس تمام بیان کو جو آتھم کی نسبت کیا گیا ہے اوّل غور سے پڑھو اور پھر آپ ہی انصافاً گواہی دو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اِس پیشگوئی کے الہام میں رجوع کی شرط تھی۔ اور پھر کیا یہ سچ نہیں کہ آتھم نے اپنے اقوال سے اپنے افعال سے اپنی حرکات سے اپنی سکنات سے اپنے مبہوت اور خوف زدہ چہرہ اور سخت غم کی حالت سے اور اپنے بے اصل اور بے ثبوت افتراؤں سے اور اپنی قسم سے کنارہ کشی کرنے سے اور اپنی

نالش سے دست برداری سے اور اپنے اقرار سے کہ ایّام پیشگوئی میں مَیں ڈرتا رہا ہوں
اور اپنی عاداتِ سابقہ کو یک لخت چھوڑنے سے ثابت کر دیا ہے کہ اُس نے الہامی پیشگوئی
کے سننے کے بعد ضرور اپنی مخالفانہ عادات اور مذہبی مخالفت سے اور ایسا ہی ہر ایک قسم کی
بے باکی اور گستاخی اور بدزبانی سے ضرور رجوع کیا تھا اور نہ صرف رجوع بلکہ دِل اُس کا
خوف سے بھر گیا اور اُس کا آرام جاتا رہا۔ یہ ہماری طرف سے صرف دعویٰ نہیں بلکہ یہ ﴿۱۰۲﴾
وہ باتیں ہیں جن میں سے بعض کا اُس نے خود اقرار کیا اور بعض کو پبلک نے بچشم خود دیکھ لیا
اور بعض اُس کے عملی حالات سے معلوم ہو گئیں۔ مگر یہ عجیب حیرت کا مقام ہے کہ باوجود
اتنی وضاحت اور اس قدر قرائن اور اس قدر صاف شہادتوں کے پھر بھی ہمارے مخالف
مولویوں اور اُن کے پیرووں نے اِس پیشگوئی کا انکار کر ہی دیا۔ چاہیئے تھا کہ وہ اِس
نشان پر جو علمی معارف بھی ساتھ رکھتا تھا جس سے ایک پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی پوری ہوتی تھی اور جس کے بغیر لیکھرام والا نشان صرف ایک آنکھ کی طرح رہ جاتا تھا
اور اُن دو نشانوں کی ترتیب بگڑتی تھی جو جمالی اور جلالی رنگ میں صفاتِ الٰہیہ کا پورا
چہرہ دِکھلاتے تھے حد سے زیادہ بلکہ زیادہ سے زیادہ خوشی مناتے اور آسمانی نشان کا
قدر کرتے اور سو جاکھوں کی طرح الہامی شرط کو دیکھتے اور آتھم کے قول اور فعل
میں اس کا ثبوت پا کر خوشی سے اُچھلتے۔ یہ ایک تھوڑی بات نہیں تھی کہ اس پیشگوئی
اور لیکھرام والی پیشگوئی کو ایک دوسرے کے مقابل پر رکھ کر ایک طالب حق کو
تجلیات الٰہیہ کی معرفت حاصل ہوتی تھی کہ گویا اِس آئینہ سے خدا نظر آجاتا تھا اور
جمالی اور جلالی قدرت کے اسرار کھلتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ اِس پیشگوئی
کی تاثیر نے آتھم کی سرشت اور عادت پر کس قدر فوق العادت اثر ڈالا یہاں تک
کہ اس کے سننے کے بعد آتھم آتھم نہ رہا اور گو اُس کو ایک قلیل مہلت ملی مگر پھر بھی

پیشگوئی کے اثر نے اُس کو نہ چھوڑا لیکن افسوس کہ ہمارے علماء کے دِل نے نہ مانا کہ خدا کے نشان کو قبول کریں۔ اب بھی مناسب ہے کہ وہ اِس کتاب کو غور سے پڑھیں اور ایک محققانہ دِل اور دماغ لے کر ذرہ سوچیں کہ اب ان ثبوتوں کے بعد پیشگوئی کی سچائی میں کونسی کسر باقی ہے۔ کیا ہمارے ذمہ کوئی بارِ ثبوت ہے جس سے ہم سبکدوش نہیں ہوئے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ہم نے اپنے دعوے کو بہت سے ثبوتوں سے مدلل کر کے دِکھلا دیا ہے مگر آتھم نے حق پوشی کے لئے جو دعویٰ کیا تھا کہ میں تین حملوں سے ڈرا نہ پیشگوئی سے اِس دعوے سے وہ سبکدوش نہیں ہوا یہاں تک کہ فوت ہوگیا۔ عزیزو! اب جوانمردی اور تقویٰ کی راہ سے حق کو قبول کرو۔ اور مجھے اِس بات سے بہت مسرت ہے کہ بعض مولوی صاحبان اب توبہ نامے بھیج رہے ہیں اور جنگ کے اشتہار صلح کے عرائض سے بدل رہے ہیں۔ اکثر ناہموار طبیعتیں صاف اور سیدھی سڑکوں کی طرح بنتی جاتی ہیں اور دِلوں کے ویران اور سنسان جنگل وادیٔ کشمیر کی طرح گل وگلزار سے بھرتے جاتے ہیں۔ نا قابلیت اور سستی کی مرض کم ہوتی جاتی ہے اور جو کچھ پہلے دنوں میں اُن پر مشکل تھا اب وہ آسان ہوتا جاتا ہے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ ہر ایک سیدھی طبیعت کے لئے یہ راہ صاف اور کشادہ ہے کہ مجھے اور میرے نشانوں کو بآسانی قبول کرلیں جبکہ وہ اپنے گذشتہ اولیاء کے ایسے خوارق قبول کرتے ہیں کہ جن کے بارے میں اُن کے ہاتھ میں کوئی کافی ثبوت نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایسے نشانوں کے قبول کرنے کے لئے ایک لشکر جرّار کی طرح اُن کے سامنے کھڑے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنے ثبوت اور صفائی کی روشنی ڈال رہے ہیں۔ کسی قسم کی روک اُن کو پیش آوے بلکہ اُن کے لئے نہایت خوشی کا یہ موقع ہے کہ یہ دن اُنہوں نے دیکھا۔ اُس زمانہ کو ابھی کچھ بہت عرصہ نہیں ہوا کہ جب ایک پادری بازار میں کھڑا ہو کر اعتراض کرتا تھا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

کوئی معجزہ نہیں ہوا تب کس قدر سچے مومنوں کے دِلوں پر صدمہ پہنچتا تھا اور گو نقول اور اخبار سے جواب دیا جاتا تھا مگر متعصب دشمن کب مانتا تھا اور اب وہ زمانہ ہے کہ کوئی پادری ہمارے سامنے کھڑا نہیں ہوسکتا اور خدا تعالیٰ کے نشان اِس طرح نازل ہورہے ہیں جیسا کہ برسات کی بارش۔ پس یہ شکر کا مقام تھا نہ یہ کہ سب سے پہلے آپ ہی انکار کرنا شروع کردیں۔ یہ کس قدر فخر کی بات تھی کہ اب بھی اسلام میں صاحبِ خوارق اور نشان موجود ہیں اور دوسری قوموں میں موجود نہیں ذرہ سوچیں کہ یہ تمام کارروائی اِسلام کے لئے تھی یا کسی اور مطلب کے لئے۔ اب اِسلام میرے ظہور کے بعد اُس بلندی کے مینار پر ہے کہ جس کے مقابل پر تمام ملتیں نشیب میں پڑی ہیں کیونکہ زندہ مذہب وہی ہوتا ہے جو اپنے ساتھ تازہ بتازہ نشان رکھتا ہے۔ وہ مذہب نہیں بلکہ پرانے قصوں کا مجموعہ ہے جس کے ساتھ زندہ نشان نہیں ہیں۔ پس یہ کس قدر خوشی کی بات ہے کہ اب اسلامی وجاہت میرے ظہور سے ایک اعلیٰ درجہ کی ترقی پر ہے۔ اُس کا نور دشمن کو نزدیک آنے نہیں دیتا۔ کیا اِس میں شک ہے کہ جو اس سے پہلے اسلامی نشانوں کا ذکر کیا جاتا تھا وہ دشمنوں کی نظر میں صرف دعوے کے رنگ میں تھا۔ اب وہ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور ہر ایک واعظ اپنے ارادوں میں میری طرف سے امداد پا رہا ہے اور میرے نیک اِرادوں کو خدا کی مدد ہر دم سہارا دے رہی ہے۔ اب ہم دشمن کو صرف ایک بات میں گرا سکتے ہیں کہ اُس کا مذہب مردہ اور نشانوں سے خالی ہے اور اب ہر ایک مسلمان زندہ اور موجود نشان دِکھلا سکتا ہے اور پہلے ایسا نہیں تھا۔ خوشی کرو اور اُچھلو کہ یہ اسلام کے اقبال کے دِن ہیں۔ ﴿۱۰۳﴾

۶۶ اور منجملہ ہیبت ناک اور عظیم الشان نشانوں کے پنڈت لیکھرام کی موت کا نشان ہے جس کے وقوع کے نہ ایک نہ دو بلکہ برٹش انڈیا کے تمام ہندو اور مسلمان

اور عیسائی گواہ ہیں بلکہ ہماری گورنمنٹ محسنہ بھی اِس نشان کی گواہ ہے۔ اللہ اللہ یہ کیسا دہشت ناک اور ہیبت ناک نشان ظاہر ہوا جس نے آنکھوں والوں کو خدا کا چہرہ دکھا دیا اور شاہِ ایران اور خسرو پرویز اور اُس کے قتل کئے جانے کا واقعہ جو ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی بنا پر ظہور میں آیا تھا اِس زندہ نشان سے دوبارہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ واضح ہو کہ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے نشان تھے جو ایک اُن میں سے آتھم کے قصہ سے مشابہ اور دوسرا لیکھرام کے ماجرا سے مماثلت رکھتا تھا۔ اِس مجمل بیان کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ صحیح بخاری کے صفحہ ۵ میں مذکور ہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط دعوتِ اسلام کا قیصر رُوم کی طرف لکھا تھا اور اُس کی عبارت جو صفحہ مذکورہ بخاری میں مندرج ہے یہ تھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمْ. من محمدٍ عبد اللّٰہ و رسُولہ الٰی ھرقل عظیم الرّوم. سلام علی من اتبع الھدیٰ. امّا بعد فانّی ادعوک بدعایة الاسلام اَسلِم تَسْلِم یؤتک اللّٰہ اجرک مرّتین. فان تولّیت فانّ علیک اثم الیریسیین ۔ ویا اھل الکتاب تعالوا الٰی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللّٰہ و لا نشرک بہٖ شیئًا و لا یتّخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دُون اللّٰہ فان تولّوا فقولوا اشھدوا باَنّا مسلمون ۔ یعنی یہ خط محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہے روم کے سردار ہرقل کی طرف ہے۔ سلام اُس پر جو ہدایت کی راہوں کی پیروی کرے اور اس کے بعد تجھے معلوم ہو کہ میں دعوتِ اسلام کی طرف تجھے بلاتا ہوں یعنی وہ مذہب جس کا نام اِسلام ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ انسان خدا کے آگے اپنی گردن رکھ دے اور اُس کی عظمت اور جلال کے پھیلانے کے لئے اور اُس کے بندوں کی ہمدردی کے لئے کھڑا ہو جائے اِس کی طرف میں تجھے

بلاتا ہوں۔ اسلام میں داخل ہو جا کہ اگر تو نے یہ دین قبول کر لیا تو پھر سلامت رہے گا اور
بے وقت کی موت اور تباہی تیرے پر نہیں آئے گی اور اگر ایسا نہ کیا تو پھر موت اور ہاویہ
در پیش ہے اور اگر تو نے اسلام کو قبول کر لیا تو خدا تجھے دو اجر دے گا۔ یعنی ایک یہ کہ
تو نے مسیح علیہ السلام کو قبول کیا اور دوسرا یہ اجر ملے گا کہ تو نبی آخر الزمان پر ایمان لایا
لیکن اگر تو نے منہ پھیرا اور اسلام کو قبول نہ کیا تو یاد رکھ کہ تیرے ارکان اور مصاحبین
اور تیری رعیّت کا گناہ بھی تیری ہی گردن پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسے کلمہ کی
طرف آؤ جو تم میں اور ہم میں برابر ہے یعنی دونوں تعلیمیں انجیل اور قرآن کی اس پر
گواہی دیتی ہیں اور دونوں فرقوں کے نزدیک وہ مسلّم ہے کسی کو اِس میں اختلاف نہیں
اور وہ یہ ہے کہ ہم محض اُسی خدا کی پرستش کریں جو واحد لاشریک ہے اور کسی چیز کو اُس
کے ساتھ شریک نہ کریں نہ کسی انسان کو نہ کسی فرشتہ کو نہ چاند کو نہ سورج کو نہ ہوا کو
نہ آگ کو نہ کسی اور چیز کو اور ہم میں سے بعض خدا کو چھوڑ کر اپنے جیسے دوسروں کو خدا
اور پروردگار نہ بنالیں اور خدا نے ہمیں کہا ہے کہ اگر اس حکم کو سن کر یہ لوگ باز نہ
آویں اور اپنے مصنوعی خداؤں سے دست بردار نہ ہوں تو پھر ان کو کہہ دو کہ تم
گواہ رہو کہ ہم خدا کے اس حکم پر قائم ہیں کہ پرستش اور اطاعت کے لئے اُسی
کے آستانہ پر گردن رکھنی چاہیئے اور وہ اسلام جس کو تم نے قبول نہ کیا ہم اُس کو
قبول کرتے ہیں۔ یہ خط تھا جو ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم
کی طرف لکھا تھا اور اُس کو قطعی طور پر ہلاکت اور تباہی کا وعدہ نہیں دیا بلکہ اُس کی
سلامتی اور نا سلامتی کے لئے شرطی وعدہ تھا۔ اور صحیح بخاری کے اسی صفحہ سے معلوم
ہوتا ہے کہ کسی قدر قیصر روم نے حق کی طرف رجوع کر لیا تھا اس لئے خدا تعالیٰ

﴿۱۰۴﴾ کی طرف سے ایک مُدت تک اُس کو مہلت دی گئی۔ لیکن چونکہ وہ اُس رجوع پر قائم نہ رہ سکا اور اُس نے شہادت کو چھپایا اِس لئے کچھ مہلت کے بعد جو اُس کے رُجوع کی وجہ سے تھی پکڑا گیا۔ اور اُس کا رجوع اُس کے اِس کلمہ سے معلوم ہوتا ہے جو صحیح بخاری کے صفحہ۴ میں اِس طرح پر مذکور ہے۔ **فان کان ما تقول حقًّا فسیملک موضع قدمی ھاتین. وقد کنتُ اعلم انّہ خارج ولم اکن اظنّ انّہٗ منکم. فلو انّی اعلم انّی اُخلص الیہ لتجشّمتُ لقاءہ. ولو کنتُ عندہ لغسلتُ عن قدمیہ** ۔ اس عبارت کا ترجمہ کرنے سے پہلے یہ بات ہم یاد دلا دیتے ہیں کہ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جبکہ قیصر رُوم نے ابوسفیان کو جو تجارت کی تقریب سے مع اپنی ایک جماعت کے شام کے ملک میں وارد تھا اپنے پاس بلایا اور اُس وقت قیصر اپنے ملک کا سیر کرتا ہوا بیت المقدس میں یعنی یروشلم میں آیا ہوا تھا اور قیصر نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ابوسفیان سے جو اُس وقت کفر کی حالت میں تھا بہت سی باتیں پوچھیں۔ اور ابوسفیان نے اِس وجہ سے جو اُس دربار میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا ایک سفیر بھی موجود تھا جو تبلیغ اِسلام کا خط لے کر قیصر روم کی طرف آیا تھا بجز راست گوئی کے چارہ نہ دیکھا کیونکہ قیصر نے اُن اُمور کے استفسار کے وقت کہہ دیا تھا کہ اگر یہ شخص واقعات کے بیان کرنے میں کچھ جھوٹ بولے تو اس کی تکذیب کرنی چاہیئے سو ابوسفیان نے پردہ دری کے خوف سے سچ سچ ہی کہہ دیا اور جس قدر قیصر نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کچھ حالات دریافت کئے تھے وہ سچائی کی پابندی سے بیان کر دیئے گو اُس کا دِل نہیں چاہتا تھا کہ صحیح طور پر بیان کرے مگر سر پر جو مکذبین موجود تھے وہ خوف دامنگیر ہوگیا اور جھوٹ بولنے میں اپنی رسوائی کا اندیشہ ہوا جب وہ سب کچھ قیصر

رُوم کے رُوبرو بیان کر چکا تو اُس وقت قیصر نے وہ کلام کہا جو مندرجہ بالا عربی عبارت میں مذکور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر یہ باتیں سچ ہیں جو تو کہتا ہے تو وہ نبی جو تم میں پیدا ہوا ہے عنقریب وہ اِس جگہ کا مالک ہو جائے گا جس جگہ یہ میرے دونوں قدم ہیں اور قیصر نجوم کے علم میں بہت دسترس رکھتا تھا۔ اِس علم کے ذریعے سے بھی اُس کو معلوم ہوا کہ یہ وہی مظفر اور منصور نبی ہے جس کا توریت اور انجیل میں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور پھر اُس نے کہا کہ مجھے تو معلوم تھا کہ وہ نبی عنقریب نکلنے والا ہے مگر مجھے یہ خبر نہیں تھی کہ وہ تم میں سے نکلے گا اور اگر میں جانتا کہ میں اُس تک پہنچ سکتا ہوں تو میں کوشش کرتا کہ اُس کو دیکھوں۔ اور اگر میں اُس کے پاس ہوتا تو اپنے لئے یہ خدمت اختیار کرتا کہ اُس کے پیر دھویا کروں۔ فقط یہ وہ جواب ہے جو قیصر نے خط کے پڑھنے کے بعد دیا یعنی اُس خط کے پڑھنے کے بعد جس میں قیصر کو اُس کی تباہی اور ہلاکت کی شرطی دھمکی دی گئی تھی اور گو قیصر نے **اَسلم تَسلم** کی شرط کو جو خط میں تھی پورے طور پر ادا نہ کیا اور عیسائی جماعت سے علیحدہ نہ ہوا لیکن تاہم اُس کی تقریر مذکورہ بالا سے پایا جاتا ہے کہ اُس نے کسی قدر اِسلام کی طرف رجوع کیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اُس کو مہلت دی گئی۔ اور اُس کی سلطنت پر بکلی تباہی نہیں آئی اور نہ وہ جلد تر ہلاک ہوا۔ اب جب ہم ڈپٹی آتھم کے حال کو قیصر رُوم کے حال کے ساتھ مقابل رکھ کر دیکھتے ہیں تو وہ دونوں حال ایک دوسرے سے ایسے مشابہ پائے جاتے ہیں کہ گویا آتھم قیصر ہے یا قیصر آتھم ہے۔ کیونکہ ان دونوں نے شرطی پیشگوئی پر کسی حد تک عمل کر لیا اس لئے خدا کے رحم نے رفق اور آہستگی کے ساتھ ان سے معاملہ کیا اور اُن دونوں کی عمر کو کسی قدر مہلت دے دی۔ مگر چونکہ وہ دونوں خدا کے نزدیک اخفائے شہادت کے مجرم ٹھہر گئے تھے اور آتھم کی طرح قیصر نے بھی گواہی کو

پوشیدہ کیا تھا۔ کیونکہ اُس نے بالآخر اپنے ارکانِ دولت کو اپنی نسبت بدظن پا کر اِن لفظوں سے تسلی دی تھی کہ وہ میری پہلی باتیں جن میں مَیں نے اِسلام کی رغبت ظاہر کی تھی اور تمہیں ترغیب دی تھی وہ باتیں میرے دل سے نہیں تھیں بلکہ میں تمہارا امتحان کرتا تھا کہ تم کِس قدر عیسائی مذہب میں مستحکم ہو۔ لیکن لیکھرام کا حال کسریٰ سے یعنی خسرو پرویز سے مشابہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط پہنچنے پر اُس نے بہت غصہ ظاہر کیا اور حکم دیا کہ اُس شخص کو گرفتار کر کے میرے پاس لانا چاہیئے۔ تب☆ اُس نے صوبہ یمن کے گورنر کے نام ایک تاکیدی پروانہ لکھا کہ وہ شخص جو مدینہ میں پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے جس کا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس کو بلا توقف گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ اُس گورنر نے اِس خدمت کے لئے اپنے فوجی افسروں میں سے دو مضبوط آدمی متعین کئے کہ تا وہ کسریٰ کے اِس حکم کو بجالاویں۔ جب وہ مدینہ میں پہنچے اور اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ظاہر کیا کہ ہمیں یہ حکم ہے کہ آپ کو گرفتار

﴿۱۰۵﴾

☆ اس جگہ اس بات کا جتلا دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ خسرو پرویز کے وقت میں اکثر حصہ عرب کا پایۂ تخت ایران کے ماتحت تھا اور گو عرب کا ملک ایک ویرانہ سمجھ کر جس سے کچھ خراج حاصل نہیں ہوسکتا تھا چھوڑا گیا تھا مگر تاہم بگفتن وہ ملک اسی سلطنت کے ممالک محروسہ میں سے شمار کیا جاتا تھا لیکن سلطنت کی سیاست مدنی کا عرب پر کوئی دباؤ نہ تھا اور نہ وہ اس سلطنت کے سیاسی قانون کی حفاظت کے نیچے زندگی بسر کرتے تھے بلکہ بالکل آزاد تھے اور ایک جمہوری سلطنت کے رنگ میں ایک جماعت دوسروں پر امن اور عدل اپنی قوم میں قائم رکھنے کے لئے حکومت کرتی تھی جن میں سے بعض کی رائے کو سب سے زیادہ نفاذ احکام میں عزّت دی جاتی تھی اور اُن کی ایک رائے کسی قدر جماعت کی رائے کے ہم پلّہ سمجھی جاتی تھی۔ سو بدقسمتی سے کسریٰ کو اس اشتعال کا یہ بھی باعث ہوا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رعایا میں سے ایک شخص سمجھا لیکن اس معجزہ کے بعد جس کا ذِکر متن میں کیا گیا ہے قطعی طور پر حکومت فارس کے تعلقات ملک عرب سے علیحدہ ہوگئے اُس وقت تک کہ وہ تمام مُلک اِسلام کے قبضہ میں آ گیا۔ منہ

کر کے اپنے خداوند کسریٰ کے پاس حاضر کریں تو آپ نے اُن کی اِس بات کی کچھ
پرواہ نہ کر کے فرمایا کہ میں اِس کا کُل جواب دُوں گا۔ دوسری صبح جب وہ حاضر
ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آج رات میرے خداوند نے تمہارے خداوند کو (جس کو
وہ بار بار خداوند خداوند کر کے پکارتے تھے) اُسی کے بیٹے شیرویہ کو اُس پر مسلط
کر کے قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب یہ لوگ یمن کے اُس شہر میں پہنچے
جہاں سلطنت فارس کا گورنر رہتا تھا تو ابھی تک اُس گورنر کو کسریٰ کے قتل کئے جانے
کی کچھ بھی خبر نہیں پہنچی تھی اس لئے اُس نے بہت تعجب کیا مگر یہ کہا کہ اِس عدول حکمی
کے تدارک کے لئے ہمیں جلد تر کچھ نہیں کرنا چاہیئے جب تک چند روز تک پایۂ سلطنت
کی ڈاک کی انتظار نہ کرلیں۔ سو جب چند روز کے بعد ڈاک پہنچی تو اُن کاغذات
میں سے ایک پروانہ یمن کے گورنر کے نام نکلا جس کو شیرویہ کسریٰ کے ولی عہد نے لکھا
تھا۔ مضمون یہ تھا کہ ’’خسرو میرا باپ ظالم تھا اور اُس کے ظلم کی وجہ سے اُمورِ سلطنت
میں فساد پڑتا جاتا تھا اِس لئے میں نے اُس کو قتل کر دیا ہے۔ اب تم مجھے اپنا شہنشاہ
سمجھو اور میری اطاعت میں رہو۔ اور ایک نبی جو عرب میں پیدا ہوا ہے جس کی
گرفتاری کے لئے میرے باپ نے تمہیں لکھا تھا اُس حکم کو بالفعل ملتوی رکھو‘‘۔ اور
جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ قیصر اور آتھم کا قصہ بالکل باہم مشابہ ہے ایسا
ہی ہم اِس جگہ بھی اِس بات کے لکھنے کے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اسی طرح لیکھرام کا قصہ
کسریٰ یعنی خسرو پرویز کے قصےّ سے نہایت شدید مشابہت رکھتا ہے کیونکہ جس طرح
کسی ہندو نے جو اپنے تئیں نو مسلم قرار دیتا تھا لیکھرام کے پیٹ پر حربہ چلایا اسی
طرح شیرویہ نے خسرو کے پیٹ پر حربہ چلایا۔ اور اُن دونوں واقعات لیکھرام
اور کسریٰ سے اُس وقت خبر دی گئی تھی جبکہ کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ ایسا واقعہ

عنقریب ہم سنیں گے۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جو کچھ آتھم اور قیصر روم کو عذاب الٰہی پیش آیا وہ جمالی رنگ میں تھا اور آتھم اور قیصر روم کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ شرطی تھی اور اُس شرط کے موافق جبکہ وہ دونوں اُس شرط کے کسی قدر پابند ہو گئے اُن کو ایک تھوڑے عرصہ تک مہلت دی گئی تھی لیکن جو غیب گوئی لیکھرام اور کسریٰ یعنی خسرو پرویز کی نسبت کی گئی تھی وہ بلاشرط تھی اور یہ دونوں وقوعہ کسریٰ اور لیکھرام کے جلالی رنگ میں ظہور میں آئے تھے اور جیسا کہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کسریٰ کا مارا جانا ایک بڑا معجزہ تھا کہ وہ سخت دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا ایسا ہی اگر مسلمان چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ لیکھرام کا مارا جانا بھی ایک بڑا معجزہ تھا کیونکہ وہ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن اور بدزبان تھا۔ ہاں کسریٰ اور لیکھرام میں یہ فرق تھا کہ کسریٰ ایک بادشاہ تھا جو اپنی عداوت کے جوش میں تلوار سے کام لے سکتا تھا اور لیکھرام ایک برہمن عوام ہندوؤں میں سے تھا جس کے پاس بجز بدزبانی اور فحش گوئی اور نہایت قابلِ شرم گالیوں کے اور کچھ نہ تھا اور کسریٰ ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پر حملہ کرنا چاہتا تھا اور لیکھرام نے آنجناب کی مقدس شان اور راستبازی اور نبوت کے پاک چشمہ پر حملہ کرنا چاہا اِس لئے خدا نے جو اپنے پیاروں کے لئے غیرت مند ہے۔ کسریٰ کے واقعہ سے تیرہ سو (۱۳۰۰) برس بعد پھر اپنے پاک نبی کی عزت اور راستبازی کی حمایت کے لئے لیکھرام کی موت سے وہ معجزہ دوبارہ دِکھلایا جو فارس کے پایہ تخت میں خاص ایوانِ شاہی میں شیرویہ کے ہاتھ سے دِکھلایا گیا تھا۔ اِس سے ہر ایک انسان کو سبق ملتا ہے کہ خدا کے پیاروں اور برگزیدوں کی عزت یا جان پر حملہ کرنا اچھا نہیں ہے۔

گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافاتِ عمل غافل مشو

﴿۱۰۶﴾

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ **اِذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ**۔ یعنی جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو دُوسرا کسریٰ پیدا نہیں ہوگا جو ظلم اور جور و جفا میں اُس کا قائم مقام ہو۔ اِس حدیث سے استنباط ہوسکتا ہے کہ کسی بدزبان اور فحش گو اور دشمنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرنے کے بعد جو کسی قوم میں ہو پھر ایسی ہی خصلت کا کوئی اور اِنسان اُس قوم کے لئے پیدا ہونا خیال محال ہے کیونکہ خدا ہمیشہ اپنے راستبازوں کی نسبت گالیاں اور گندہ زبانی سننا نہیں چاہتا۔

اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ لیکھرام والی پیشگوئی کس قدر انکشاف اور زور شور سے واقعہ قتل سے پانچ سال پہلے بتلائی گئی تھی۔ سو واضح ہو کہ جب لیکھرام نے نہایت اصرار کے ساتھ اپنی موت کے لئے مجھ سے پیشگوئی چاہی تو مجھے دُعا کے بعد یہ الہام ہوا۔ **عجل جسدلہٗ خوار ۔ لہ نصب و عذاب** ۔ یعنی یہ ایک بے جان گوسالہ ہے جس میں مارے جانے کے وقت گوسالہ کی طرح ایک آواز نکلے گی اور اس میں جان نہیں اور اس کے لئے نصب اور عذاب ہے۔ لِسان العرب میں جو لُغتِ عرب میں ایک پرانی اور معتبر کتاب ہے لفظِ **نصب** کے معنے علاوہ اور کئی معنوں کے ایک یہ بھی لکھے ہیں کہ جب کہا جائے **نصب فلان لفلان** تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ کسی شخص نے اس شخص پر جان لینے کے لئے حملہ کیا اور دشمنی کی راہ سے اس کے فنا کرنے کے لئے پوری پوری کوشش کی۔ چنانچہ لِسان العرب کے اس مقام میں اپنے لفظ یہ ہیں:۔ **نصب فلان لفلان نصبًا اِذا قصدلہ وعاداہ وتجرّد لہ** ۔ جس کے یہی معنے ہیں جو اوپر کئے گئے۔ دیکھو لسان العرب لفظ **نصب** صفحہ ۲۵۸ سطر نمبر ۲۔ اور خوار کا لفظ لغتِ عرب میں گوسالہ کی آواز کے لئے آتا ہے۔ لیکن

جب انسان پر اِس لفظ کو استعمال کرتے ہیں تو اُس موقع پر کرتے ہیں جبکہ کوئی مقتول قتل ہونے کے وقت گوسالہ کی طرح آواز نکالتا ہے جیسا کہ اُسی لسان العرب میں خوار کے لفظ کے بیان میں صفحہ ۳۴۵ میں اِن معنوں کی تصدیق کے لئے ایک حدیث لکھی ہے اور وہ یہ ہے:۔ **وفی حدیث مقتل اُبی بن خلف فخرّ یخور کما یخور الثور** یعنی جب اُبیّ بن خلف قتل کیا گیا تو یوں آواز نکالتا تھا جیسا کہ بیل آواز نکالتا ہے اور کبھی خوار کا لفظ عرب کی زبان میں اُس ہتھیار کی آواز پر بولا جاتا ہے جو چلایا جاتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب کے اُسی صفحہ ۳۴۵ میں ایک نامی شاعر عرب کا اِس محاورہ کے حوالہ میں ایک شعر لکھا ہے اور وہ یہ ہے:۔

یَخُرْنَ اِذَا اُنفذن فی سَاقِطِ النَّدٰی
وَاِنْ کَانَ یَوْمًا ذَا أَھَاضِیْبَ مُخْضِلًا

یعنی اُن تیروں میں سے جو چلائے جاتے ہیں اور پھر نکالے جاتے ہیں گوسالہ کی آواز کی طرح ایک آواز آتی ہے۔ اگرچہ ایسا دن ہو جس میں متواتر بارش ہوئی ہو اور ہر ایک چیز کو تر کر دیتا ہو۔ اور شعر میں جو لفظ **ساقط النّدٰی** آیا ہے اِس کے یہ معنے ہیں کہ جو درختوں پر بارش ہو کر پھر درختوں پر جو کچھ پانی جمع ہو کر پھر وہ زمین پر پڑتا ہے اُس پانی کا نام **ساقط** ہے اور ندٰی جنگلی درختوں کو کہتے ہیں جن کو ہندی میں بَن کہتے ہیں۔ اور شاعر کا اِس جگہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے تیروں کی صفائی اور استقامت اور اُن کی تیزی کی تعریف کرتا ہے کہ اُن میں سے چلانے اور پھیرنے کے وقت ایک آواز آتی ہے جیسا کہ گوسالہ کی آواز ہوتی ہے اور اگرچہ سخت جھڑی لگی ہوئی ہو اور متواتر بارشیں ہو رہی ہوں اُن تیروں کو بباعث عمدگی صنعت اور اچھے ہونے قسم لکڑی کے کوئی حرج نہیں پہنچتا۔ غرض اِس نہایت معتبر کتاب سے جو لسان العرب ہے ثابت ہوتا

﴿۱۰۷﴾

ہے کہ خور اور خوار کے لفظ کو انسان پر اُس حالت میں بھی بولتے ہیں کہ جب وہ قتل ہونے کے وقت فریاد کرتا ہے۔ اور قتل کرنے کے وقت جو ہتھیار کی آواز ہوتی ہے اُس کا نام بھی خوار ہے۔

اور جیسا کہ ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ پیشگوئی یعنی **عجل جسدله خوار. له نصب وعذاب**۔ اپنے ان دو لفظوں کے رُو سے جو خوار اور نصب ہے لیکھرام کے قتل ہونے پر دلالت کرتی ہے اسی کے موافق خدا تعالیٰ کی تفہیم سے ہم نے وہ اشعار اور نیز چند سطریں نثر کی لکھی ہیں جو کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام کے پانچویں ضمیمہ میں درج ہیں جن پر نظر غور کر کے ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ اُن بیانات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ لیکھرام اپنی طبعی موت سے نہیں بلکہ بذریعہ قتل پیشگوئی کے مفہوم کے مطابق اِس جہان فانی سے کوچ کرے گا۔ چنانچہ اِس ضمیمہ کے صفحہ۲ کی عبارت جو اس صورتِ موت پر دلالت کرتی ہے یہ ہے:۔

''اب میں اِس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں (بیماریوں) سے نرالا اور خارق عادت (یعنی طبعی موتوں سے جو عادت میں داخل ہیں الگ ہو) اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو (یعنی انسان سمجھ سکتا ہو کہ یہ ایک ناگہانی آفت ہے جو دِلوں پر ایک ڈرانے والا اثر کرتی ہے) تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اُس کی رُوح سے میرا یہ نطق ہے۔ اور اگر میں اِس پیشگوئی میں کاذب نکلا (یعنی اگر ہیبت ناک طور پر لیکھرام کی موت نہ ہوئی)

تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے میں طیار ہوں اور اِس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسّہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے اور باوجود میرے اِس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی اِنسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اِس سے کیا لکھوں۔ اب آریوں کو چاہیئے کہ سب مل کر دُعا کریں کہ یہ عذاب اُن کے اِس وکیل سے ٹل جائے‘‘ فقط

اور صفحہ ایک کے اشعار اسی ضمیمہ میں جو لیکھرام کی صورتِ موت پر بلند آواز سے دلالت کرتے ہیں یہ ہیں:۔

عجب نوریست درجانِ محمدؐ عجب لعلے ست درکانِ محمدؐ
زظلمتہا دلے آنگہ شود صاف کہ گردد از محبّانِ محمدؐ
عجب دارم دلِ آں ناقصاں را کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزارست صدبار کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ
خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را کہ باشد از عدُوّانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت بشو از دِل ثناخوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ
سرے دارم فِدائے خاکِ احمد دِلم ہر وقت قُربانِ محمدؐ
بگیسُوئے رسول اللہ کہ ہستم نثار رُوئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم وربسوزند نتابم رُو زِ ایوانِ محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے کہ دارم رنگ اِیمانِ محمدؐ

بسے سہل ست از دُنیا بُریدن بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فِدا شُد در رہش ہر ذرّۂِ من کہ دِیدم حُسن پنہانِ محمدؐ
دِگر اُستاد را نامے ندانم کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے بباید نہ خواہم جُز گلستانِ محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید کہ بستیمش بہ دامانِ محمدؐ
من آں خوش مُرغ از مُرغانِ قدسم کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ
توؔ جانِ ما منوّر کردی از عشق فدایت جانم اے جانِ محمدؐ ﴿۱۰۸﴾
دریغا گر دہم صدجاں دریں راہ نباشد نیز شایانِ محمدؐ
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ
الا اے دشمن نادان وبے راہ بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولا کہ گُم کردند مُردم بجو در آل و اعوانِ محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام ونشان ست
بیا بنگر زِ غلمانِ محمدؐ
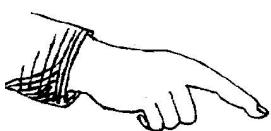
لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی

اب اِن تمام اشعار سے اور مذکورہ بالا نثر سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ لیکھرام کی موت کے لئے **تیغ بُرّان** کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور موت کی

قسم کو ہیبت ناک قسم بیان کیا گیا ہے جو معمولی موتوں سے نرالی ہے۔ اور خود لفظ نصب اور خوار کا بھی دلالت کرتا تھا کہ یہ موت بذریعہ قتل کے واقع ہوگی مگر تاہم چونکہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اِس پیشگوئی کو زیادہ سے زیادہ واضح کرے اِس لئے اُس حکیم مطلق نے صِرف اِس پیشگوئی پر ہی جس میں لفظ خوار اور نصب کا موجود ہے کفایت نہیں کی بلکہ اِس کی تشریح اور تفصیل کے لئے اور کئی الہامی پیشگوئیاں اِس کے ساتھ شامل کر دیں جن کو ہم ابھی بیان کریں گے۔ مگر اس جگہ کمال افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ بعض نادانوں کا تعصب سے یہ حال ہو گیا ہے کہ اُنہوں نے اِس پیشگوئی کے معنوں کی طرف ذرہ توجہ نہیں کی اور نہ اُس شرح اور تفصیل کو دیکھا جو اس کے نیچے موجود ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ یہ ایک خارق عادت اور ہیبت ناک نشان ہوگا نہ معمولی موت بلکہ اُنہوں نے کمال ناانصافی سے یہ اعتراض کر دیا ہے کہ اِس پیشگوئی میں تو صرف عذاب کا لفظ ہے اور عذاب سے موت مراد نہیں ہے لیکن اِن معترضین نے نادانی سے لفظ نصب کو جو قتل کی موت پر دلالت کرتا تھا اور خوار کے لفظ کو جو اُس حالت پر دلالت کرتا تھا جبکہ مقتول کے مُنہ سے قتل کئے جانے کے وقت بیل کی طرح ایک آواز نکلتی ہے نظر انداز کر دیا ہے۔ اور اگر فرض محال کے طور پر لفظ نصب اور خوار پیشگوئی میں نہ ہوتا اور صرف عذاب کا لفظ ہی ہوتا تب بھی وہ موت پر ہی دلالت کرتا تھا۔ کیونکہ جس قدر کامل عذابوں کے نمونے توریت اور قرآن شریف میں بیان فرمائے گئے ہیں وہ سب موت کے ساتھ تھے۔ نوح کی قوم کو عذاب ہوا وہ کیا تھا پانی کے ذریعہ سے موت تھی۔ لُوط کی قوم کو عذاب ہوا وہ کیا تھا پتھر برسانے سے موت تھی۔ اصحاب الفیل کی قوم کو عذاب ہوا وہ کیا تھا

کنکریوں کے ذریعہ سے موت تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو عذاب ہوا وہ کیا تھا تلوار کے ذریعہ سے موت تھی۔ایسا ہی بہت سی اُمتوں پر اُن کی کثرت گناہوں کے سبب سے عذاب ہوتے رہے وہ کیا تھے؟ سب موت تھی۔کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ جو دنیا میں انبیاء کے مخالفوں پر آسمان سے عذاب نازل ہوتے رہے وہ موت کی حد تک نہیں پہنچے تھے صرف ایسے تھے جیسے اُستاد بچوں کو جھڑکی دیتا ہے یا کوئی خفیف سی درد ہو جاتی ہے۔اللہ اللہ تعصب کس قدر کمال کو پہنچ گیا ہے کہ میری دشمنی کے لئے اب نوح کی قوم کے عذاب اور لوط کی قوم کے عذاب اور نمرود کی قوم کے عذاب اور عاد و ثمود کے عذاب اور صالح نبی کی قوم کے عذاب اور حضرت موسیٰ کے دشمنوں پر جو عذاب نازل ہوئے اس کے یہی معنے کئے جاتے ہیں کہ وہ لوگ مرے نہیں تھے تا کسی طرح ﴿۱۰۹﴾ لیکھرام کی پیشگوئی کی تکذیب کی جائے۔یہ لوگ تکذیب کے لئے ہر طرف ہاتھ پیر مار کر یہ عذر بھی پیش کرتے ہیں کہ جہنم میں جو عذاب ہوگا اُس میں کہاں موت ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ تمام جہنمی اوّل موت کا ہی عذاب اُٹھا کر پھر جہنم تک پہنچتے ہیں۔موت کے بغیر جہنم میں کون گیا۔اور جہنم میں بھی موت ہوتی اگر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ نہ ہوتا کہ پھر موت نہیں ہوگی مگر باوجود اس کے خدا تعالیٰ نے جہنمیوں کو زندہ بھی نہیں کہا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى [1]۔یعنی جو شخص مجرم ہونے کی حالت میں مرے گا اُس کے لئے جہنم ہے کہ وہ اُس میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔اب دیکھو کہ جہنمی کے واسطے زندگی بھی نہیں گو ابدی عذاب کے پورا کرنے کے لئے موت بھی نہیں۔ماسوا اِس کے لیکھرام پر تو اسی دنیا میں یہ عذاب کا وعدہ تھا نہ کہ آخرت میں پس یہ عذاب نوح کی قوم کے عذاب یا

[1] طٰهٰ:۷۵

لوط کی قوم کے عذاب یا دوسری اُن قوموں کے عذاب سے مشابہ ہونا چاہیے جو دنیا میں ہوئے جس عذاب سے وہ لوگ مر گئے نہ کہ جہنم کے عذاب سے جو اِس دنیا کے بعد ہوگا کس قدر تعصب ہے اور کیسے ہاتھ پیر مار رہے ہیں کہ کسی طرح خدا کے نشانوں کو خاک میں ملا دیں سو چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ان لوگوں کے نفس امارہ طرح طرح کی بیجا حجتیں پیش کریں گے تا خدا تعالیٰ کے ایک چمکتے ہوئے نِشان کو کسی طرح ٹال دیں ایسا نہ ہو کہ وہ اُن کے دِل میں اترے اور اُن کے سینہ کو خدا کی معرفت سے روشن کرے۔ اِس لئے خدائے علیم و حکیم نے کئی دفعہ کئی الہاموں میں اِس پیشگوئی کو بیان فرمایا اور کھلے کھلے طور پر اِس کی تفہیم کرا کر وہ عبارتیں میری کتاب میں درج کرائیں جو ابھی لکھ چکا ہوں۔

اب میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اِس جگہ اُن دوسرے الہامات اور کشوف کا بھی ذکر کروں جو اِسی پیشگوئی کی تفصیل اور تشریح میں بیان فرمائے گئے۔ مگر اِس قدر بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہیں کہ ان لوگوں کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ جب ایک مرتبہ خدا تعالیٰ نے بیان فرما دیا تھا کہ لیکھرام پر نصب اور عذاب چھ برس تک نازل ہونے والا ہے تو دوسری پیشگوئیوں کی کیا ضرورت تھی۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ دوسری پیشگوئیاں اِس پیشگوئی کے لئے بطور تفصیل اور شرح کے ہیں تا نادان معترض پر بکمال و تمام حجت پوری کی جائے۔ اور اگر یہ جائز نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بعض الہامات کو دوسرے الہامات سے تشریح فرماوے تو یہ اعتراض خود خدا تعالیٰ کی کتاب پر ہوگا کہ مثلاً جبکہ اُس نے سورہ اخلاص میں ایک مرتبہ فرما دیا تھا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ[1] تو پھر کیا ضرور تھا کہ بار بار اِن مضامین کا قرآن شریف میں ذِکر کرتا اور ناحق اپنے کلام کو طول دیتا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ یہ نادان فرقہ میری پیشگوئی پر اعتراض کر کے کس طرح

[1] الاخلاص : ۲ تا ۵

خدا کی کلام قرآن شریف کو بھی مورد اعتراض ٹھہراتا ہے۔ اب ہم باقی الہامات کو جو اِس پیشگوئی کے لئے بطور تشریح ہیں ذیل میں لکھتے ہیں اور ناظرین سے توقع رکھتے ہیں جو وہ غور سے سوچیں اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کی تکذیب کرکے باز پرس کا نشانہ نہ بنیں۔ واضح ہو کہ پیشگوئی مذکورہ بالا کی تفصیل اور تشریح کے لئے ایک اور الہام ہے جو لیکھرام کی موت سے قریباً پانچ سال پہلے شائع کیا گیا۔ چنانچہ وہ میرے رسالہ کرامات الصادقین کے اخیر میں یعنی ٹائٹل پیج کے اخیر صفحہ پر آٹھویں سطر میں درج ہے اور وہ عبارت جس میں الہام مذکور ہے یہ ہے۔ **ومنھا ما وعدنی ربّی واستجاب دعائی فی رجل مفسد عدوّ اللّٰہ ورسُولہ المسمّی لیکھرام الفشاوری واخبرنی انّہ من الھالکین. انّہ کان یسبّ نبیّ اللّٰہ ویتکلّم فی شانہ بکلمات خبیثۃ. فدعوت علیہ فبشّرنی ربّی بموتہ فی ستّ سنۃ. انّ فی ذالک لاٰیۃ للطّالبین۔** یعنی میرے نشانوں میں سے جو خدا نے میری تائید میں ظاہر فرمائے وہ پیشگوئی ہے جو میری دعا قبول ہو کر ایک فساد انگیز شخص کی نسبت جو اللہ اور رسول کا دشمن تھا جس کا نام لیکھرام تھا اور پشاور کے ضلع کا رہنے والا تھا مجھے بتلائی گئی اور خدا نے اُس کے بارے میں مجھے خبر دے کر مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ اُس کو ہلاک کرے گا۔ ﴿۱۱۰﴾ یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا تھا اور اُس کی شان میں توہین کے الفاظ بولا کرتا تھا۔ پس میں نے اُس پر بددعا کی اور خدا نے میری دعا قبول کرکے مجھے خوشخبری دی اور کہا کہ میں چھ برس کی میعاد میں لیکھرام کو ہلاک کروں گا۔ اِس پیشگوئی میں اُن لوگوں کے لئے جو خدا کے طالب ہیں ایک بڑا نشان ہے۔ فقط

تمام ہندو اور مسلمان اور عیسائی برٹش انڈیا کے رہنے والے اِس بات کے گواہ ہیں اور خود گورنمنٹ بھی گواہ ہے جس کی خدمت میں یہ عربی پیشگوئی والی کتاب

بھیجی گئی تھی کہ یہ موت کی پیشگوئی جو لیکھرام کی نسبت قریباً پانچ سال اُس کے قتل ہونے سے پہلے کی گئی تھی اور لاکھوں اِنسانوں میں مشہور ہو چکی تھی اس میں بار بار اشتہارات کے ذریعہ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ یہ موت کسی معمولی بیماری سے نہیں ہوگی بلکہ ضرور ایک ہیبت ناک نشان کے ساتھ یعنی زخم کے ساتھ اُس کا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ہلا دے گا☆۔ اب دیکھو کہ یہ پیشگوئی کیسے صاف الفاظ میں بتلا رہی ہے کہ خدا نے قطعی طور پر ارادہ کیا ہے کہ لیکھرام کو چھ برس کی مُدت تک ہولناک طرز میں ہلاک کرے۔ اِس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب پہلی پیشگوئی جس میں نصب اور عذاب کا لفظ ہے کی گئی تو نادان مخالفوں نے یہ اعتراض کرنا شروع کیا کہ عذاب کی پیشگوئی کیا حقیقت رکھتی ہے عذاب تو درد ِسر سے بھی ہوسکتا ہے۔ اور ہر چند زبانی تقریروں میں اُنہیں کہا گیا کہ اِس جگہ عذاب سے مراد موت ہی ہے جیسا کہ نصب کا لفظ دلالت کررہا ہے مگر اُنہوں نے نہایت تعصب سے اعتراض کرنا نہ چھوڑا۔ قرآن شریف کے موقع پیش کئے گئے جہاں نوح کی قوم کی نسبت اور لُوط کی قوم کی نسبت اور فرعون کی قوم کی نسبت عذاب کا ذکر تھا جس سے صریح موت مراد تھی۔ تب بھی اُنہوں نے نہ مانا۔ آخر خدا تعالیٰ کی جناب میں توجہ کی گئی کہ وہ ایک کھلے کھلے الہام سے لیکھرام کی موت سے مطلع فرماوے۔ تب خدا تعالیٰ نے وہ الہام عطا فرمایا جو اوپر لکھا گیا ہے جس میں عربی عبارت میں بکمال تشریح و تفصیل لیکھرام کی موت کی نسبت

☆ یہ عبارت جو رسالہ برکات الدعا کے اخیر صفحہ میں ہے کہ اِس پیشگوئی کا نشان دلوں کو ہلا دے گا اس کے یہ معنے ہیں کہ اُس وقت بہت شور اُٹھے گا اور پیشگوئی خوفناک صورت میں ناگہانی طور پر خلافِ اُمید ظاہر ہوگی جس سے دل کانپ جائیں گے۔ یعنی لیکھرام کی موت دہشت ناک اور ڈراؤنی صورت پر واقعہ ہوگی جس سے یکدفعہ غوغا برپا ہو جائے گا اور دلوں پر چوٹ پہنچے گی۔ منہ

پیشگوئی کی گئی ہے کہ وہ چھ۶ برس کے اندر ہلاک کیا جائے گا۔ لیکن اس الہام کے بعد بھی متعصب طبیعتوں کا شور کم نہ ہوا اور اُنہوں نے کہا کہ ہمیشہ لوگ بیماریوں سے مرتے ہی ہیں اور صحت بھی پاتے ہیں یہ کچھ پیشگوئی نہیں اور ظلم کی راہ سے یہ خیال نہ کیا کہ بے شک موت کا سلسلہ جاری تو ہے مگر یہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ کسی کی موت کے لئے کوئی تاریخ اور مدّت مقرر کر سکے مگر پھر بھی متعصب اخباروں نے شور مچایا کہ یہ پیشگوئی گول مول ہے اور ہر چند سمجھایا گیا کہ اب تو الہام کے ذریعہ سے صریح لفظوں میں موت کی خبر دی گئی مگر وہ ظلم کی راہ سے لوگوں کو دھوکے دیتے رہے اور کہتے رہے کہ موت کا سلسلہ بھی تو اِنسانوں کے لئے جاری ہے۔ اِس میں ہیبت ناک نِشان کونسا ہے۔ چنانچہ انیس ہند میرٹھ نے جو ہندوؤں کی طرف سے میرٹھ میں ایک اخبار نکلتا ہے اپنے پرچہ ۲۵؍ مارچ ۱۸۹۳ء میں یہی اعتراض کیا اور یہ لکھا کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اِس میں شبہات باقی رہ جائیں گے۔ مگر چونکہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے متواتر الہامات سے بخوبی سمجھا دیا تھا کہ اِس پیشگوئی سے موت ہی مراد ہے اور موت بھی قتل کی موت اور ہیبت ناک موت۔ اِس لئے میں نے ایڈیٹر انیس ہند میرٹھ کو بھی وہ دندان شکن جواب دیا جس کو میں نے اپنے رسالہ برکات الدعا کے ٹائٹل پیج کے صفحوں میں اُنہی دنوں میں پیشگوئی کے وقوع سے قریبًا پانچ سال پہلے شائع کر دیا ہے۔ میں مناسب دیکھتا ہوں کہ وہ جواب جو قتل لیکھرام سے ایک زمانہ دراز پہلے میرے رسالہ برکات الدعا کے ٹائٹل پیج پر چھپ کر

شائع ہو چکا ہے اِس جگہ اُس رسالہ میں سے نقل کر دوں۔ سو وہ یہ ہے۔

نمونہ دعائے مستجاب

انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

﴿۱۱۱﴾

''اِس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۲۵؍ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں میری اس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں مَیں نے شائع کی تھی کچھ نکتہ چینی ہے مجھ کو ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گذرا ہے اور حقیقت میں میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتھوں اس کی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے۔ سو میں اِس وقت اِس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالیٰ نے چاہا اسی طور سے کیا میرا اس میں دخل نہیں۔ ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اس میں شبہات باقی رہ جائیں گے اس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے۔ میں اِس بات کا خود اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا اور پھر اصلی حالت صحت کی قائم ہوگئی تو وہ پیشگوئی متصور نہیں ہوگی اور بلاشبہ مکر اور فریب ہوگا کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ پس اِس صورت میں بلاشبہ میں اُس سزا کے لائق ٹھہروں گا جس کا ذکر میں نے کیا ہے لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اُس طور سے ہوا کہ جس میں قہر الٰہی کے

نشان صاف صاف اور کھلے کھلے طور پر دِکھائی دیں تو پھر سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں۔ اِس بارے میں تو زمانہ نزولِ عذاب کی ایک حد مقرر کر دینا کافی ہے پھر اگر پیشگوئی فی الواقع ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور یہ سارے خیالات اور نکتہ چینیاں جو پیش از وقت دلوں میں پیدا ہوتی ہیں ایسی معدوم ہو جاتی ہیں کہ منصف مزاج اہل الرائے ایک انفعال کے ساتھ اپنی رایوں سے رجوع کرتے ہیں۔ ماسوا اِس کے یہ عاجز بھی تو قانون قدرت کے تحت میں ہے۔ اگر میری طرف سے بنیاد اِس پیشگوئی کی صرف اِسی قدر ہے کہ میں نے صرف یاوہ گوئی کے طور پر چند احتمالی بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور اٹکل سے کام لے کر یہ پیشگوئی شائع کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے وہ بھی تو ایسا کر سکتا ہے کہ ان ہی اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی پیشگوئی کر دے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھ برس کے جو میں نے اُس کے حق میں میعاد مقرر کی ہے وہ میرے لئے دس برس لکھ دے۔ لیکھرام کی عمر اِس وقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی اور وہ ایک جوان قوی ہیکل عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اِس عاجز کی عمر اِس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے۔ پھر باوجود اِس کے مقابلہ میں خود معلوم ہو جائے گا کہ کونسی بات اِنسان کی طرف سے ہے اور کونسی بات خدا تعالیٰ

کی طرف سے☆ ۔اور معترض کا یہ کہنا کہ ’’ایسی پیشگوئیوں کا اب زمانہ نہیں ہے‘‘ ایک معمولی فقرہ ہے جو اکثر لوگ منہ سے بول دیا کرتے ہیں میری دانست میں تو مضبوط اور کامل صداقتوں کے قبول کرنے کے لئے یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ شاید اس کی نظیر پہلے زمانوں میں کوئی بھی نہ مل سکے۔ ہاں اِس زمانہ سے کوئی فریب مخفی نہیں رہ سکتا مگر یہ تو راستبازوں کے لئے اور بھی خوشی کا مقام ہے کیونکہ جو شخص فریب اور سچ میں فرق کرنا جانتا ہے وہی سچائی کی دل سے عزت کرتا ہے اور بخوشی اور دوڑ کر سچائی کو قبول کر لیتا ہے اور سچائی میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ آپ قبول کرا لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانہ صدہا ایسی نئی باتوں کو قبول کرتا جاتا ہے جو لوگوں کے باپ دادوں نے قبول نہیں کی تھیں۔ اگر زمانہ صداقتوں کا پیاسا نہیں تو پھر کیوں ایک عظیم الشان انقلاب اس میں شروع ہے۔ زمانہ بیشک حقیقی صداقتوں کا دوست ہے نہ دشمن اور یہ کہنا کہ زمانہ عقلمند ہے اور سیدھے سادے لوگوں کا وقت گذر گیا ہے یہ دوسرے لفظوں میں زمانہ کی مذمت ہے۔ گویا یہ زمانہ ایک ایسا بد زمانہ ہے کہ وہ سچائی کو واقعی طور پر سچائی پا کر پھر اس کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن میں ہرگز قبول نہیں کروں گا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر میری طرف رجوع کرنے والے اور مجھ سے فائدہ اُٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو نو تعلیم یافتہ ہیں جو بعض اُن میں سے بی اے

☆ یہ حق اور باطل کا مقابلہ لیکھرام کی اُس پیشگوئی سے جو اُس نے میری نسبت کی تھی بڑی صفائی سے ظاہر ہو گیا ہے کیونکہ لیکھرام نے میری نسبت ۱۸۹۲ء عیسوی میں یہ اشتہار دیا تھا کہ یہ شخص تین[۳] برس کے عرصہ میں ہیضہ سے مر جائے گا سو مدت ہوئی کہ اُس کی پیشگوئی کی میعاد گذر گئی اور میں بفضلہٖ تعالیٰ زندہ سلامت موجود ہوں مگر میری پیشگوئی نے جس کی چھ[۶] سال کی میعاد تھی ایسے وقت میں اُس کو اجل کا پیالہ پلا دیا کہ ابھی اڑھائی سال پیشگوئی میں سے باقی تھے۔ منہ

﴿۱۱۲﴾ اور ایم اے تک پہنچے ہوئے ہیں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہ نوتعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ صداقتوں کو بڑے شوق سے قبول کرتا جاتا ہے اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ ایک نومسلم اور تعلیم یافتہ یوریشین انگریزوں کا گروہ جن کی سکونت مدراس کے احاطہ میں ہے ہماری جماعت میں شامل اور تمام صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے وہ تمام باتیں لکھ دی ہیں جو ایک خدا ترس آدمی کے سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ آریوں کا اختیار ہے کہ میرے اِس مضمون پر بھی اپنی طرف سے جس طرح چاہیں حاشیے چڑھائیں مجھے اِس بات پر کچھ بھی نظر نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس وقت اِس پیشگوئی کی تعریف کرنا یا مذمت کرنا دونوں برابر ہیں اگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اُسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک نشان کے ساتھ اس کا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ہلا دے گا۔ اور اگر اُس کی طرف سے نہیں تو پھر میری ذلت ظاہر ہوگی اور اگر میں اُس وقت رکیک تاویلیں کروں گا تو یہ اور بھی ذلّت کا موجب ہوگا۔ وہ ہستی قدیم اور وہ پاک وقدوس جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے وہ کاذب کو کبھی عزت نہیں دیتا۔ یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہیں بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا توہین سے یاد کیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دنیا میں عزت ظاہر کرے۔ **والسّلام علٰی من اتّبع الھدٰی**‘‘۔

پھر عین اسی وقت میں جبکہ میں انیس ہند میرٹھ کے اعتراض کا جواب لکھ رہا تھا رات کے وقت دوبارہ لیکھرام کے قتل کئے جانے کی مجھے خبر دی گئی۔ چنانچہ اسی برکات الدعا کے اخیری صفحہ ٹائٹل پیج کے

حاشیہ پر وہ خبر درج ہے اور وہ یہ ہے:۔

’’لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر

آج جو ۲؍ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴؍ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اُس کے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خِلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں۔ ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اُس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اُس کو دیکھتا ہی تھا کہ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے☆ تب میں نے اُس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اُس دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے کہ وہ دوسرا شخص اُنہی چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں اور یہ یکشنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۞ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک**‘‘۔

☆ یہ اب تک معلوم نہیں کہ یہ شخص کون ہے۔ منہ

۞ یہ اِس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اتوار کے دن لوگ صبح کو اُٹھتے ہی کہیں گے کہ اب لیکھرام دنیا میں کہاں ہے کیونکہ شنبہ کو لیکھرام مقتول ہوکر اور آتشِ سوزاں سے خاکستر ہوکر بے نام ونشان رہ جائے گا اور یکشنبہ کو اُس کی زندگی کا تمام قصہ خواب وخیال ہو جائے گا۔

حریفے کہ در شنبہ میداشت جاں ۔۔۔ بیک شنبہ از وے نماند نشاں
کجا ہست امروز آں لیکھرام ۔۔۔ بیک شنبہ گویند ہر خاص و عام

پھر جب یقینی اور قطعی طور پر یہ امر فیصلہ پا گیا کہ میری دعا کے قبول ہونے پر آسمان پر یہ قرار پا چکا ہے کہ لیکھرام ایک دردناک عذاب کے ساتھ قتل کیا جائے گا تو میں نے اسی کتاب برکات الدعا کے صفحہ ۲۸ میں سید احمد خاں صاحب کے سی۔ ایس۔ آئی کو مخاطب کر کے چند شعروں میں اُن پر ظاہر کیا کہ اگر دعا کے قبول ہونے میں آپ کو شک ہے تو آپ منتظر رہیں کہ جو لیکھرام کی نسبت میں نے دعا کی ہے کس طور پر اس کی قبولیت ظاہر ہوتی ہے۔ اور میں نے اس کتاب برکات الدعا کے صفحہ ۲ و ۳ و ۴ کی طرف اُن کو توجہ دلائی۔ اور شعر کے نیچے ان صفحات کے نشان لکھ دیئے۔ چنانچہ وہ اشعار یہ ہیں:۔

روئے دلبر از طلبگاراں نمی دارد حجاب — می درخشد در خور و می تابد اندر ماہتاب
لیکن آں روئے حسیں از غافلاں ماند نہاں — عاشقے باید کہ بردارند از بہرش نقاب
دامنِ پاکش ز نخوتہا نمی آید بدست — ہیچ راہے نیست غیر از عجز و درد و اضطراب
بس خطرناک است راہ کوچۂ یار قدیم — جاں سلامت بایدت از خود رویہا سر بتاب
تا کلامش فہم و عقل ناسزایاں کم رسد — ہر کہ از خود گم شود او یابد آں راہِ صواب
مشکلِ قرآں نہ از ابناءِ دنیا حل شود — ذوق آں میداند آں مستے کہ نوشد آں شراب
اے کہ آگاہی ندادندت ز انوارِ دروں — در حق ما ہر چہ گوئی نیستی جائے عتاب
از سرِ وعظ و نصیحت ایں سخنہا گفتہ ایم — تا مگر زیں مرہمے بہ گردد آں زخم خراب
از دعا کن چارۂ آزار انکار دعا — چوں علاجِ مے زمے وقت خمار و التہاب

﴿۱۱۳﴾

بدیں عمر میداشت طبعے درشت — نہ انساں کہ دستِ خدا ایش بکشت

غرض فرشتہ جو یکشنبہ کی صبح میں خونی آنکھوں کے ساتھ نظر آیا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ شنبہ کو لیکھرام کو قتل کر کے یکشنبہ کو اپنی خونی آنکھیں دُنیا کو دِکھائے گا یعنی یکشنبہ کی صبح ہوتے ہی عام طور پر شور پڑ جائے گا کہ لیکھرام مقتول ہونے کی حالت میں اِس دنیا سے گذر گیا۔ منہ

اے کہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست سوئے من بشتاب بنمایم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق قصہ کوتہ کن بہ بیں از ما دعائے مستجاب ☆

دیکھو صفحہ ۲۔۳۔۴ سرورق رسالہ برکات الدعا۔‘‘

اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ اِس پیشگوئی کی وضاحت صرف اِس حد تک ہی نہیں کہ اِس میں لیکھرام کی موت کی خبر دی گئی اور نیز یہ بھی کہا گیا کہ معمولی بیماریوں کے ذریعہ سے موت نہیں ہوگی بلکہ ہیبت ناک نشان کے ساتھ موت ہوگی اور تیغ برّان کے ذریعہ سے موت ہوگی بلکہ اِس کے ساتھ کی ایک دوسری پیشگوئی میں موت کا دِن اور تاریخ بھی بتلائی گئی ہے جیسا کہ میری کتاب کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ میں اِسی بارے میں ایک عربی شعر ہے جو قریباً چار سال واقعہ قتل لیکھرام سے پہلے رسالہ مذکورہ میں چھپ کر تمام قوموں میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ وہی شعر ہے جس پر ہندو اخباروں ۞ نے

☆ اس شعر میں سید احمد خاں صاحب کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ آپ جو اس بات سے منکر ہیں جو دعائیں قبول ہوتی ہیں یہ آپ کا خیال سراسر غلط ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ میں نے دعا کی ہے کہ لیکھرام قتل کی موت سے چھ۶ برس کے اندر مارا جائے اور خدا نے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ وہ دعا قبول ہوگئی ہے اور نیز یہ کہ سید احمد خاں اخیر نتیجہ تک زندہ رہ کر بچشم خود دیکھ لے گا کہ دعا کے مطابق لیکھرام چھ۶ برس کے اندر قتل کیا گیا۔ چنانچہ سید احمد خاں صاحب فوت نہ ہوئے جب تک کہ چھ مارچ ۱۸۹۷ء آ گیا جس میں شنبہ کے دِن لیکھرام مارا گیا۔ منه

۞ پرچہ اخبار سماچار میں جو ایک ہندو پرچہ ہے لکھا ہے کہ ہمارا ماتھا تو اُسی وقت ٹھنکا تھا جب مصنف موعود مسیحی نے اپنی کتاب میں عام اعلان کیا تھا کہ لیکھرام عید کو مارا جائے گا۔ دیکھو پرچہ اخبار سماچار صفحہ ۔ لیکن یاد رہے کہ اس ایڈیٹر نے اِس بیان میں غلطی کھائی ہے کہ ہم نے لیکھرام کے قتل کئے جانے کے لئے عید کا دن پیشگوئی کے رو سے بتلایا تھا بلکہ جیسا کہ اِس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو ہم نے متن میں لکھ دیا ہے عید کے بعد کا دن شعر میں بتلایا گیا تھا۔ چونکہ اِس شعر کی پیشگوئی کو صدہا لوگوں پر زبانی طور پر ظاہر کیا گیا تھا اِس لئے ہندوؤں میں بھی اِس کی شہرت

لیکھرام کے قتل کے وقت زور دیا تھا اور گورنمنٹ میں اِس کو پیش کیا تھا اور یہ شور مچایا تھا کہ اگر اس پیشگوئی کرنے والے کی واقعہ قتل لیکھرام میں سازش نہیں ہے تو کیوں اور کن وسائل سے اطلاع پاکر لیکھرام کے مارے جانے سے چار برس پہلے اس شخص نے مشہور کیا کہ وہ عید کے دِن مارا جائے گا اور وہ شعر یہ ہے جو کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ میں درج ہے۔

وَبشّرنی ربّی وقال مُبشّرا ستعرف یَوم العید و العید اقرب

یعنی میرے خدا نے ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کی مجھے خوشخبری دی اور خوشخبری دے کر

ہو چکی تھی۔ لہٰذا اِس ہندو ایڈیٹر نے کسی قدر غلطی کے ساتھ اس شعر کی پیشگوئی کو یاد رکھا اور پھر جب لیکھرام قتل کیا گیا تو گورنمنٹ عادلہ کے اکسانے کے لئے پیش کر دیا۔ اِس شعر میں جو لفظ **ستعرف یوم العید** ہے بعض نادانوں نے اِس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اِس میں پیشگوئی کا تو کچھ ذِکر نہیں صرف عید کے دِن کا ذِکر ہے۔ لیکن سخت افسوس ہے کہ اگر ان کو کچھ بھی عربی کا علم ہوتا تو ایسا نہ کہتے کیونکہ پہلے مصرع میں صاف لکھا ہے کہ **وبشّرنی ربّی**۔ اور یہ لفظ ہمیشہ پیشگوئی کے لئے آتا ہے۔ ماسوا اِس کے اگر عید کے لفظ سے معمولی عید کا دِن ہی مراد ہو تو یہ معنے ہوں گے کہ تجھے عید کے دِن کے آنے کی پیش از وقت تیرا ربّ خوشخبری دیتا ہے اور جب عید آئے گی تو تُو اُس کو پہچان لے گا اور عید عید کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ اب دیکھو کہ اِن معنوں میں کس قدر بیہودہ باتیں اور مفاسد جمع ہیں۔ اوّل عید کی نسبت جو ایک معمولی دِن ہے پیشگوئی کرنا۔ اور پھر اِس معمولی عید میں کونسی باریک حقیقت ہے جس کے پہچاننے کی ضرورت ہوگی وہ تو پہلے ہی پہچانا ہوا دِن ہے۔ اور پھر اس کے کیا معنے کہ عید عید کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ ملنے کا لفظ تو متغائر چیزوں کو چاہتا ہے جن کا مقابلہ دِکھلانا ضروری ہے۔ اب جبکہ عید ایک ہی چیز ہے تو دوسری چیز کونسی ہوئی جس کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ منه

﴿۱۱۴﴾ کہا کہ تو عید کے دِن کو پہچانے گا جبکہ نشانؔ ظاہر ہوگا اور عید کا دِن نشان کے دِن سے بہت قریب اور ساتھ ملا ہوا ہوگا۔ اِس پیشگوئی کے سمجھنے میں ہندو اخباروں سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ گویا یہ خبر دی گئی ہے کہ لیکھرام عید کے دن قتل ہوگا حالانکہ شعر مذکور میں صاف یہ فقرہ ہے کہ عید اُس دن سے اقرب ہوگی۔ یعنی بہت نزدیک ہوگی اور اُس دن میں اور عید کے دن میں کوئی فاصلہ نہیں ہوگا اور ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ عید یکم شوال کو جمعہ کے روز ہوئی اور لیکھرام دوسری شوال کو ہفتہ کے دِن ۶ مارچ ۱۸۹۷ء میں مارا گیا۔اسی کے مطابق جو الہامی شعر میں مندرج تھا کہ لیکھرام کے مارے جانے کا دن عید کے دن کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوگا۔ اور الہامی شعر سے ظاہر ہے کہ اِس شعر میں صاف لفظوں میں بیان کر دیا گیا تھا کہ دوسری شوال کو ہفتہ کے دن لیکھرام قتل کیا جائے گا اور درحقیقت یہ تمام بیان اجمالی طور پر اِس پیشگوئی میں موجود تھا کہ **عجل جسد له خوار** کیونکہ گوسالہ سامری ہاتھوں سے کاٹا گیا تھا۔ پس چونکہ مشبہ اور مشبہ بہٖ میں واقعات کا تماثل ضروری ہے۔ اِس لئے ماننا پڑا کہ لیکھرام جس کو عجل سامری سے مشابہت دی گئی ہے ہاتھوں سے کاٹا جائے اور چونکہ عجل سامری کے کاٹے جانے کا دِن شنبہ کا دِن تھا اور یہودیوں کی ایک عید بھی تھی۔ لہٰذا پیشگوئی کی مشابہت کے پورا کرنے کے لحاظ سے ضروری ہوا کہ اِس واقعہ کے قریب ایک عید ہو اور شنبہ کا دِن بھی ہو۔ سو یہ پیشگوئی اس ضرورت مماثلت کی وجہ سے ان تمام واقعات کی طرف سے اشارہ کر رہی تھی جو گوسالہ سامری کو پیش آئی تھی یہاں تک کہ جیسا کہ گوسالہ سامری ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلایا گیا تھا ایسا ہی لیکھرام کے ساتھ معاملہ ہوا کیونکہ اوّل قاتل نے اُس کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا پھر ڈاکٹر نے اُس کے زخم کو

چُھری کے ساتھ زیادہ کھولا۔ پھر اُس کی لاش پر ڈاکٹری امتحان کی چُھری چلی۔ غرض گوسالہ سامری کی طرح تین مرتبہ انسانوں کے ہاتھوں نے اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور پھر وہ عجل سامری کی طرح جلایا گیا اور پھر عجل سامری کی طرح دریا میں ڈالا گیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو کچھ اُس سامری گوسالہ کے ساتھ ہوا وہ سب کچھ لیکھرام کے ساتھ ہوا۔ یہاں تک کہ خدا نے چاہا کہ عید کا دن اور شنبہ کا روز بھی گوسالہ سامری کی طرح لیکھرام کے حصے میں آوے۔ پس ایک دانا اور زیرک کے لئے یہی پیشگوئی **عجل جسد لہ خوار** کی اِس بات کے سمجھنے کے لئے کافی تھی کہ لیکھرام کس دن اور کس تقریب پر فوت ہوگا اور اس کی موت کس طور سے ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے موٹی عقل والوں پر رحم کر کے دُوسرے الہامات میں اور بھی اس پیشگوئی کی تفصیل اور تشریح کردی اور صریح لفظوں میں بتادیا کہ موت بذریعہ قتل ہوگی اور عید سے ایک دن پہلے☆ یہ واقعہ ہوگا۔ اِس جگہ یاد رہے کہ اِس پیشگوئی میں بعض اور لطیف اشارات بھی ہیں جو اس جگہ ذِکر کرنے کے لائق ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ سامری نے اپنی دستکاری کے گوسالہ کو قوم کے سامنے مقدس کر کے ظاہر کیا تھا۔ اور اُس کا یہ ہنر بتلایا تھا کہ یہ باوجود بے جان ہونے کے بیل کی طرح آواز کرتا ہے اور اس کی آواز کے سبب یہ مشہور کیا تھا کہ گویا جبرائیل کے قدموں کی خاک اس کے پیٹ میں ہے اور اُس برکت سے وہ بیل کی طرح آواز نکالتا ہے۔ مگر دراصل یہ تمام اُس کا جھوٹ تھا۔ اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جیسے آج کل بعض کھلونے ایسے بنائے جاتے ہیں کہ ہوا کے اندر اور باہر آنے سے اُن میں سے ایک آواز نکلتی ہے یا جیسے بعض زمیندار اپنے کھیتوں پر چمڑہ کا ایک ڈھول سا بنا لیتے ہیں اور اُس میں سے بھیڑیئے کے مشابہ ایک آواز نکلتی ہے ایسا ہی یہ بھی ایک کھلونا تھا اور قوم کو دھوکہ دینے کے لئے اور نیز اس گوسالہ کو ایک

☆ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے ''پہلے'' کی بجائے لفظ ''بعد'' ہونا چاہیے۔ (شمس)

مقدس ثابت کرنے کے لئے یہ ایک جھوٹا اور بے اصل بیان سامری نے پیش کر دیا کہ رسول کے قدموں کی خاک کی برکت سے یہ آواز آتی ہے تا وہ لوگ اس گوسالہ کو بہت ہی مقدس سمجھ لیں اور تا سامری ایک کراماتی انسان مانا جائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رونق اور عزت کم ہو جائے۔ قرآن شریف نے ہرگز اِس بات کی تصدیق نہیں کی کہ درحقیقت وہ آواز رسول کی خاکِ قدم کی وجہ سے تھی صرف سامری کا قول نقل کر دیا ہے اور جیسا کہ قرآن شریف کی عادت ہے جو بعض اوقات کفار کے اقوال نقل کرتا ہے اور بوجہ بداہت بطلان اُن اقوال کے ردّ کرنے کی حاجت نہیں دیکھتا بلکہ فقط قائل کا کاذب یا فاسق ہونا بیان کر کے دانشمندوں کو اصل حقیقت سمجھنے کے لئے متنبہ کرتا ہے۔ ایسا ہی اِس جگہ بھی اُس نے کیا۔ سو اب سامری کے اس جھوٹے منصوبہ کی مشابہت لیکھرام سے یہ ہے کہ آریوں نے بھی محض دھوکہ دہی کی غرض سے لیکھرام کو ایک مقدس اور فاضل انسان قرار دے دیا اور اُس کی چند گندی کتابیں جو محض عیسائیوں کی کاسہ لیسی سے اُس نے لکھی تھیں اور بقول شخصے نقل را چہ عقل۔ پادریوں کی اُردو کتابوں کی نقل تھی ان ہی باتوں کو سرمایہ فضیلت سمجھ لیا اور جس طرح سامری نے یہ بہانہ بنایا تھا کہ رسول کے قدم کی برکت سے اُس گوسالہ نے بیل کی سی آواز کی ہے۔ اسی طرح اُس کی گندی تحریریں ایشر کی کرپا کی وجہ سے سمجھی گئیں اور خیال کیا گیا کہ یہ شکتی ایشر نے اُس کو دی کہ مسلمانوں کا اُس نے مقابلہ کیا حالانکہ وہ شخص اپنی ذات سے ایک نادان اور بے علم آدمی اور موٹی سمجھ کا ایک ہندو تھا اور جو کچھ اُس نے لکھا نہایت بیہودہ اور سراسر باطل تھا جو اُس کے فطرتی حمق اور موٹی عقل کی وجہ سے اُس سے ظہور میں آیا۔ اور جس طرح سامری کا کھلونا جس میں دونوں طرف سوراخ تھے ہوا کے اندر باہر آنے جانے سے

﴿۱۱۵﴾

بیل کی طرح آواز کرتا تھا اسی طرح لیکھرام بھی نفسانی ہوا کی وجہ سے آوازیں نکالتا تھا اور وہ ہوا نفسانی جذبات کی کشش سے اُس کے اندر داخل ہوتی اور پھر نہایت تاریک جذبات کے ساتھ نکلتی تھی۔

اور پھر منجملہ اُن اشارات کے جو اِس پیشگوئی میں ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ جب اس ربّانی الہام نے لیکھرام کو گوسالہ سامری قرار دیا اور آریوں کو سامری سے مشابہت دی جنہوں نے اس گوسالہ کو آوازوں پر آمادہ کیا تا اُن آوازوں پر تمام قوم جمع ہو جائے اور موسیٰ کی آواز سے منہ پھیر لیں تو اِن دونوں قصوں کو باہم مشابہت دے کر مجھ کو خدا تعالیٰ نے موسیٰ قرار دے دیا۔ اور منجملہ اُن اشارات کے جو اِس پیشگوئی میں ہیں ایک یہ بھی اشارہ ہے کہ اس واقعہ قتل کے بعد جیسا کہ سامری گروہ کی رونق جاتی رہی تھی اور اُن کے خیالات ترقی سے روکے گئے تھے اور اُن کے مقابل پر موسیٰ اور اُس کے گروہ کی بہت ترقی ہوگئی تھی اور آسمانی کتاب بھی اُسی وقت موسیٰ کو ملی تھی۔ اِس جگہ بھی ایسا ہی وقوع میں آیا اور خدا تعالیٰ نے میرے گروہ کو بہت ترقی دی یہاں تک کہ اب یہ گروہ دس ہزار کے قریب پہنچ گیا اور ہماری تائید میں بہت سی سچائیاں ظہور میں آئیں یہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کا پتہ لگ گیا اور جیسا کہ حضرت موسیٰ نے اس واقعہ کے بعد بڑی عزت پائی تھی اسی کے مطابق اِس بندہ کی عزت کو بھی اُس قادر کریم نے زیادہ کیا اور جس طرح گوسالہ بنانے کے بعد خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طاعون بھیجی تھی جس کا ذکر توریت خروج باب ۳۲ آیت ۳۵ میں ہے اسی طرح لیکھرام کے مرنے کے بعد بھی اِس ملک میں طاعون پھیلی۔

غرض یہ پیشگوئی ایک عظیم الشّان پیشگوئی ہے☆ اور جس قدر کوئی طالب حق اِس میں غور کرے گا اُسی قدر حق الیقین کے مرتبہ سے نزدیک ہوتا جائے گا۔ جو شخص نیک نیتی سے ہدایت کا طالب ہو اُس کو سوچنا چاہیے کہ ہمیشہ پیشگوئیوں کے تین پہلو قابل غور ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ ہر ایک پیشگوئی میں دیکھا جاتا ہے کہ جب وہ لوگوں کے سامنے بیان کی گئی یا شائع کی گئی تو کیا اُس کی اشاعت ایک ایسے درجہ تک پہنچ گئی تھی جو اطمینان بخش ہو اور کیا اُس کی ایسی شہرت ہوگئی تھی جس کو عام شہرت کہہ سکتے ہیں یا اُس کا نام تواتر رکھ سکتے ہیں۔ دوسرا پہلو یہ قابل غور ہوتا ہے کہ جب کوئی پیشگوئی شائع کی گئی اور تمام موافقوں اور مخالفوں میں پھیلائی گئی تو کیا اُس کے مضمون میں کوئی خارق عادت بیان تھا جو انسانی اٹکلوں کے دائرہ سے بالاتر خیال کیا جاتا یا ایسا بیان تھا کہ ایک عقلمند علم ہیئت یا طبعی سے مدد لے کر یا کسی اور طریقہ سے بیان کرسکتا ہے۔ تیسرا پہلو جو پیشگوئیوں میں قابل غور ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا ایک پیشگوئی جس قوت اور عام شہرت سے پھیلائی گئی تھی اسی طرح عام شہرت کی شہادت سے پوری بھی ہوگئی یا نہیں۔ سو اَب سوچ کر دیکھ لو کہ یہ تینوں پہلو اِس پیشگوئی میں ایسے اکمل اور اتم طور پر

﴿۱۱۶﴾

☆ اس پیشگوئی کی عظمت حدیث نبوی کے رُو سے بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ ایک حدیث نبوی کا منشاء یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک شخص قتل کیا جائے گا اور آسمانی آواز جو رمضان میں آئے گی گواہی دے گی کہ وہ شخص غضب الٰہی سے مارا گیا اور شیطان آواز دے گا کہ وہ مظلوم مارا گیا حالانکہ اُس کا مارا جانا مسیح کے لئے بطور نشان کے ہوگا۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ جیسا کہ برکات الدعا کے آخری صفحہ ٹائٹل پیج سے ظاہر ہے آسمانی آواز نے ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ کو لوگوں کو مطلع کیا کہ ایک فرشتہ لیکھرام کے قتل کے لئے مامور کیا گیا ہے اور شیطان نے سچائی کے دشمنوں کے دِلوں میں ہوکر یہ آواز دی کہ لیکھرام مظلوم مارا گیا۔ سو یہ پیشگوئی مجھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشترک ہے اِس لئے عظیم الشان ہے۔ منہ

موجود ہیں کہ جس سے بڑھ کر اِس دنیا میں ممکن ہی نہیں۔ اور جس اعلیٰ ثبوت پر اِس پیشگوئی کے یہ تینوں پہلو پائے جاتے ہیں میں ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ اِس کی نظیر اسلامی تاریخ کے تیرہ سو برس میں یا عیسوی تاریخ کے اٹھارہ سو برس میں مل سکے۔ ظاہر ہے کہ اِس کا پہلا پہلو یعنی نفس پیشگوئی کو عام طور پر شائع کرنا ایسا اِس ملک کے تمام فرقوں میں ایک شہرت یافتہ امر ہے کہ ہندوؤں اور عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی اِنکار نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی اشاعت نہ صرف میں نے کی تھی بلکہ لیکھرام نے بھی اپنی کتابوں میں آپ کی تھی اور دوسرے ہندو اور مسلمان اخباروں نے بھی کی تھی اور فریقین نے قبل از وقت اِس پیشگوئی کے بارے میں اِس قدر تحریریں نکالی تھیں کہ یہ واقعی امر ہے کہ پنجاب کے کل اور تمام وہ لوگ جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے کسی قدر پڑھے لکھے تھے اِس پیشگوئی کے مضمون سے اِطلاع رکھتے تھے اور انجام کے منتظر تھے۔ اور دوسرا پہلو یعنی کیا یہ پیشگوئی ایک معمولی بات تھی جیسا کہ مثلاً کوئی خبر دے کہ برسات میں کوئی بارش ہو جائے گی یا درحقیقت اِس میں کوئی خارق عادت امر تھا۔ پس واضح ہو کہ اِس پیشگوئی کا یہ پہلو بھی نہایت روشن ہے کیونکہ یہ پیشگوئی نہ ایک خارق عادت امر پر بلکہ کئی خارق عادت امور پر مشتمل تھی کیونکہ پیشگوئی میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ لیکھرام جوانی کی حالت میں ہی مرے گا اور بذریعہ قتل کے مرے گا۔ کسی بیماری تپ یا ہیضہ وغیرہ سے نہیں مرے گا اور قتل کا واقعہ بھی ایسا دہشت ناک ہوگا جو دلوں کو ہلا دے گا اور نیز یہ کہ اس کی موت پر شور برپا ہوگا اور غوغا اُٹھے گا۔ اور نیز یہ کہ یہ واقعہ چھ برس کے اندر ظہور میں آجائے گا اور نیز یہ کہ روزِ قتل شنبہ کا دن ہوگا اور نیز یہ کہ عید کے دن سے وہ دن ملا ہوا ہوگا یعنی دوسری شوال ہوگی۔

اب ظاہر ہے کہ یہ تمام امور انسانی علم اور اٹکل سے بالاتر ہیں اور کسی کے

قدرت اور اختیار میں نہیں کہ محض اپنے منصوبہ سے ایسی خارق عادت اور فوق الطاقت باتیں بیان کر سکے جو آخر اُسی طرح پوری بھی ہو جائیں۔ تیسرا پہلو اِس پیشگوئی کا یہ ہے کہ یہ کس طرح پر پوری ہوئی آیا تمام لوگوں نے اور ہر ایک نے اِس ملک کے فرقوں میں سے معلوم کر لیا کہ جیسا کہ بیان کیا گیا تھا لیکھرام اس دہشت ناک موت سے مرا جس سے تمام ہندوؤں کے دل ہل گئے یا لوگوں کو اس بات میں شک رہا کہ شاید اب تک زندہ ہے یا یہ کہ کسی دہشت ناک یا شور برپا کرنے والی موت سے نہیں مرا بلکہ معمولی طور پر کسی تپ یا کھانسی یا بواسیر سے مر گیا ہے جس پر نہ کوئی شور اُٹھا اور نہ دِلوں پر چوٹ لگی۔ اور ظاہر ہے کہ قتل کی موت سے بڑھ کر اور کوئی بھی صورت موت کی ایسی نہیں جو دنیا میں دہشت اور شور وغوغا کو پھیلا وے اور دلوں کو ہلا دے اور کینوں کو برپا کرے اور خود پیشگوئی میں صریح لفظوں میں قتل کی طرف اشارہ بھی تھا۔ اب اِس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اِس پیشگوئی کے تینوں پہلو ایسے اعلیٰ درجہ پر اور بدیہی الثبوت ہیں جن سے بڑھ کر تصور نہیں کر سکتے۔ دیکھو کس زور شور سے برکات الدعا کے ٹائٹل پیج میں قبل از وقت شائع کیا گیا تھا کہ اگر اِس پیشگوئی کا خلاصہ یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا درد ہوا تو سمجھو کہ یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ وہ اشتہار جس میں مَیں نے الہام **عجل جسد له خوار** لکھا ہے جو کتاب آئینہ کمالات اِسلام کے ساتھ شامل ہیں اُس الہام کے نیچے جو تشریح ہے اس کی تمام عبارت غور سے پڑھو اور پھر اس کے بعد وہ تمام عبارت غور سے پڑھو جو برکات الدعا کے ٹائٹل پیج میں درج ہے۔ اور پھر وہ اشعار غور سے پڑھو جو الہام **عجل جسد له خوار** کے ساتھ اشتہار میں درج ہیں جن کے اخیر میں ایک ہاتھ بنا ہوا ہے جو لیکھرام کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اور پھر وہ کشف غور سے پڑھو جو برکات الدعا کے اخیر صفحہ کے حاشیہ پر ہے اور پھر وہ عربی شعر

پڑھو جو کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ میں ہے یعنی

ستعرف یوم العید و العید اقرب

اور پھر وہ عربی پیشگوئی پڑھو جو کرامات الصادقین کے اخیر ٹائٹل پیج کے صفحہ میں صریح موت کے لفظ سے ہے جس میں چھ برس کی میعاد ہے۔ اب انصاف سے سوچو کہ کیا اِس قدر امور غیبیہ بیان کرنا کسی مفتری انسان کا کام ہے؟ خدا سے ڈرو اور دانستہ سچائی کا خون مت کرو۔

۶۷

﴿۱۱۷﴾

ایّها النّاس قد ظهرت آیات اللّٰه لتائیدی و تصدیقی و شهدت لی شهداء اللّٰه من تحت ارجلکم و من فوق رء وسکم و من یمینکم و من شمالکم و من انفسکم و من آفاقکم فهل فیکم رجل أمین و من المستبصرین. اتّقوا اللّٰه و لا تکتموا شهادات عیونکم و لا تؤثروا الظّنون علی الیقین و لا تقدّمُوا قصصًا غیر ثابتة علٰی مارئیتم باعینکم ان کنتم متّقین. و اعلموا انّ اللّٰه یعلم بما فی صدورکم و نیّاتکم و لا یخفٰی علیه شیء من حسناتکم و سیّاٰتکم و انّ اللّٰه علیم بما فی صدور العالمین. انکم رئیتم اٰیات اللّٰه ثمّ نبذتم دلائل الحقّ وراء ظهورکم و اعرضتم عنها متعمّدین. و قد کنتم منتظرین مجدّدًا من قبل فاذا جاء داعی اللّٰه فولّیتم وجوهکم مستکبرین.

أ تنتظرون مجدّدًا هو غیری و قد مرّعلٰی رأس المائة من سنین. و قد مُلئت الارض جورًا و ظلمًا و سبق مساجد اللّٰه

مـا یُـعُبد فی دیور الضالین. ففکّروا فی انفسکم أ تجعلون رزقکم انّـکـم تـکـذبون الصادقین. انّکم کفرتم بمسیح اللّٰہ و آیاته وما کان لکم ان تتکلموا فیه وفیها الّا خائفین.

رومی سلطنت کے ایک معزز عہدہ دار حسین کامی کی نسبت جو پیشگوئی اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۹۷ء اور اشتہار ۲۵ر جون ۱۸۹۷ء میں درج ہے وہ کامل صفائی سے پوری ہوگئی۔

میں نے اپنے اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۹۷ء میں یہ پیشگوئی شائع کی تھی کہ رومی سلطنت میں جس قدر لوگ ارکانِ دولت سمجھے جاتے ہیں اور سلطنت کی طرف سے کچھ اختیار رکھتے ہیں اُن میں ایسے لوگ بکثرت ہیں جن کا چال چلن سلطنت کو مضر

ہے کیونکہ اُن کی عملی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کے لکھنے اور شائع کرنے کا باعث جیسا کہ میں نے اُسی اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء میں بہ تفصیل لکھا ہے یہ ہوا تھا کہ ایک شخص مسمّی حسین بک کامی وائس قونصل مقیم کراچی قادیاں میں میرے پاس آیا جو اپنے تئیں سلطنت روم کی طرف سے سفیر ظاہر کرتا تھا اور اپنی نسبت اور اپنے باپ کی نسبت یہ خیال رکھتا تھا کہ گویا یہ دونوں اوّل درجہ کے سلطنت کے خیر خواہ اور دیانت اور امانت میں دونوں مقدس وجود اور سراپا نیکی اور راستبازی اور تدین کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں بلکہ جیسا کہ پرچہ اخبار ۱۵؍مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں لکھا ہے اِس شخص کی ایسی ایسی لاف وگزاف سے لوگوں نے اِس کو نائب حضرت سلطان رُوم سمجھا اور یہ مشہور کیا گیا کہ یہ بزرگوار محض اس غرض سے لاہور وغیرہ نواح اِس ملک میں تشریف لائے ہیں کہ تا اِس ملک کے غافلوں کو اپنی پاک زندگی کا نمونہ دکھلاویں اور تا لوگ اُن کے مقدس اعمال کو دیکھ کر اُن کے نمونہ پر اپنے تئیں بناویں۔ اور اِس تعریف میں یہاں تک اصرار کیا گیا تھا کہ اُسی ایڈیٹر ناظم الہند نے اپنے پرچہ مذکور یعنی ۱۵؍مئی ۱۸۹۷ء کے پرچہ میں جھوٹ اور بے شرمی کی کچھ بھی پرواہ نہ کر کے یہ بھی شائع کر دیا تھا کہ یہ نائب خلیفۃ اللہ سلطان رُوم جو پاک باطنی اور دیانت اور امانت کی وجہ سے سراسر نور ہیں یہ اِس لئے قادیاں میں بلائے گئے ہیں کہ تا مرزائے قادیان اپنے افترا سے اس نائب الخلافت یعنی مظہر انوار الٰہی کے ہاتھ پر توبہ کرے اور آئندہ اپنے تئیں مسیح موعود ٹھہرانے سے باز آ جائے اور ایسا ہی اور بھی بعض اخباروں میں میری بدگوئی کو مدنظر رکھ کر اس قدر اس شخص کی تعریفیں کی گئیں کہ قریب تھا کہ اُس کو آسمان چہارم کا فرشتہ بنا دیتے لیکن جب وہ میرے پاس آیا تو اُس کی شکل دیکھنے سے ہی میری فراست نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص امین اور دیانت دار اور پاک باطن نہیں ہے اور ساتھ ہی میرے

﴿۱۱۸﴾

خدا نے مجھ کو القا کیا کہ رومی سلطنت انہی لوگوں کی شامت اعمال سے خطرہ میں ہے کیونکہ یہ لوگ کہ جو علیٰ حسب مراتب قرب سلطان سے کچھ حصہ رکھتے ہیں اور اس سلطنت کی اکثر نازک خدمات پر مامور ہیں یہ اپنی خدمات کو دِیانت سے ادا نہیں کرتے اور سلطنت کے سچے خیر خواہ نہیں ہیں بلکہ اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اِس اسلامی سلطنت کو جو حرمین شریفین کی محافظ اور مسلمانوں کے لئے مغتنمات میں سے ہے کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ سو میں اِس الہام کے بعد محض القاء الٰہی کی وجہ سے حسین بک کامی سے سخت بیزار ہو گیا لیکن نہ رومی سلطنت کے بغض کی وجہ سے بلکہ محض اس کی خیر خواہی کی وجہ سے۔ پھر ایسا ہوا کہ تُرک مذکور نے درخواست کی کہ میں خلوت میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں چونکہ وہ مہمان تھا اِس لئے میرے دِل نے اخلاقی حقوق کی وجہ سے جو تمام بنی نوع کو حاصل ہیں یہ نہ چاہا کہ اس کی اِس درخواست کو ردّ کروں۔ سو میں نے اجازت دی کہ وہ میرے خلوت خانہ میں آ جائے اور جو کچھ بات کرنا چاہتا ہے کرے۔ پس جب سفیر مذکور میرے خلوت خانہ میں آیا تو اُس نے جیسا کہ میں نے اشتہار ۲۴؍ مئی ۱۸۹۷ء کے پہلے اور دوسرے صفحہ میں لکھا ہے مجھ سے یہ درخواست کی کہ میں اُن کے لئے دعا کروں تب میں نے اُس کو وہی جواب دیا جو اشتہار مذکور کے صفحہ دو[۲] میں درج ہے جو آج سے قریباً دو برس پہلے تمام برٹش انڈیا میں شائع ہو چکا ہے۔ چنانچہ اشتہار ۲۴؍ مئی ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۲ کی یہ عبارت ہے جو میری طرف سے سفیر مذکور کو جواب ملا تھا اور وہ یہ ہے جو میں موٹی قلم سے لکھتا ہوں۔

”سلطان روم کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اُس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام

اچھا نہیں''۔ دیکھو صفحہ دو۲ سطر ۵ و ۶۔ اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء مطبع ضیاء الاسلام قادیان۔ پھر میں نے اسی اشتہار کے صفحہ۲ سطر ۹ کے مطابق اُس ترک کونصیحت دی اور اشارہ سے اُس کو یہ سمجھایا کہ اس کشف کا اوّل نشانہ تم ہو اور تمہارے حالات الہام کے رو سے اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ چنانچہ یہی لفظ کہ ''**توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ**'' اِس اشتہار کے صفحہ۲ سطر ۹ میں ابتک موجود ہے جو سفیر مذکور کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا۔ پس یہ تقریر میری جو اس اشتہار میں سے اِس جگہ لکھی گئی ہے دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی (۱) ایک یہ کہ میں نے اس کو صاف لفظوں میں سمجھا دیا کہ تم لوگوں کا چال چلن اچھا نہیں ہے اور دیانت اور امانت کی نیک صفات سے تم محروم ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ اگر تیری یہی حالت رہی تو تجھے اچھا پھل نہیں ملے گا اور تیرا انجام بد ہوگا۔ پھر میں نے صفحہ۳ میں بطور پیشگوئی سفیر مذکور کی نسبت لکھا ہے'' **اس کے لئے** (یعنی سفیر مذکور کے لئے) **بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا۔ میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اس کی سخت بدقسمتی ہے**''۔ دیکھو صفحہ۳ سطر نمبر ا۔ اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء۔ پھر اسی صفحہ کی سطر ۹ میں یہ پیشگوئی ہے۔''**اللہ جلّ شانہٗ جانتا ہے جس پر جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اُس عالم الغیب نے مجھے پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ اِس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے**''۔ پھر میں نے اشتہار ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء کے صفحہ۲ میں مذکورہ پیشگوئیوں کا اعادہ کر کے دسویں سطر سے سولھویں سطر تک یہ عبارت لکھی ہے۔

﴿۱۱۹﴾

''ہم نے گذشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور

خراب اندرون ارکان اورعمائداوروزراء کے نہ بلحاظ سلطان کی ذاتیات کے ضرور
اُس خداداد نور اورفراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے چند ایسی
باتیں لکھی ہیں جوخود اُن کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب
رقت اور درد طاری ہوتی ہے۔سو ہماری وہ تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں
کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی بلکہ اُس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی جو رحمت الٰہی نے
ہمیں بخشا ہے۔‘‘ پھراسی اشتہار کے صفحہ ۴ میں سطر ۱۹ سے ۲۱ تک یہ عبارت ہے ’’کیا
**ممکن نہ تھا کہ جو کچھ میں نے رومی سلطنت کے اندرونی نظام کی نسبت بیان
کیا وہ دراصل صحیح ہو اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی
ہوں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں‘‘۔**
یاد رہے کہ ابھی میں اشتہار ۲۴ ؍مئی ۱۸۹۷ء کے حوالہ سے بیان کر چکا ہوں کہ
یہ غداری اور نفاق کی سرشت بذریعہ الہام الٰہی حسین بک کامی میں معلوم کرائی گئی
ہے۔غرض میرے ان اشتہارات میں جس قدر پیشگوئیاں ہیں جو میں نے اِس جگہ
درج کردی ہیں ان سب سے اوّل مقصود بالذات حسین کامی مذکور تھا۔ ہاں یہ بھی
پیشگوئی سے مفہوم ہوتا تھا کہ اِس مادہ کے اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو سلطنت روم
کے ارکان اور کارکن سمجھے جاتے ہیں۔مگر بہرحال الہام کا اوّل نشانہ یہی شخص حسین کامی
تھا جس کی نسبت ظاہر کیا گیا کہ وہ ہرگز امین اور دیانت دار نہیں اور اُس کا انجام
اچھا نہیں جیسا کہ ابھی میں نے اپنے اشتہار ۲۴ ؍مئی ۱۸۹۷ء کے حوالہ سے لکھا
ہے کہ حسین کامی کی نسبت مجھے الہام ہوا کہ یہ آدمی سلطنت کے ساتھ دیانت سے
تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے اور اُسی کو میں نے

مخاطب کرکے کہا کہ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔

یہ تو میرے الہامات تھے جو میں نے صاف دلی سے لاکھوں اِنسانوں میں بذریعہ اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء اور اشتہار ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء شائع کردیئے۔ مگر افسوس کہ ان اشتہارات کے شائع کرنے پر ہزارہا مسلمان میرے پر ٹوٹ پڑے۔ بعض کو تو قلت تدبر کی وجہ سے یہ دھوکہ لگا کہ گویا میں نے سلطان روم کی ذات پر کوئی حملہ کیا ہے حالانکہ وہ میرے اشتہارات اب تک موجود ہیں سلطان کی ذات سے اُن پیشگوئیوں کو کچھ تعلق نہیں صرف بعض ارکانِ سلطنت اور کارکن لوگوں کی نسبت الہام شائع کیا گیا ہے کہ وہ امین اور دیانت دار نہیں ہیں اور کھلے کھلے طور پر اشارہ کیا گیا ہے کہ اوّل نشانہ ان الہامات کا وہی حسین کامی ہے اور وہی دیانت اور امانت کے پیرایہ سے محروم اور بے نصیب ہے۔ اور ان اشتہاروں کے شائع ہونے کے بعد بعض اخبار والوں نے حسین کامی کی حمایت میں میرے پر حملے کئے کہ ایسے امین اور دیانت دار کی نسبت یہ الہام ظاہر کیا ہے کہ وہ سلطنت کا سچا امین اور دیانت دار عہدہ دار نہیں ہے اور اس کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے اور اُس کو ڈرایا گیا ہے کہ توبہ کر ورنہ تیرا انجام اچھا نہیں حالانکہ وہ مہمان تھا اِنسانیت کا یہ تقاضا تھا کہ اُس کی عزت کی جاتی'' اِن تمام الزامات کا میری طرف سے یہی جواب تھا کہ میں نے اپنے نفس کے جوش سے حسین کامی کو کچھ نہیں کہا بلکہ جو کچھ میں نے اس پر الزام لگایا تھا وہ الہام الٰہی کے ذریعہ سے تھا نہ ہماری طرف سے مگر افسوس کہ اکثر اخبار والوں نے اِس پر اتفاق کرلیا کہ درحقیقت حسین کامی بڑا امین اور دیانت دار بلکہ نہایت بزرگوار اور نائب خلیفۃ المسلمین سلطان روم تھا ﴿۱۲۰﴾ اُس پر ظلم ہوا کہ اُس کی نسبت ایسا کہا گیا اور اکثر نے تو اپنی بات کو زیادہ رنگ چڑھانے کے لئے میرے تمام کلمات کو سلطان المعظّم کی طرف منسوب کردیا تا مسلمانوں میں

جوش پیدا کریں۔ چنانچہ میرے ان الہامات سے اکثر مسلمان جوش میں آ گئے اور بعض نے میری نسبت لکھا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔

اب ہم ذیل میں بتلاتے ہیں کہ ہماری یہ پیشگوئی سچی نکلی یا جھوٹی۔ واضح ہو کہ عرصہ تخمیناً دو ماہ یا تین ماہ کا گذرا ہے کہ ایک معزز ترک کی معرفت ہمیں یہ خبر ملی تھی کہ حسین کامی مذکور اپنی ایک مجرمانہ خیانت کی وجہ سے اپنے عہدہ سے موقوف کیا گیا ہے اور اُس کی املاک ضبط کی گئی۔ مگر میں نے اس خبر کو ایک شخص کی روایت خیال کر کے شائع نہیں کیا تھا کہ شاید غلط ہو۔ آج اخبار نیّر آصفی مدراس مورخہ ۱۲/اکتوبر ۱۸۹۹ء کے ذریعہ سے ہمیں مفصل طور پر معلوم ہو گیا کہ ہماری وہ پیشگوئی حسین کامی کی نسبت نہایت کامل صفائی سے پوری ہو گئی اور وہ نصیحت جو ہم نے اپنے خلوت خانہ میں اُس کو کی تھی کہ توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ جس کو ہم نے اپنے اشتہار ۲۴/مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا تھا اس پر پابند نہ ہونے سے آخر وہ اپنی پاداش کردار کو پہنچ گیا اور اب وہ ضرور اُس نصیحت کو یاد کرتا ہوگا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ وہ اِس ملک کے بعض ایڈیٹران اخبار اور مولویان کو بھی جو اُس کو نائب خلیفۃ المسلمین اور رُکن امین سمجھ بیٹھے تھے اپنے ساتھ ہی ندامت کا حصہ دے گیا اور اِس طرح پر انہوں نے ایک صادق کی پیشگوئی کی تکذیب کا مزہ چکھ لیا۔ اب اُن کو چاہیئے کہ آئندہ اپنی زبانوں کو سنبھالیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ میری تکذیب کی وجہ سے بار بار اُن کو خجالت پہنچ رہی ہے؟ اگر وہ سچ پر ہیں تو کیا باعث کہ ہر ایک بات میں آخر کار کیوں اُن کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اب ہم اخبار مذکور میں سے وہ چٹھی مع تمہیدی عبارت کے ذیل میں نقل کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

’’چندہ مظلومان کریٹ اور ہندوستان‘‘

’’ہمیں آج کی ولایتی ڈاک میں اپنے ایک لائق اور معزز نامہ نگار کے پاس سے

ایک قسطنطنیہ والی چٹھی ملی ہے جس کو ہم اپنے ناظرین کی اِطلاع کیلئے درج ذیل
کئے دیتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے ہمیں کمال افسوس ہوتا ہے۔ افسوس اس
وجہ سے کہ ہمیں اپنی ساری اُمیدوں کے برخلاف اس مجرمانہ خیانت کو جو سب
سے بڑی اور سب سے زیادہ مہذب و منتظم اسلامی سلطنت کے وائس قونصل کی
جانب سے بڑی بے دردی کے ساتھ عمل میں آئی اپنے ان کانوں سے سننا اور
پبلک پر ظاہر کرنا پڑا ہے۔ جو کیفیت جناب مولوی حافظ عبد الرحمٰن صاحب
الہندی نزیل قسطنطنیہ نے ہمیں معلوم کرائی ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے
کہ حسین بِک کامی نے بڑی بے شرمی کے ساتھ مظلومان کریٹ کے روپیہ کو بغیر
ڈکار لینے کے ہضم کر لیا، اور کارکن کمیٹی چندہ نے بڑی فراست اور عرقریزی کے
ساتھ اُن سے روپیہ اگلوایا۔ مگر یہ دریافت نہیں ہوا کہ وائس قونصل مذکور
پر عدالت عثمانیہ میں کوئی نالش کی گئی یا نہیں۔ ہماری رائے میں ایسے خائن کو
عدالتانہ کارروائی کے ذریعہ عبرت انگیز سزا دینی چاہیے۔ بہرحال ہم امید کرتے
ہیں کہ یہی ایک کیس غبن کا ہوگا جو اِس چندہ کے متعلق وقوع میں آیا ہوا اور جو
رقوم چندہ جناب مُلّا عبد القیوم صاحب اوّل تعلقہ دار لنگسگور اور جناب عبد العزیز
بادشاہ صاحب ٹرکش قونصل مدراس کی معرفت حیدرآباد اور مدراس سے روانہ
ہوئیں وہ بلا خیانت قسطنطنیہ کو کمیٹی چندہ کے پاس برابر پہنچ گئی ہوں گی‘‘۔

’’قسطنطنیہ کی چٹھی‘‘

’’ہندوستان کے مسلمانوں نے جو گزشتہ دو سالوں میں مہاجرین کریٹ
اور مجروحین عساکر حربِ یونان کے واسطے چندہ فراہم کر کے قونصل ہائے

دولت علیہ ترکیہ مقیم ہند کو دیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ ہر زرِ چندہ تمام وکمال قسطنطنیہ میں نہیں پہنچا۔ اور اِس امر کے باور کرنے کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ حسین بِک کامی وائس قونصل مقیم کراچی کو جو ایک ہزار چھ سو روپیہ کے قریب مولوی انشاء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر اور مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے مختلف مقامات سے وصول کر کے بھیجا تھا وہ سب غبن کر گیا ایک کوڑی تک قسطنطنیہ میں نہیں پہنچائی مگر خدا کا شکر ہے کہ سلیم پاشا ملحمہ کارکن کمیٹی چندہ کو جب خبر پہنچی تو اُس نے بڑی جاں فشانی کے ساتھ اس روپیہ کے اگلوانے کی کوشش کی اور اُس کی اراضی مملوکہ کو نیلام کرا کر وصولی رقم کا انتظام کیا اور باب عالی میں غبن کی خبر بھجوا کر نوکری سے موقوف کرایا۔ اس لئے ہندوستان کے جملہ اصحاب جرائد کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اِس اعلان کو قومی خدمت سمجھ کر چار مرتبہ متواتر اپنے اخبارات میں مشتہر فرمائیں اور جس وقت اُن کو معلوم ہو کہ فلاں شخص کی معرفت اس قدر روپیہ چندہ کا بھیجا گیا تو اس کو اپنے جریدہ میں مشتہر کرائیں اور نام مع عنوان کے ایسا مفصّل لکھیں کہ بشرط ضرورت اس سے خط وکتابت ہو سکے۔ اور ایک پرچہ اس جریدہ کا خاکسار کے پاس بمقام قاہرہ اِس پتہ سے روانہ فرماویں:۔

حافظ عبد الرحمٰن الہندی الامرتسری۔ سکہ جدیدہ۔ وکالہ صالح آفندی قاہرہ (ملک مصر)‘‘

﴿۱۲۱﴾

۶۸ اور منجملہ ان نشانوں کے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے ہاتھ پر ظہور میں آئے ہیں یہ ہے کہ جب کتاب اُمّہات المؤمنین عیسائیوں کی طرف سے

شائع ہوئی تو انجمن حمایت اسلام لاہور کے ممبروں نے گورنمنٹ میں اِس مضمون کا میموریل بھیجا کہ اس کتاب کی اشاعت بند کی جائے اور نیز یہ کہ اس مصنّف سے جس نے ایسی گندی کتاب تالیف کی باز پرس ہو مگر میں اُن کے میموریل کا مخالف تھا اور میں نے اپنی ایک تحریر میں صاف طور پر یہ شائع کیا کہ یہ پہلو اختیار کرنا اچھا نہیں ہے اور مجھے اُن دنوں میں انجمن حمایت اسلام کے مخالف یہ الہام ہوا تھا **ستذکرون ما اقول لکم و افوّض امری الی اللّٰہ** ۔یعنی عنقریب تمہیں یہ میری بات یاد آئے گی کہ اِس طریق کے اختیار کرنے میں نا کامی ہے اور جس امر کو میں نے اختیار کیا ہے یعنی مخالفین کے اعتراضات کو ردّ کرنا اور اُن کا جواب دینا اِس امر کو میں خدا تعالیٰ کو سونپتا ہوں یعنی خدا میرے کام کا محافظ ہوگا مگر وہ ارادہ جو تم نے کیا ہے کہ **اُمّہات المؤمنین** کے مؤلف کو سزا دلاؤ۔ اِس میں تمہیں کامیابی ہرگز نہیں ہوگی۔ اور تمہیں بعد میں یاد آئے گا کہ جو پیش از وقت بتلایا گیا وہ واقعی اور درست تھا۔ یہ وہ الہام ہے جو قبل از وقت اپنی جماعت میں سے ایک گروہ کثیر کو سنا دیا گیا تھا چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب بھیروی اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے وغیرہ احباب اِس بات کے گواہ ہیں اور جیسا کہ میں نے الہام ربّانی پاکر بہت سے لوگوں پر ظاہر کر دیا تھا ایسا ہی ظہور میں آیا۔ یعنی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں نے جس غرض سے اپنا میموریل در بارہ کتاب **اُمّہات المؤمنین** بحضور جناب لفٹیننٹ گورنر بہادر روانہ کیا تھا وہ درخواست اُن کی نامنظور ہوئی اور مؤلّف رسالہ **اُمّہات المؤمنین** کسی مؤاخذہ کے نیچے نہ آیا۔

۶۹ اور منجملہ اُن پیشگوئیوں کے جو خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمائیں یہ ہے کہ میرے ایک مخلص دوست مرزا محمد یوسف بیگ سامانوی جو سامانہ علاقہ ریاست پٹیالہ

کے رہنے والے ہیں (اور ایک مدّت دراز سے مجھ سے تعلق محبت اور اخلاص اور ارادت کا رکھتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ہیں جن کی نسبت مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک سچی محبت اُن کے دلوں میں بٹھادی ہے جس کے ساتھ وہ تمام عمر رہیں گے اور جس کے ساتھ وہ اِس دنیا سے گذریں گے) اُن کا یعنی مرزا صاحب موصوف کا لڑکا مرزا ابراہیم بیگ مرحوم جو نہایت غریب اور سلیم الطبع اور وجیہ اور خوبصورت تھا بیمار ہوا۔ تب انہوں نے سامانہ سے میری طرف خط لکھا کہ میرا لڑکا بیمار ہے اُس کے لئے دعا کی جائے۔ پس جبکہ ابراہیم مرحوم کے لئے میں نے دعا کی تو مجھے فی الفور ایک کشفی حالت پیدا ہو کر دکھائی دیا کہ ابراہیم میرے پاس بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے بہشت سے سلام پہنچا دو جس کے معنے اُسی وقت میرے دل میں یہ ڈالے گئے کہ اب ابراہیم کے لئے دنیوی سلامتی کی راہ بند ہے یعنی زندگی کا خاتمہ ہے۔ اِس لئے اُس کی رُوح اب بہشتی سلامتی چاہتی ہے یعنی یہ کہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں داخل ہو کر دائمی خوشحالی پاوے۔ سو ہر چند دل نہیں چاہتا تھا کہ مرزا ابراہیم بیگ مرحوم کے والد صاحب یعنی مرزا محمد یوسف بیگ صاحب کو اِس آنے والے حادثہ سے اِطلاع دی جائے۔ مگر میں نے بہت کچھ سوچنے کے بعد مناسب سمجھا کہ مختصر لفظوں میں اِس امر غیب سے اُن کو اطلاع دے دوں۔ سو میں نے اِس کشف سے اُن کو اطلاع دے دی اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد مرزا ابراہیم مرحوم انتقال کر کے اپنے والد مصیبت زدہ کے اُس ثواب عظیم کا موجب ہوا جو ایک پیارے بیٹے کی جدائی سے جو ایک ہی ہو اور جوان اور غریب مزاج اور فرمانبردار اور خوبصورت ہو خدائے رحیم کریم کی طرف سے مصیبت زدہ باپ کو پہنچتا ہے۔ غرض یہ کشف جو ابراہیم مرحوم کے بارے میں مجھ کو ہوا بہت سے لوگوں کو پیش از وقت سنایا گیا تھا اور خود مرزا محمد یوسف بیگ صاحب کو

۱۲۲

بذریعہ خط اِس کشف سے اِطلاع دے دی گئی تھی جواب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اِس تمام بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

اب سوچنا چاہیئے کہ غیب کا وسیع علم غیر کو ہرگز دیا نہیں جاتا اور گو ممکن ہے کہ غیر کو بھی جس کے تعلقات خدا تعالیٰ سے محکم نہیں ہیں کبھی سچی خواب آجائے یا سچا کشف ہو جائے لیکن ولایت اور قبولیت کی علامات میں لازمی طور پر یہ شرط ہے کہ اُمور غیبیہ اور پوشیدہ باتیں اِس قدر ظاہر ہوں کہ وہ اپنی کثرت میں دنیا کے تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہوں اور اس کثرت سے ہوں کہ کوئی بھی اُن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جبکہ خدا تعالیٰ اپنے فضل عظیم اور کرم عمیم سے کسی شخص کو اپنی خلعتِ ولایت اور رُتبہ کرامت سے مشرف اور سرفراز فرماتا ہے تو چار چیزوں میں اُس کو جمیع اس کے ابناء جنس اور تمام ہم عصر لوگوں سے امتیاز کلی بخشتا ہے اور ہر ایک شخص جو وہ امتیاز اُس کے شامل حال ہوتی ہے اُس کی نسبت قطعی اور یقینی طور پر ایمان رکھنا لازم ہو جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اُن کامل بندوں اور اعلیٰ درجہ کے اولیاء میں سے ہے جن کو اُس نے اپنے ہاتھ سے چنا ہے اور اپنی نظر خاص سے اُن کی تربیت فرمائی ہے اور وہ چار چیزیں جو کامل اولیاء اور مردانِ خدا کی نشانی ہے چار کمال ہیں جو بطور نشان اور خارق عادت کے اُن میں پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک کمال میں وہ دوسروں سے بیّن اور صریح طور پر ممتاز ہوتے ہیں بلکہ وہ چاروں کمال معجزہ کی حد تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسا آدمی کبریت اَحمر کا حکم رکھتا ہے اور اِس مرتبہ پر وہی شخص پہنچتا ہے جس کو عنایت ازلی نے قدیم سے دنیا کو فائدہ پہنچانے کے لئے منتخب کیا ہو۔ اور وہ چار کمال جو بطور چار نشان یا چار معجزہ کے ہیں جو ولی اعظم اور قطب الاقطاب اور سیّد الاولیاء کی نشانی ہے

یہ ہیں۔(۱) اوّل یہ کہ اُمورِ غیبیہ بعد استجابت یا اور طریق پر اِس کثرت سے اُس پر کھلتے رہیں اور بہت سی پیشگوئیاں ایسی صفائی سے ظہور پذیر ہوجائیں کہ اُس کثرت مقدار اور صفاء کیفیت کے لحاظ سے کوئی شخص اُن کا مقابلہ نہ کرسکے اور اُن کمّی اور کیفی کمالات میں احتمال شرکت غیر بکلّی معدوم بلکہ محالات میں سے ہو یعنی جس قدر اُس پر اسرارِ غیب ظاہر ہوں اور جس قدر اُس کی دعائیں قبول ہوکر اُن قبولیتوں سے اُس کو اطلاع دی جائے اور جس قدر اُس کی تائید میں آسمان اور زمین اور انفس اور آفاق میں خوارق ظہور پذیر ہوں بکلّی غیر ممکن ہو جو اُن کی نظیر کوئی دکھلا سکے یا اُن کمالات میں مقابلہ پر کھڑا ہوسکے اور اس قدر علم غیوب الٰہیہ اور کشف انوارِ نامتناہیہ اور تائیداتِ سماویہ بطور خارق عادت اور اعجاز اور کرامت اُس کو عطا کی جائے کہ گویا ایک دریا ہے جو چل رہا ہے اور ایک عظیم الشان روشنی ہے جو آسمان سے اتر کر زمین پر پھیل رہی ہے اور یہ امور اِس حد تک پہنچ جائیں جو بہ بداہت نظر خارق عادت اور فائق العصر دکھائی دیں اور یہ کمال کمالِ نبوت سے موسوم ہے۔(۲) اور **دوسرا** کمال جو بطور نشان کے امام الاولیاء اور سیّد الاصفیاء کے لئے ضروری ہے وہ فہم قرآن اور معارف کی اعلیٰ حقیقت تک وصول ہے۔ یہ بات ضروری طور پر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ قرآن شریف کی ایک ادنیٰ تعلیم ہے اور ایک اوسط اور ایک اعلیٰ اور جو اعلیٰ تعلیم ہے وہ اِس قدر انوار معارف اور حقائق کی روشن شعاعوں اور حقیقی حسن اور خوبی سے پُر ہے جو ادنیٰ یا اَوسط استعداد کا اُس تک ہرگز گذر نہیں ہوسکتا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کے اہل صَفوت اور اَربابِ طہارت فطرت ان سچائیوں کو پاتے ہیں جن کی سرشت سراسر نور ہوکر نور کو اپنی طرف کھینچتی ہے سو اوّل مرتبہ صدق کا جو اُن کو حاصل ہوتا ہے دنیا سے نفرت اور ہر ایک لغو امر سے طبعی کراہت ہے۔ اور اِس عادت کے

﴿۱۲۳﴾

راسخ ہونے کے بعد ایک دوسرے درجہ پر صدق پیدا ہوتا ہے جس کو اُنس اور شوق اور رجوع اِلی اللہ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور اِس عادت کے راسخ ہونے کے بعد ایک تیسرے درجہ کا صدق پیدا ہوتا ہے جس کو تبدّلِ اعظم اور اِنقطاعِ اَتم اور محبت ذاتیہ اور فنا فی اللہ کے درجہ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور اِس عادت کے راسخ ہونے کے بعد رُوحِ حق اِنسان میں حلول کرتی ہے اور تمام پاک سچائیاں اور اعلیٰ درجہ کے معارف و حالات بطریق طبیعت و جبلّت بکمال وجد و شرح صدر اُس شخص کے نفسِ پاک پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور عمیق در عمیق معارف قرآنیہ و نکات شرعیہ اُس شخص کے دِل میں جوش مارتے اور زبان پر جاری ہوتے ہیں اور وہ اسرارِ شریعت اور لطائفِ طریقت اُس پر کھلتے ہیں جو اہلِ رسم اور عادت کی عقلیں اُن تک پہنچ نہیں سکتیں کیونکہ یہ شخص مقام نفحاتِ الٰہیہ پر کھڑا ہوتا ہے اور روح القدس اس کے اندر بولتی ہے اور تمام کذب اور دروغ کا حصہ اس کے اندر سے کاٹا جاتا ہے کیونکہ یہ روح سے پاتا اور روح سے بولتا اور روح سے لوگوں پر اثر ڈالتا ہے اور اِس حالت میں اُس کا نام صدیق ہوتا ہے کیونکہ اُس کے اندر سے بکلی کذب کی تاریکی نکلتی اور اُس کی جگہ سچائی کی روشنی اور پاکیزگی اپنا دخل کرتی ہے اور اِس مرتبہ پر اعلیٰ درجہ کی سچائیوں کا ظہور اور اعلیٰ معارف کا اُس کی زبان پر جاری ہونا اُس کے لئے بطور نشان کے ہوتا ہے۔ اُس کی پاک تعلیم جو سچائی کے نور سے خمیر شدہ ہوتی ہے دنیا کو حیرت میں ڈالتی ہے۔ اُس کے پاک معارف جو سرچشمہ فنا فی اللہ اور حقیقت شناسی سے نکلتے ہیں تمام لوگوں کو تعجب میں ڈالتے ہیں اور اِس قسم کا کمال صدیقیّت کے کمال سے موسوم ہے۔

یاد رہے کہ صدیق وہ ہوتا ہے جس کو سچائیوں کا کامل طور پر علم بھی ہو اور پھر کامل اور طبعی طور پر اُن پر قائم بھی ہو۔ مثلاً اُس کو اُن معارف کی حقیقت معلوم ہو کہ وحدانیت باری تعالیٰ کیا شے ہے اور اُس کی اطاعت کیا شے اور محبت باری عَزَّ اِسمہٗ کیا شے اور شرک سے کس مرتبہ اخلاص پر مَخلصی حاصل ہو سکتی ہے اور عبودیت کی کیا حقیقت ہے اور اخلاص کی حقیقت کیا اور توبہ کی حقیقت کیا اور صبر اور توکل اور رضا اور محویت اور فنا اور صدق اور وفا اور تواضع اور سخا اور ابتہال اور دعا اور عفو اور حیا اور دیانت اور امانت اور اتقا وغیرہ اخلاقِ فاضلہ کی کیا کیا حقیقتیں ہیں۔ پھر ماسوا اِس کے اِن تمام صفاتِ فاضلہ پر قائم بھی ہو☆۔ اور تیسرا کمال جو اکابر اولیاء کو دیا جاتا ہے ﴿۱۲۴﴾ مرتبۂ شہادت ہے اور مرتبۂ شہادت سے وہ مرتبہ مراد ہے جبکہ انسان اپنی قوتِ ایمان سے اِس قدر اپنے خدا اور روزِ جزا پر یقین کر لیتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھنے لگتا ہے۔ تب اس یقین کی برکت سے اعمال صالحہ کی مرارت اور تلخی

حاشیہ

☆ جن عظیم الشان لوگوں کو بڑے بڑے عظیم ذمہ داریوں کے کام ملتے ہیں اور بعض اوقات خدا تعالیٰ سے عِلم پا کر خضر کی طرح ایسے کام بھی اُن کو کرنے پڑتے ہیں جن سے ایک کوتہ بین شخص کی نظر میں وہ بعض اخلاقی حالتوں میں یا معاشرت کے طریقوں میں قابل ملامت ٹھہرتے ہیں۔ اُن کے دشمنوں کی باتوں کی طرف دیکھ کر ہرگز بدظن نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اندھے دشمنوں نے کسی نبی اور رسول کو اپنی نکتہ چینی سے مستثنیٰ نہیں رکھا۔ مثلاً وہ موسیٰ مردِ خدا جس کی نسبت توریت ﴿۱۲۴﴾ میں آیا ہے کہ وہ زمین کے تمام باشندوں سے زیادہ ترحلیم اور امین ہے مخالفوں نے اُن پر یہ اعتراض کئے ہیں کہ گویا وہ نعوذ باللہ نہایت درجہ کا سخت دل اور خونی انسان تھا جس کے حکم سے کئی لاکھ شیر خوار بچے قتل کئے گئے اور ایسا ہی کہتے ہیں کہ وہ نہ دیانت اور امانت سے حصہ رکھتا تھا اور نہ عہد کا پابند تھا کیونکہ اُس کے ایماء سے بنی اسرائیل نے کئی لاکھ روپیہ کے سونے اور چاندی کے برتن اور قیمتی زیور بنی اسرائیل☆ سے بطور مستعار لئے اور

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ”مصریوں“ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

دور ہو جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ہر ایک قضاء وقدر باعث موافقت کے شہد کی طرح دِل میں نازل ہوتی اور تمام صحنِ سینہ کو حلاوت سے بھر دیتی ہے اور ہر ایک ایلام انعام کے رنگ میں دِکھائی دیتا ہے۔ سو شہید اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو قوتِ ایمانی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہو اور اُس کے تلخ قضا وقدر سے شہد شیریں کی طرح لذت اُٹھاتا ہے اور اِسی معنے کے رو سے شہید کہلاتا ہے۔ اور یہ مرتبہ کامل مومن کے لئے بطور نشان کے ہے اور اِس کے بعد

بقیہ حاشیہ

یہ عہد کیا کہ ہم ابھی چند روز کے بعد واپس آ کر یہ تمام مال واپس دے دیں گے۔ مگر عہد کو توڑا اور مال بیگانہ ہضم کیا اور جھوٹ بولا اور کہتے ہیں کہ یہ موسیٰ کا گناہ تھا کیونکہ اُس کے مشورہ اور علم سے ایسا کیا گیا اور اُس نے اِس حرکت پر بنی اسرائیل کو کچھ سرزنش نہیں کی بلکہ اسی مال سے وہ بھی کھاتا رہا۔ ایسا ہی حضرت مسیح پر بھی اُن کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ وہ تقویٰ کے پابند نہ تھے چنانچہ ایک بدکار عورت نے ایک نفیس عطر جو بدکاری کے مال سے خریدا گیا تھا اُن کے سر پر ملا اور اپنے بالوں کو اُن کے پیروں پر ملا اور ایک جوان اور فاحشہ عورت کا اُن کے بدن کو چھونا اور حرام کا تیل اُن کے سر پر ملنا اور اُن کے اعضاء سے اپنے اعضاء کو لگانا یہ ایک ایسا امر ہے جو ایک پرہیزگار اور متقی اِس کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ اور نیز مسیح کا اجازت دینا کہ تا اُس کے شاگرد ایک غیر کے کھیت کے خوشے بلا اجازت مالک کھاویں اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نعوذ باللہ مسیح کو امانت اور دیانت کی پروا نہ تھی۔ یہ وہ اعتراض ہیں جو یہودیوں نے حضرت مسیح پر کئے ہیں اور یہودیوں کی چند کتابیں جو میرے پاس موجود ہیں اِسی قسم کی ایسی سختی ان میں حضرت مسیح علیہ السلام پر کی گئی ہے جن میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نعوذ باللہ کوئی بھی نیک صفت حضرت مسیح میں موجود نہ تھی۔ ایسا ہی عیسائیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت اور تقویٰ اور امانت پر اعتراض کئے ہیں اور نعوذ باللہ آنجناب کو ایک نفس پرست اور خونریز اور دوسروں کے مال لوٹنے والا انسان خیال کیا ہے۔ اور ایسا ہی روافض نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عفت اور امانت اور دیانت اور عدالت پر انواع اقسام کے عیب لگائے ہیں اور اُن کے نام منافق غاصب ظالم رکھتے ہیں

﴿۱۲۵﴾

ایک چوتھا مرتبہ بھی ہے جو کامل اصفیاء اور اولیاء کو اکمل اور اتم طور پر ملتا ہے اور وہ صالحین کا مرتبہ ہے اور صالح اُس وقت کسی کو کہا جاتا ہے جبکہ ہر ایک فساد سے اُس کا اندرون خالی اور پاک ہو جائے اور اُن تمام گندے اور تلخ مواد کے دور ہونے کی وجہ سے عبادت اور ذِکر الٰہی کا مزہ اعلیٰ درجہ کی لذت کی حالت پر آجائے کیونکہ جس طرح زبان کا مزہ جسمانی تلخیوں کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے ایسا ہی روحانی مزہ روحانی مفاسد کی وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے اور ایسے انسان کو کوئی لذت عبادت اور ذکر الٰہی کی نہیں آتی اور نہ کوئی انس اور ذوق اور شوق باقی رہتا ہے لیکن کامل انسان نہ صرف مواد فاسدہ سے پاک

بقیہ حاشیہ ﴿۱۲۵﴾

اور ایسا ہی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاسق قرار دیتے ہیں اور بہت سے امور خلاف تقویٰ اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ حلیۂ ایمان سے بھی اُن کو عاری سمجھتے ہیں تو اِس جگہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ صدیق کے لئے تقویٰ اور امانت اور دیانت شرط ہے تو یہ تمام بزرگ اور اعلیٰ طبقہ کے انسان جو رسول اور نبی اور ولی ہیں کیوں خدا تعالیٰ نے اُن کے حالات کو عوام کی نظر میں مشتبہ کر دیا اور وہ اُن کے افعال اور اقوال کو سمجھنے سے اِس قدر قاصر رہے کہ اُن کو دائرہ تقویٰ اور امانت اور دیانت سے خارج سمجھا اور ایسا خیال کر لیا کہ گویا وہ لوگ ظلم کرنے والے اور مالِ حرام کھانے والے اور خون ناحق کرنے والے اور دروغ گوئی اور عہد شکن اور نفس پرست اور جرائم پیشہ تھے حالانکہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ نہ رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ نبی ہونے کا۔ اور نہ اپنے تئیں ولی اور امام اور خلیفۃ المسلمین کہلاتے ہیں لیکن با ایں ہمہ کوئی اعتراض اُن کے چال چلن اور زندگی پر نہیں ہوتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیا کہ تا اپنے خاص مقبولوں اور محبوبوں کو بد بخت شتاب کاروں سے جن کی عادت بدگمانی ہے مخفی رکھے جیسا کہ خود وجود اس کا اِس قسم کی بدظنی کرنے والوں سے مخفی ہے۔ بہتیرے دنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں اور اُس کو ظالم اور ناقدرشناس سمجھتے ہیں یا اُس کے وجود

ہو جاتا ہے بلکہ یہ صلاحیت بہت ترقی کر کے بطور ایک نشان اور خارق عادت امر کے اس میں ظاہر ہوتی ہے۔ غرض یہ چار مراتب کمال ہیں جن کو طلب کرنا ہر ایک ایماندار کا فرض ہے اور جو شخص ان سے بکلی محروم ہے وہ ایمان سے محروم ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ‘ نے سورہ فاتحہ میں مسلمانوں کے لئے یہی دعا مقرر کی ہے کہ وہ اِن ہر چہار کمالات کو طلب کرتے رہیں۔ اور وہ دعا یہ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1] اور قرآن شریف کے دوسرے مقام میں اِس آیت کی تشریح کی گئی ہے اور ظاہر فرمایا گیا ہے کہ **منعم علیھم** سے مراد نبی اور صدیق اور شہید اور صالحین ہیں اور انسان کامل اِن ہر چہار کمالات کا مجموعہ اپنے اندر رکھتا ہے۔

۷۰ منجملہ خدا تعالیٰ کے ان نشانوں کے جو میری تائید میں ظہور میں آئے وہ پیشگوئی ہے جو میں نے اشتہار ۲۱ رنومبر ۱۸۹۸ء میں کی تھی۔ تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعة السنہ** نے میرے ذلیل

﴿۱۲۶﴾

بقیہ حاشیہ

سے ہی منکر ہیں۔ وہ قصہ جو قرآن شریف میں حضرت آدم صفی اللہ کی نسبت مذکور ہے جو فرشتوں نے اُن پر اعتراض کیا اور جناب الٰہی میں عرض کیا کہ کیوں تو ایسے مفسد اور خون ریز کو پیدا کرتا ہے؟ یہ قصہ اپنے اندر یہ پیشگوئی مخفی رکھتا ہے کہ اہلِ کمال کی ہمیشہ نکتہ چینی ہوا کرے گی۔ خدا تعالیٰ نے اِسی غرض سے خضر کا قصہ بھی قرآن شریف میں لکھا ہے تا لوگوں کو معلوم ہو کہ ایک شخص ناحق خون کر کے اور یتیموں کے مال کو عمداً نقصان پہنچا کر پھر خدا تعالیٰ کے نزدیک بزرگ اور برگزیدہ ہے۔ ہاں اس سوال کا جواب دینا باقی رہا کہ اس طرح پر امان اُٹھ جاتا ہے اور شریر انسانوں کے لئے ایک بہانہ ہاتھ آجاتا ہے۔ اور وہ کوئی بدعملی کر کے خضر کی طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے خدا کے حکم سے یہ کام کیا ہے اور یہ ایک مقامِ اشکال ہے کہ ایک طرف تو خدا یہ کہے کہ میں ظلم اور فحشاء کا حکم نہیں دیتا اور

[1] الفاتحة: ۶،۷

کرنے کی غرض سے تمام لوگوں میں مشہور کیا کہ یہ شخص مہدی معہود اور مسیح موعود سے منکر ہے اِس لئے بے دین اور کافر اور دجّال ہے بلکہ اِسی غرض سے ایک استفتا لکھا اور علماء ہندوستان اور پنجاب کی اس پر مہریں ثبت کرائیں تا عوام مسلمان مجھ کو کافر سمجھ لیں اور پھر اِسی پر بس نہ کیا بلکہ گورنمنٹ تک خلاف واقعہ یہ شکایتیں پہنچائیں کہ یہ شخص گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور بغاوت کے خیالات رکھتا ہے اور عوام کے بیزار کرنے کے لئے یہ بھی جابجا مشہور کیا کہ یہ شخص جاہل اور علم عربی سے بے بہرہ ہے اور اِن تینوں قسم کے جھوٹ کے استعمال سے اس کی غرض یہ تھی کہ تا عوام مسلمان مجھ پر بدظن ہوکر مجھے کافر خیال کریں اور ساتھ ہی یہ بھی یقین کرلیں کہ یہ شخص درحقیقت علم عربی سے بے بہرہ ہے اور نیز گورنمنٹ بدظن ہوکر مجھے باغی قرار دے یا اپنا بدخواہ تصوّر کرے۔ جب محمد حسین کی بداندیشی اِس حد تک پہنچی کہ اپنی زبان سے بھی میری ذِلّت کی اور لوگوں کو بھی خلاف واقعہ تکفیر سے جوش دلایا اور گورنمنٹ کو بھی جھوٹی مخبریوں سے دھوکہ

﴿۱۲۶﴾

﴿۱۲۷﴾

بقیہ حاشیہ

پھر موسیٰ کی معرفت بے گناہ لوگوں کے مال بنی اسرائیل کے قبضہ میں دیوے اور نہایت قابلِ شرم طریق یعنی دروغ گوئی سے وہ مال لیا جائے اور پھر عہد شکنی سے ہضم کیا جائے ایسا ہی مسیح کو اجازت دی کہ وہ حرام کا عطر ملوانے سے نفرت نہ کرے اور نامحرم عورت جوان حسین کے اعضا سے اعضا ملانے کے وقت کچھ بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کا پاس نہ کرے اور پھر ایک طرف تو خدا خونِ ناحق کو کبائر میں داخل کرے اور پھر خضر کو اجازت دے کہ تا معصوم بچے کو بے گناہ قتل کردے۔ اِس اشکال کا جواب یہی ہے کہ ایسے اعتراضات صرف بدظنّی سے پیدا ہوتے ہیں اگر کوئی حق کا طالب اور متقی طبع ہے تو اُس کے لئے مناسب طریق یہ ہے کہ ان کاموں پر اپنی رائے ظاہر نہ کرے جو متشابہات میں سے اور بطور شاذ و نادر ہیں کیونکہ شاذ نادر میں کئی وجوہ پیدا ہوسکتے ہیں اور یہ فاسقوں کا طریق ہے کہ نکتہ چینی کے وقت میں اُس پہلو کو چھوڑ دیتے ہیں جس کے صدہا نظائر موجود ہیں۔ اور بدنیتی کے جوش سے ایک ایسے

دینا چاہا اور یہ ارادہ کیا کہ وجوہ متذکرہ بالا کو عوام اور گورنمنٹ کے دِل میں جما کر میری ذلت کراوے تب میں نے اُس کی نسبت اور اُس کے دو دوستوں کی نسبت جو محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی ہیں وہ بددعا کی جو اشتہار ۲۱ ؍نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے اور جیسا کہ اشتہار مذکور میں مَیں نے لکھا ہے یہ الہام مجھ کو ہوا۔ انّ الّذین یصدّون عن سبیل اللّٰہ سینالھم غضب من ربّھم. ضرب اللّٰہ اشدّ من ضرب النّاس. انّما امرنا اذا اردنا شیـئًا ان نقول لہٗ کن فیکون. اتعجب لأمری. انّی مع العشّاق. انّی انا الرّحمٰنُ ذوالمجد والعلٰی. ویعضّ الظّالم علی یدیہ. ویطرح بین یدیّ. جـزاء سیّئۃ بمثلھا وترھقھم ذلّۃ. مالھم من اللّٰہ عاصم. فاصبر حتّٰی یأتی اللّٰہ بامرہٖ انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا والّذین ھم محسنون۔ ترجمہ اِس الہام کا یہ ہے کہ

بقیہ حاشیہ

پہلو کو لے لیتے ہیں جو نہایت قلیل الوجود اور متشابہات کے حکم میں ہوتا ہے اور نہیں جانتے کہ یہ متشابہات کا پہلو جو شاذ نادر کے طور پر پاک لوگوں کے وجود میں پایا جاتا ہے یہ شریر انسانوں کے امتحان کے لئے رکھا گیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اپنے پاک بندوں کا طریق اور عمل ہر ایک پہلو سے ایسا صاف اور روشن دِکھلاتا کہ شریر انسان کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہ کیا تا وہ خبیث طبع انسانوں کا خبث ظاہر کرے۔ نبیوں اور رسولوں اور اولیاء کے کارناموں میں ہزارہا نمونے ان کی تقویٰ اور طہارت اور امانت اور دیانت اور صدق اور پاسِ عہد کے ہوتے ہیں اور خود خدا تعالیٰ کی تائیدات اُن کی پاک باطنی کی گواہ ہوتی ہیں لیکن شریر انسان ان نمونوں کو نہیں دیکھتا اور بدی کی تلاش میں رہتا ہے آخر وہ حصہ متشابہات کا جو قرآن شریف کی طرح اس کے نسخہ وجود میں بھی ہوتا ہے مگر نہایت کم شریر انسان اسی کو اپنے اعتراض کا نشانہ بناتا ہے اور اس طرح ہلاکت کی راہ اختیار کر کے جہنم میں جاتا ہے۔ منہ

جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں عنقریب خدا تعالیٰ کا غضب اُن پر وارد ہوگا۔ خدا کی مار انسانوں کی مار سے سخت تر ہے۔ ہمارا حکم تو اتنے میں ہی نافذ ہو جاتا ہے کہ جب ہم ایک چیز کا اِرادہ کرتے ہیں تو ہم اُس چیز کو کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔ کیا تو میرے حکم سے تعجب کرتا ہے۔ میں عاشقوں کے ساتھ ہوں۔ میں ہی وہ رحمان ہوں جو بزرگی اور بلندی رکھتا ہے اور ظالم اپنا ہاتھ کاٹے گا اور میرے آگے ڈال دیا جائے گا۔ بدی کی جزا اُسی قدر بدی ہے اور اُن کو ذلت پہنچے گی یعنی اُسی قسم کی ذلت اور اُسی مقدار کی ذلت جس کے پہنچانے کا اُنہوں نے ارادہ کیا اُن کو پہنچ جائے گی۔ خلاصہ منشاء الہام یہ ہے کہ وہ ذلت مثلی ہوگی کیونکہ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے کوئی اُن کو بچانے والا نہیں۔ پس صبر کر جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے۔ خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ ہے جو نیکی کرنے والے ہیں۔

یہ پیشگوئی ہے جو خدا تعالیٰ نے محمد حسین اور اُس کے دو رفیقوں کی نسبت کی تھی اور اِس میں ظاہر کیا تھا کہ اسی ذلت کے موافق اُن کو ذلت پہنچ جائے گی جو اُنہوں نے پہنچائی۔ سو یہ پیشگوئی اِس طرح پر پوری ہوئی کہ محمد حسین نے اِس پیشگوئی کے بعد پوشیدہ طور پر ایک انگریزی فہرست اپنی اُن کارروائیوں کی شائع کی جن میں گورنمنٹ کے مقاصد کی تائید ہے اور اِس فہرست میں یہ جتلانا چاہا کہ منجملہ میری خدمات کے ایک یہ بھی خدمت ہے کہ میں نے اپنے رسالہ **اشاعۃُ السّنہ** میں لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں اور اس فہرست کو اُس نے بڑی احتیاط سے پوشیدہ طور پر شائع کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ قوم کے روبروئی اِس فہرست کے برخلاف اُس نے اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے اور اِس دورنگی کے ظاہر

﴿۱۲۷﴾

ہونے سے وہ ڈرتا تھا کہ اپنی قوم مسلمانوں کے رُوبرو تو اُس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ایسے مہدی کو بدل و جان مانتا ہے کہ جو دنیا میں آکر لڑائیاں کرے گا اور ہر ایک قوم کے مقابل پر یہاں تک کہ عیسائیوں کے مقابل پر بھی تلوار اُٹھائے گا۔ اور پھر اِس فہرست انگریزی کے ذریعہ سے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ خونی مہدی کے متعلق تمام حدیثوں کو مجروح اور ناقابل اعتبار جانتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ پوشیدہ کارروائی اُس کی پکڑی گئی اور نہ صرف قوم کو اس سے اطلاع ہوئی بلکہ گورنمنٹ تک بھی یہ بات پہنچ گئی کہ اُس نے اپنی تحریروں میں دونوں فریق گورنمنٹ اور رعایا کو دھوکا دیا ہے اور ہر ایک ادنیٰ عقل کا اِنسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ پردہ دری محمد حسین کی ذِلّت کا باعث تھی اور وہی اِنکارِ مہدی جس کی وجہ سے اِس ملک کے نادان مولوی مجھے کافر اور دجّال کہتے تھے محمد حسین کے انگریزی رسالہ سے اِس کی نسبت بھی ثابت ہو گیا یعنی یہ کہ وہ بھی اپنے دل میں ایسی حدیثوں کو موضوع اور بیہودہ اور لغو جانتا ہے۔ غرض یہ ایک ایسی ذلت تھی کہ یک دفعہ محمد حسین کو اپنی ہی تحریر کی وجہ سے پیش آ گئی اور ابھی ایسی ذلت کا کہاں خاتمہ ہے۔ بلکہ آئندہ بھی جیسے جیسے گورنمنٹ اور مسلمانوں پر کھلتا جائے گا کہ کیسے اِس شخص نے دورنگی کا طریق اختیار کر رکھا ہے ویسے ویسے اِس ذلت کا مزہ زیادہ سے زیادہ محسوس کرتا جائے گا۔ اور اس ذلت کے ساتھ ایک دوسری ذِلت اُس کو یہ پیش آئی کہ میرے اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کے صفحہ ۲ کی اخیر سطر میں جو یہ الہامی عبارت تھی کہ **اتعجب لامری** اس پر مولوی محمد حسین صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ یہ عبارت غلط ہے اس لئے یہ خدا کا الہام نہیں ہو سکتا اور اِس میں غلطی یہ ہے کہ فقرہ **اتعجب لامری** میں جو لفظ **لا مری** لکھا ہے یہ **من امری** چاہیے تھا کیونکہ **عجب** کا صلہ من آتا ہے

﴿۱۲۸﴾

نہ لام۔ اس اعتراض کا جواب میں نے اپنے اُس اشتہار میں دیا ہے جس کے عنوان پر موٹی قلم سے یہ عبارت ہے:۔

’’حاشیہ متعلقہ صفحہ اوّل اشتہار مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۸۹۸ء‘‘

اِس جواب کا ماحصل یہ ہے کہ معترض کی یہ نادانی اور ناواقفیت اور جہالت ہے کہ وہ ایسا خیال کرتا ہے کہ گویا عجب کا صلہ لام نہیں آتا۔ اِس اعتراض سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ معترض فن عربی سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے اور صرف نام کا مولوی ہے کیونکہ ایک بچہ بھی جس کو کچھ تھوڑی سی مہارت عربی میں ہو سمجھ سکتا ہے کہ عربی میں عجب کا صِلہ لام بھی بکثرت آتا ہے اور یہ ایک شایع متعارف امر ہے اور تمام اہل ادب اور اہل بلاغت کی کلام میں یہ صلہ پایا جاتا ہے چنانچہ اس مشہور معروف شعر میں لام ہی صلہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے:۔

عجبتُ لمولود لیس لهٗ ابٌ ومن ذی ولد لیس لهٗ ابوان

یعنی اُس بچہ سے مجھے تعجب ہے جس کا باپ نہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے۔ اور اس سے زیادہ تعجب اُس بچوں والے سے ہے جس کے ماں باپ دونوں نہیں۔ اِس شعر میں دونوں صلوں کا بیان ہے لام کے ساتھ بھی اور مِن کے ساتھ بھی۔ اور ایسا ہی دیوان حماسہ میں جو بلاغت فصاحت میں ایک مسلّم اور مقبول دیوان ہے اور سرکاری کالجوں میں داخل ہے۔ پانچ شعر میں عجب کا صلہ لام ہی لکھا ہے چنانچہ منجملہ ان کے ایک شعر یہ ہے جو دیوان مذکور کے صفحہ ۹ میں درج ہے:۔

عجبتُ لمسراها واَنّٰی تخلّصت الیّ وباب السّجن دونی مُغْلق

یعنی وہ معشوقہ جو عالم تصور میں میرے پاس چلی آئی مجھے تعجب ہوا کہ وہ ایسے زندان میں جس کے دروازے بند تھے میرے پاس جو میں قید میں تھا کیونکر چلی آئی۔ دیکھو اِس

شعر میں بھی اس بلیغ فصیح شاعر نے عجب کا صِلہ لام ہی بیان کیا ہے جیسا کہ لفظ لمسراھا سے ظاہر ہے اور ایسا ہی وہ تمام اشعار اس دیوان کے جو صفحہ ۳۹۰ و ۴۱۱ و ۵۷۵ و ۵۱۱ میں درج ہیں ان سب میں عجب کا صِلہ لام ہی لکھا ہے جیسا کہ یہ شعر ہے:۔

عجبت لسعی الدّھر بینی وبینھا فلمّا انقضی ما بیننا سکن الدّھر

یعنی مجھے اِس بات سے تعجب آیا کہ زمانہ نے ہم میں جدائی ڈالنے کے لئے کیا کیا کوششیں کیں مگر جب وہ ہمارا وقت عشق بازی کا گذر گیا تو زمانہ بھی چپ ہو گیا۔ اب دیکھو کہ اس شعر میں بھی عجب کا صِلہ لام ہی آیا ہے۔ اور ایسا ہی حماسہ کا یہ شعر ہے:۔

عجبت لبرء ی منک یا عز بعد ما عمرتُ زمانًا منک غیر صحیح ﴿۱۲۹﴾

یعنی اے معشوقہ یہ عجیب بات ہے کہ تیرے سبب سے ہی میں اچھا ہوا۔ یعنی تیرے وصال سے اور تیرے سبب سے ہی ایک مُدّت دراز تک میں بیمار رہا یعنی تیری جدائی کی وجہ سے علیل رہا۔ شاعر کا منشاء اس شعر سے یہ ہے کہ وہ اپنی معشوقہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میری بیماری کا بھی تو ہی سبب تھی اور پھر میرے اچھا ہو جانے کا بھی تو ہی سبب ہوئی۔ اب دیکھو کہ اِس شعر میں بھی عجب کا صِلہ لام ہی آیا ہے۔ پھر ایک اور شعر حماسہ میں ہے اور وہ یہ ہے:۔

عجبًا لاحمد و العجائب جمۃ انّی یلوم علی الزّمان تبذّلی

یعنی مجھ کو احمد کی اس حرکت سے تعجب ہے اور عجائب پر عجائب جمع ہو رہے ہیں کیونکہ وہ مجھے اِس بات پر ملامت کرتا ہے کہ میں نے زمانہ کی گردش سے بازی کو کیوں ہار دیا۔ وہ کب تک مجھے ایسی بیہودہ ملامت کرے گا۔ کیا وہ نہیں سمجھتا کہ ہمیشہ زمانہ موافق نہیں رہتا اور تقدیر بد کے آگے تدبیر پیش نہ جاتی۔ پس میرا اِس میں کیا قصور ہے کہ زمانہ کی گردش سے میں ناکام رہا۔ اب دیکھو کہ اِس شعر میں

بھی عجب کا صلہ لام آیا ہے اور اسی حماسہ میں ایک اور شعر ہے جو اِسی قسم کا ہے
اور وہ یہ ہے:۔

عَجبتُ لِعِبْدَانٍ هَجَوْنِی سَفاهَةً أنِ اصْطَبَحُوا مِنْ شأنِهِمْ وَتَقَيَّلُوا

یعنی مجھے تعجب آیا کہ کنیزک زادوں نے سراسر حماقت سے میری ہجو کی اور اِس ہجو کا سبب اُن کی صبح کی شراب اور دوپہر کی شراب تھی۔ اب دیکھو اِس شعر میں بھی عجب کا صِلہ لام آیا ہے اور اگر یہ کہو کہ یہ تو اُن شاعروں کے شعر ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں گذرے ہیں وہ تو کافر ہیں ہم اُن کی کلام کو کب مانتے ہیں تو اِس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ بباعث اپنے کفر کے جاہل تھے نہ بباعث اپنی زبان کے بلکہ زبان کی رو سے تو وہ امام مانے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن شریف کے محاورات کی تائید میں اُن کے شعر تفاسیر میں بطور حجت پیش کئے جاتے ہیں اور اِس سے انکار کرنا ایسی جہالت ہے کہ کوئی اہل علم اِس کو قبول نہیں کرے گا۔ ماسوا اِس کے یہ محاورہ صرف گذشتہ زمانہ کے اشعار میں نہیں ہے بلکہ ہمارے سیّد و مولیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی اِسی محاورہ کی تائید ہوتی ہے مثلاً ذرہ مشکوٰۃ کو کھولو اور کتاب الایمان کے صفحہ ۳ میں اُس حدیث کو پڑھو جو اِسلام کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس کو متفق علیہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے:۔ عجبنا له یسئلهٗ و یصدّقهٗ۔ یعنی ہم نے اس شخص کی حالت سے تعجب کیا کہ پوچھتا بھی ہے اور پھر مانتا بھی جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ اِس حدیث شریف میں بھی عجبنا کا صلہ لام ہی لکھا ہے اور عجبنا منه نہیں لکھا بلکہ عجبنا له کہا ہے۔

اب کوئی مولوی صاحب انصافاً فرماویں کہ ایک شخص جو اپنے تئیں مولوی کہلاتا ہے بلکہ دوسرے مولویوں کا سرگروہ اور ایڈوکیٹ اپنے تئیں قرار دیتا ہے

کیا اُس کے لئے یہ ذلّت نہیں ہے کہ اب تک اُس کو یہ خبر ہی نہیں کہ **عجب** کا صِلہ **لام** بھی آیا کرتا ہے۔ کیا اِس قدر جہالت کہ مشکوٰۃ کی کتاب الایمان کی حدیث کی بھی خبر نہیں۔ کیا یہ عزت کا موجب ہے اور اس سے مولویت کے دامن کو کوئی ذلت کا دھبہ نہیں لگتا؟ پھر جبکہ یہ امر پبلک پر عام طور پر کھل گیا اور ہزار ہا اہل علم کو معلوم ہوگیا کہ محمد حسین نہ صرف علم صرف ونحو سے ناواقف ہے بلکہ جو کچھ احادیث کے الفاظ ہیں اُن سے بھی بے خبر ہے تو کیا یہ شہرت اُس کی عزت کا موجب ہوئی یا اُس کی ذلت کا؟۔ ﴿۱۳۰﴾

پھر تیسرا پہلو ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہ ہے کہ مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء میں مولوی محمد حسین سے اِس اقرار پر دستخط کرائے کہ وہ آیندہ مجھے دجال اور کافر اور کاذب نہیں کہے گا۔ اور قادیاں کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھے گا اور اُس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہوکر اقرار کیا کہ آیندہ وہ مجھے کسی مجلس میں کافر نہیں کہے گا اور نہ میرا نام دجّال رکھے گا اور نہ لوگوں میں مجھے جھوٹا اور کاذب کر کے مشہور کرے گا۔ اب دیکھو کہ اِس اقرار کے بعد وہ **استفتاء** اُس کا کہاں گیا جس کو اُس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے طیار کیا تھا اگر وہ اُس فتوے دینے میں راستی پر ہوتا تو اُس کو حاکم کے روبروئی یہ جواب دینا چاہیے تھا کہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے اس لئے میں اس کو کافر کہتا ہوں اور دجال بھی ہے اِس لئے میں اس کا نام دجال رکھتا ہوں اور یہ شخص واقعی جھوٹا ہے۔ اِس لئے میں اس کو جھوٹا کہتا ہوں بالخصوص جس حالت میں خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میں اب تک اور اخیر زندگی تک اُنہی عقائد پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلماتِ کفر قرار دیا ہے تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے کہ اُس نے

حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتووں کو برباد کرلیا اور حکام کے سامنے اقرار کردیا کہ میں آئندہ اِن کو کافر نہیں کہوں گا اور نہ اِن کا نام دجال اور کاذب رکھوں گا۔ پس سوچنے کے لائق ہے کہ اِس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی کہ اُس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ اگر اُس عمارت کی تقویٰ پر بنیاد ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ محمد حسین اپنی قدیم عادت سے باز آجاتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں کیونکہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے اِنکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں☆ ہوسکتا۔ ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادۂ صدق وصواب سے دور سمجھتا ہوں جو اُن سچائیوں سے اِنکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں

☆ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن **صاحب الشریعت** کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ ہاں بدقسمت منکر جو ان مقربانِ الٰہی کا انکار کرتا ہے وہ اپنے انکار کی شامت سے دن بدن سخت دِل ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ نورِ ایمان اُس کے اندر سے مفقود ہو جاتا ہے اور یہی احادیث نبویہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ انکار اولیاء اور اُن سے دشمنی رکھنا اوّل انسان کو غفلت اور دنیا پرستی میں ڈالتا ہے اور پھر اعمالِ حسنہ اور افعالِ صدق اور اخلاص کی اُن سے توفیق چھین لیتا ہے اور پھر آخر سلب ایمان کا موجب ہوکر دینداری کی اصل حقیقت اور مغز سے اُن کو بے نصیب اور بے بہرہ کر دیتا ہے اور یہی معنے ہیں اس حدیث کے کہ **من عادا**

﴿۱۳۱﴾

بلا شبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے۔ سو اِس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ طیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے اُن کے لئے کوئی فتویٰ طیار نہیں کیا اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں تو مجھ کو کافر بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ اُن پر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں اُن کو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھ کو کافر کہہ کر خود فتویٰ نبوی کے نیچے آتے ہیں۔ سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب کے روبرو میں نے اِس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں اُن کو کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہی مذہب ہے ﴿۱۳۱﴾

بقیہ حاشیہ

ولیًّالی فقد اٰذنتہٗ للحرب۔ یعنی جو میرے ولی کا دشمن بنتا ہے تو میں اُس کو کہتا ہوں کہ بس اب میری لڑائی کے لئے طیار رہو جا۔ اگرچہ اوائل عداوت میں خداوند کریم ورحیم کے آگے ایسے لوگوں کی طرف سے کسی قدر عدم معرفت کا عذر ہو سکتا ہے لیکن جب اس ولی اللہ کی تائید میں چاروں طرف سے نشان ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور نورِ قلب اس کو شناخت کر لیتا ہے اور اس کی قبولیت کی شہادت آسمان اور زمین دونوں کی طرف سے بہ آواز بلند کانوں کو سنائی دیتی ہے تو نعوذ باللہ اس حالت میں جو شخص عداوت اور عناد سے باز نہیں آتا اور طریق تقویٰ کو بکلی الوداع کہہ کر دِل کو سخت کر لیتا ہے اور عناد اور دشمنی سے ہر وقت درپئے ایذاء رہتا ہے تو اس حالت میں وہ حدیث مذکورہ بالا کے ماتحت آجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ بڑا کریم ورحیم ہے وہ انسان کو جلد نہیں پکڑتا لیکن جب انسان ناانصافی اور ظلم کرتا کرتا حد سے گذر جاتا اور بہرحال اس عمارت کو گرانا چاہتا ہے اور اس باغ کو جلانا چاہتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے طیار کیا ہے تو اس صورت میں قدیم سے اور جب سے کہ سلسلہ نبوت کی بنیاد پڑی ہے عادۃ اللہ یہی ہے کہ وہ ایسے مفسد کا دشمن

کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو شخص مسلمان ہو کر ایک سچے ولی اللہ کے دشمن بن جاتے ہیں اُن سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور دن بدن اُن کے دل کا نور کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک دن چراغِ سحری کی طرح گل ہو جاتا ہے۔ سو یہ میرا عقیدہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ غرض جس شخص نے ناحق جوش میں آ کر مجھ کو کافر قرار دیا اور میرے لئے فتویٰ طیار کیا کہ یہ شخص کافر دجال کذاب ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے حکم سے تو کچھ خوف نہ کیا کہ وہ اہل قبلہ اور کلمہ گو کو کیوں کافر بناتا ہے اور ہزارہا بندگان خدا کو جو کتاب اللہ کے تابع اور شعارِ اسلام ظاہر کرتے ہیں کیوں دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے لیکن مجسٹریٹ ضلع کی ایک دھمکی سے ہمیشہ کے لئے یہ قبول کر لیا کہ میں آیندہ ان کو کافر اور دجال اور کذاب نہیں کہوں گا۔ ﴿۱۳۲﴾

بقیہ حاشیہ

ہو جاتا ہے اور سب سے پہلے دولتِ ایمان اُس سے چھین لیتا ہے تب بلعم کی طرح صرف لفاظی اور زبانی قیل وقال اُس کے پاس رہ جاتی ہے۔ اور جو نیک بندوں کی خدا تعالیٰ کی طرف نسبت اُنس اور شوق اور ذوق اور محبت اور تبتل اور تقویٰ کی ہوتی ہے وہ اُس سے کھوئی جاتی ہے اور وہ خود محسوس کرتا ہے کہ ایام موجودہ سے دس سال پہلے جو کچھ اُس کو رقت اور انشراح اور بسط اور خدا کی طرف جھکنے اور دنیا اور اہل دنیا سے بیزاری کی حالت دل میں موجود تھی اور جس طرح سچے زہد کی چمک کبھی کبھی اُس کو آگاہ کرتی تھی کہ وہ خدا کے عباد صالحین میں سے ہو سکتا ہے۔ اب وہ چمک بکلی اُس کے اندر سے جاتی رہی ہے اور دنیا طلبی کی ایک آگ اُس کے اندر بھڑک اُٹھتی ہے اور انکار اہل اللہ کی شامت سے اُس کو یہ بھی خیال نہیں آتا کہ جس زمانہ میں اُس کے خیال نیک اور پاک اور زاہدانہ تھے اب اُس زمانہ کی نسبت اُس کی عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ غرض اُس کو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ مجھ کو کیا ہو گیا اور دنیا طلبی میں گرا جاتا اور دنیا کا جاہ ڈھونڈتا ہے حالانکہ موت کے قریب ہوتا ہے۔ غرض اسی طرح ایمان کا نور اُس کے دل سے چھین لیتے ہیں اور اولیاء اللہ کی عداوت سے دوسرا سبب سَلب ایمان کا

اور آپ ہی فتویٰ طیار کیا اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کر دیا اور ساتھ ہی جعفر زٹلی وغیرہ کی قلمیں ٹوٹ گئیں۔ اور باایں ہمہ رسوائی پھر محمد حسین نے اپنے دوستوں کے پاس یہ ظاہر کیا کہ فیصلہ میری منشاء کے موافق ہوا ہے۔ لیکن سوچ کر دیکھو کہ کیا محمد حسین کا یہی منشاء تھا کہ آئندہ مجھے کافر نہ کہے اور تکذیب نہ کرے اور ان باتوں سے توبہ کر کے اپنا منہ بند کر لے اور کیا جعفر زٹلی یہ چاہتا تھا کہ اپنی گندی تحریروں سے باز آ جائے؟ پس اگر یہ وہی بات نہیں جو اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی پوری ہوگئی اور خدا نے میرے ذلیل کرنے والے کو ذلیل کیا ہے تو اور کیا ہے؟ جس شخص نے اپنے رسالوں میں یہ عہد شائع کیا تھا کہ میں اس شخص کو مرتے دم تک کافر اور دجال کہتا رہوں گا جب تک وہ میرا مذہب قبول نہ کرے۔ تو اِس میں اُس کی کیا عزت رہی جو اس

بقیہ حاشیہ

یہ بھی ہو جاتا ہے کہ وہ اس ولی اللہ کی ہر حالت میں مخالفت کرتا رہتا ہے جو سر چشمۂ نبوت سے پانی پیتا ہے جس کو سچائی پر قائم کیا جاتا ہے۔ سو چونکہ اُس کی عادت ہو جاتی ہے کہ خواہ نخواہ ہر ایک ایسی سچائی کو ردّ کرتا ہے جو اس وَلی کے منہ سے نکلتی ہے اور جس قدر اس کی تائید میں نشان ظاہر ہوتے ہیں یہ خیال کر لیتا ہے کہ ایسا ہونا جھوٹوں سے ممکن ہے۔ اِس لئے رفتہ رفتہ سلسلۂ نبوت بھی اُس پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا انجام کار اس مخالفت کے پردہ میں اس کی ایمانی عمارت کی اینٹیں گرنی شروع ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ کسی دن کسی ایسے عظیم الشّان مسئلہ کی مخالفت یا نشان کا انکار کر بیٹھتا ہے جس سے ایمان جاتا رہتا ہے ہاں اگر کسی کا کوئی سابق نیک عمل ہو جو حضرت احدیّت میں محفوظ ہو تو ممکن ہے کہ آخر کار عنایت ازلی اُس کو تھام لے اور وہ رات کو یا دن کو یکدفعہ اپنی حالت کا مطالعہ کرے یا بعض ایسے اُمور اُس کی آنکھ روشن کرنے کے لئے پیدا ہو جائیں جن سے یکدفعہ وہ خوابِ غفلت سے جاگ اُٹھے۔ **وذالک فضل اللّٰہ یُؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔ منہ**

﴿۱۳۲﴾

عہد کو اُس نے توڑ دیا اور وہ جعفر زٹلّی جو گندی گالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تھا اگر ذلّت کی موت اُس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا اور اب ابوالحسن تبتی کہاں ہے۔ اُس کی زبان کیوں بند ہوگئی۔ کیا اُس کے گندے اِرادوں پر کوئی انقلاب نہیں آیا؟ پس یہی تو وہ ذلت ہے جو پیشگوئی کا منشاء تھا کہ ان سب کے منہ میں لگام دی گئی۔ اور درحقیقت اس الہام کی تشریح جو ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کو ہوا اُس الہام نے دوبارہ کردی ہے جو بتاریخ ۲۱ر فروری ۱۸۹۹ء رسالہ حقیقت المہدی میں شائع کیا گیا بلکہ عجیب تر بات یہ ہے کہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں جو الہام شائع ہوا تھا اُس میں ایک یہ فقرہ تھا کہ **یعضّ الظّالم علٰی یدیہ**. اور پھر یہی فقرہ ۲۱ر فروری ۱۸۹۹ء کے الہام میں بھی جو ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کے الہام کے لئے بطور شرح کے آیا ہے جیسا کہ رسالہ حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ سے ظاہر ہے۔ پس اِن دونوں الہاموں کے مقابلہ سے ظاہر ہوگا کہ یہ دوسرا الہام جو ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کے الہام سے قریباً تین ماہ بعد ہوا ہے اس پہلے الہام کی تشریح کرتا ہے اور اِس بات کو کھول کر بیان کرتا ہے کہ وہ ذِلت جس کا وعدہ اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں تھا وہ کس رنگ میں پوری ہوگی۔ اِسی غرض سے یہ مؤخر الذکر الہام جو ۲۱ر فروری ۱۸۹۹ء کو ہوا پہلے الہام کے ایک فقرہ کا اعادہ کر کے ایک اور فقرہ بطور تشریح اس کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ یعنی پہلا الہام جو اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں درج ہے جو محمد حسین اور جعفر زٹلّی اور ابوالحسن تبتی کی ذلّت کی پیشگوئی کرتا ہے اس میں یہ فقرہ تھا کہ **یعضّ الظّالم علٰی یدیہ** یعنی ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور دوسرے الہام میں جو ۲۱ر فروری ۱۸۹۹ء میں بذریعہ رسالہ حقیقت المہدی شائع ہوا اس میں یہی فقرہ ایک زیادہ فقرہ کے ساتھ اِس طرح پر

﴿۱۳۳﴾

لکھا گیا ہے ۔**یعض الظّالم علٰی یدیه ویُوثق** ۔اوراس فقرہ کے معنے اسی رسالہ حقیقت المہدی کے صفحہ ۱۲ کی اخیر سطر اور صفحہ ۱۳ کی پہلی سطر میں یہ بیان کئے گئے ہیں۔ **ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اوراپنی شرارتوں سے روکا جائے گا**۔اب دیکھو کہ اِس تشریح میں صاف بتلایا گیا ہے کہ ذلّت کس قسم کی ہوگی یعنی یہ ذلت ہوگی کہ محمد حسین اور جعفرزٹلی اور ابوالحسن تبتی اپنی گندی اور بے حیائی کی تحریروں سے روکے جائیں گے اور جو سلسلہ اُنہوں نے گالیاں دینے اور بے حیائی کے بے جا حملوں اور ہماری پرائیویٹ زندگی اور خاندانی تعلقات کی نسبت نہایت درجہ کی کمینہ پن کی شرارت اور بدزبانی اور افترا اور جھوٹ سے شائع کیا تھا وہ جبراً بند کیا جائے گا۔اب سوچو کہ کیا وہ سلسلہ بند کیا گیا یا نہیں اور کیا وہ شیطانی کارروائیاں جو ناپاک زِندگی کا خاصہ ہوتی ہیں جن کی بے جا غلو سے پاک دامن بیویوں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گندہ زبانی کے حملے کرنے کی نوبت پہنچ گئی تھی ۔کیا یہ پلید اور بے حیائی کے طریق جو محمد حسین اور اُس کے دوست جعفرزٹلی نے اختیار کئے تھے حاکم مجاز کے حکم سے روکے گئے یا نہیں اور کیا یہ گندہ زبانی کی عادت جس کو کسی طرح یہ لوگ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے چھڑائی گئی یا نہیں پس ایک عقلمند انسان کے لئے یہ ذلّت کچھ تھوڑی نہیں کہ اس کی خلافِ تہذیب اور بے حیائی اور سفلہ پن کی عادات کے کاغذات عدالت میں پیش کئے جائیں اور پڑھے جائیں اور عام اجلاس میں سب پر یہ بات کھلے اور ہزارہا لوگوں میں شہرت پاوے کہ مولوی کہلا کر اِن لوگوں کی یہ تہذیب اور یہ شائستگی ہے۔ اب خود سوچ لو کہ کیا اِس حد تک کسی شخص کی گندی کارروائیاں، گندے عادات، گندے اخلاق حکام اور پبلک پر ظاہر ہونا کیا یہ عزت ہے یا بے عزتی ؟ اور کیا ایسے نفرتی اور ناپاک شیوہ پر عدالت کی طرف سے مواخذہ ہونا یہ کچھ سرافرازی کا

موجب ہے یا شانِ مولویت کو اِس سے ذلت کا دھبہ لگتا ہے۔ اگر ہمارے معترضوں میں حقایق شناسی کا نشنس کچھ باقی رہتا تو ایسا صریح باطل اعتراض ہرگز پیش نہ کرتے کہ ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار کی ذلت کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ پیشگوئی تو ایسے زور شور سے پوری ہوگئی کہ عدالت کے کمرہ میں ہی لوگ بول اُٹھے کہ آج خدا کا فرمودہ پورا ہوگیا۔ صدہا لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ جب محمد حسین کو یہ فہمائش کی گئی کہ آئندہ ایسی گندی تحریریں شائع نہ کرے اور کافر اور دجّال اور کاذب بھی نہ کہے تو مسٹر برون صاحب ہمارا وکیل بھی بے اختیار بول اُٹھا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یاد رہے کہ موجودہ کاغذات کے رُو سے جو عدالت کے سامنے تھے عدالت نے یہ معلوم کرلیا تھا کہ محمد حسین نے مع جعفر زٹلی کے یہ زیادتی کی ہے کہ مجھے نہایت گندی گالیاں دی ہیں اور میرے پرائیویٹ تعلقات میں سفلہ پن سے گندہ دہانی ظاہر کی ہے یہاں تک کہ تصویریں چھاپی ہیں لیکن عدالت نے احتیاطاً آئندہ کی روک کے لئے اس نوٹس میں فریقین کو شامل کرلیا تا اِس طریق سے بکلی سدباب کرے مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب زندہ موجود ہیں جن کے سامنے یہ کاغذات پیش ہوئے تھے۔ اور اب تک وہ مثل موجود ہے جس میں وہ تمام کاغذات منسلک کئے گئے۔ کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ عدالت میں محمد حسین کی طرف سے بھی کوئی ایسے کاغذات پیش ہوئے جن میں میں نے بھی سفلہ پن کی راہ سے گندی تحریریں شائع کی ہوں۔ عدالت نے اپنے نوٹس میں قبول کرلیا ہے کہ ان گندی تحریروں کے مقابل پر جو سراسر حیا اور تہذیب کے مخالف تھیں میری طرف سے صرف یہ کارروائی ہوئی کہ میں نے جناب الٰہی میں اپیل کیا۔ اب ظاہر ہے کہ ایک شریف کے لئے یہ حالت موت سے بدتر ہے کہ اُس کا یہ رویہ عدالت پر کھل جائے کہ وہ ایسی گندہ زبانی

﴿۱۳۴﴾

کی عادت رکھتا ہے بلکہ ایک شریف تو اِس خجالت سے جیتا ہی مر جاتا ہے کہ حاکم مجاز عدالت کی کرسی پر اُس کو یہ کہے کہ یہ کیا گندہ طریق ہے جو تو نے اختیار کیا۔ اور ان کارروائیوں کا نتیجہ ذلت ہونا یہ تو ایک ادنیٰ امر ہے۔ خود پولیس کے افسر جنہوں نے مقدمہ اُٹھایا تھا اُن سے پوچھنا چاہیے کہ اُس کارروائی کے دوران میں جبکہ وہ محمد حسین اور جعفر زٹلی کی گندہ زبانی کے کاغذات پیش کر رہے تھے کیا میری گندہ زبانی کا بھی کوئی کاغذ اُن کو ملا جس کو اُنہوں نے عدالت میں پیش کیا۔ اور چاہو تو محمد حسین کو حلفاً پوچھ کر دیکھ لو کہ کیا جو واقعات عدالت میں تم پر گذرے اور جب کہ عدالت نے تم سے سوالات کئے کہ کیا یہ گندی تحریریں تمہاری تحریریں ہیں اور کیا جعفر زٹلی سے تمہارا کچھ تعلق ہے یا نہیں۔ تو ان سوالات کے وقت تمہارے دِل کا کیا حال تھا۔ کیا اُس وقت تمہارا دِل حاکم کے ان سوالات کو اپنی عزت سمجھتا تھا یا ذلّت سمجھ کر غرق ہوتا جاتا تھا۔ اگر اتنے واقعات کے جمع ہونے سے جو ہم لکھ چکے ہیں پھر بھی ذلت نہیں ہوئی اور عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ آپ لوگوں کی عزت بڑی پکی ہے۔ پھر ماسوا اِس کے ۲۱ رنومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار کی میعاد کے اندر کئی اور ایسے امور بھی ظاہر ہوئے ہیں جن سے بلاشبہ مولوی محمد حسین صاحب کی عالمانہ عزت میں اِس قدر فرق آیا ہے کہ گویا وہ خاک میں مل گئی ہے۔ از انجملہ ایک یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے پرچہ پیسہ اخبار اور اخبار عام میں کمال حق پوشی کی راہ سے یہ شائع کر دیا تھا کہ وہ مقدمہ جو پولیس کی رپورٹ پر مجھ پر اور اُن پر دائر کیا گیا تھا جو ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء میں فیصلہ ہوا اس میں گویا یہ عاجز بری نہیں ہوا بلکہ ڈسچارج ہوا اور بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ فیصلہ میں مسٹر ڈوئی صاحب کی طرف سے ڈسچارج کا لفظ ہے اور ڈسچارج بری کو نہیں کہتے

بلکہ جس پر جرم ثابت نہ ہو سکے اُس کا نام ڈسچارج ہے اور اِس اعتراض سے محمد حسین کی غرض یہ تھی کہ تا لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی لیکن جیسا کہ ہم اِسی کتاب کے صفحہ ۸۱ میں تحریر کر چکے ہیں۔ یہ اُس کی طرف سے محض افترا تھا اور دراصل ڈسچارج کا ترجمہ بری ہے اور کچھ نہیں اور اس نے عقل مندوں کے نزدیک بری کے انکار سے اپنی بڑی پردہ دری کرائی کہ اس بات سے انکار کیا کہ ڈسچارج کا ترجمہ بری نہیں ہے۔ چنانچہ اسی صفحہ مذکورہ یعنی صفحہ اکاسی ۸۱ میں بہ تفصیل میں نے لکھ دیا ہے کہ انگریزی زبان میں کسی کو جرم سے بَری سمجھنے یا بَری کرنے کے لئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ (۱) ایک ڈسچارج۔ (۲) دوسرے ایکئِٹ۔ ڈسچارج اُس جگہ بولا جاتا ہے کہ جہاں حاکم مجوز کی نظر میں جرم کا ابتدا سے ہی کچھ ثبوت نہ ہو اور تحقیقات کے تمام سلسلہ میں کوئی ایسی بات پیدا نہ ہو جو اُس کو مجرم ٹھہرا سکے اور فرد قرارداد جرم قائم کرنے کے لائق کر سکے۔ ﴿۱۳۵﴾ غرض اس کے دامن عصمت پر کوئی غبار نہ پڑ سکے اور بوجہ اس کے کہ جرم کے ارتکاب کا کچھ بھی ثبوت نہیں ملزم کو چھوڑا جائے۔ اور ایکئٹ اُس جگہ بولا جاتا ہے جہاں اوّل جرم ثابت ہو جائے اور فرد قرارداد جرم لگائی جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی کا ثبوت دے کر اس الزام سے رہائی پائے۔ غرض ان دونوں لفظوں میں قانونی طور پر فرق یہی ہے کہ ڈسچارج وہ بریت کی قسم ہے کہ جہاں سرے سے جرم ثابت ہی نہ ہو سکے۔ اور ایکئٹ وہ بریت کی قسم ہے کہ جہاں جرم تو ثابت ہو جائے اور فرد قرارداد بھی لگ جائے مگر آخر میں ملزم کی صفائی ثابت ہو جائے اور عربی میں بریت کا لفظ ایک تھوڑے سے تصرف کے ساتھ ان دونوں مفہوموں پر مشتمل ہے یعنی جب ایک ملزم ایسی حالت میں چھوڑا جائے کہ اُس کے دامنِ عصمت پر کوئی دھبا جرم کا لگ نہیں سکا اور وہ ابتدا سے کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں گیا کہ وہ مجرم ہے

یہاں تک کہ جیسا کہ وہ داغ سے پاک عدالت کے کمرہ میں آیا ویسا ہی داغ سے پاک عدالت کے کمرے سے نکل گیا۔ ایسی قسم کے ملزم کو عربی زبان میں بری کہتے ہیں اور جب ایک ملزم پر مجرم ہونے کا قوی شبہ گذر گیا اور مجرموں کی طرح اُس سے کارروائی کی گئی اور اس تمام ذلت کے بعد اُس نے اپنی صفائی کی شہادتوں کے ساتھ اس شبہ کو اپنے سر پر سے دور کر دیا تو ایسے ملزم کا نام عربی زبان میں مبرّء ہے۔ پس اِس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ڈسچارج کا عربی میں ٹھیک ٹھیک ترجمہ بری ہے اور اَیکئٹ کا ترجمہ مبرّء ہے۔ عرب کے یہ دو مقولے ہیں کہ **انا بریٔ من ذالک** و **انا مبرّء من ذالک**۔ پہلے قول کے یہ معنے ہیں کہ میرے پر کوئی تہمت ثابت نہیں کی گئی اور دوسرے قول کے یہ معنے ہیں کہ میری صفائی ثابت کی گئی ہے اور قرآن شریف میں یہ دونوں محاورے موجود ہیں۔ چنانچہ بری کا لفظ قرآن شریف میں بعینہٖ ڈسچارج کے معنوں پر بولا گیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا [1]۔ الجزو نمبر ۵ سورۃ نساء۔ یعنی جو شخص کوئی خطا یا کوئی گناہ کرے اور پھر کسی ایسے شخص پر وہ گناہ لگاوے جس پر وہ گناہ ثابت نہیں تو اُس نے ایک کھلے کھلے بہتان اور گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیا اور مبرّء کی مثال قرآن شریف میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓـئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ [2] یہ اُس مقام کی آیت ہے کہ جہاں بے لوث اور بے گناہ ہونا ایک کا ایک وقت تک مشتبہ رہا پھر خدا نے اُس کی طرف سے ڈیفنس پیش کر کے اُس کی بریت کی۔ اب آیت **یرم بہ بریًٔا** سے بہ بداہت ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے شخص کا نام بری رکھا ہے جس پر کوئی گناہ ثابت نہیں کیا گیا اور یہی وہ مفہوم ہے جس کو انگریزی میں ڈسچارج کہتے ہیں لیکن اگر کوئی

[1] النساء: ۱۱۳ [2] النور: ۲۷

مکابرہ کی راہ سے یہ کہے کہ اس جگہ بری کے لفظ سے وہ شخص مراد ہے جو مجرم ثابت ہونے کے بعد اپنی صفائی کے گواہوں کے ذریعہ سے اپنی بریت ظاہر کرے۔ تو ایسا خیال بدیہی طور پر باطل ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا بَری کے لفظ سے یہی منشاء ہے تو اس سے یہ خرابی پیدا ہوگی کہ اِس آیت سے یہ فتویٰ ملے گا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے شخص پر جس کا گناہ ثابت نہیں۔ کسی گناہ کی تہمت لگانا کوئی جرم نہیں ہوگا۔ گو وہ مستور الحال شریفوں کی طرح زِندگی بسر کرتا ہی ہو اور صرف یہ کسر ہو کہ ابھی اُس نے بے قصور ہونا عدالت میں حاضر ہو کر ثابت نہیں کیا۔ حالانکہ ایسا سمجھنا صریح باطل ہے اور اس سے تمام تعلیم قرآن شریف کی زیروزبر ہو جاتی ہے کیونکہ اِس صورت میں جائز ہوگا کہ جو لوگ مثلاً ایسی مستور الحال عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں جنہوں نے عدالت میں حاضر ہو کر اس بات کا ثبوت نہیں دیا کہ وہ ہر قسم کی بدکاری سے مدت العمر محفوظ رہی ہیں وہ کچھ گناہ نہیں کرتے اور اُن کو روا ہے کہ مستور الحال عورتوں پر ایسی تہمتیں لگایا کریں حالانکہ ایسا خیال کرنا اِس مندرجہ ذیل آیت کے رو سے صریح حرام اور معصیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً [1] یعنی جو لوگ ایسی عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں جن کا زنا کار ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ مستور الحال ہیں اگر وہ لوگ چار گواہ سے اپنے اس الزام کو ثابت نہ کریں تو ان کو اَسّی دُرّے مارنے چاہئیں۔ اب دیکھو کہ ان عورتوں کا نام خدا نے بری رکھا ہے جن کا زانیہ ہونا ثابت نہیں۔ پس بری کے لفظ کی یہ تشریح بعینہٖ ڈسچارج کے مفہوم سے مطابق ہے کیونکہ اگر بری کا لفظ جو قرآن نے آیت یرم بہٖ بریئًا میں استعمال کیا ہے صرف ایسی صورت پر بولا جاتا ہے کہ جبکہ کسی کو مجرم ٹھہرا کر اُس پر فرد قرار داد جرم لگائی جائے

﴿۱۳۶﴾

[1] النور:۵

اور پھر وہ گواہوں کی شہادت سے اپنی صفائی ثابت کرے اور استغاثہ کا ثبوت ڈیفنس کے ثبوت سے ٹوٹ جائے تو اِس صورت میں ہر ایک شریر کو آزادی ہوگی کہ ایسی تمام عورتوں پر زنا کا الزام لگاوے جنہوں نے معتمد گواہوں کے ذریعہ سے عدالت میں ثابت نہیں کر دیا کہ وہ زانیہ نہیں ہیں خواہ وہ رسولوں اور نبیوں کی عورتیں ہوں اور خواہ صحابہ کی اور خواہ اولیاء اللہ کی اور خواہ اہل بیت کی عورتیں ہوں اور ظاہر ہے کہ آیت یرم بہٖ بریئًا میں بری کے لفظ کے ایسے معنے کرنے صاف الحاد ہے جو ہرگز خدا تعالیٰ کا منشاء نہیں ہے بلکہ بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بری کے لفظ سے خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے کہ جو مستور الحال لوگ ہیں خواہ مرد ہیں خواہ عورتیں ہیں جن کا کوئی گناہ ثابت نہیں وہ سب بری کے نام کے مستحق ہیں اور بغیر ثبوت اُن پر کوئی تہمت لگانا فسق ہے جس سے خدا تعالیٰ اِس آیت میں منع فرماتا ہے اور اگر کسی کو نبیوں اور رسولوں کی کچھ پرواہ نہ ہو اور اپنی ضد سے باز نہ آوے تو پھر ذرا شرم کر کے اپنی عورتوں کی نسبت ہی کچھ انصاف کرے کہ کیا اگر اُن پر کوئی شخص اُن کی عفت کے مخالف کوئی ایسی ناپاک تہمت لگاوے جس کا کوئی ثبوت نہ ہو تو کیا وہ عورتیں آیت یرم بہ بریئًا کی مصداق ٹھہر کر بری سمجھی جاسکتی ہیں اور ایسا تہمت لگانے والا سزا کے لائق ٹھہرتا ہے۔ یا وہ محض اس حالت میں بری سمجھی جائیں گی جبکہ وہ اپنی صفائی اور پاک دامنی کے بارے میں عدالت میں گواہ گذرانیں اور جب تک وہ بذریعہ شہادتوں کے اپنی عفت کا عدالت میں ثبوت نہ دیں تب تک جو شخص چاہے اُن کی عفت پر حملہ کیا کرے اور اُن کو غیر بری قرار دے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ میں بارِ ثبوت تہمت لگانے والے پر رکھا ہے۔ اور جب تک تہمت لگانے والا کسی گناہ کو ثابت نہ کرے تب تک تمام مردوں اور عورتوں کو بَری کہلانے کے مستحق ٹھہرایا ہے۔ پس قرآن اور زبانِ عرب کے رو سے بَــرِیّ کے معنے ایسے وسیع ہیں کہ جب تک کسی پر کسی

جرم کا ثبوت نہ ہو وہ بری کہلائے گا کیونکہ انسان کے لئے بری ہونا طبعی حالت ہے اور گناہ ایک عارضہ ہے جو پیچھے سے لاحق ہوتا ہے۔

ایک اور امر عظیم الشان ہے جو اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کی میعاد میں ظہور میں آیا جس سے اشتہار مذکورہ کی پیشگوئی کا پورا ہونا اور بھی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ پیشگوئی جو چوتھا لڑکا ہونے کے بارے میں ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ میں کی گئی تھی جس کے ساتھ یہ شرط تھی کہ عبدالحق غزنوی جو امرتسر میں مولوی عبدالجبار غزنوی کی جماعت میں رہتا ہے نہیں مرے گا جب تک یہ چوتھا لڑکا پیدا نہ ہولے۔ وہ پیشگوئی اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کی میعاد کے اندر پوری ہوگئی اور وہ لڑکا بفضلہٖ تعالیٰ پیدا ہوگیا جس کا نام بفضلہٖ تعالیٰ **مبارک احمد** رکھا گیا اور جیسا کہ پیشگوئی میں شرط تھی کہ عبدالحق غزنوی اُس وقت تک زندہ ہوگا کہ چوتھا لڑکا پیدا ہو جائے گا ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اب اس وقت تک کہ ۵ر دسمبر ۱۸۹۹ء ہے ہر ایک شخص امرتسر میں جا کر تحقیق کرلے کہ عبدالحق اب تک زندہ ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ یہ صاف صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی محمد حسین اور اُس کے گروہ کی عزت کا موجب نہیں ہوسکتی کیونکہ خدا نے ایسے اِنسان کی دعا کو قبول کر کے جو محمد حسین اور اُس کے گروہ کی نظر میں کافر اور دجال ہے اس کی پیشگوئی کے مطابق عبدالحق غزنوی کی زندگی میں اُس کو پسر چہارم عنایت فرمایا اور یہ ایک تائید الٰہی ہے جو بجز صادق انسان کے اور کسی کے لئے ہرگز نہیں ہوسکتی۔ پس جبکہ اس پیشگوئی کا میعاد کے اندر پورا ہو جانا اور عبدالحق کی زندگی میں ہی اس کا ظہور میں آنا میری عزت کا موجب ہوا تو بلاشبہ محمد حسین اور اس کے گروہ جعفر زٹلی وغیرہ کی ذلت کا موجب ہوا ہوگا یہ اور بات ہے کہ یہ لوگ ہر ایک بات میں اور ہر ایک موقعہ پر یہ کہتے رہیں کہ

ہماری کچھ بھی ذلت نہیں ہوئی لیکن جو شخص منصف ہو کر ان تمام واقعات کو پڑھے گا اُس کو تو بہرحال ماننا پڑے گا کہ بلاشبہ ذلت ہو چکی۔

اِس جگہ ہمیں افسوس سے یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ پرچہ اخبار عام ۲۳ر نومبر ۱۸۹۹ء میں ایک شخص ثناء اللہ نام امرتسری نے یہ مضمون چھپوایا ہے کہ ’’اب تک مولوی محمد حسین کی کچھ بھی ذِلت نہیں ہوئی‘‘۔ ہم حیران ہیں کہ اِس صریح خلاف واقعہ امر کا کیا جواب لکھیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ثناء اللہ صاحب کے خیال میں ذلت کس کو کہتے ہیں۔ ہاں ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ ذلت کئی قسم کی ہوتی ہے اور انسانوں کی ہر ایک طبقہ کے مناسب حال ایک قسم کی ذلّت ہے۔ مثلاً زمینداروں میں سے ایک وہ ہیں جو فقط سرکاری دستک جاری ہونے سے اپنی ذلت خیال کرتے ہیں اور ان کے مقابل پر اس قسم کے زمیندار بھی دیکھے جاتے ہیں کہ قسط مال گذاری بروقت ادا نہ ہونے کی وجہ سے تحصیل کے چپراسی ان کو پکڑ کر لے جاتے ہیں اور بوجہ نہ ادائیگی معاملہ کے سخت گوشمالی کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات دو چار جوتے اُن کو مار بھی دیتے ہیں اور وہ زمیندار ہنسی خوشی سے مار کھا لیتے ہیں اور ذرہ خیال نہیں کرتے کہ کچھ بھی اُن کی بے عزتی ہوئی ہے اور اُن سے بھی زیادہ بعض شریر چوہڑوں اور چماروں اور ساھنسیوں میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ جو جیل خانہ میں جاتے ہیں اور چوتڑوں پر بید بھی کھاتے ہیں اور با ایں ہمہ کبھی نہیں سمجھتے کہ ہماری عزت میں کچھ بھی فرق آیا ہے بلکہ جیل میں ہنستے رہتے اور گاتے رہتے ہیں گویا ایک نشے میں ہیں۔ اب چونکہ عزتیں کئی قسم کی اور ذلتیں بھی کئی قسم کی ہیں اس لئے یہ بات میاں ثناء اللہ سے پوچھنے کے لائق ہے کہ وہ کس امر کو شیخ محمد حسین کی ذلت قرار دیتے ہیں اور اگر اتنی قابل شرم باتوں میں سے جو بیچارے محمد حسین کو پیش آئیں اب تک اُس کی کچھ بھی ذلت نہیں ہوئی تو ہمیں سمجھاویں کہ وہ کونسی صورت تھی جس سے اُس کی ذلت ہو سکتی اور بیان فرماویں کہ

﴿۱۳۸﴾

جو مولوی محمد حسین جیسی شان اور عزت کا آدمی ہو اُس کی ذلت کس قسم کی بے عزتی میں متصور ہے۔ اب تک تو ہم یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ شریف اور معزز اِنسانوں کی عزت نہایت نازک ہوتی ہے اور تھوڑی سی کسر شان سے عزت میں فرق آجاتا ہے۔ مگر اب میاں ثناء اللہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن تمام قابل شرم امور سے مولوی صاحب موصوف کی عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ پس اِس صورت میں ہم اِس انکار کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے جب تک کہ میاں ثناء اللہ کھول کر ہمیں نہ بتلا دیں کہ کس قسم کی ذلت ہونی چاہیے تھی جس سے موحدین کے اِس ایڈوکیٹ کی عزت میں فرق آجاتا۔ اگر وہ معقول طور پر ہمیں سمجھا دیں گے کہ شریفوں اور معززوں اور ایسے نامی علماء کی ذلت اِس قسم کی ہونی ضروری ہے تو اِس صورت میں اگر ہماری پیشگوئی کے رو سے وہ خاص ذلت نہیں پہنچی جو پہنچنی چاہیے تھی تو ہم اقرار کر دیں گے کہ ابھی پیشگوئی پورے طور پر ظہور میں نہیں آئی لیکن اب تک تو ہم مولوی محمد حسین کی عالمانہ حیثیت پر نظر کر کے یہی سمجھتے ہیں کہ پیشگوئی ان کی حیثیت کے مطابق اور نیز الہامی☆ شرط کے مطابق پورے طور پر ظہور میں آچکی۔ مدت ہوئی کہ ہمیں ان تمام مولویوں سے ترک ملاقات ہے ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ یہ لوگ اپنی بے عزتی کس حد کی ذلت میں خیال کرتے ہیں اور کس حد کی ذلت کو ہضم کر جاتے ہیں۔ میاں ثناء اللہ کو اعتراض کرنے کا بیشک حق ہے مگر ہم جواب دینے سے معذور ہیں جب تک وہ کھول کر بیان

☆ الہامی شرط یہ تھی کہ محمد حسین اور اُس کے دو رفیقوں کی ذلت صرف اسی قسم کی ہوگی جس قسم کی ذلت اُنہوں نے پہنچائی تھی جیسا کہ الہام مندرجہ اشتہار ۲۱ رنومبر ۱۸۹۸ء کے اِس فقرہ سے ظاہر ہے کہ **جزاء سیّئة بمثلها وترهقهم ذلّة** ۔ پس الہامی شرط کو نظر انداز کر کے اعتراض اٹھانا نادان متعصبوں کا کام ہے نہ عقلمندوں اور منصفوں کا۔ **منه**

نہ کریں کہ بے عزتی تب ہوتی تھی کہ جب ایسا ظہور میں آتا۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ انسانوں کی مختلف طبقوں کے لحاظ سے بے عزتی بھی مختلف طور پر ہے اور ہر ایک کے لئے وجوہ ذلت کے جدا جدا ہیں لیکن ہمیں کیا خبر ہے کہ آپ لوگوں نے مولوی محمد حسین کو کس طبقہ کا انسان قرار دیا ہے اور اُس کی ذلت کن امور میں تصور فرمائی ہے۔ ہماری دانست میں تو میاں ثناء اللہ کو مولوی محمد حسین صاحب سے کوئی پوشیدہ کینہ ہے کہ وہ اب تک ان کی اس درجہ کی ذلت پر راضی نہیں ہوئے جو شریفوں اور معززوں اور اہل علم کے لئے کافی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا میں ذلت تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تو جسمانی ذلت جس کے اکثر جرائم پیشہ تختہ مشق ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے اخلاقی ذلت۔ یہ تب ہوتی ہے جبکہ کسی کی اخلاقی حالت نہایت گندی ثابت ہو اور اس پر اُس کو سرزنش ہو۔ تیسرے علمی پردہ دری کی ذلت جس سے عالمانہ حیثیت خاک میں ملتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اخلاقی ذلت ظہور میں آ چکی ہے اگر کسی کو شک ہے تو اُس مثل کو ملاحظہ کرے جو مسٹر جے۔ ایم ڈوئی صاحب کی عدالت میں طیار ہوئی ہے۔ ایسا ہی عالمانہ حیثیت کی ذلت ظہور میں آ چکی اور عجبت کے صلہ پر جو اعتراض محمد حسین صاحب نے کیا ہے اور پھر جو ڈسچارج کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے کہ ڈسچارج کا ترجمہ بَری نہیں ہے۔ اِن دونوں اعتراضوں سے صاف طور پر کھل گیا کہ علاوہ کمالاتِ نحودانی اور حدیث دانی کے آپ کو قانونِ انگریزی میں بھی بہت کچھ دخل ہے اور یاد رہے کہ دشمن کی ذلت ایک قسم کی یہ بھی ہوتی ہے کہ اُس کے مخالف کو جس کے ذلیل کرنے کے لئے ہر دم تدبیریں کرتا اور طرح طرح کے مکر استعمال میں لاتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت مل جائے۔ سو اس قسم کی ذلت بھی ظاہر ہے کیونکہ ڈوئی صاحب کے

﴿۱۳۹﴾

مقدمہ کے بعد جو کچھ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے میری طرف ایک دنیا کو رجوع دیا اور دے رہا ہے۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو اُس شخص کی اِس میں صریح ذلت ہے جو اس کے برخلاف میرے لئے چاہتا تھا۔ ہاں میاں ثناء اللہ کے تین اعتراض اور باقی ہیں اور وہ یہ کہ وہ پرچہ اخبار عام میں یہ کہتا ہے ’’کہ محمد حسین کو چار مربع زمین مل گئی ہے اور کسی ریاست سے اس کا کچھ وظیفہ مقرر ہو گیا ہے۔ اور مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب نے اُس کی منشاء کے موافق مقدمہ کیا ہے۔‘‘ تیسرے اعتراض کے جواب کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ ابھی ہم لِکھ چکے ہیں کہ یہ دعویٰ تو سراسر ترکِ حیا ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ محمد حسین کے منشاء کے موافق مقدمہ ہوا ہے۔ خود محمد حسین کو قسم دے کر پوچھنا چاہیے کہ کیا اُس کا منشاء تھا کہ آئندہ وہ کافر اور دجال اور کاذب کہنے سے باز آجائے اور کیا اُس کا یہ منشاء تھا کہ آئندہ گالیوں اور فحش کہنے اور کہانے سے باز آجائے؟ پھر کون منصف اور صاحب حیا کہہ سکتا ہے کہ یہ مقدمہ محمد حسین کے منشاء کے موافق ہوا ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ ہمیں بھی آئندہ موت اور ذلت کی پیشگوئی کرنے سے روکا گیا ہے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری کارروائی خود اُس وقت سے پہلے ختم ہو چکی تھی کہ جب ڈوئی صاحب کے نوٹس میں ایسا لکھا گیا بلکہ ہم اپنے رسالہ انجام آتھم میں بتصریح لکھ چکے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو آئندہ مخاطب کرنا بھی نہیں چاہتے جب تک یہ ہمیں مخاطب نہ کریں اور ہم بدل بیزار اور متنفر ہیں کہ ان لوگوں کا نام بھی لیں چہ جائیکہ ان کے حق میں پیشگوئی کر کے اسی قدر خطاب سے ان کو کچھ عزت دیں۔ ہمارا مدعا تین فرقوں کی نسبت تین پیشگوئیاں تھیں سو ہم اپنے اِس مدعا کو پورا کر چکے۔ اب کچھ بھی ہمیں ضرورت نہیں کہ ان لوگوں کی موت اور ذلت کی نسبت پیشگوئی کریں اور یہ الزام کہ آئندہ عموماً الہامات کی اشاعت کرنے

اور ہر قسم کی پیشگوئیوں سے روکا گیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو وعید **لعنة اللّٰہ علی الکاذبین** میں داخل ہیں۔ ہم اِس مقدمہ کے بعد بہت سی پیشگوئیاں کر چکے ہیں پس یہ کیسا گندہ جھوٹ ہے کہ یہ لوگ شائع کرتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ محمد حسین کو کچھ زمین مل گئی ہے یعنی بجائے ذلت کے عزت ہوگئی ہے یہ نہایت بیہودہ خیال ہے بلکہ یہ اُس وقت اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ جب اس زمین سے محمد حسین کچھ منفعت اُٹھا لیتا ابھی تو وہ ایک ابتلاء کے نیچے ہے کچھ معلوم نہیں کہ اس زمین سے انجام کار کچھ زیر باری ہوگی یا کچھ منفعت ہوگی۔ ماسوا اِس کے کنز العمال کی **کتاب المزارعة** میں یعنی صفحہ ۲۳۷ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث موجود ہے۔ **لا تدخل سکة الحرث علٰی قوم الاّ اذلھم اللّٰہ (طب. عن ابی یمامة)** یعنی کھیتی کا لوہا اور آلہ کسی قوم میں نہیں آتا جو اُس قوم کو ذلیل نہیں کرتا۔ پھر اسی صفحے میں ایک دوسری حدیث ہے۔ **انّہٗ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم رأی شیئًا من اٰلة الحرث فقال لا یدخل ھٰذا بیت قوم الّا دخلہ الذّل ۔(خ۔ عن ابی امامة)** یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آلہ زراعت کا دیکھا اور فرمایا کہ یہ آلہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اُس قوم کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اب دیکھو اِن احادیث سے صریح طور پر ثابت ہے کہ جہاں کاشتکاری کا آلہ ہوگا وہیں ذلت ہوگی۔ اب ہم میاں ثناء اللہ کی بات مانیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر ایمان رکھتا ہے اُس کو ماننا پڑے گا کہ کسی کے گلے میں کاشتکاری کا سامان پڑنا یہ بھی ایک قسم کی ذلت ہے۔ سو یہ تو میاں ثناء اللہ نے ہماری مدد کی کہ جس قسم کی ذلت کی ہمیں خبر بھی نہیں تھی ہمیں خبر دے دی۔ ہمیں تو صرف پانچ قسم کی ذلت کی خبر تھی۔ اِس

﴿۱۴۰﴾

چھٹی قسم کی ذلت پر میاں ثناء اللہ کی معرفت اِطلاع ہوئی۔ اور رہی یہ بات کہ محمد حسین کا کسی ریاست میں وظیفہ مقرر ہوگیا ہے۔ یہ ایسا امر ہے کہ اِس کو کوئی دانشمند عزت قرار نہیں دے گا۔ ان ریاستوں میں تو ہر ایک قسم کے لوگوں کے وظیفے مقرر ہیں جن میں سے بعض کے ناموں کا ذکر بھی قابل شرم ہے۔ پھر اگر محمد حسین کا وظیفہ بھی کسی نے مقرر کر دیا تو کس عزت کا موجب ہوا بلکہ اِس جگہ تو وہ فقرہ یاد آتا ہے کہ **بئس الفقیر علٰی باب الامیر**۔ غرض یہ پیشگوئی جو محمد حسین اور اُس کے دو رفیقوں کی نسبت تھی اعلیٰ درجہ پر پوری ہوگئی۔ ہم قبول کرتے ہیں جو ان لوگوں کی اس قسم کی ذلت نہیں ہوئی جو ادنےٰ طبقہ کے لوگوں کی ذلت ہوتی ہے مگر پیشگوئی میں پہلے سے اس کی تصریح تھی کہ مثلی ذلت ہوگی جیسا کہ پیشگوئی کا یہ فقرہ ہے **جزاء سیّئة بمثلها و ترهقهم ذلّة** یعنی جس قسم کی ذلّت ان لوگوں نے پہنچائی اسی قسم کی ذلت ان کو پہنچے گی۔ اب ہم اس سوال کو زٹلی اور تبتی سے تو نہیں پوچھتے کیونکہ اُن کی ذلت اور عزت دونوں طفیلی ہیں مگر جو شخص چاہے محمد حسین کو قرآن شریف ہاتھ میں دے کر حلفًا پوچھ لے کہ یہ مثلی ذلت جو الہام سے مفہوم ہوتی ہے یہ تمہیں اور تمہارے رفیقوں کو پہنچ گئی یا نہیں؟ بے حیائی سے بات کو حد سے بڑھانا کسی شریف انسان کا کام نہیں ہے بلکہ گندوں اور سفلوں کا کام ہے لیکن ایک منصف مزاج سوچ سکتا ہے کہ الہام الٰہی میں یہ تو نہیں بتلایا گیا تھا کہ وہ ذلت کسی زدوکوب کے ذریعہ سے ہوگی یا کسی اور جسمانی ضرر سے یا خون کرنے سے وہ ذلت پہنچائی جائے گی بلکہ الہام الٰہی کے صاف اور صریح یہ لفظ تھے کہ ذلت صرف اِس قسم کی ہوگی جس قسم کی ذلت ان لوگوں نے پہنچائی۔ الہام موجود ہے ہزاروں آدمیوں میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ پھر یہودیوں کی طرح اس میں تحریف کرنا اُس بے حیا انسان کا کام ہے جس کو

	نہ خدا تعالیٰ کا خوف ہے اور نہ اِنسانوں سے شرم ہے۔
۷۱	منجملہ ان پیشگوئیوں کے جو پوری ہو چکی ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے میری سچائی پر ایک نشان ہے۔ یہ ہے کہ جب میری لڑکی مبارکہ پیٹ میں تھی اور قریباً پچیس روز اس کی پیدائش میں باقی رہتے تھے تو اس لڑکی کی والدہ نہایت تکلیف میں مبتلا تھی۔ اور حساب کی غلطی سے یہ غم بھی ان کو لاحق ہوا کہ شاید یہ حمل نہ ہو کوئی اور بیماری ہو کیونکہ انہوں نے ٹھیک ٹھیک یاد نہ رہنے کی وجہ سے خیال کیا کہ یہ گیارھواں مہینہ جاتا ہے اور عام دستور کے لحاظ سے یہ مدت حمل کی نہیں ہو سکتی اِس لئے دوہری تکلیف دامنگیر ہوگئی۔ اور جب ایسے ایسے خیالات سے اُن کا غم حد سے بڑھ گیا تو میں نے اُن کے لئے دعا کی تب مجھے یہ الہام ہوا۔ **آید آں روزے کہ مستخلص شود**۔ یعنی وہ دِن چلا آتا ہے کہ چھٹکارا ہو جائے گا۔ اور اِس الہام کے معنوں کی مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ لڑکی پیدا ہوگی اور اسی وجہ سے کوئی لفظ بشارت کا اِس الہام میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ چھٹکارا کا لفظ استعمال کیا گیا چنانچہ میں نے اِس الہام سے اپنی جماعت میں سے بہتوں کو اطلاع دے دی۔ آخر ۲۷؍ رمضان ۱۳۱۴ھ کو لڑکی پیدا ہوگئی جس کا نام مبارکہ رکھا گیا۔ کیونکہ انہی دِنوں میں مجھے معلوم کرایا گیا تھا کہ ایک نشان ظاہر ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جس روز لڑکی کا عقیقہ تھا اُسی روز ہمیں اطلاع پہنچی کہ وہ لیکھرام جس کے مارے جانے کی نسبت پیشگوئی کی گئی تھی وہ ۶؍ مارچ ۱۸۹۹ء☆ کو اس غدار دنیا سے عالم مجازات کی طرف کھینچا گیا۔ تمام گواہ اس پیشگوئی کے زندہ ہیں جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔
۷۲	اور منجملہ میرے نشانوں کے جو میری تائید میں خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے

﴿۱۴۱﴾

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ’’ ۱۸۹۷ء ‘‘ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

ایک عظیم الشان نشان جو سلسلہ نبوت سے مشابہ ہے یہ ہے کہ براہین احمدیہ میں ایک یہ پیشگوئی تھی۔**یعصمک اللّٰہ و ان لم یعصمک النّاس . و ان لم یعصمک النّاس یعصمک اللّٰہ** ۔ اِس پیشگوئی میں اُس زمانہ بلا اور فتنہ کی طرف اشارہ تھا جبکہ ہر ایک انسان مجھ سے منہ پھیر لے گا اور تباہ کرنے یا قتل کرنے کے منصوبے سوچیں گے۔سو میرے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی موعود کے بعد ایسا ہی ظہور میں آیا۔تمام لوگ یکدفعہ برسر آزار ہوگئے اور انہوں نے اوّل یہ زور لگایا کہ کسی طرح نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے مجھے ملزم کرسکیں۔ پھر جبکہ وہ اِس میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ برخلاف اس کے نصوصِ صریحہ اور قویہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ فی الواقعہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت☆

حاشیہ

☆ یاد رہے کہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں کیونکہ اس مدعا پر قرآن شریف کی دو آیتیں شاہد ناطق ہیں۔(۱) اوّل یہ آیت اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ[1] یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ کا وہ فضل اور کرم یاد کر جو اُس نے عیسیٰ علیہ السلام پر کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بشارت دی کہ اے عیسیٰ میں تجھے موت سے وفات دوں گا یعنی تو مصلوب نہیں ہوگا اور تجھے وفات کے بعد اپنی طرف اُٹھاؤں گا یعنی تیرے برگزیدہ اور صادق ہونے کے بارے میں آثار قویہ اور جلیہ ظاہر کروں گا اور اس قدر دنیا میں تیرا ذکر خیر باقی رہ جائے گا کہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ تو خدا کا مقرب ہے اور اس کے حضرت قدس میں بلایا گیا ہے اور جو الزام تیرے پر لگائے جاتے ہیں اُن سب سے تیرا پاک دامن ہونا ثابت کر دوں گا اور تیرے تابعین کو جو تیری صحیح صحیح تعلیم کی پیروی کریں گے حجت اور برہان کے رو سے قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور نیز تیرے مخالفوں اور گالیاں دینے والوں پر ذلت ڈالوں گا۔ وہ ہمیشہ ذلت سے عمر بسر کریں گے۔درحقیقت خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے پردے میں ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے کر ایک بشارت دی ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جو تیرے مارنے کے درپئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ نور دنیا

﴿۱۴۲﴾

[1] آل عمران:۵۶

﴿۱۴۲﴾

ہو گئے ہیں۔ تو پھر مولویوں نے قتل کے فتوے لکھے اور اپنے رسالوں اور کتابوں میں عام لوگوں کو اکسایا کہ اگر اِس شخص کو قتل کر دیں تو بڑا ہی ثواب ہوگا۔ اور پھر جبکہ اِس بات میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو شیخ محمد حسین موحدین کے ایڈوکیٹ نے اِس بات پر

بقیہ حاشیہ

میں نہ پھلیے یہ تمام نامراد رہیں گے۔ اور عیسیٰ مسیح کی طرح تنگی کے وقت میں خدا تیری نصرت کرے گا اور دشمنوں کے شر سے تجھے بچائے گا اور تیرے پر بہت الزام لگائے جائیں گے لیکن خدا تعالیٰ تمام الزاموں سے تجھے پاک☆ کرے گا اور قیامت تک تیرے گروہ کو غلبہ بخشے گا اور یہ فقرہ جو آیت موصوفہ بالا میں ہے کہ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اِس میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح جب مسیح علیہ السلام پر یہودیوں اور عیسائیوں نے بہت سے الزام لگائے تو حضرت مسیح کو وعدہ دیا گیا کہ خدا تعالیٰ تیرے بعد ایک نبی پیدا کرے گا جو اُن تمام الزامات سے تیرے دامن کا پاک ہونا ثابت کر دے گا۔ ایسا ہی تیری نسبت خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں جبکہ دشمنوں کی نکتہ چینی اور عیب گیری کمال کو پہنچ جائے گی تیری تصدیق کے لئے تیری ہی اُمت میں سے ایک شخص جو مسیح موعود ہے پیدا کیا جائے گا❁ وہ تیرے دامن کو

حاشیہ در حاشیہ

☆ ہر ایک رسول یا نبی یا محدث مامور من اللہ جو دنیا میں آتا ہے خدا تعالیٰ کی یہی عادت ہے کہ شریر اور خبیث آدمی اس پر انواع واقسام کے الزام لگایا کرتے ہیں اور امتحان کے لئے ان کو الزام لگانے کا موقع بھی دیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت مسیح کو خدا تعالیٰ نے ایک ایسا طریق تعلیم عطا کیا تھا جس سے بد بخت یہودی یہ خیال کرتے تھے کہ وہ توریت کو چھوڑتا ہے اور الحاد کی راہ سے اس کے اور معنے کرتا ہے اور نیز کہتے تھے کہ اس شخص میں تقویٰ اور پرہیز گاری نہیں۔ کھاؤ پیو ہے اور شرابیوں اور بدچلنوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور اُن سے

❁ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں یہ وہی زمانہ ہے جس میں دشمنوں کی طرف سے ہر یک قسم کی بد زبانی کمال کو پہنچ گئی ہے اور بدگوئی اور عیب گیری اور افترا پردازی اِس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب اس سے بڑھ کر ممکن نہیں اور ساتھ اُس کے مسلمانوں کی اندرونی حالت بھی نہایت خطرناک ہوگئی ہے۔ صدہا بدعات اور انواع اقسام کے شرک اور الحاد اور انکار ظہور میں آ رہے ہیں۔ اس لئے قطعی یقینی طور پر اب یہ وہی زمانہ ہے جس میں پیشگوئی مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ کے مطابق عظیم الشان مصلح پیدا ہو۔ سو الحمد للہ کہ وہ **میں ہوں**۔ منہ

﴿۱۴۳﴾

کمر بستہ کر لی کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ انگریزی کو ہر وقت یہ خلافِ واقعہ خبر دی کہ یہ شخص سرکار انگریزی کی نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتا۔ چنانچہ ایک مدت تک وہ ایسا ہی کرتا رہا اور اُس نے خلاف واقعہ کئی امور میری نسبت اپنی اشاعة السنہ

بقیہ حاشیہ

ہر ایک الزام سے پاک ثابت کر دے گا اور تیرے معجزات تازہ کرے گا اور اس پیشگوئی میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل نہیں ہوں گے اور آپ کا رفع الی السماء اپنی نبوت کے رُو سے آفتاب کی طرح چمکے گا کیونکہ ہزارہا اولیاء اِس اُمت میں پیدا ہوں گے۔ اور اِس پیشگوئی میں صاف لفظوں میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت مسیح اُس زمانہ سے پہلے وفات پا جائیں گے جبکہ وہ رسول مقبول ظاہر ہوگا جو مخالفوں کے اعتراضات سے اُن کے دامن کو پاک کرے گا۔ کیونکہ اِس آیت کریمہ میں لفّ نشر مرتب ہے۔ پہلے وفات کا وعدہ ہے پھر رفع کا پھر تطہیر کا اور پھر یہ کہ خدا تعالیٰ اُن کے متبعین کو ہر ایک پہلو سے غلبہ بخش کر مخالفوں کو قیامت تک ذلیل کرتا رہے گا۔ اگر اس ترتیب کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس میں بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ ترتیب جو واقعاتِ خارجیہ نے ثابت کر دی ہے ہاتھ سے جاتی رہے گی اور کسی کا اختیار نہیں ہے کہ قرآنی ترتیب کو بغیر کسی قوی دستاویز کے اُٹھا دے کیونکہ ایسا کرنا گویا یہودیوں کے قدم پر قدم رکھنا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ حرف واؤ کے ساتھ ہمیشہ ترتیب کا لحاظ واجب ہو۔ لیکن اس میں کیا شک ہے کہ خدا تعالیٰ اِس آیت میں

﴿۱۴۳﴾

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

اختلاط کرتا ہے اور اجنبی عورتوں سے باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ نادان یہودیوں کے یہ اعتراضات آج تک ہیں کہ یسوع نے جس کو عیسائی اپنا خدا قرار دیتے ہیں ناپاک عورتوں سے اپنے تئیں دور نہیں رکھا بلکہ جب ایک زنا کار عورت عطر لے کر اُس کے پاس آئی تو اُس کو دانستہ یہ موقع دیا کہ وہ حرام کی کمائی کا عطر اُس کے سر کو ملے اور اُس کے پیروں پر اپنے زینت کردہ بال رکھے اور ایسا کرنا اُس کو روا نہ تھا۔ ایسا ہی اُن کا یہ بھی اعتراض ہے کہ مسیح الہامی شرط کے موافق نہیں آیا کیونکہ ملاکی نبی نے پیشگوئی کی تھی کہ مسیح نہیں آئے گا جب تک کہ ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آ جائے۔ پس جس حالت میں ایلیا تو اب تک دنیا میں نہیں آیا تو مسیح کیونکر آ گیا؟

یہ وہ اعتراض ہیں جو یہودیوں کی کتابوں میں لکھے ہیں جن میں سے بعض میرے پاس موجود ہیں۔ پس خدا تعالیٰ اِس آیت میں وعدہ فرماتا ہے کہ ان تمام الزامات سے میں تجھے بری

﴿۱۴۳﴾

میں لکھے اور شائع کئے تا گورنمنٹ مشتعل ہو جائے مگر وہ خدا جس کے ہاتھ میں ہر ایک دل ہے۔ اُس نے اِس گورنمنٹ کو میری نسبت غلطی کھانے سے بچایا۔ ﴿۱۴۴﴾ اور درحقیقت یہ سخت غلطی تھی کہ مجھے باغی خیال کیا جاتا کیونکہ مجھے کیا ہو گیا تھا کہ

بقیہ حاشیہ

فقرہ متوفیک کو پہلے لایا ہے اور پھر فقرہ رافعک کو بعد اس کے اور پھر اس کے بعد فقرہ مطھرک بیان کیا گیا ہے۔ اور بہرحال ان الفاظ میں ایک ترتیب ہے جس کو خدائے علیم وحکیم نے اپنی ابلغ وافصح کلام میں اختیار کیا ہے اور ہمارا اختیار نہیں ہے کہ ہم بلاوجہ اِس ﴿۱۴۴﴾ ترتیب کو اُٹھا دیں۔ اور اگر قرآن شریف کے اور مقامات یعنی بعض اور آیات میں مفسرین نے ترتیب موجودہ قرآن شریف کے برخلاف بیان کیا ہے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اُنہوں نے خود ایسا کیا ہے یا وہ ایسا کرنے کے مجاز تھے بلکہ بعض نصوص حدیثیہ نے اسی طرح ان کی شرح کی تھی یا قرآن شریف کے دوسرے مواضع کے قرائن واضحہ نے اِس بات کے ماننے کے لئے اُنہیں مجبور کر دیا تھا کہ ظاہری ترتیب نظرانداز کی جائے۔ لیکن پھر بھی خدا تعالیٰ کا ابلغ اور افصح کلام ترتیب سے خالی نہیں ہوتا اگر اتفاقاً کسی عبارت میں ظاہری ترتیب نہ ہوتو بلحاظ معنی ضرور کوئی ترتیب مخفی ہوتی ہے مگر بہرحال ظاہری ترتیب مقدم ہوتی ہے۔ اور بغیر وجود کسی نہایت قوی قرینہ کے اِس ظاہری ترتیب کو چھوڑ دینا سراسر الحاد اور خیانت اور تحریف ہوتی ہے۔ یہی تو وہ خصلت تھی جس کے اختیار کرنے سے یہودی خدا کی نظر

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

کروں گا۔ ایسا ہی عیسائیوں نے بھی حضرت مسیح پر جھوٹے الزام لگائے تھے کہ گویا نعوذ باللہ اُنہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو اطلاع دی تھی کہ ایسے ایسے ناپاک الزام تیرے پر لگائے جائیں گے اور ساتھ ہی وعدہ دیا تھا کہ میں تیرے بعد ایک نبی آخرالزمان بھیجوں گا اور اُس کے ذریعہ سے یہ تمام اعتراضات تیری ذات پر سے دفع کروں گا اور وہ تیری سچائی کی گواہی دے گا اور لوگوں پر ظاہر کرے گا کہ تو سچا رسول تھا سو ایسا ہی وقوع میں آیا یعنی جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آئے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تو آپ نے حضرت مسیح کا دامن ہر ایک الزام سے پاک کر کے دکھلایا۔ منہ

میں ایسی گورنمنٹ کی نسبت بغاوت کے خیالات ظاہر کرتا جس کے احسانات ہمارے سر پر ہیں۔ ہم اِس سلطنت کے عہد سے پہلے خوفناک حالت میں تھے اس نے پناہ دی۔ ہم سکھوں کے زمانہ میں ہر وقت ایک

بقیہ حاشیہ

میں لعنتی ٹھہرے لیکن اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ اِس بات پر دلیل کیا ہے کہ قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک ظاہری ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے بجز دو چار مقام کے جو بطور شاذ و نادر ہیں۔ تو یہ ایک سوال ہے کہ خود قرآن شریف پر ایک نظر ڈال کر حل ہوسکتا ہے یعنی اس پر یہ دلیل کافی ہے کہ اگر تمام قرآن اوّل سے آخر تک پڑھ جاؤ تو بجز چند مقامات کے جو بطور شاذ و نادر کے ہیں باقی تمام قرآنی مقامات کو ظاہری ترتیب کی ایک زرّیں زنجیری میں منسلک پاؤ گے اور جس طرح اُس حکیم کے افعال میں ترتیب مشہود ہو رہی ہے یہی ترتیب اس کے اقوال میں دیکھو گے اور یہ اِس بات پر کہ قرآن ظاہری ترتیب کو ملحوظ رکھتا ہے ایسی پختہ اور بدیہی اور نہایت قوی دلیل ہے کہ اِس دلیل کو سمجھ کر اور دیکھ کر بھی پھر مخالفت سے زبان کو بند نہ رکھنا صریح بے ایمانی اور بددیانتی ہے۔ اگر ہم اِس دلیل کو مبسوط طور پر اس جگہ لکھیں تو گویا تمام قرآن شریف کو اِس جگہ درج کرنا ہوگا اور اِس مختصر رسالہ میں یہ گنجائش نہیں۔ یہ تو ہم قبول کرتے ہیں کہ شاذ و نادر کے طور پر قرآن شریف میں ایک دو مقام ایسے بھی ہیں کہ جن میں مثلاً عیسیٰ پہلے آیا اور موسیٰ بعد میں آیا یا کوئی اور نبی متاخر جو پیچھے آنے والا تھا اُس کا نام پہلے بیان کیا گیا اور جو پہلا تھا وہ پیچھے بیان کیا گیا۔ لیکن یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ یہ چند مقامات بھی خالی از ترتیب ہیں بلکہ ان میں بھی ایک معنوی ترتیب ہے جو بیان کرنے کے سلسلہ میں بعض مصالح کی وجہ سے پیش آ گئی ہے لیکن اِس میں کچھ بھی شک نہیں کہ قرآن کریم ظاہری ترتیب کا اشد التزام☆ رکھتا ہے اور ایک بڑا حصہ قرآنی فصاحت کا اسی سے متعلق ہے۔

☆ قرآن شریف کی ظاہری ترتیب پر جو شخص دلی یقین رکھتا ہے اُس پر صدہا معارف کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور صدہا باریک در باریک نکات تک پہنچنے کے لئے یہ ترتیب اُس کو رہنما ہو جاتی ہے اور قرآن دانی کی ایک کنجی اُس کے ہاتھ میں آ جاتی ہے گویا ترتیب ظاہری کے نشانوں سے قرآن خود اُسے بتلاتا جاتا ہے کہ دیکھو میرے اندر یہ خزانے ہیں لیکن جو شخص قرآن کی ظاہری ترتیب سے منکر ہے وہ بلاشبہ قرآن کے باطنی معارف سے بھی بے نصیب ہے۔ **منه**

تبر کے نیچے تھے اس نے ہماری گردنیں اس سے باہر نکالیں۔ ہماری دینی آزادی بالکل روکی گئی تھی یہاں تک کہ ہم مجاز نہ تھے کہ بلند آواز سے بانگ نماز کہہ سکیں اِس محسن گورنمنٹ نے دوبارہ ہماری آزادی قائم کردی اور ہم پر بہت سے

﴿۱۴۵﴾

بقیہ حاشیہ

اِس کی وجہ یہ ہے کہ ترتیب کا ملحوظ رکھنا بھی وجوہِ بلاغت میں سے ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت یہی ہے جو حکیمانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس شخص کے کلام میں ترتیب نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے ایسے شخص کو ہم ہرگز بلیغ و فصیح نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اگر کوئی شخص حد سے زیادہ ترتیب کا لحاظ اُٹھادے تو وہ ضرور دیوانہ اور پاگل ہوتا ہے کیونکہ جس کی تقریر منتظم نہیں اُس کے حواس بھی منتظم نہیں☆ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا وہ پاک کلام جو بلاغت فصاحت کا دعویٰ کر کے تمام اقسام سچائی کے لئے بلاتا ہے ایسا اعجازی کلام اس ضروری حصہ فصاحت سے گرا ہوا ہو کہ اس میں ترتیب نہ پائی جائے۔ یہ بات تو ہر ایک شخص مانتا ہے کہ اگرچہ ترکِ ترتیب جائز ہے لیکن اس میں کچھ کلام نہیں کہ اگر مثلاً دو کلام ہوں اور ایک ان میں سے علاوہ دوسرے مراتب فصاحت بلاغت کے ترتیبِ ظاہری کا بھی لحاظ رکھتا ہو اور دوسرا کلام اس درجہ فصاحت سے گرا ہوا ہو اور اس میں قدرت نہ ہو کہ سلسلہ ترتیب کو نباہ سکے تو بلا شبہ ایک فصیح اور ادیب اور نقاد کلام کا اس کلام کو بہت زیادہ درجہ فصاحت دے گا جو علاوہ دوسرے کمالاتِ فصاحت اور بلاغت کے یہ کمال بھی اپنے اندر رکھتا ہے یعنی اس میں ترتیب بھی موجود ہے اور اس سے زیادہ کوئی گواہ نہیں کہ قرآن کریم نے اوّل سے آخر تک صنعت ترتیب کو اختیار کیا ہے اور باوجود اس کے نظم بدیع اور عبارت سلیس کو ہاتھ سے نہیں دیا اور یہ اس کا ایک بڑا معجزہ ہے جو ہم مخالفین کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اِسی صنعت ترتیب کی برکت سے ہزارہا نکات قرآن شریف کے معلوم ہوتے جاتے ہیں اور اگر یہ کہو کہ ترتیب کو تو ہم مانتے ہیں مگر توفّی کے معنے موت نہیں مانتے تو

﴿۱۴۵﴾

☆ دیکھو خدا تعالیٰ کے نظام شمسی میں کیسی ترتیب پائی جاتی ہے اور خود انسان کی جسمانی ہیکل کیسی ابلغ اور احسن ترتیب پر مشتمل ہے پھر کس قدر بے ادبی ہوگی اگر اُس **احسن الخالقین** کے کلمات پُر حکمت کو پراگندہ اور غیر منتظم اور بے ترتیب خیال کیا جائے۔ منہ

امن و آسایش کے متعلق احسان کئے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ ہم پوری آزادی سے فرائض دینی ادا کرنے لگے۔ پھر ایسا کون پاگل اور دیوانہ ہے کہ اس قدر احسانات دیکھ کر پھر نمک حرامی کرے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ ہمارے خدا نے ہمارے لئے اِس گورنمنٹ کو ایک پناہ بنا دیا ہے۔ اور وہ سیلاب ظلم اور تعدی جو جلد تر ہمیں ہلاک کرنا چاہتا تھا وہ اِس فولادی بند سے رُک گیا ہے۔ تو پھر یہ مقام

﴿۱۴۶﴾

بقیہ حاشیہ

اس کے ہماری طرف سے دو جواب ہیں۔ (۱) اوّل یہ کہ خود صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے یہ معنے مروی ہیں کہ متوفّیک ممیتک یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ متوفّیک کے یہ معنے ہیں کہ میں تجھے وفات دوں گا۔ علاوہ اس کے جو شخص تمام احادیث اور قرآن شریف کا تتبّع کرے گا اور تمام لُغت کی کتابوں اور ادب کی کتابوں کو غور سے دیکھے گا اس پر یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ یہ قدیم محاورہ لسان عرب ہے کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہوتا ہے اور انسان مفعول به ہوتا ہے تو ایسے موقعہ پر لفظ توفّی کے معنے بجز وفات کے اور کچھ نہیں ہوتے اور اگر کوئی شخص اِس سے انکار کرے تو اُس پر واجب ہے کہ ہمیں حدیث یا قرآن یا فن ادب کی کسی کتاب سے یہ دکھلاوے کہ ایسی صورت میں کوئی اور معنے بھی توفّی کے آجاتے ہیں۔ اور اگر ایسا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ قدسیہ سے پیش کر سکے تو ہم بلا توقف اُس کو پانسو روپے انعام دینے کو طیار ہیں۔ دیکھو حق کے اظہار کے لئے ہم کس قدر مال خرچ کرنا چاہتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے سوالات کا کوئی جواب نہیں دیتا؟ اگر سچائی پر ہوتے تو اِس سوال کا ضرور جواب دیتے اور نقد روپیہ پاتے۔ غرض جب فیصلہ ہوگیا کہ توفّی کے معنے موت ہیں یہی معنے حضرت ابن عباس کی حدیث سے معلوم ہوئے۔ اور ابن عباس کا قول جو صحیح بخاری میں مندرج ہے وہ قول ہے جس کو عینی شارح بخاری نے اپنی شرح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہے اور یہی معنے محاورات قرآن اور محاورات احادیث میں سے اور نیز کلام بلغاء عرب کے تتبع سے ثابت ہوئے اور اِس کے سوا کچھ ثابت نہ ہوا تو پھر ماننا پڑا کہ یہ وعدہ جو اِس آیت شریفہ میں مندرج ہے یہ حضرت مسیح کی موت طبعی کا وعدہ ہے اور اس میں حضرت مسیح کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ وہ یہودی کہ جو اس فکر میں تھے کہ آنجناب کو بذریعہ صلیب قتل کردیں وہ قتل نہیں کرسکیں گے

﴿۱۴۶﴾

جائے شکر تھا یا جائے شکایت ۔لیکن محمد حسین پر کچھ بھی افسوس نہیں کیونکہ جس درجہ پر اُس نے اپنی عداوت اور کینہ کو پہنچایا ہے۔اور جس مقدار تک اُس کے اندر میری نسبت بغض اور بد اندیشی کا مادہ جمع ہے اس کا تقاضا ہی یہی تھا کہ وہ ایسے ایسے خلاف واقعہ امور کی طرف مضطر ہوتا۔غرض ان لوگوں نے جس قدر دشمنی کے جوش میں وہ سب تدبیریں سوچیں جو انسان اپنے مخالف کے تباہ کرنے کے لئے سوچ سکتا ہے۔اور جس قدر شدت عداوت کے وقت میں دنیا دار لوگ اندر ہی اندر منصوبے بنایا کرتے ہیں وہ سب بنائے اور زور لگانے میں کچھ بھی فرق نہ کیا اور میرے ذلیل اور ہلاک کرنے کے لئے ناخنوں تک زور لگایا اور مکہ کے بے دینوں کی طرح کوئی تدبیر اٹھا نہیں رکھی لیکن خداتعالیٰ نے اس وقت سے بیس برس پہلے پیشگوئی مذکورہ بالا میں صاف لفظوں میں فرما دیا تھا کہ میں تجھے دشمنوں کے شر سے بچاؤں گا۔لہٰذا اُس نے اپنے اس سچے وعدہ کے موافق مجھ کو بچایا۔سوچنے کے لائق ہے کہ کیونکر انواع اقسام کی تدبیروں سے میرے پر حملے کئے گئے حتیٰ کہ قتل کے جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور ان مقدمات کے وقت نہ صرف محمد حسین نے پوشیدہ طور پر میرے مخالف تدبیریں سوچیں بلکہ کھلے کھلے طور پر پادریوں کا گواہ بن کر عدالت میں حاضر ہوا اور پھر مسٹر جے۔ایم ڈوئی صاحب کی عدالت

بقیہ حاشیہ

اور اِس خوف سے اللہ تعالیٰ نے مسیح کو تسلی بخشی اور ایک لمبی عمر جو اِنسان کے لئے قانونِ قدرت میں داخل ہے اس کا وعدہ دیا اور یہ فرمایا کہ تو اپنی طبعی موت سے فوت ہوگا۔ اب اس فیصلہ کے بعد دوسرا تنقیح طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ وعدہ پورا ہو چکا یا ابھی حضرت مسیح زندہ ہیں سو یہ تنقیح بھی نہایت صفائی سے فیصلہ پا چکی ہے اور فیصلہ یہ ہے کہ اِس آیت شریفہ کی ترتیب صاف طور پر دلالت کر رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں کیونکہ اگر وہ اب تک فوت نہیں ہوئے تو پھر اِس سے لازم آتا ہے کہ

میں بھی میرے لئے بد اندیشی کرنے میں کچھ بھی کسر اٹھا نہیں رکھی اور ایک بڑا طومار عیب گیری اور نکتہ چینیوں کا بنا کر اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر پیش کیا جس سے یہ مطلب تھا کہ ان افتراؤں کو پڑھ کر عدالت کے دل پر بہت کچھ اثر ہوگا مگر

بقیہ حاشیہ

رفع بھی نہیں ہوا۔ اور نہ اب تک اُن کی تطہیر ہوئی اور نہ اب تک اُن کے دشمنوں کی ذلت ہوئی اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال بدیہی البطلان ہے اور اگر یہودیوں کی طرح بے وجہ تحریف کر کے کلمات الٰہیہ کو اُن کے مواضع سے نہ اُٹھا لیا جائے تو یہ آیت بترتیب☆ موجودہ باواز بلند پکار رہی ہے کہ رفع وغیرہ وعدوں کے پہلے حضرت مسیح کا وفات پا جانا ضروری ہے کیونکہ ﴿۱۴۷﴾

☆ حاشیہ در حاشیہ

اگر آیت یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ[1] میں فقرہ متوفیک کو اس جگہ سے جہاں خداتعالیٰ نے اس کو رکھا ہے اُٹھا لیا جائے تو پھر اِس فقرہ کے رکھنے کے لئے کوئی اور جگہ نہیں ملتی کیونکہ اس کو فقرہ رافعک الیّ کے بعد نہیں رکھ سکتے وجہ یہ کہ بموجب عقیدہ معتقدین رفع جسمانی کے رفع کے بعد بلا فاصلہ موت نہیں ہے بلکہ ضرور ہے کہ آسمان مسیح کو تھامے رہے جب تک کہ خاتم الانبیاء کے ظہور کے ساتھ وعدہ تطہیر پورا نہ ہو جائے۔ ایسا ہی فقرہ مطھّرک کے بعد بھی نہیں رکھ سکتے کیونکہ بموجب خیال اہل اس عقیدہ کے تطہیر کے بعد بھی بلا فاصلہ موت نہیں ہے بلکہ دائمی غلبہ کے بعد موت ہوگی۔ اب رہا غلبہ یعنی وعدہ فقرہ وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ[2] سو اِس فقرہ کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اس لئے اس جگہ بھی فقرہ متوفیک کو رکھ نہیں سکتے جب تک قیامت کا دن نہ آجائے اور قیامت کا دن تو حشر کا دن ہوگا نہ کہ موت کا دن۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حصہ میں موت نہیں اور وہ بغیر مرنے کے ہی قیامت کے میدان میں پہنچ جائیں گے اور یہ خیال وعدہ توفّی کے برخلاف ہے۔ لہٰذا فقرہ متوفّیک کو اپنی جگہ سے اُٹھانا موجب اجتماع نقیضین ہے اور وہ محال۔ اس لئے اس فقرہ کی تاخیر بھی محال ہے اور اگر محال نہیں تو کوئی ہمیں بتلاوے کہ اِس فقرہ کو اس جگہ سے اُٹھا کر کہاں رکھا جائے اور اگر کہے کہ رافعک کے بعد رکھا جائے تو ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ اس جگہ تو ہم کسی طرح نہیں رکھ سکتے کیونکہ یہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے کہ رفع کے بعد بلا فاصلہ اور بغیر ظہور دوسرے واقعات مندرجہ آیت ھٰذا موت پیش آجائے گی اور یہی خرابی دوسری جگہوں میں ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اور اگر بلا وجہ قرآنی ترتیب کو اُلٹانا پلٹانا اور اسی تصرف کے مناسب حال معنے کر لینا جائز ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ ایسے تغییر تبدیل کے ساتھ نماز بھی درست ہو یعنی نماز میں اس طرح پڑھنا جائز ہو۔ یا عیسٰی انّی رافعک الیّ ثم متوفّیک حالانکہ ایسا تصرف مفسد نماز اور داخل تحریف قرآن ہے۔ فتدبّر۔ منه

[1]،[2] ال عمران :۵۶

ڈوئی صاحب کی فراست نے معلوم کرلیا کہ یہ تحریریں باطل اور حاسدانہ خیالات ہیں۔ اِس لئے اُنہوں نے اُن تحریروں کو شامل مِثل نہ کیا اور ردّی کی طرح پھینک دیا اور جو ہماری طرف سے تحریریں گذری تھیں جن سے ثابت ہوتا تھا کہ محمد حسین نے مخالفانہ جوش میں کیسی بدزبانی اور فحش گوئی اور قابل شرم تدبیروں سے کام لیا ہے وہ سب شامل مِثل کردیں۔ غرض یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ ان لوگوں نے میرے ہلاک کرنے کے لئے

بقیہ حاشیہ

جس طرح پر اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فقرات کو رکھا ہے اور بعض کو مقدم اور بعض کو مؤخر بیان کیا ہے اور اسی طرح پڑھنے کا حکم دیا ہے وہ ترتیب اسی بات کو چاہتی ہے کہ رفع اور تطہیر اور غلبہ سے پہلے حضرت مسیح کی وفات ہو جائے۔ اور اس کی تائید میں ایک اور آیت قرآن شریف کی ہے جو وہ بھی حضرت مسیح کی وفات کو ثابت کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ [۱]۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف اقرار کرتے ہیں کہ عیسائی میرے مرنے کے بعد بگڑے ہیں میری زندگی میں ہرگز نہیں بگڑے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک بجسم عنصری زندہ ہیں تو ماننا پڑے گا کہ عیسائی بھی اب تک اپنے سچے دین پر قائم ہیں اور یہ صریح باطل ہے۔ ایسا ہی حضرت ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ کا اِس آیت سے استدلال کرنا کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [۲] صاف دلالت کرتا ہے کہ اُن کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے تھے کیونکہ اگر اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ پہلے نبیوں میں سے بعض نبی تو جناب خاتم الانبیاءؐ کے عہد سے پیشتر فوت ہو گئے ہیں مگر بعض اُن میں سے زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک فوت نہیں ہوئے تو اِس صورت میں یہ آیت قابل استدلال نہیں رہتی کیونکہ ایک ناتمام دلیل جو ایک قاعدہ کلیہ کی طرح نہیں اور تمام افراد گزشتہ پر دائرہ کی طرح محیط نہیں وہ دلیل کے نام سے موسوم نہیں ہوسکتی۔ پھر اُس سے حضرت ابوبکر کا استدلال لغو ٹھہرتا ہے اور یاد رہے کہ یہ دلیل جو حضرت ابوبکر نے تمام گذشتہ نبیوں کی وفات پر پیش کی کسی صحابی سے اِس کا انکار مروی نہیں حالانکہ اُس وقت سب صحابی موجود تھے اور سب سن کر خاموش ہو گئے۔ اِس سے ثابت ہے کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا اور صحابہ کا اجماع حجّت ہے جو کبھی ضلالت پر نہیں ہوتا۔ سو حضرت ابوبکر کے احسانات میں سے جو اِس اُمت پر ہیں

[۱] المائدۃ: ۱۱۸ [۲] آل عمران: ۱۴۵

﴿۱۴۷﴾ تدبیریں تو ہر ایک قسم کی کیں مگر کچھ بھی پیش نہ گئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے اُس وعدہ کو پورا کیا جو براہین احمدیہ کے صفحہ پانسو دس[۵۱۰] میں درج تھا یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ تجھے دشمنوں کی ہر ایک بد اندیشی سے بچائے گا اگرچہ لوگ تجھے ہلاک کرنا چاہیں سو یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ جو منہاج نبوت پر واقع ہوئی کیونکہ مجھ سے

بقیہ حاشیہ

ایک یہ بھی احسان ہے کہ انہوں نے اِس غلطی سے بچنے کے لئے جو آیندہ زمانہ کے لئے پیش آنے والی تھی اپنی خلافت حقہ کے زمانہ میں سچائی اور حق کا دروازہ کھول دیا اور ضلالت کے سیلاب پر ایک ایسا مضبوط بند لگا دیا کہ اگر اس زمانہ کے مولویوں کے ساتھ تمام جنیات بھی شامل ہو جائیں تب بھی وہ اِس بند کو توڑ نہیں سکتے۔ سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حضرت ابوبکر کی جان پر ہزاروں رحمتیں نازل کرے جنہوں نے خدا تعالیٰ سے پاک الہام پاکر اِس بات کا فیصلہ کر دیا کہ مسیح فوت ہو گیا ہے۔

یہ تین دلائل کافی ہیں پھر ایک اور دلیل ان دلائل ثلاثہ کو مدد دیتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ امر سنت اللہ میں داخل ہوتا کہ کوئی شخص اتنی مُدّت تک آسمان پر بیٹھا رہے اور پھر زمین پر نازل ہو تو اِس کی کوئی اور نظیر بھی ہوتی کیونکہ خدا تعالیٰ کے سارے کام نظیر رکھتے ہیں تا انسانوں کے لئے تکلیف مَالَا یُطاق نہ ہو مثلاً آدم کو خدا نے مٹی سے پیدا کیا اور اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں کیڑے مکوڑے مٹی سے پیدا ہو رہے ہیں مگر قرآن شریف نے اس رفع ﴿۱۴۸﴾ اور نزول کی کوئی نظیر بیان نہیں فرمائی۔ ہاں پہلی کتابوں میں اسی کا ہم شکل ایک مقدمہ ہے یعنی ایلیا کا دوبارہ دنیا میں آنا لیکن اِس آمد ثانی کے معنے خود حضرت مسیح نے بیان فرما دیئے ہیں کہ اِس سے مراد یہ ہے کہ کوئی اور شخص حضرت ایلیا کی خو اور طبیعت پر دنیا میں آئے گا یہ جہالت ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ قصہ جھوٹا ہے کیونکہ اِس قصے پر دو قومیں جو باہم سخت دشمنی رکھتی ہیں اعتقاد رکھتی ہیں اور اب تک ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پایا جاتا ہے پھر باطل کیونکر ہو سکتا ہے؟ جس بات کو کروڑ ہا اِنسان اور پھر دو مخالف گروہ مانتے چلے آئے ہیں اور اُن کی کتابوں میں موجود ہے وہ امر کیونکر باطل ٹھہر سکتا ہے؟ اس طرح تو تمام تواریخ سے امان اُٹھ جاتا ہے۔ ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ مسیح تو کہتا ہے کہ

﴿۱۴۸﴾

پہلے جس قدر رسول اور نبی گذرے ہیں سب کو یہ بلا پیش آئی تھی کہ شریر لوگ کتوں کی طرح اُن کے گرد ہوگئے تھے۔ اور صرف ہنسی اور ٹھٹھے پر ہی کفایت نہیں کی تھی بلکہ چاہا تھا کہ اُن کو پھاڑ ڈالیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے اُن کو بچالیا۔ ایسا ہی میرے ساتھ ہوا کہ اِن مولویوں نے

بقیہ حاشیہ

یحییٰ نبی ہی ایلیا ہے اور یحییٰ ایلیا ہونے سے منکر ہے تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں کچھ بھی تناقض نہیں کیونکہ مسیح تو یحییٰ کو باعتبار اُس کی خو اور طبیعت کے ایلیا ٹھہراتا ہے نہ حقیقی طور پر اور حضرت یحییٰ اِس بات سے انکار کرتے ہیں کہ وہ حقیقی طور پر ایلیا ہوں۔ اور اہل تناسخ کے عقیدے کے موافق ایلیا کی رُوح ان میں آگئی ہو۔ پس حضرت مسیح ایک استعارہ استعمال کر کے یحییٰ کو ایلیا قرار دیتے ہیں اور حضرت یحییٰ حقیقت پر نظر کر کے ایلیا ہونے سے انکار کرتے ہیں **فلمّا اختلف الجهات لم يبق التّناقض فتدبّر.** اور اگر اس طرح پر تناقض ہوسکتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی نعوذ باللہ تناقض ماننا چاہیے کیونکہ ایک طرف تو تمام قرآن اِس مضمون سے بھرا ہے کہ جو شخص ایمان لاوے اور تقویٰ اختیار کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور خواہ بینا ہو یا اندھا وہ سب نجات پائیں گے اور دوسری طرف یہ بھی آیت ہے صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [1] یعنی اندھے اور گونگے اور بہرے خدا سے دور رہیں گے اور یہ بھی آیت ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى [2] یعنی جو اس جہان میں اندھا ہوگا وہ اُس جہان میں بھی اندھا ہوگا ایسا ہی ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ [3] اِس جگہ بظاہر انکار دیدار ہے اور اِس کے مخالف یہ آیت ہے۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ [4] اس سے دیدار ثابت ہوتا ہے۔ سو مسیح اور یحییٰ کے کلمات میں اِسی قسم کا تناقض ہے جو دراصل تناقض نہیں۔ ایک نے مجاز کو ذہن میں رکھا اور دوسرے نے حقیقت کو۔ اِس لئے کچھ تناقض نہ ہوا۔

[1] البقرة: ۱۹ [2] بنی اسرائیل: ۷۳ [3] الانعام: ۱۰۴ [4] القيامة: ۲۴

﴿۱۴۹﴾

باہم ایسا اتفاق کر لیا کہ میری مخالفت کے جوش میں اُن کو باہمی اختلافات بھی بھول گئے اور اُنہوں نے دوسری قوموں کے پنڈتوں اور پادریوں کو بھی حتی الوسع اپنے ساتھ ملا لیا اور زمین میری دشمنی کے جوش سے یوں بھر گئی جیسا کہ کوئی برتن زہر سے بھرا جائے لیکن خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے حملوں سے میری عزت کو محفوظ رکھا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے پاک نبیوں کو محفوظ رکھتا رہا ہے۔ سو یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کی گئی تھی اور اب بڑے زور شور سے پوری ہوئی جس کی آنکھیں ہیں دیکھے کہ کیا یہ خدا کے کام ہیں یا اِنسان کے؟

۴۳ اور منجملہ ان نشانوں کے جو خدا تعالیٰ نے میری تائید میں ظاہر فرمائے پیشگوئی اشتہار ۱۲ر مارچ ۱۸۹۷ء ہے جو سیّد احمد خاں کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کی نسبت میں نے کی تھی۔ اس پیشگوئی سے اوّل ایک اور پیشگوئی اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی جو اُسی وقت مشتہر ہو کر ہزاروں انسانوں میں شائع ہو گئی تھی جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ سیّد احمد خاں صاحب کو کئی قسم کی بلائیں اور مصیبتیں پیش آئیں گی چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور وہ ایک عظیم الشان مالی نقصان اُٹھا کر بڑی تلخی کے ساتھ اِس دنیا سے گذرے اور میں نے صدہا

بقیہ حاشیہ

یاد رہے کہ اِس جگہ حضرت مسیح کی یہ گواہی کہ یہودی جو ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کے اب تک منتظر ہیں یہ اُن کی غلطی ہے کہ اس پیشگوئی کو حقیقت پر حمل کرتے ہیں بلکہ خو اور طبیعت کے لحاظ سے یوحنّا ہی ایلیا ہے جو آچکا یہ گواہی ایک مومن کے لئے نہایت اطمینان بخش ہے اور حق الیقین تک پہنچاتی ہے۔ اس کے بعد پھر بھی جھگڑا نہ چھوڑنا اور اپنے پاس کوئی نظیر نہ ہونا دینداروں کا کام نہیں ہے۔ منه

اِنسانوں کے روبرو جواُن میں سے بہت سے اب تک زندہ موجود ہیں اِس کشف کو ظاہر کر دیا تھا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ علم دیا گیا ہے کہ سیّد صاحب موصوف بعض سخت تکالیف اٹھا کر بعد اس کے جلد تر اِس عالم ناپائدار سے گذر جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور بعض اولاد کی موت کا بھی حادثہ انہوں نے دیکھا اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک شریر ہندو کی خیانت کی وجہ سے اس قدر مالی نقصان ان کو اُٹھانا پڑا کہ وہ سخت غم کا صدمہ اُن کی اندرونی قوتوں کو یکدفعہ سلب کر گیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دنیادار اور دنیا طلبی کی فطرت کے لوگ اکثر دنیوی آراموں اور مالوں کے سہارے سے خوش رہتے ہیں اور بوجہ اس کے کہ ان کو خدا تعالیٰ سے کوئی سچا تعلق نہیں ہوتا اور نہ کسی روحانی خوشی سے ان کو حصہ ہوتا ہے لہٰذا جب کبھی دنیوی صدمہ اُن پر گذر جاتا ہے تو وہ ان کی جان بھی ساتھ ہی لے جاتا ہے اور وہ لوگ باوجود بہت سی انانیّت اور خود پسندی اور دنیوی جاہ وعزت کے دل کے سخت کمزور اور بودے ہوتے ہیں اور وہ کمزوری کامیابی اور حکومت اور دولت کے وقت میں تکبر اور بیجا شیخی کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے کیونکہ درحقیقت تکبر اور بیجا شیخی بھی دل کی کمزوری کی وجہ سے ظہور میں آتی ہے جس کی وجہ سے پاکیزہ اخلاق اور قوتِ حلم اور ایمانی تواضع دل میں پیدا نہیں ہوتی اور جن دلوں کو روحانی طاقت عطا کی گئی ہے وہ نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ بیجا شیخی دکھلاتے ہیں کیونکہ وہ خدا سے ایک ابدی نور پاکر دنیا اور دنیا کے جاہ وجلال کو نہایت حقیر خیال کر لیتے ہیں اِس لئے دنیا کے مراتب اُن کو متکبر نہیں بنا سکتے۔ ایسا ہی دنیا داروں کی کمزوری بوقت نامرادی اور ناکامی اور نیز سخت صدمہ اور ہجوم وغموم کے وقت میں نہایت

بزدلی اور بے دلی کے آثار اُن میں ظاہر کرتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اُن میں سے صدماتِ عظیمہ کے برداشت نہ کرنے کی وجہ سے پاگل اور دیوانہ ہو جاتے ہیں اور بعض کو دیکھا گیا ہے کہ کئی اور قسم کے دماغی اور دلی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور غشی یا مرگی یا اسی کے مشابہ اور امراضِ خبیث اُن کے دامنگیر ہو جاتے ہیں اور بعض اس امتحان میں بہت ہی کمزور نکلتے ہیں اور کسی شدید غم کے حملہ کے وقت یا تو اپنے ہاتھ سے خودکشی کر لیتے ہیں اور یا خود وہ فوق الطاقت غم دل پر اثر کر کے اُن کو یک دفعہ اِس ناپائدار دنیا سے دوسرے عالم کی طرف کھینچ لے جاتا ہے اور اِس چندروزہ زندگی کا تمام تانا بانا جس کو انہوں نے ایک بڑی مراد سمجھ رکھا تھا ایک دم میں توڑ کر تمام کاروبار اُن کا خواب و خیال کی طرح کر دیتا ہے۔ غرض دنیا دار انسان کے دل کی کمزوری حکومت اور دولت اور آسایش اور صحت کے وقت میں تکبر اور نخوت اور گردن کشی کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے تب وہ بدقسمتی سے اپنے جیسا کسی کو نہیں سمجھتا اور ایک نبی بھی اگر اُس کے وقت میں ہو اور اُس کے سامنے اس کا ذکر کیا جائے تو تحقیر اور توہین سے اس کو یاد کرتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اس کی بزرگی ماننے سے میری بزرگی میں فرق نہ آجائے اور نہیں چاہتا کہ کوئی عظمت اس کی عظمت کے مقابل ٹھہر سکے اور پھر وہی کمزوری کسی سخت صدمہ اور حادثہ کے وقت میں غشی یا مرگی یا خودکشی یا دیوانگی یا گداز ہو ہو کر مر جانے کے رنگ میں ظاہر ہو جاتی ہے پس یہ عبرت کا مقام ہے کہ دنیا داری کا انجام کیسا بد اور ہولناک ہے اور چونکہ سیّد صاحب دنیا کی جاہ اور حشمت کے طلب گار تھے اور اُن لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے دلوں کو خدا تعالیٰ دنیا سے بکلی منقطع کر کے روحانی شجاعت

﴿۱۵۰﴾

اور ثابت قدمی اور روحانی زندگی اور استقامت اور اخلاق نبوت عطا کرتا ہے۔اس لئے وہ معمولی دنیاداروں کی طرح اس مالی صدمہ کی برداشت نہ کر سکے اور اسی غم سے دن بدن کوفتہ ہوکر ان کی روح تحلیل ہوتی گئی یہاں تک کہ یہ مردارِ دنیا جس کو وہ بڑا مدعا سمجھتے تھے ایک دم میں ان سے جدا ہو گیا گویا وہ کبھی دنیا میں نہیں آئے تھے مگر افسوس یہ ہے کہ جیسا کہ غموم اور صدمہ مالی کے وقت میں دلی کمزوری ان سے ظہور میں آئی اور اس مصیبت سے غشی بھی ہوگئی اور آخر اسی میں انتقال فرما گئے۔ ایسا ہی دوسرے پہلو کی وجہ سے یعنی جب اُن کو دنیا کی عزت اور مرتبت اور عروج اور ناموری حاصل ہوئی تو ان ایام میں بھی ان سے اس دوسرے رنگ میں سخت کمزوری ظہور میں آئی ان کے وقت میں خدا نے یہ آسمانی سلسلہ پیدا کیا مگر اُنہوں نے اپنی دنیوی عزت کی وجہ سے اِس سلسلہ کو ایک ذرہ عظمت کی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اپنے ایک خط میں کسی اپنے روآشنا کو لکھا کہ یہ شخص جو ایسا دعویٰ کرتا ہے بالکل ہیچ ہے اور اس کی تمام کتابیں لغو اور بے سود اور باطل ہیں اور اس کی تمام باتیں ناراستی سے بھری ہوئی ہیں۔ حالانکہ سر سیّد صاحب اِس بات سے بکلّی محروم رہے کہ کبھی میرے کسی چھوٹے سے رسالہ کو بھی اوّل سے آخر تک دیکھیں وہ غصے کے وقت میں دنیوی رعونت سے ایسے مدہوش تھے کہ ہر ایک کو اپنے پیروں کے نیچے کچلتے تھے اور یہ دکھلاتے تھے کہ گویا ان کو دنیوی حیثیّت کے رو سے ایسا عروج ہے کہ ان کا کوئی بھی ثانی نہیں۔ہنسی اور ٹھٹھا کرنا اکثر ان کا شیوہ تھا۔ جب میں ایک دفعہ علی گڈھ میں گیا تو مجھ سے بھی اسی رعونت کی وجہ سے جس کا محکم پودہ ان کے دل میں مستحکم ہو چکا تھا ہنسی ٹھٹھا کیا اور یہ کہا کہ ’’آؤ میں مرید بنتا ہوں اور آپ مرشد بنیں اور حیدرآباد میں چلیں اور کچھ جھوٹی کرامات

دکھائیں اور میں تعریف کرتا پھروں گا تب ریاست اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ایک لاکھ روپیہ دے دے گی اس میں دو حصے میرے اور ایک حصہ آپ کا ہوا۔‘‘ گویا اس تقریر میں وہ ٹھگ جو سادھو کہلاتے ہیں مجھے قرار دیا۔ ایسا ہی اور کئی باتیں تھیں جن کا اب اُن کی وفات کے بعد لکھنا بے فائدہ ہے۔ اس قدر تحریر سے غرض یہ ہے کہ اس پہلو کی کمزوری بھی ان میں موجود تھی جو دولت اور عزت اور ناموری تک پہنچ کر تکبر اور نخوت اور رعونت اور خود پسندی کے رنگ میں ظہور میں آتی ہے اور یہ اُن کا قصور نہیں ہے بلکہ ہر ایک دنیا دار کا یہی حال ہے کہ وہ دو قسم کی کمزوری اپنے اندر رکھتا ہے مثلاً ایک شخص جو مولوی کے خطاب سے مشہور ہے وہ اپنے تئیں مولوی کہلا کر نہیں چاہتا کہ دوسرے کا عزت سے نام بھی لے بلکہ اس کی بڑی مہربانی ہوگی اگر وہ دوسرے کو منشی بھی کہہ دے۔ بہت سے دولتمند رئیس یا مسلمان حکام ہیں وہ اِس بات کو اپنے لئے سخت عار سمجھتے ہیں کہ کسی السلام علیکم کا جواب دیں اور اگر کوئی السلام علیکم کہے تو بہت بُرا مانتے ہیں اور اگر ممکن ہو تو سزا دے دیں۔ یہ تمام کمزوری کے طریق ہیں اور اِس کو چراغ نبوت سے روشنی لینے والے اخلاقی کمزوری سے نامزد کرتے ہیں غرض سید احمد خاں صاحب کی موت بھی آخر کمزوری کی وجہ سے ہوئی۔ خدا اُن پر رحم کرے۔

﴿۱۵۱﴾

اب ہم اس اشتہار مورخہ ۱۲؍ مارچ ۱۸۹۷ء کو جس میں سید احمد خاں صاحب کی موت کی نسبت پیشگوئی ہے بعینہٖ اِس جگہ درج کر دیتے ہیں اور یہ اشتہار لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکا ہے اور ہم بہت سے لوگوں کو قبل از وقت زبانی کہہ چکے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے معلوم کرا دیا ہے کہ اب عنقریب سیّد صاحب فوت ہو جائیں گے اور اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء

میں بھی اس کی طرف اشارہ تھا لیکن بعد اس کے بوضاحت تمام الہام الٰہی نے یہ بات کھول دی اور مجھ کو اچھی طرح بتلایا گیا کہ سیّد صاحب ایک شدید غم اٹھانے کے بعد جلد فوت ہو جائیں گے۔ پھر جبکہ سیّد صاحب کو ایک ہندو کی شرارت سے مالی غم پیش آ گیا تو مجھے یقین دلایا گیا کہ اب سیّد صاحب کی وفات کا وقت آ گیا۔ تب میں نے یہ اشتہار ۱۲؍ مارچ ۱۸۹۷ء شائع کر کے ایک پرچہ اُن کو بھی بھیج دیا اور وہ اشتہار یہ ہے۔

نقل مطابق اصل

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

’’سید احمد خاں صاحب کے۔سی۔ایس۔آئی‘‘

’’سید صاحب اپنے رسالہ الدّعا و الاستجابت میں اس بات سے انکاری ہیں کہ دعا میں جو کچھ مانگا جائے وہ دیا جائے۔ اگر سید صاحب کی تحریر کا یہ مطلب ہوتا کہ ہر ایک دعا کا قبول ہونا واجب نہیں بلکہ جس دعا کو خدا تعالیٰ قبول فرمانا اپنے مصالح کے رو سے پسند فرماتا ہے وہ دعا قبول ہو جاتی ہے ورنہ نہیں تو یہ قول بالکل سچ ہوتا مگر سرے سے قبولیت دعا سے انکار کرنا تو خلاف تجارب صحیحہ و عقل و نقل ہے۔ ہاں دعاؤں کی قبولیت کے لئے اُس روحانی حالت کی ضرورت ہے جس میں انسان نفسانی جذبات اور میل غیر اللہ کا چولہ اتار کر اور بالکل روح ہو کر خدا تعالیٰ سے جا ملتا ہے۔ ایسا شخص مظہر العجائب ہوتا ہے اور اس کی محبت کی موجیں خدا کی محبت کی موجوں سے یوں ایک ہو جاتی ہیں ﴿۱۵۲﴾ جیسا کہ دو شفاف پانی دو متقارب چشموں سے جوش مار کر آپس میں مل کر بہنا شروع

کر دیتے ہیں ایسا آدمی گویا خدا کی شکل دیکھنے کے لئے ایک آئینہ ہوتا ہے اور غیب الغیب خدا کا اس کے عجائب کاموں سے پتہ ملتا ہے۔ اس کی دعائیں اس کثرت سے منظور ہوتی ہیں کہ گویا دنیا کو پوشیدہ خدا دکھا دیتا ہے۔ سو سید صاحب کی یہ غلطی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ کاش اگر وہ چالیس دن تک بھی میرے پاس رہ جاتے تو نئے اور پاک معلومات پا لیتے مگر اب شاید ہماری اوران کی عالم آخرت میں ہی ملاقات ہوگی☆ افسوس کہ ایک نظر دیکھنا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ سید صاحب اِس اشتہار کو غور سے پڑھیں کہ اب ملاقات کے عوض جو کچھ ہے یہی اشتہار ہے۔

اب اصل مطلب یہ ہے کہ کرامات الصادقین کے ٹائٹل پیج کے اخیر صفحہ پر اور برکات الدّعا کے ٹائٹل پیج کے صفحہ اوّل کے سر پر میں نے یہ عبارت لکھی ہے کہ ’’نمونہ دعائے مستجاب‘‘ اور پھر اس میں پنڈت لیکھرام کی موت کی نسبت ایک پیشگوئی کی ہے اور کرامات الصادقین وغیرہ میں لکھ دیا ہے کہ اس پیشگوئی کا الہام دعا کے بعد ہوا ہے کیونکہ امر واقعی یہی تھا کہ اس شخص کی نسبت جو توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا دعا کی گئی تھی اور خدا تعالیٰ نے صریح کشف اور الہام سے فرما دیا تھا کہ چھ برس کے عرصہ تک ایسے طور سے اس کی زندگی کا خاتمہ کیا جائے گا جیسا کہ وقوع میں آیا۔ اب اس پیشگوئی میں حقیقت کے طالبوں کے لئے دو نئے ثبوت ملتے ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا اپنے کسی بندہ کو ایسے عمیق غیب کی خبر دے سکتا ہے جو دنیا کی تمام نظر میں غیر ممکن ہو۔ دوسرے یہ کہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اگر آپ آئینہ کمالات اسلام کا وہ اِشتہار جس کے اوپر چند شعر ہیں اور کرامات الصادقین کا وہ الہام جو

☆ اس فقرہ میں سید صاحب کی وفات کی طرف اشارہ تھا جیسا کہ ظاہر ہے۔ منه

صفحہ آخری ٹائٹل پیج پر ہے اور برکات الدعا کے دو ورق ٹائٹل پیج کے اور نیز حاشیہ آخری صفحہ کا ایک مرتبہ پڑھ جائیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ جیسا ایک منصف مزاج فی الفور اپنی پہلی رائے کو چھوڑ کر اس سچائی کو تعظیم کے ساتھ قبول کر لے۔ اگرچہ یہ پیشگوئی بہت ہی صاف ہے مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ دن بدن زیادہ صفائی کے ساتھ لوگوں کو سمجھ آتی جائے گی یہاں تک کہ کچھ دنوں کے بعد تاریک دلوں پر بھی اس کی ایک عظیم الشان روشنی پڑے گی۔ اکثر حصہ اس ملک کا ایسے تاریک دلوں کے ساتھ پر ہے کہ جن کو خبر نہیں کہ خدا بھی ہے اور اس سے ایسے تعلقات بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ پس جیسے جیسے مچھلی پتھر کو چاٹ کر واپس ہو گی ویسے ویسے اس پیشگوئی پر یقین بڑھتا جائے گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھ سے یہ بھی صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا۔ ابھی وہ بچے ہیں اُنہیں معلوم نہیں کہ ایک ہستی قادر مطلق موجود ہے مگر وہ وقت آتا ہے کہ ان کی آنکھیں کھلیں گی اور زندہ خدا کو اُس کے عجائب کاموں کے ساتھ بجز اسلام کے اور کسی جگہ نہیں پائیں گے۔

آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں کہ ایک پیشگوئی میں نے اشتہار ۲۰ ؍فروری ۱۸۸۶ء میں آپ کی نسبت بھی کی تھی کہ آپ کو اپنی عمر کے ایک حصے میں ایک سخت غم و ہم پیش آئے گا اور اس پیشگوئی کے شائع ہونے سے آپ کے بعض احباب ناراض ہوئے تھے اور انہوں نے اخباروں میں ردّ چھپوایا تھا مگر آپ کو معلوم ہے کہ وہ پیشگوئی بھی بڑی ہیبت کے ﴿۱۵۳﴾ ساتھ پوری ہوئی اور ایک دفعہ ناگہانی طور سے ایک شریر انسان کی خیانت سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے نقصان کا آپ کو صدمہ پہنچا۔ اس صدمہ کا اندازہ آپ کے دل کو معلوم

ہوگا کہ اس قدر مسلمانوں کا مال ضائع ہوگیا۔ میرے ایک دوست میرزا خدا بخش صاحب مسٹر سیّد محمود صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اگر میں اس نقصان کے وقت علی گڑھ میں موجود نہ ہوتا تو میرے والد صاحب ضرور اس غم سے مر جاتے ۔ یہ بھی مرزا صاحب نے سنا کہ آپ نے اِس غم سے تین دن روٹی نہیں کھائی اور اس قدر قومی مال کے غم سے دل بھر گیا کہ ایک مرتبہ غشی بھی ہوگئی ۔سوائے سیّد صاحب یہی حادثہ تھا جس کا اس اشتہار میں صریح ذکر ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ والسلام۔ ۱۲/مارچ ۱۸۹۷ء‘‘

۷۴ منجملہ اُن نشانوں کے جو پیشگوئی کے طور پر ظہور میں آئے وہ پیشگوئی ہے جو میں نے اخویم قاضی ضیاء الدین صاحب قاضی کوٹی ضلع گوجرانوالہ کے متعلق کی تھی اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اِس جگہ خود اُن کے خط کی عبارت نقل کر دوں جو اِس پیشگوئی کے بارے میں انہوں نے میری طرف بھیجا ہے اور وہ یہ ہے:۔

’’مجھے یقینی یاد ہے کہ حضور علیہ السلام نے بماہ مارچ ۱۸۸۸ء☆ جبکہ اِس عاجز نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو ایک لمبی دعا کے بعد اُسی وقت آپ نے فرمایا تھا کہ قاضی صاحب آپ کو ایک سخت ابتلا پیش آنے والا ہے۔ چنانچہ اِس پیشگوئی کے بعد اِس عاجز نے کئی اپنے عزیز دوستوں کو اِس سے اطلاع بھی دے دی کہ حضور نے میری نسبت اور میرے حق میں ایک ابتلائی حالت کی خبر دی تھی اب اِس کے بعد جس طرح پر وہ پیشگوئی پوری ہوئی وہ وقوعہ بعینہٖ عرض کرتا ہوں کہ میں حضرت اقدس سے روانہ ہوکر ابھی راستہ میں ہی تھا کہ مجھے خبر ملی کہ میری اہلیہ بعارضہ درد گردہ و

☆ سہواً مارچ ۱۸۸۸ء لکھا گیا ہے پہلی بیعت ۲۳/مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ میں ہوئی تھی۔(ناشر)

قولنج وقے مفرط سخت بیمار ہے۔ جب میں گھر پہنچا اور دیکھا تو واقع میں ایک نازک حالت طاری تھی اور عجیب تر یہ کہ شروع بیماری وہی رات تھی جس کی شام کو حضور نے اِس ابتلا سے اطلاع دی تھی۔ شدت درد کا یہ حال تھا کہ جان ہردم ڈوبتی جاتی تھی اور بے تابی ایسی تھی کہ باوجود کثیر الحیاء ہونے کے مارے درد کے بے اختیار ان کی چیخیں نکلتی تھیں اور گلی کوچے تک آواز پہنچتی تھی اور ایسی نازک اور دردناک حالت تھی کہ اجنبی لوگوں کو بھی وہ حالت دیکھ کر رحم آتا تھا۔ شدت مرض تخمیناً تین ماہ تک رہی۔ اس قدر مدت میں کھانے کا نام تک نہ تھا صرف پانی پیتیں اور قے کر دیتیں۔ دن رات میں پچاس ساٹھ دفعہ متواتر قے ہوتی۔ پھر درد قدرے کم ہوا مگر نادان طبیبوں کے بار بار فصد لینے سے ہزال مفرط کی مرض مستقل طور پر دامنگیر ہوگئی۔ ہر وقت جان بلب رہتیں دس گیارہ دفعہ تو مرنے تک پہنچ کر بچوں اور عزیز اقربا کو پورے طور پر الوداعی غم والم سے رُلایا۔ غرض گیارہ مہینے تک طرح طرح کے دکھوں کی تختہ مشق رہ کر آخر کشادہ پیشانی بہوش تمام کلمہ شریف پڑھ کر ۲۸ برس کی عمر میں سفر جاودانی اختیار کیا۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا اِلیہ راجعون۔ اور اس حادثہ جانکاہ کے درمیان ایک شیر خوار بچہ رحمت اللہ نام بھی دودھ نہ ملنے کے سبب سے بھوکا پیاسا راہی ملک بقا ہوا۔ ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ عاجز کے دو بڑے بیٹے عبد الرحیم و فیض رحیم تپ محرقہ سے صاحبِ فراش ہوئے۔ فیض رحیمؔ کو تو ابھی گیارہ دن پورے نہ ہونے پائے کہ اُس کا پیالہ عمر کا پورا ہو گیا اور سات سالہ عمر میں داعی اَجل کو لبیک کہہ کر جلدی سے اپنی پیاری ماں کو جاملا اور عبد الرحیم تپ محرقہ اور سرسام سے برابر دوڈھائی مہینے بیہوش میت کی طرح پڑا رہا۔ سب طبیب لا علاج

﴿۱۵۴﴾

سمجھ چکے۔کوئی نہ کہتا تھا کہ یہ بچے گا لیکن چونکہ زندگی کے دِن باقی تھے بوڑھے باپ کی مضطربانہ دعائیں خدا نے سن لیں اور محض اُس کے فضل سے صحیح سلامت بچ نکلا۔ اگرچہ پٹھوں میں کمزوری اور زبان میں لکنت ابھی باقی ہے۔ یہ حوادثِ جانکاہ تو ایک طرف اُدھر مخالفوں نے اور بھی شور مچا دیا تھا۔آبروریزی اور طرح طرح کے مالی نقصانوں کی کوششوں میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔غریب خانہ میں نقب زنی کا معاملہ بھی ہوا۔اب تمام مصیبتوں میں یکجائی طور پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ عاجز راقم کس قدر بلیہ دل دوز سینہ سوز میں مبتلا رہا اور یہ سب انہی آفات و مصائب کا ظہور ہوا جس کی حضور نے پہلے سے ہی مجمل طور پر خبر کردی تھی۔اسی اثناء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازراہِ نوازش تعزیت کے طور پر ایک تسلّی دہندہ چٹھی بھیجی وہ بھی ایک پیشگوئی پر مشتمل تھی جو پوری ہوئی اور ہو رہی ہے۔لکھا تھا کہ ’’واقع میں آپ کو سخت ابتلا پیش آیا۔ یہ سنت اللہ ہے تاکہ وہ اپنے مستقیم الحال بندوں کی استقامت لوگوں پر ظاہر کرے اور تاکہ صبر کرنے سے بڑے بڑے اجر بخشے۔خدا تعالیٰ ان تمام مصیبتوں سے مَخلصی عنایت کردے گا۔ دشمن ذلیل وخوار ہوں گے جیسا کہ صحابہ کے زمانہ میں ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اُن کی ڈوبتی کشتی کو تھام لیا ایسا ہی اِس جگہ ہوگا۔اُن کی بددعائیں آخر اُنہی پر پڑیں گی‘‘۔ سو بارے الحمدللہ کہ حضور کی دعا سے ایسا ہی ہوا۔ عاجز ہر حال استقامت وصبر میں بڑھتا گیا۔ باوجود بشریت اگر کبھی مداہنہ کے طور پر مخالفوں کی طرف سے صلح صفائی کا پیغام آیا تو بدیں خیال کہ پھر یہ انبیاء کی مصیبتوں سے حصہ کہاں۔ دل میں ایسی صلح کرنے سے ایک قبض سی وارد ہو جاتی۔ اور میں نے بچشم خود مخالفوں کی یہ

حالت دیکھی اور دیکھ رہا ہوں کہ اُن کی وہ خشک وہابیت بھی رخصت ہوچکی۔ کتاب وسنت سے تمسک کی کوئی پرواہ نہیں اور دنیا بھی شب وروز ہاتھوں سے جارہی ہے جس کے گھمنڈ سے غرباء کو تکلیفیں دی تھیں۔ غرض دنیا دین دونوں کھو رہے ہیں خوار وشرمندہ ہیں۔ حضور کی وہ پیشگوئی جو اُن کے ایڈوکیٹ کے حق میں فرمائی تھی کہ **انی مھین من اراد اھانتک** مناسبت کے لحاظ سے حسب قسمت سب برابر اس سے حصہ لے رہے ہیں جیسا کہ تمام ہم عصر گواہ ہیں۔

راقم مسکین ضیاء الدین عفی عنہ قاضی کوٹی ضلع گوجرانوالہ

۷۵ منجملہ نہایت زبردست نشانوں کے جو خدا تعالیٰ نے غیب گوئی اور معارف عالیہ کے رنگ میں میری تائید میں ظاہر فرمائے براہین احمدیہ کی وہ پیشگوئی ہے جو اس کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے یعنی **یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّة۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم** اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یہ الہام جو میری نسبت ہوا۔ یعنی **یا آدم اسکن انت وزوجک الجنة۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم**۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ اے آدم تو اپنے جوڑے کے ساتھ جنت میں رہ۔ میں نے چاہا کہ میں اپنا مظہر دکھلاؤں اِس لئے میں نے اِس آدم کو پیدا کیا۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدم صفی اللہ کے وجود کا سلسلہ دوریہ اِس عاجز کے وجود پر آکر ختم ہوگیا۔ یہ بات اہل حقیقت اور معرفت کے نزدیک مسلّم ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں یعنی نوع انسان میں سے بعض بعض کی خو اور طبیعت پر آتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلی کتابوں سے ﴿۱۵۵﴾

ثابت ہے کہ ایلیا یحیٰ نبی کی خو اور طبیعت پر آ گیا اور جیسا کہ ہمارے نبی علیہ السلام حضرت ابراہیم کی خو اور طبیعت پر آئے۔☆ اسی سر کے لحاظ سے یہ ملت محمدی ابراہیمی ملت کہلائی۔ سو ضرور تھا کہ مرتبۂ آدمیّت کی حرکت

﴿۱۵۶﴾

☆ یہ محقق امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خُو اور طبیعت پر آئے تھے مثلاً جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید سے محبت کر کے اپنے تئیں آگ میں ڈال لیا اور پھر قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا[1] کی آواز سے صاف بچ گئے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تئیں توحید کے پیار سے اس فتنہ کی آگ میں ڈال لیا جو آنجناب کے بعث کے بعد تمام قوموں میں گویا تمام دنیا میں بھڑک اُٹھی تھی اور پھر آواز وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[2] سے جو خدا کی آواز تھی اس آگ سے صاف بچائے گئے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑا جو خانہ کعبہ میں رکھے گئے تھے۔ جس طرح حضرت ابراہیم نے بھی بتوں کو توڑا اور جس طرح حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کے بانی تھے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف تمام دنیا کو جھکانے والے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی طرف جھکنے کی بنیاد ڈالی تھی لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنیاد کو پورا کیا۔ آپ نے خدا کے فضل اور کرم پر ایسا توکل کیا کہ ہر ایک طالب حق کو چاہیے کہ خدا پر بھروسہ کرنا آنجناب سے سیکھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قوم میں پیدا ہوئے تھے جن میں توحید کا نام ونشان نہ تھا اور کوئی کتاب نہ تھی۔ اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم میں پیدا ہوئے جو جاہلیت میں غرق تھی اور کوئی ربانی کتاب ان کو نہیں پہنچی تھی۔ اور ایک یہ مشابہت ہے کہ خدا نے ابراہیم کے دل کو خوب دھویا اور صاف کیا تھا یہاں تک کہ وہ خویشوں اور اقارب سے بھی خدا کے لئے بیزار ہو گیا اور دنیا میں بجز خدا کے اس کا کوئی بھی نہ رہا۔ ایسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واقعات گذرے اور باوجودیکہ مکہ میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی

[1] الانبیاء: ۷۰ [2] المائدۃ: ۶۸

دوری زمانہ کے انتہا پر ختم ہوتی۔ سو یہ زمانہ جو آخر الزمان ہے۔ اِس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو حضرت آدم علیہ السلام کے قدم پر پیدا کیا جو یہی راقم ہے اور اس کا نام بھی آدم رکھا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا الہامات سے ظاہر ہے اور پہلے آدم کی طرح خدا نے اِس آدم کو بھی زمین کے حقیقی انسانوں سے خالی ہونے کے وقت میں اپنے دونوں ہاتھوں جلالی اور جمالی سے پیدا

بقیہ حاشیہ: شعبہ قرابت نہ تھا۔ مگر خالص خدا کی طرف بلانے سے سب کے سب دشمن ہو گئے اور بجز خدا کے ایک بھی ساتھ نہ رہا۔ پھر خدا نے جس طرح ابرہیم کو اکیلا پا کر اس قدر اولاد دی جو آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہو گئی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پا کر بے شمار عنایت کی اور وہ صحابہ آپ کی رفاقت میں دیئے جو نجوم السماء کی طرح نہ صرف کثیر تھے بلکہ ان کے دل توحید کی روشنی سے چمک اٹھے تھے۔ غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خُو اور طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبد اللہ پسر عبد المطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور مراتب وجود کا دوریہ ہونا قدیم سے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی سنت اللہ میں داخل ہے۔ نوع انسان میں خواہ نیک ہوں یا بد ہوں یہی عادت اللہ ہے کہ ان کا وجود خو اور طبیعت اور تشابہ قلوب کے لحاظ سے بار بار آتا ہے جیسا کہ آیت تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ[1] اس کی مصدق ہے اور تمام صوفیوں کا یہ خیال ہے کہ اگرچہ مراتب وجود دوری ہیں مگر مہدی معہود بروزات کے لحاظ سے پھر دنیا میں نہیں آئے گا کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے اور اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسانی کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی باستثناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں کیونکہ بعد میں بہائم سیرت لوگوں کا غلبہ ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی محبت بالکل دلوں سے جاتی رہے گی اور نفس پرست اور شکم پرست بن جائیں گے۔ یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں اور اگر احادیث

﴿۱۵۶﴾

[1] البقرۃ: ۱۱۹

کر کے اس میں اپنی روح پھونکی کیونکہ دنیا میں کوئی روحانی انسان موجود نہ تھا جس سے یہ آدم روحانی تولّد پاتا۔ اس لئے خدا نے خود روحانی باپ بن کر اس آدم کو پیدا کیا اور ظاہری پیدایش کے رُو سے اسی طرح نر اور مادہ پیدا کیا جس طرح کہ پہلا آدم پیدا کیا تھا یعنی اس نے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑا پیدا کیا جیسا کہ الہام **یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ** میں اس کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اور بعض گذشتہ اکابر نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ وہ انتہائی آدم جو مہدی کامل اور خاتم ولایت عامہ ہے اپنی جسمانی خِلقت کے رُو سے جوڑا پیدا ہوگا یعنی آدم صفی اللہ کی طرح مذکر اور مؤنث کی صورت پر پیدا ہوگا اور خاتم الاولاد ہوگا کیونکہ آدم نوع انسان میں سے پہلا مولود تھا۔ سو ضرور ہوا کہ وہ شخص

حاشیہ: نبویہ کو بنظر غور دیکھا جائے تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے۔ لیکن یہ قول اسی حالت میں صحیح ٹھہرتا ہے جبکہ مہدی معہود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جائے اور یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی دو حدیں مقرر کر دی ہیں اور فرما دیا ہے کہ وہ امت ضلالت سے محفوظ ہے جس کے اول میں میرا وجود اور آخر میں مسیح موعود ہے۔ یعنی ایک طرف وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوار روئیں ہے اور دوسری طرف وجود بابرکت مسیح موعود کی دیوار دشمن کش ہے۔ اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو اپنی امت میں داخل نہیں سمجھا جو مسیح موعود کے زمانہ کے بعد ہوں گے اور مسیح موعود کا زمانہ اس حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں گے اور اس کی تعلیم پر قائم ہوں گے۔ غرض قرون ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے اور پھر نیکی اور پاکیزگی کا خاتمہ ہے اور بعد میں اس گھڑی اور اس ساعت الفناء کی انتظار ہے جس کا علم بجز خدا تعالیٰ کے فرشتوں کو بھی نہیں۔ منہ

جس پر بکمال وتمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔ اب یاد رہے کہ اس بندۂ حضرت احدیت کی پیدائش جسمانی اس پیشگوئی کے مطابق بھی ہوئی۔ یعنی مَیں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا۔ اور یہ الہام کہ **یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّة** جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی کہ جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنّت تھا اور یہ لڑکی صرف ﴿۱۵۷﴾ سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہوگئی تھی۔ غرض چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام اور الہام میں مجھے آدم صفی اللہ سے مشابہت دی تو یہ اِس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس قانونِ قدرت کے مطابق جو مراتب وجود دوریہ میں حکیم مطلق کی طرف سے چلا آتا ہے مجھے آدم کی خو اور طبیعت اور واقعات کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے چنانچہ وہ واقعات جو حضرت آدم پر گذرے منجملہ اُن کے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زوج کے طور پر تھی یعنی ایک مرد اور ایک عورت ساتھ تھی اور اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں اُن کے لئے خاتم الاولاد تھا اور یہ میری پیدائش کی وہ طرز ہے جس کو بعض اہلِ کشف نے مہدی خاتم الولایت کی علامتوں میں سے لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ آخری مہدی جس کی وفات کے بعد اور کوئی مہدی پیدا نہیں ہوگا خدا سے براہِ راست

ہدایت پائے گا جس طرح آدم نے خدا سے ہدایت پائی اور وہ اُن علوم اور اسرار کا حامل ہوگا جن کا آدم خدا سے حامل ہوا اور ظاہری مناسبت آدم سے اس کی یہ ہوگی کہ وہ بھی زوج کی صورت پیدا ہوگا یعنی مذکر اور مؤنث دونوں پیدا ہوں گے جس طرح آدم کی پیدائش تھی کہ اُن کے ساتھ ایک مؤنث بھی پیدا ہوئی تھی یعنی حضرت حوّا علیہا السلام۔ اور خدا نے جیسا کہ ابتدا میں جوڑا پیدا کیا مجھے بھی اِس لئے جوڑا پیدا کیا کہ تا اوّلیت کو آخریّت کے ساتھ مناسبت تام پیدا ہو جائے یعنی چونکہ ہر ایک وجود سلسلہ بروزات میں دور کرتا رہتا ہے اور آخری بروز اُس کا بہ نسبت درمیانی بروزات کے اتم اور اکمل ہوتا ہے اِس لئے حکمت الٰہیہ نے تقاضا کیا کہ وہ شخص کہ جو آدم صفی اللہ کا آخری بروز ہے وہ اس کے واقعات سے اشد مناسبت پیدا کرے۔ سو آدم کا ذاتی واقعہ یہ ہے کہ خدا نے آدم کے ساتھ حوّا کو بھی پیدا کیا سو یہی واقعہ بروز اتم کے مقام میں آخری آدم کو پیش آیا کہ اس کے ساتھ بھی ایک لڑکی پیدا کی گئی اور اُسی آخری آدم کا نام عیسیٰ بھی رکھا گیا تا اِس بات کی طرف اشارہ ہو کہ حضرت عیسیٰ کو بھی آدم صفی اللہ کے ساتھ ایک مشابہت تھی لیکن آخری آدم جو بروزی طور پر عیسیٰ بھی ہے آدم صفی اللہ سے اشد مشابہت رکھتا ہے کیونکہ آدم صفی اللہ کے لئے جس قدر بروزات کا دور ممکن تھا وہ تمام مراتب بروزی وجود کے طے کر کے آخری آدم پیدا ہوا ہے اور اس میں اتم اور اکمل بروزی حالت دکھائی گئی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ میں میری نسبت ایک یہ خدا کا کلام اور الہام ہے کہ **خلق آدم فاکرمہ** یعنی خدا نے آخری آدم کو پیدا کر کے پہلے آدموں پر ایک وجہ کی اس کو فضیلت بخشی۔ اس الہام اور کلام الٰہی کے یہی معنے ہیں کہ گو آدم

صفی اللہ کے لئے کئی بروزات تھے جن میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے لیکن یہ آخری بروز اکمل اور اتم ہے۔

اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور تمام اہل علم اور معرفت اس فضیلت کے قائل ہیں اور اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا اور نہ میں اکیلا اس کا قائل ہوں۔ جس قدر اکابر اور عارف مجھ سے پہلے گذرے ہیں وہ تمام آخری آدم کو ولایت عامہ کا خاتم سمجھتے ہیں اور حقیقت آدمیہ کی بروزات کا تمام دائرہ اس پر ختم کرتے ہیں اور اپنے کشوف صحیحہ کے رو سے اسی کا نام آخری آدم رکھتے ہیں اور اسی کا نام مہدی معہود اور اسی کا نام مسیح موعود رکھتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے بروز کے مسئلہ کو اپنی جہالت سے نظر انداز کر دیا ہے اور خدا کی اس سنت کو جو اُس کی تمام مخلوق میں جاری و ساری ہے بھول گئے ہیں وہ لوگ ایک سطحی خیال کو ہاتھ میں لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن کی روح حدیث معراج کی شہادت سے گذشتہ روحوں میں داخل ثابت ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ آسمان سے اُتارتے اور دنیا میں لاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس خیال سے مسئلہ بروز کا انکار لازم آتا ہے اور وہ انکار ایسا خطرناک ہے کہ اس سے اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔ تمام ربانی کتابیں مسئلہ بروز کی قائل ہیں خود حضرت مسیح نے بھی یہی تعلیم سکھلائی اور احادیث نبویہ میں بھی اِس کا بہت ذِکر ہے اس لئے اس کا انکار سخت جہالت ہے اور اس سے خطرہ سلب ایمان ہے اور اسی غلطی سے درمیانی زمانہ کے لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فیج اعوج کا نہایت برا لقب پایا اور اس اجماع کو بھول گئے جو حضرت ابوبکر کی

﴿۱۵۸﴾

زبان سے مامحمّد الا رّسول پر ہوا تھا۔غرض یہ پیشگوئی ایک دور دراز زمانہ سے چلی آتی ہے کہ آخری کامل انسان آدم کے قدم پر ہوگا تا دائرہ حقیقت آدمیہ پورا ہو جائے۔اور اس پیشگوئی کو شیخ محی الدین ابن العربی نے فصوص الحکم میں فصّ شیث میں لکھا ہے اور دراصل یہ پیشگوئی فصّ آدم میں رکھنے کے لائق تھی مگر انہوں نے شیث کو الولد سرّ لابیہ کا مصداق سمجھ کر اسی کے فصّ میں اس کو لکھ دیا ہے۔ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ شیخ کی اصل عبارت نقل کر دیں اور وہ یہ ہے ’’وعلٰی قدم شیث یکون آخر مولود یولد من ھذا النوّع الانسانی وھوحامل اسرارہٖ. ولیس بعدہ ولد فی ھٰذا النّوع فھوخاتم الاولاد. وتولد معہٗ اختٌ لہ فتخرج قبلہ ویخرج بعدھا یکون رأسہٗ عند رجلیھا. ویکون مولدہ بالصّین ولغتہ لغت بلدہ. ویسری العُقم فی الرجال والنساء فیکثرالنکاح من غیر ولادۃ. ویدعوھم الی اللّٰہ فلا یجاب ‘‘ یعنی کامل انسانوں میں سے آخری کامل ایک لڑکا ہوگا جو اصل مولد اس کا چین ہوگا۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قوم مغل اور ترک میں سے ہوگا اور ضروری ہے کہ عجم میں سے ہوگا نہ عرب میں سے اور اس کو وہ علوم اور اسرار دیئے جائیں گے جو شیث کو دیئے گئے تھے اور اس کے بعد کوئی اور ولد نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔اور اس فقرہ کے یہ بھی معنے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا اور اُس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جو اُس سے پہلے نکلے گی اور وہ اُس کے بعد نکلے گا۔اُس کا سر اُس دختر کے پیروں سے ملا ہوا ہوگا۔یعنی دختر معمولی طریق سے پیدا ہوگی کہ پہلے سر نکلے گا اور پھر پیر اور اُس کے

پیروں کے بعد بلا توقف اُس پسر کا سر نکلے گا (جیسا کہ میری ولادت اور میری توام ہمشیرہ کی اسی طرح ظہور میں آئی۔) اور پھر بقیہ ترجمہ شیخ کی عبارت کا یہ ہے کہ اُس زمانہ میں مردوں اور عورتوں میں بانجھ کا عارضہ سرایت کرے گا۔ نکاح بہت ہوگا یعنی لوگ مباشرت سے نہیں رکیں گے مگر کوئی صالح بندہ نہیں ہوگا اور وہ زمانہ کے لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا مگر وہ قبول نہیں کریں گے۔ اور اس عبارت کے شارح نے جو کچھ اس کی شرح میں لکھا ہے وہ یہ ہے۔

﴿۱۵۹﴾

پہلا مولود جو آدم کو بخشا گیا وہ شیث ہے اور ایک لڑکی بھی تھی جو شیث کے ساتھ بعد اُس کے پیدا ہوئی پس خدا نے چاہا کہ وہ نسبت جو اوّل اور آخر میں ہوتی ہے وہ نوع انسان میں متحقق کرے اس لئے اُس نے ابتدا سے مقدر کر رکھا تھا کہ طرز ولادت پسر آخری پسر اوّل سے مشابہت رکھے پس پسر آخر جو خاتم الخلفاء تھا اور بموجب اس پیشگوئی کے جو شیخ نے اپنی کتاب عنقاء مغرب میں لکھی ہے وہ خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء عجم میں سے پیدا ہونے والا تھا نہ عرب سے اور وہ حضرت شیث کے علوم کا حامل تھا۔ اور پیشگوئی میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ اُس کے بعد یعنی اُس کے مرنے کے بعد نوع انسان میں علت عقم سرایت کرے گی یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے اور انسانیت حقیقی صفحہ عالم سے مفقود ہو جائیں گے۔ وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام پس اُن پر قیامت قائم ہوگی۔

اب واضح ہو کہ شیخ موصوف کی یہ پیشگوئی اگرچہ کسی صریح حدیث سے اب تک ثابت نہیں ہوئی لیکن اشارۃ النّص ہمیں اس بات کی طرف توجہ دیتی ہے کہ یہ پیشگوئی قرآن میں موجود ہے کیونکہ اوّل تو قرآن نے بہت سے

امثال بیان کر کے ہمارے ذہن نشین کر دیا ہے کہ وضع عالم دوری ہے اور نیکوں اور بدوں کی جماعتیں ہمیشہ بروزی طور پر دنیا میں آتی رہتی ہیں وہ یہودی جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں موجود تھے۔ خدا نے دعا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ [1] سکھلا کر اشارہ فرما دیا کہ وہ بروزی طور پر اس اُمت میں بھی آنے والے ہیں تا بروزی طور پر وہ بھی اس مسیح موعود کو ایذا دیں جو اِس اُمت میں بروزی طور پر آنے والا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ تم نمازوں میں سورۃ فاتحہ کو ضروری طور پر پڑھو یہ سکھلاتا ہے کہ مسیح موعود کا ضروری طور پر آنا مقدّر رہے۔ ایسا ہی قرآن شریف میں اِس اُمت کے اشرار کو یہود سے نسبت دی گئی اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ ایسے شخص کو جو مریمی صفت سے محض خدا کے نفخ سے عیسوی صفت حاصل کرنے والا تھا اُس کا نام سورۃ تحریم میں ابن مریم رکھ دیا ہے کیونکہ فرمایا ہے کہ جبکہ مثالی مریم نے بھی تقویٰ اختیار کیا۔ تو ہم نے اپنی طرف سے روح پھونک دی اِس میں اشارہ تھا کہ مسیح ابن مریم میں کلمۃ اللہ ہونے کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ آخری مسیح بھی کلمۃ اللہ ہے اور رُوح اللہ بھی بلکہ ان دونوں صفات میں وہ پہلے سے زیادہ کامل ہے جیسا کہ سورۃ تحریم اور سورۃ فاتحہ اور سورۃ النور اور آیت كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ [2] سے سمجھا جاتا ہے۔

پھر ماسوا اِس کے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ بھی فرمایا۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ [3]۔ اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ایک انسان خدا کی اوّلیت کا مظہر تھا اور ایک انسان خدا کی آخریت کا مظہر ہوگا۔ اور لازم تھا کہ دونوں انسان ایک صفت میں برعایت خصوصیات متحد ہوں پس جبکہ آدم نر اور مادہ پیدا کیا گیا اور ایسا ہی شیث کو بھی تو چاہیے تھا کہ آخری انسان بھی نر اور مادہ کی شکل پر پیدا ہو۔ اِس لئے قرآن کے حکم کے رو سے وہ وعدہ کا خلیفہ

[1] الفاتحۃ : ۷ [2] اٰل عمران : ۱۱۱ [3] الحدید : ۴

﴿۱۶۰﴾ اور خاتم الخلفاء جس کو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہنا چاہیے اِسی طور سے پیدا ہونا ضروری تھا کہ وہ توَام کی طرح تولد پاوے۔ اس طرح سے کہ پہلے اس سے لڑکی نکلے اور بعد اس کے لڑکا خارج ہو تا وہ خاتم الولد ہو۔

سو واضح ہو کہ شیخ موصوف کی یہ پیشگوئی غالبًا اُس کا کشف ہوگا مگر قرآن شریف پر نظر ڈال کر اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اور چونکہ شیخ کی یہ کتاب آخر الکتب ہے جس میں شیخ نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ وہ خاتم الخلفاء عیسٰی ہے جو آسمان سے نازل ہوگا بلکہ اُس کو متولد ہونے والا مانا ہے مگر توام کے طور پر اور شیخ کی تفسیر قرآن سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا قائل نہیں ہے کہ آسمان سے عیسٰی علیہ السلام نازل ہوگا اِس لئے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ نے اگر کسی پہلی کتاب میں عقیدہ نزول عیسٰی بیان کیا ہے تو شیخ نے آخر کار اُس سے رجوع کر لیا ہے اور صوفیوں کی تالیفات میں ایسا بہت ہوتا ہے چنانچہ براہین احمدیہ میں قبل علم قطعی جو خدا سے منکشف ہوا اپنے خیال سے یہی لکھا گیا تھا کہ خود عیسٰی دوبارہ آئے گا۔ مگر خدا نے اپنی متواتر وحی سے اِس عقیدہ کو فاسد قرار دیا اور مجھے کہا کہ **تو ہی مسیح موعود** ہے۔

اور یاد رہے کہ اگر شیخ اس پیشگوئی میں بجائے شیث کے مسیح موعود کو آدم سے مشابہت دیتا تو بہتر تھا کیونکہ قرآن اور توریت سے ثابت ہے کہ آدم بطور توام پیدا ہوا تھا اور براہین احمدیہ میں آج سے بائیس[۲۲] برس پہلے میری نسبت خدا تعالیٰ کی یہ وحی شائع ہو چکی ہے کہ **اردت ان استخلف فخلقت اٰدم** اِس میں بھی اشارہ تھا کہ اوّل میں بھی توام تھا اور آخر میں بھی توام۔ اور میرا توام پیدا ہونا اور اوّل لڑکی اور بعد میں اُسی حمل سے میرا پیدا ہونا تمام گاؤں کے بزرگ سال لوگوں کو معلوم ہے اور جنانے والی دائی کی

تحریری شہادت میرے پاس موجود ہے۔اب ہم کتاب کو اِسی جگہ ختم کرتے ہیں اور خدا سے برکت اور ہدایت کی دعا مانگتے ہیں۔آمین ثم آمین

اور واضح ہو کہ اِس کتاب کا وہ حصہ جس میں پیشگوئیاں ہیں پورے طور پر شائع نہیں ہوا کیونکہ کتاب نزول المسیح نے اِس سے مستغنی کر دیا جس میں ڈیڑھ سو پیشگوئی درج ہے۔خدا نے جو چاہا وہی ہوا۔ وللّٰہ الامر

تمّت

مؤلّف

میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام

از قادیان ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۲ء

ضمیمہ نمبر۳ منسلکہ کتاب تریاق القلوب

حضور گورنمنٹ عالیہ میں
ایک عاجزانہ درخواست

جبکہ ہماری یہ محسن گورنمنٹ ہر ایک طبقہ اور درجہ کے انسانوں کی بلکہ غریب سے غریب اور عاجز سے عاجز خدا کے بندوں کی ہمدردی کر رہی ہے یہاں تک کہ اس ملک کے پرندوں اور چرندوں اور بے زبان مویشیوں کے بچاؤ کے لئے بھی اس کے عدل گستر قوانین موجود ہیں اور ہر ایک قوم اور فرقہ کو مساوی آنکھ سے دیکھ کر اُن کی حق رسی میں مشغول ہے تو اِس انصاف اور داد گستری اور عدل پسندی کی خصلت پر نظر کر کے یہ عاجز بھی اپنی ایک تکلیف کے رفع کے لئے حضور گورنمنٹ عالیہ میں یہ عاجزانہ عریضہ پیش کرتا ہے اور پہلے اِس سے کہ اصل مقصود کو ظاہر کیا جائے اِس محسن اور قدر شناس گورنمنٹ کی خدمت میں اس قدر بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ یہ عاجز گورنمنٹ کے اُس قدیم خیر خواہ خاندان میں سے ہے جس کی خیر خواہی کا گورنمنٹ

کے عالی مرتبہ حکام نے اعتراف کیا ہے اور اپنی چٹھیوں سے گواہی دی ہے کہ وہ خاندان ابتدائی انگریزی عملداری سے آج تک خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ میں برابر سرگرم رہا ہے۔ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اس محسن گورنمنٹ کے ایسے مشہور خیرخواہ اور دِلی جان نثار تھے کہ وہ تمام حکام جو اُن کے وقت میں اس ضلع میں آئے سب کے سب اِس بات کے گواہ ہیں کہ انہوں نے میرے والد موصوف کو ضرورت کے وقتوں میں گورنمنٹ کی خدمت کرنے میں کیسا پایا اور اِس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء کے مَفسدہ کے وقت اپنی تھوڑی سی حیثیت کے ساتھ پچاس گھوڑے مع پچاس جوانوں کے اس محسن گورنمنٹ کی امداد کے لئے دیئے ﴿ب﴾ اور ہر وقت امداد اور خدمت کے لئے کمر بستہ رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے گذر گئے۔ والد مرحوم گورنمنٹ عالیہ کی نظر میں ایک معزز اور ہردلعزیز رئیس تھے جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور وہ خاندان مغلیہ میں سے ایک تباہ شدہ ریاست کے بقیہ تھے جنہوں نے بہت سی مصیبتوں کے بعد گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں آرام پایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دل سے اِس گورنمنٹ سے پیار کرتے تھے اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی ایک میخ فولادی کی طرح اُن کے دل میں دھنس گئی تھی اُن کی وفات کے بعد مجھے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح بالکل دنیا سے الگ کر کے اپنی طرف کھینچ لیا اور میں نے اُس کے فضل سے آسمانی مرتبت اور عزّت کو اپنے لئے پسند کر لیا لیکن میں اِس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اِس گورنمنٹ محسنہ انگریزی کی خیر خواہی اور ہمدردی میں مجھے زیادتی ہے یا میرے والد مرحوم کو۔ بیس برس کی مدّت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی اور عربی اور اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں جن میں بار بار یہ لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے جس کے ترک سے وہ خدا تعالیٰ کے گنہگار

ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جان نثار ہو جائیں اور جہاد اور خونی مہدی کے انتظار وغیرہ بیہودہ خیالات سے جو قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے دست بردار ہو جائیں اور اگر وہ اِس غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو کم سے کم یہ ان کا فرض ہے کہ اِس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکر گذار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گنہگار نہ ٹھہریں کیونکہ یہ گورنمنٹ ہمارے مال اور خون اور عزت کی محافظ ہے اور اس کے مبارک قدم سے ہم جلتے ہوئے تنور میں سے نکالے گئے ہیں۔ یہ کتابیں ہیں جو میں نے اس ملک اور عرب اور شام اور فارس اور مصر وغیرہ ممالک میں شائع کی ہیں چنانچہ شام کے ملک کے بعض عیسائی فاضلوں نے بھی میری کتابوں کے شائع ہونے کی گواہی دی ہے اور میری بعض کتابوں کا ذکر کیا ہے☆۔ اب میں اپنی گورنمنٹ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اِس قدر لمبے زمانہ تک کہ جو بیس برس کا زمانہ ہے ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکور بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دِل میں اِس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے۔ ہاں میں اِس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحثات بھی کیا کرتا ہوں اور ایسا ہی پادریوں کے مقابل پر بھی مباحثات کی کتابیں شائع کرتا

☆ خریسطفور جبارہ نام ایک دمشق کا رہنے والا فاضل عیسائی اپنی کتاب خلاصۃ الادیان کے صفحہ چوالیس۴۴ میں میری کتاب حمامۃ البشریٰ کا ذکر کرتا ہے اور حمامۃ البشریٰ میں سے چھ۶ سطریں بطور نقل کے لکھتا ہے اور میری نسبت لکھتا ہے کہ یہ کتاب ایک ہندی فاضل کی ہے جو تمام ملک ہند میں مشہور ہے دیکھو خلاصۃ الادیان و زبدۃ الادیان صفحہ ۲۴ چودھویں سطر سے اکیسویں سطر تک۔ منہ

رہا ہوں اور میں اِس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حدّ اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نورافشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں۔ اوران مؤلفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا چور تھا زنا کار تھا اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور باایں ہمہ جھوٹا تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اُس کا کام تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دِلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے اُن جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیّت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو☆۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ

﴿ج﴾

☆ ان مباحثات کی کتابوں سے ایک یہ بھی مطلب تھا کہ برٹش انڈیا اور دوسرے ملکوں پر بھی اِس بات کو واضح کیا جاوے کہ ہماری گورنمنٹ نے ہر یک قوم کو مباحثات کے لئے آزادی دے رکھی ہے کوئی خصوصیت پادریوں کی نہیں ہے۔ منه

ہزار ہا مسلمان جو پادری عماد الدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آ چکے تھے یکدفعہ اُن کے اشتعال فرو ہو گئے کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب سخت الفاظ کے مقابل پر اُس کا عوض دیکھ لیتا ہے تو اُس کا وہ جوش نہیں رہتا۔ با ایں ہمہ میری تحریر پادریوں کے مقابل پر بہت نرم تھی گویا کچھ بھی نسبت نہ تھی۔ ہماری محسن گورنمنٹ خوب سمجھتی ہے کہ مسلمان سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو ایک مسلمان اُس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے کیونکہ مسلمانوں کے دلوں میں دودھ کے ساتھ ہی یہ اثر پہنچایا گیا ہے کہ وہ جیسا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں ایسا ہی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ سو کسی مسلمان کا یہ حوصلہ ہی نہیں کہ تیز زبانی کو اس حد تک پہنچائے جس حد تک ایک متعصب عیسائی پہنچا سکتا ہے اور مسلمانوں میں یہ ایک عمدہ سیرت ہے جو فخر کرنے کے لائق ہے کہ وہ تمام نبیوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو چکے ہیں ایک عزت کی نگہ سے دیکھتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام سے بعض وجوہ سے ایک خاص محبت رکھتے ہیں جس کی تفصیل کے لئے اس جگہ موقع نہیں۔ سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ پر بنا دیا ہے۔ (۱) اوّل والد مرحوم کے اثر نے۔ (۲) دوم اِس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔ (۳) تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے۔

اب میں اِس گورنمنٹ محسنہ کے زیر سایہ ہر طرح سے خوش ہوں صرف ایک رنج اور درد و غم ہر وقت مجھے لاحق حال ہے جس کا استغاثہ پیش کرنے

کے لئے اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس ملک کے مولوی مسلمان اور ان کی جماعتوں کے لوگ حد سے زیادہ مجھے ستاتے اور دکھ دیتے ہیں۔ میرے قتل کے لئے ان لوگوں نے فتوے دیئے ہیں۔ مجھے کافر اور بے ایمان ٹھہرایا ہے اور بعض ان میں سے حیا اور شرم کو ترک کر کے اِس قسم کے اشتہار میرے مقابل پر شائع کرتے ہیں کہ یہ شخص اِس وجہ سے بھی کافر ہے کہ اس نے انگریزی سلطنت کو سلطنت روم پر ترجیح دی ہے اور ہمیشہ انگریزی سلطنت کی تعریف کرتا ہے۔ اور ایک باعث یہ بھی ہے کہ یہ لوگ مجھے اِس وجہ سے بھی کافر ٹھہراتے ہیں کہ میں نے خدا تعالیٰ کے سچے الہام سے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اِس خونی مہدی کے آنے سے انکار کیا ہے جس کے یہ لوگ منتظر ہیں۔ بے شک میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اُن لوگوں کا بڑا نقصان کیا ہے کہ میں نے ایسے خونی مہدی کا آنا سراسر جھوٹ ثابت کر دیا ہے جس کی نسبت ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ آ کر بے شمار روپیہ اُن کو دے گا مگر میں معذور ہوں۔ قرآن اور حدیث سے یہ بات بپایہ ثبوت نہیں پہنچتی کہ دنیا میں کوئی ایسا مہدی آئے گا جو زمین کو خون میں غرق کر دے گا۔ پس میں نے ان لوگوں کا بجز اس کے کوئی گناہ نہیں کیا کہ اس خیالی لوٹ مار کے روپیہ سے میں نے ان کو محروم کر دیا ہے۔ میں خدا سے پاک الہام پا کر یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے اخلاق اچھے ہو جائیں اور وحشیانہ عادتیں دور ہو جائیں اور نفسانی جذبات سے اُن کے سینے دھوئے جائیں اور ان میں آہستگی اور سنجیدگی اور حلم اور میانہ روی اور انصاف پسندی پیدا ہو جائے اور یہ اپنی اس گورنمنٹ کی ایسی اطاعت کریں کہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جائیں۔ اور یہ ایسے ہو جائیں کہ کوئی بھی فساد کی رگ ان میں باقی نہ رہے۔ چنانچہ کسی قدر یہ مقصود مجھے حاصل بھی ہو گیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ دس ہزار

﴿د﴾

یا اِس سے بھی زیادہ ایسے لوگ پیدا ہوگئے ہیں جو میری ان پاک تعلیموں کے دل سے پابند ہیں☆ اور یہ نیا فرقہ مگر گورنمنٹ کے لئے نہایت مبارک فرقہ برٹش انڈیا میں زور سے ترقی کر رہا ہے۔ اگر مسلمان ان تعلیموں کے پابند ہو جائیں تو میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ فرشتے بن جائیں۔ اور اگر وہ اس گورنمنٹ کی سب قوموں سے بڑھ کر خیر خواہ ہو جائیں تو تمام قوموں سے زیادہ خوش قسمت ہو جائیں۔ اگر وہ مجھے قبول کر لیں اور مخالفت نہ کریں تو یہ سب کچھ انہیں حاصل ہوگا اور ایک نیکی اور پاکیزگی کی روح اُن میں پیدا ہو جائے گی۔ اور جس طرح ایک انسان خوجہ ہو کر گندے شہوات کے جذبات سے الگ ہو جاتا ہے اسی طرح میری تعلیم سے ان میں تبدیلی پیدا ہوگی مگر میں نہیں کہتا کہ گورنمنٹ عالیہ جبراً ان کو میری جماعت میں داخل کرے اور نہ میں اِس وقت یہ استغاثہ کرتا ہوں کہ کیوں وہ ہر وقت میرے قتل کے درپے ہیں اور کیوں میرے قتل کے لئے جھوٹے فتوے شائع کر رہے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ یہ بد ارادے اُن کے عبث ہیں کیونکہ کوئی چیز زمین پر نہیں ہوسکتی جب تک آسمان پر نہ ہو لے۔ اور میں اُن کی بدی کے عوض میں اُن کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اُن کی آنکھیں کھولے اور وہ خدا اور مخلوق کے حقوق کے شناسا ہو جائیں۔ مگر چونکہ ان لوگوں کی عداوت حد سے بڑھ گئی ہے اس لئے میں نے ان کی اصلاح کے لئے اور ان کی بھلائی کے لئے بلکہ

☆ میں نے اپنی کسی کتاب میں لکھا تھا کہ میری جماعت تین سَو[۳] آدمی ہے لیکن اب وہ شمار بہت بڑھ گیا ہے کیونکہ زور سے ترقی ہو رہی ہے۔ اب میں یقین رکھتا ہوں کہ میری جماعت کے لوگ دس ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہوں گے اور میری فراست یہ پیشگوئی کرتی ہے کہ تین سال تک ایک لاکھ تک میری اِس جماعت کا عدد پہنچ جاوے گا۔ منہ

تمام مخلوق کی خیر خواہی کے لئے ایک تجویز سوچی ہے جو ہماری گورنمنٹ کی امن پسند
پالیسی کے مناسب حال ہے جس کی تعمیل اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ یہ
ہے کہ یہ محسن گورنمنٹ جس کے احسانات سب سے زیادہ مسلمانوں پر ہیں ایک یہ احسان
کرے کہ اِس ہر روزہ تکفیر اور تکذیب اور قتل کے فتووں اور منصوبوں کے روکنے کے لئے
خود درمیان میں ہو کر یہ ہدایت فرماوے کہ اِس تنازع کا فیصلہ اِس طرح پر ہو کہ مدعی یعنی
یہ عاجز جس کو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ہے اور جس کو یہ دعویٰ ہے کہ جس طرح نبیوں سے
خدا تعالیٰ ہم کلام ہوتا تھا اُسی طرح مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور غیب کے بھید مجھ پر ظاہر کئے
جاتے ہیں اور آسمانی نشان دکھلائے جاتے ہیں۔ یہ مدعی یعنی یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے
ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلاوے ایسا نشان جس کا مقابلہ کوئی قوم اور
کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کرسکے اور مسلمانوں کی قوموں یا دوسری قوموں میں سے
کوئی ایسا ملہم اور خواب بین اور معجزہ نما پیدا نہ ہوسکے جو اُس نشان کی ایک سال کے اندر
نظیر پیش کرے۔ اور ایسا ہی ان تمام مسلمانوں بلکہ ہر ایک قوم کے پیشواؤں کو جو ملہم اور ﴿ر﴾
خدا کے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہدایت اور فہمایش ہو کہ اگر وہ اپنے تئیں سچ پر اور
خدا کے مقبول سمجھتے ہیں اور ان میں کوئی ایسا پاک دل ہے جس کو خدا نے ہم کلام ہونے کا
شرف بخشا ہے اور الٰہی طاقت کے نمونے اس کو دیئے گئے ہیں تو وہ بھی ایک سال تک کوئی
نشان دکھلاویں۔ پھر بعد اس کے اگر ایک سال تک اِس عاجز نے ایسا کوئی نشان نہ دکھلایا
جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور انسانی ہاتھ کی ملونی سے بھی بلند تر ہو یا یہ کہ نشان تو دکھلایا
مگر اس قسم کے نشان اور مسلمانوں یا اور قوموں سے بھی ظہور میں آ گئے تو یہ سمجھا جائے کہ
میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور اِس صورت میں مجھ کو کوئی سخت سزا دی جائے گو

موت کی ہی سزا ہو کیونکہ اِس صورت میں فساد کی تمام بنیاد میری طرف سے ہوگی۔ اور مفسد کو سزا دینا قرین انصاف ہے اور خدا پر جھوٹ بولنے سے کوئی گناہ بدتر نہیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے ایک سال کی میعاد کے اندر میری مدد کی اور زمین کے رہنے والوں میں سے کوئی میرا مقابلہ نہ کرسکا تو پھر میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ محسنہ میرے مخالفوں کو نرمی سے ہدایت کرے کہ اِس نظارہ قدرت کے بعد شرم اور حیا سے کام لیں۔ اور تمام مردی اور بہادری سچائی کے قبول کرنے میں ہے۔

اِس قدر عرض کر دینا پھر دوبارہ ضروری ہے کہ نشان اِس قسم کا ہوگا کہ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔ اور اس میں نکتہ چینی کی ایک ذرہ گنجائش نہ ہو کہ ممکن ہے کہ اس شخص نے ناجائز اسباب سے کام لیا ہو بلکہ جس طرح آفتاب اور ماہتاب کے طلوع اور غروب میں یہ ظن نہیں ہوسکتا کہ کسی انسان نے پیش از وقت اپنی حکمت عملی سے اُن کو چڑھایا ہے یا غروب کر دیا ہے اِسی طرح اس نشان میں بھی ایسا ظن کرنا محال ہو اِس قسم کا فیصلہ صدہا نیک نتیجے پیدا کرے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے تمام قومیں ایک ہو جائیں اور بے جا نزاعیں اور جھگڑے اور قوموں کا تفرقہ اور حد سے زیادہ عناد جو قانون سڈیشن کے منشاء کے بھی برخلاف ہے یہ تمام پھوٹ صفحہ برٹش انڈیا سے نابود ہو جائے اور اس میں شک نہیں کہ یہ پاک کارروائی گورنمنٹ کی ہمیشہ کے لئے اِس ملک میں یادگار رہے گی اور یہ کام گورنمنٹ کے لئے بہت مقدم اور ضروری ہے اور انشاء اللہ اِس سے نیک نتیجے پیدا ہوں گے چونکہ آجکل یورپ کی بعض گورنمنٹیں اِس بات کی طرف بھی مائل ہیں کہ مختلف مذاہب کی خوبیاں معلوم کی جائیں کہ ان سب میں سے خوبیوں میں بڑھا ہوا کونسا مذہب ہے اور اِس غرض سے یورپ کے بعض ملکوں میں جلسے کئے جاتے ہیں جیسا کہ اِن دِنوں میں اٹلی میں ایسا ہی جلسہ درپیش ہے اور پھر پیرس میں بھی ہوگا۔ سو جبکہ یورپ کے سلاطین کا

میلان طبعاً اِس طرف ہوگیا ہے اور سلاطین کی اِس قسم کی تفتیش بھی لوازم سلطنت میں سے شمار کی گئی ہے اِس لئے مناسب نہیں ہے کہ ہماری یہ اعلیٰ درجہ کی گورنمنٹ دوسروں سے پیچھے رہے اور تمہید اِس کارروائی کی اِس طرح پر ہوسکتی ہے کہ ہماری عالی ہمت گورنمنٹ ایک مذہبی جلسہ کا اعلان کر کے اِس زیر تجویز جلسہ کی ایسی تاریخ مقرر کرے جو دو سال سے زیادہ نہ ہو اور تمام قوموں کے سرگروہ علماء اور فقراء اور ملہموں کو اِس غرض سے بلایا جائے کہ وہ جلسہ کی تاریخ پر حاضر ہوکر اپنے مذہب کی سچائی کے دو۲ ثبوت دیں۔(۱) اوّل ایسی تعلیم پیش کریں جو دوسری تعلیموں سے اعلیٰ ہو جو انسانی درخت کی تمام شاخوں کی آبپاشی کرسکتی ہو۔ ﴿س﴾ (۲) دوسرے یہ ثبوت دیں کہ اُن کے مذہب میں روحانیت اور طاقت بالا ویسی ہی موجود ہے جیسا کہ ابتدا میں دعویٰ کیا گیا تھا اور وہ اعلان جو جلسہ سے پہلے شائع کیا جائے اُس میں بتصریح یہ ہدایت ہو کہ قوموں کے سرگروہ اِن دو ثبوتوں کے لئے تیار ہوکر جلسہ کے میدان میں قدم رکھیں اور تعلیم کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ایسی اعلیٰ پیشگوئیاں پیش کریں جو محض خدا کے علم سے مخصوص ہوں اور نیز ایک سال کے اندر پوری بھی ہوجائیں۔غرض ایسے نشان ہوں جن سے مذہب کی روحانیت ثابت ہو اور پھر ایک سال تک انتظار کر کے غالب مغلوب کے حالات شائع کر دیئے جائیں۔ میرے خیال میں ہے کہ اگر ہماری دانا گورنمنٹ اِس طریق پر کاربند ہو اور آزماوے کہ کس مذہب اور کس شخص میں روحانیت اور خدا کی طاقت پائی جاتی ہے تو یہ گورنمنٹ دنیا کی تمام قوموں پر احسان کرے گی۔اور اِس طرح سے ایک سچے مذہب کو اُس کی تمام روحانی زندگی کے ساتھ دنیا پر پیش کر کے تمام دنیا کو راہ راست پر لے آئے گی کیونکہ وہ تمام شور وغوغا جو کسی ایسے مذہب کے لئے کیا جاتا ہے جس کے ساتھ فوق العادت زندہ نشان نہیں اور محض روایات پر مدار ہے وہ سب ہیچ ہے

کیونکہ کوئی مذہب بغیر نشان کے انسان کو خدا سے نزدیک نہیں کرسکتا اور نہ گناہ سے نفرت دلاسکتا ہے۔ مذہب مذہب پکارنے میں ہر ایک کی بلند آواز ہے لیکن کبھی ممکن نہیں کہ فی الحقیقت پاک زندگی اور پاک دلی اور خداترسی میسّر آسکے جب تک کہ انسان مذہب کے آئینہ میں کوئی فوق العادۃ نظارہ مشاہدہ نہ کرے۔ نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہوسکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی اُنہی کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو یقین نیا ہو نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصّوں کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں دل غافل ہیں اور زبانوں پر خدا کا نام ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین کے شور وغوغا تمام قصے اور کہانیاں ہیں اور ہر ایک شخص جو اس وقت کئی سو برس کے بعد اپنے کسی پیغمبر یا اوتار کے ہزارہا معجزات سناتا ہے وہ خود اپنے دِل میں جانتا ہے کہ وہ ایک قصہ بیان کر رہا ہے جس کو نہ اُس نے اور نہ اُس کے باپ نے دیکھا ہے اور نہ اُس کے دادے کو اس کی خبر ہے۔ وہ خود نہیں سمجھ سکتا کہ کہاں تک اس کا یہ بیان صحیح اور درست ہے کیونکہ یہ دنیا کے لوگوں کی عادت ہے کہ ایک تنکے کا پہاڑ بنا دیا کرتے ہیں۔ اس لئے یہ تمام قصے جو معجزات کے رنگ میں پیش کئے جاتے ہیں ان کا پیش کرنے والا خواہ کوئی مسلمان ہو یا عیسائی ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا جانتا ہے یا کوئی ہندو ہو جو اپنے اوتاروں کے کرشمے کتابیں اور پستک کھول کر سناتا ہے یہ سب کچھ ہیچ اور لاشے ہیں اور ایک کوڑی ان کی قیمت نہیں ہوسکتی جب تک کہ کوئی زندہ نمونہ اُن کے ساتھ نہ ہو اور سچا مذہب وہی ہے جس کے ساتھ زندہ نمونہ ہے۔ کیا کوئی دِل اور کوئی کانشنس اِس بات کو قبول کرسکتا ہے کہ ایک مذہب تو سچا ہے مگر اس کی سچائی کی چمکیں اور سچائی کے

نشان آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں اور اُن ہدایتوں کے بھیجنے والے کے منہ پر ہمیشہ کے لئے مہر لگ گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہر ایک انسان جو سچی بھوک اور پیاس خدا تعالیٰ کی طلب میں رکھتا ہے وہ ایسا خیال ہرگز نہیں کرے گا۔ اِس لئے ضروری ہے کہ سچے مذہب کی یہی نشانی ہو کہ زندہ خدا کے زندہ نمونے اور اُس کے نشانوں کے چمکتے ہوئے نور اُس مذہب میں تازہ بتازہ موجود ہوں۔ اگر ہماری گورنمنٹ عالیہ ایسا جلسہ کرے تو یہ نہایت مبارک ارادہ ہے اور اِس سے ثابت ہوگا کہ یہ گورنمنٹ سچائی کی حامی ہے۔ اور اگر ایسا جلسہ ہو تو ہر ایک شخص اپنے اختیار سے اور ہنسی خوشی سے اس جلسہ میں داخل ہوسکتا ہے۔ قوموں کے پیشوا جنہوں نے مقدس کہلا کر کروڑ ہا روپیہ قوموں کا کھالیا ہے ان کے تقدّس کو آزمانے کے لئے اِس سے بڑھ کر اور کوئی عمدہ طریق نہیں کہ جو اُن کا یا اُن کے مذہب کا خدا کے ساتھ رشتہ ہے اس رشتہ کا زندہ ثبوت مانگا جائے۔ یہ عاجز اپنے دلی جوش سے جو ایک پاک جوش ہے یہی چاہتا ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ کے ہاتھ سے یہ فیصلہ ہو۔ خدایا اِس عالی مرتبہ گورنمنٹ کو یہ الہام کر۔ تا وہ اِس قسم کے جلسوں میں سب سے پیچھے آکر سب سے پہلے ہو جائے۔ اور میں چونکہ مسیح موعود ہوں اِس لئے حضرت مسیح کی عادت کا رنگ مجھ میں پایا جانا ضروری ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام وہ انسان تھے جو مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب پر چڑھے گو خدا کے رحم نے اُن کو بچالیا۔ اور مرہم عیسیٰ☆ نے اُن کے زخموں کو اچھا کر کے آخر

﴿ش﴾

☆ مرہم عیسیٰ ایک نہایت مبارک مرہم ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زخم اچھے ہوئے تھے جبکہ آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے سولی سے نجات پائی تو صلیب کی کیلوں کے جو زخم تھے جن کو آپ نے حواریوں کو بھی دکھلایا تھا وہ اسی مرہم سے اچھے ہوئے تھے۔ یہ مرہم طب کی ہزار کتاب میں درج ہے اور قانون بوعلی سینا میں بھی مندرج ہے اور رومیوں اور یونانیوں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور مسلمانوں غرض تمام فرقوں کے طبیبوں نے اِس مرہم کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ منہ

کشمیر جنت نظیر میں اُن کو پہنچا دیا۔ سوانہوں نے سچائی کے لئے صلیب سے پیار کیا اور اس طرح اُس پر چڑھ گئے جیسا کہ ایک بہادر سوار خوش عنان گھوڑے پر چڑھتا ہے سو ایسا ہی میں بھی مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب سے پیار کرتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے حضرت مسیح کو صلیب سے بچا لیا اور ان کی تمام رات کی دعا جو باغ میں کی گئی تھی قبول کر کے ان کو صلیب اور صلیب کے نتیجوں سے نجات دی ایسا ہی مجھے بھی بچائے گا اور حضرت مسیح صلیب سے نجات پا کر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے ملک میں ہوتے ہوئے کوہ نعمان میں پہنچے اور جیسا کہ اُس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے وہ ایک مدت تک کوہ نعمان میں رہے اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے آخر کشمیر میں گئے اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے زمانہ تک اُن کی یادگار کا کوہِ سلیمان پر کتبہ موجود تھا آخر سرینگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی اور خان یار کے محلّہ کے قریب آپ کا مقدس مزار ہے۔ غرض جیسا کہ اس نبی نے سچائی کے لئے صلیب کو قبول کیا ایسا ہی میں بھی قبول کرتا ہوں۔ اگر اس جلسہ کے بعد جس کی گورنمنٹ محسنہ کو ترغیب دیتا ہوں ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا پر غالب نہ ہوں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ میں راضی ہوں کہ اِس جرم کی سزا میں سولی دیا جاؤں اور میری ہڈیاں توڑی جائیں لیکن وہ خدا جو آسمان پر ہے جو دِل کے خیالات کو جانتا ہے جس کے الہام سے میں نے اس عریضہ کو لکھا ہے وہ میرے ساتھ ہوگا اور میرے ساتھ ہے وہ مجھے اِس گورنمنٹ عالیہ اور قوموں کے سامنے شرمندہ نہیں کرے گا۔ اُسی کی روح ہے جو میرے اندر بولتی ہے۔ میں نہ اپنی طرف سے بلکہ اُس کی طرف سے یہ پیغام پہنچا رہا ہوں تا سب کچھ جو اتمام حجت کے لئے چاہیے

پورا ہو۔ یہ سچ ہے کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اُس کی طرف سے کہتا ہوں اور وہی ہے جو میرا مددگار رہوگا۔

بالآخر میں اِس بات کا بھی شکر کرتا ہوں کہ ایسے عریضہ کو پیش کرنے کے لئے میں بجز اِس سلطنت محسنہ کے اور کسی سلطنت کو وسیع الاخلاق نہیں پاتا اور گو اِس مُلک کے مولوی ایک اور کفر کا فتویٰ بھی مجھ پر لگا دیں مگر میں کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ ایسے عرائض کے پیش کرنے کے لئے عالی حوصلہ عالی اخلاق صرف سلطنت انگریزی ہے۔ میں اِس سلطنت کے مقابل پر سلطنت روم کو بھی نہیں پاتا جو اِسلامی سلطنت کہلاتی ہے۔ اب میں اِس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری محسنہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کو عمر دراز کر کے ہر ایک اقبال سے بہرہ ور کرے اور وہ تمام دعائیں جو میں نے اپنے رسالہ ستارۂ قیصرہ اور تحفۂ قیصریہ میں ملکہ موصوفہ کو دی ہیں قبول فرماوے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ محسنہ اس کے جواب سے مجھے مشرف فرماوے گی۔ والدّعا۔

﴿ص﴾

عریضۂ خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیاں

المرقوم ۲۷/ ستمبر ۱۸۹۹ء

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۴

بِسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

ایک الہامی پیشگوئی کا اشتہار

چونکہ مجھے ان دنوں میں چند متواتر الہام ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ عنقریب آسمان سے کوئی ایسا نشان ظاہر کرے گا جس سے میرا صدق ظاہر ہو اس لئے میں اِس اشتہار کے ذریعہ سے حق کے طالبوں کو اُمید دلاتا ہوں کہ وہ وقت قریب ہے کہ جب آسمان سے کوئی تازہ شہادت میری تائید کے لئے نازل ہوگی۔ یہ ظاہر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ کے مامور دنیا میں آئے ہیں گو اُن کی تعلیم نہایت اعلیٰ تھی اور اُن کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے اور اُن کی زیرکی اور فراست بھی اعلیٰ درجہ پر تھی لیکن اُن کا خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونا لوگوں نے قبول نہ کیا جب تک کہ اُن کی تائید میں آسمان سے کوئی نشان نازل نہیں ہوا اسی طرح خدا تعالیٰ اس جگہ بھی بارش کی طرح اپنے نشان ظاہر کر رہا ہے تا دیکھنے والے دیکھیں اور سوچنے والے سوچیں۔ اور اب مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک برکت اور رحمت اور اعزاز کا نشان ظاہر ہوگا جس سے اکثر لوگ تسلی پائیں گے جیسا کہ ۱۴ ؍ستمبر ۱۸۹۹ء کو یہ الہام ہوا۔

ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب۔ لک خطاب العِزّۃ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ یہ تمام خدائے پاک قدیر کا کلام ہے جس کو میں نے موٹی قلم سے لکھ دیا ہے

اگرچہ انسانوں کے لئے بادشاہوں اور سلاطین وقت سے بھی خطاب ملتے ہیں مگر وہ صرف ایک لفظی خطاب ہوتے ہیں جو بادشاہوں کی مہربانی اور کرم اور شفقت کی وجہ سے یا اور اسباب سے کسی کو حاصل ہوتے ہیں اور بادشاہ اس کے ذمہ وار نہیں ہوتے کہ جو خطاب اُنہوں نے دیا ہے اس کے مفہوم کے موافق وہ شخص اپنے تئیں ہمیشہ رکھے جس کو ایسا خطاب دیا گیا ہے۔ مثلاً کسی بادشاہ نے کسی کو شیر بہادر کا خطاب دیا تو وہ بادشاہ اس بات کا متکفل نہیں ہوسکتا کہ ایسا شخص ہمیشہ اپنی بہادری دکھلاتا رہے گا بلکہ ممکن ہے کہ ایسا شخص ضعف قلب کی وجہ سے ایک چوہے کی تیز رفتاری سے بھی کانپ اُٹھتا ہو چہ جائیکہ وہ کسی میدان میں شیر کی طرح بہادری دِکھلاوے لیکن وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ سے شیر بہادر کا خطاب ملے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ درحقیقت بہادر ہی ہو کیونکہ خدا انسان نہیں ہے کہ جھوٹ بولے یا دھوکہ کھاوے یا کسی پولیٹیکل مصلحت سے ایسا خطاب دے دے۔ جس کی نسبت وہ اپنے دل میں جانتا ہے کہ دراصل وہ شخص اس خطاب کے لائق نہیں ہے۔ اِس لئے یہ بات محقق امر ہے کہ فخر کے لائق وہی خطاب ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے اور وہ خطاب دو قسم کا ہے۔ اوّل وہ جو وحی اور الہام کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک نبیوں میں سے کسی کو صفی اللہ کا لقب دیا اور کسی کو کلیم اللہ کا اور کسی کو رُوح اللہ کا اور کسی کو مصطفٰے اور حبیب اللہ کا۔ اِن تمام نبیوں پر خدا تعالیٰ کا سلام اور رحمتیں ہوں اور دوسری قسم خطاب کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض نشانوں اور تائیدات کے ذریعہ سے بعض اپنے مقبولین کی اس قدر محبت لوگوں کے دِلوں میں یک دفعہ ڈال دیتا ہے کہ یا تو اُن کو جھوٹا اور کافر اور مفتری کہا جاتا ہے اور طرح طرح کی نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں اور ہر ایک بدعادت اور عیب اُن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یا ایسا ظہور میں آتا ہے کہ ان کی تائید میں کوئی ایسا پاک نشان ظاہر ہو جاتا ہے جس کی

نسبت کوئی انسان کوئی بدظنی نہ کر سکے اور ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکے کہ یہ نشان انسانی ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے پاک ہے اور خاص خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے ہاتھ سے نکلا ہے۔ تب ایسا نشان ظاہر ہونے سے ہر ایک سلیم طبیعت بغیر کسی شک وشبہ کے اُس انسان کو قبول کر لیتی ہے اور لوگوں کے دِلوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی یہ بات پڑ جاتی ہے کہ یہ شخص درحقیقت سچا ہے۔ تب لوگ اس الہام کے ذریعہ سے جو خدا تعالیٰ لوگوں کے دِلوں میں ڈالتا ہے۔ اس شخص کو صادق کا خطاب☆ دیتے ہیں کیونکہ لوگ اس کو صادق صادق کہنا شروع کر دیتے ہیں اور لوگوں کا یہ خطاب ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ نے آسمان سے خطاب دیا کیونکہ خدا تعالیٰ آپ ان کے دِلوں میں یہ مضمون نازل کرتا ہے کہ لوگ اس کو صادق کہیں۔ اب جہاں تک میں نے غور اور فکر کی ہے میں اپنے اجتہاد سے نہ کسی الہامی تشریح سے اُس الہام کے جس کو میں نے ابھی ذکر کیا ہے یہی معنے کرتا ہوں، کیونکہ ان معنوں کے لئے اس الہام کا آخری فقرہ ایک بڑا قرینہ ہے کیونکہ آخری فقرہ یہ ہے کہ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ لہٰذا میں اپنے اجتہاد✻ سے اس کے یہ معنے سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ

﴿۲﴾

☆ اس خطاب کی مثال یہ ہے کہ جیسا کہ مصر کے بادشاہ فرعون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدّیق کا خطاب دیا کیونکہ بادشاہ نے جب دیکھا کہ اس شخص نے صدق اور پاک باطنی اور پرہیزگاری کے محفوظ رکھنے کے لئے باراں[۱۲] برس کا جیل خانہ اپنے لئے منظور کیا مگر بدکاری کی درخواست کو نہ مانا۔ بلکہ ایک لحظہ کیلئے بھی دِل پلید نہ ہوا۔ تب بادشاہ نے اس راستباز کو صدیق کا خطاب دیا جیسا کہ قرآن شریف سورۂ یوسف میں ہے۔ یُوۡسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیۡقُ[۱] معلوم ہوتا ہے کہ انسانی خطابوں میں سے پہلا خطاب وہی تھا جو حضرت یوسف کو ملا۔ منه

✻ جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا معاملہ وحی اور الہام کے ساتھ ہو وہ خوب جانتا ہے کہ ملہمین کو کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنے الہام کے معنے کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح کے الہام بہت ہیں جو مجھے کئی دفعہ ہوئے ہیں اور بعض وقت ایسا الہام ہوتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ اِس کے کیا معنے ہیں اور ایک مدت کے بعد

[۱] یوسف : ۴۷

اس جھگڑے کے فیصلہ کرنے کے لئے جو کسی حد تک پرانا ہو گیا ہے اور حد سے زیادہ تکذیب اور تکفیر ہو چکی ہے کوئی ایسا برکت اور رحمت اور فضل اور صلح کاری کا نشان ظاہر کرے گا کہ وہ انسانی ہاتھوں سے برتر اور پاک تر ہوگا۔ تب ایسی کھلی کھلی سچائی کو دیکھ کر لوگوں کے خیالات میں ایک تبدیلی واقع ہوگی اور نیک طینت آدمیوں کے کینے یکدفعہ رفع ہو جائیں گے مگر جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یہ میرا ہی خیال ہے ابھی کوئی الہامی تشریح نہیں ہے۔ میرے ساتھ خدا تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ کبھی کسی پیشگوئی میں مجھے اپنی طرف سے کوئی تشریح عنایت کرتا ہے اور کبھی مجھے میرے فہم پر ہی چھوڑ دیتا ہے مگر یہ تشریح جو ابھی میں نے کی ہے اس کی ایک خواب بھی مؤید ہے جو ابھی ۲۱؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو میں نے دیکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں محبّی اخویم مفتی محمد صادق کو دیکھا ہے اور قبل اس کے جو میں اس خواب کی تفصیل بیان کروں اس قدر لکھنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کہ مفتی محمد صادق میری

حاشیہ:

اس کے معنے کھلتے ہیں۔ مثلاً ۱۹؍ستمبر ۱۸۹۹ء کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کر کے اپنا کلام مجھ پر نازل کیا۔ **انا اخرجنا لک زروعًا یا ابراھیم** یعنی اے ابراہیم ہم تیرے لئے ربیع کی کھیتیاں اُگائیں گے۔ زروع زرع کی جمع ہے اور زرع عربی زبان میں ربیع کی کھیتی یعنی کنک وجو وغیرہ کو کہتے ہیں مگر آثار ایسے نہیں ہیں کہ یہ الہام اپنے ظاہر معنوں کے رو سے پورا ہو کیونکہ ربیع کی تخم ریزی کے ایام گویا گذر گئے لہٰذا مجھے صرف اجتہاد سے یہ معنے معلوم ہوتے ہیں کہ تجھے کیا غم ہے تیری کھیتیاں تو بہت نکلیں گی یعنی ہم تیری تمام حاجات کے متکفل ہیں۔ ایسا ہی ایک اور دوسرا الہام متشابہات میں سے ہے جو ۴؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو مجھے ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ **قیصر ہند کی طرف سے شکریہ**۔ اب یہ ایسا لفظ ہے کہ حیرت میں ڈالتا ہے کیونکہ میں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں اور ہر یک قابل پسند خدمت سے عاری اور قبل از موت اپنے تئیں مردہ سمجھتا ہوں۔ میرا شکریہ کیسا۔ سو ایسے الہام متشابہات میں سے ہوتے ہیں۔ جب تک خود خدا ان کی حقیقت ظاہر نہ کرے۔ منہ

جماعت میں سے اور میرے مخلص دوستوں میں سے ہیں جن کا گھر بھیرہ ضلع شاہ پور میں ہے۔
مگر ان دنوں میں ان کی ملازمت لاہور میں ہے۔ یہ اپنے نام کی طرح ایک محبّ صادق ہیں۔
مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے اشتہار ۶ر اکتوبر ۱۸۹۹ء میں سہواً اُن کا تذکرہ کرنا بھول گیا وہ ہمیشہ
میری دینی خدمات میں نہایت جوش سے مصروف ہیں خدا اُن کو جزاءِ خیر دے۔ اب خواب کی
تفصیل یہ ہے کہ میں نے مفتی صاحب موصوف کو خواب میں دیکھا کہ نہایت روشن اور چمکتا ہوا
اُن کا چہرہ ہے اور ایک لباس فاخرہ جو سفید ہے پہنے ہوئے ہیں اور ہم دونوں ایک بگھی میں سوار
ہیں اور وہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی کمر پر میں نے ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ یہ خواب ہے اور اس کی تعبیر
جو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے یہ ہے کہ صدق جس سے میں محبت رکھتا ہوں ایک
چمک کے ساتھ ظاہر ہوگا اور جیسا کہ میں نے صادق کو دیکھا ہے کہ اس کا چہرہ چمکتا ہے اسی طرح
وہ وقت قریب ہے کہ میں صادق سمجھا جاؤں گا اور صدق کی چمک لوگوں پر پڑے گی۔ اور ایسا ہی
۲۰ر اکتوبر ۱۸۹۹ء کو خواب میں مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس
کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے
سامنے بٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔ میں نے اِس
خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ عزیز عزت پانے والے کو کہتے ہیں اور سلطان جو خواب میں
اس لڑکے کا باپ سمجھا گیا ہے۔ یہ لفظ یعنی سلطان عربی زبان میں اس دلیل کو کہتے ہیں کہ
جو ایسی بیّن الظہور ہو جو باعث اپنے نہایت درجہ کے روشن ہونے کے دِلوں پر اپنا
تسلط کر لے۔ گویا سلطان کا لفظ تسلط سے لیا گیا ہے اور سلطان عربی زبان میں ہر ایک قسم کی
دلیل کو نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دِلوں
پر قبضہ کر لے اور طبائع سلیمہ پر اُس کا تسلط تام ہو جائے۔ پس اس لحاظ سے کہ خواب میں
عزیز جو سلطان کا لڑکا معلوم ہوا اِس کی یہ تعبیر ہوئی کہ ایسا نشان جو لوگوں کے

دلوں پر تسلط کرنے والا ہوگا ظہور میں آئے گا اور اس نشان کے ظہور کا نتیجہ جس کو دوسرے لفظوں میں اس نشان کا بچہ کہہ سکتے ہیں دلوں میں میرا عزیز ہونا ہوگا جس کو خواب میں عزیز کی تمثل سے ظاہر کیا گیا پس خدا نے مجھے یہ دکھلایا ہے کہ قریب ہے جو سلطان ظاہر ہو یعنی دِلوں پر تسلط کرنے والا نشان جس سے سلطان کے لفظ کا اشتقاق ہے اور اس کا لازمی نتیجہ جو اس کے فرزند کی طرح ہے عزیز ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس انسان سے وہ نشان ظاہر ہو جس کو سلطان کہتے ہیں جو دلوں پر ایسا تسلط اور قبضہ رکھتا ہے۔ جیسا کہ ظاہری سلطان جس کو بادشاہ کہتے ہیں رعایا پر تسلط رکھتا ہے تو ضرور ہے کہ ایسے نشان کے ظہور سے اس کا اثر بھی ظاہر ہو یعنی دلوں پر تسلط اُس نشان کا ہوکر صاحب نشان لوگوں کی نظر میں عزیز بن جائے اور جبکہ عزیز بننے کا موجب اور علت سلطان ہی ہوا یعنی ایسی دلیل روشن جو دلوں پر تسلط کرتی ہے تو اِس میں کیا شک ہے کہ عزیز ہونا سلطان کے لئے بطور فرزند کے ہوا کیونکہ عزیز ہونے کا باعث سلطان ہی ہے جس نے دلوں پر تسلط کیا اور تسلط سے پھر یہ عزیز کی کیفیت پیدا ہوئی سو خدا تعالیٰ نے مجھ کو دکھلایا کہ ایسا ہی ہوگا اور ایک نشان دِلوں کو پکڑنے والا اور دِلوں پر قبضہ کرنے والا اور دلوں پر تسلط رکھنے والا ظاہر ہوگا جس کو سلطان کہتے ہیں اور اس سلطان سے پیدا ہونے والا عزیز ہوگا یعنی عزیز ہونا سلطان کا لازمی نتیجہ ہوگا کیونکہ نتیجہ بھی عربی زبان میں بچہ کو کہتے ہیں۔ **فقط**

الراقم

مرزا غلام احمد از قادیان

۲۲/ اکتوبر ۱۸۹۹ء

تعداد ۱۰۰۰ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

﴿۱﴾

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۵

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم نحمدهٗ و نصلی علٰی رسولہِ الکریم

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو	کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں	نہیں راہ اُسکی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو	اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کے لئے ایک دعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست

اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال قادر قدوس حیّ و قیّوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے تیرے قدرت کے کام کبھی رُک نہیں سکتے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے۔ تو نے ہی اِس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ ’’اُٹھ کہ میں نے تجھے اِس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا‘‘۔ اور تو نے ہی مجھے کہا کہ ’’تو میری نظر میں منظور ہے۔ میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں‘‘۔ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ ’’تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا‘‘۔ اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ ’’تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید‘‘۔ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ ’’میں نے لوگوں کی دعوت کے لئے تجھے منتخب کیا۔ ان کو کہہ دے کہ میں تم سب

کی طرف بھیجا گیا ہوں اور سب سے پہلا مومن ہوں۔‘‘ اور تو نے ہی مجھے کہا کہ ’’میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا اسلام کو تمام قوموں کے آگے روشن کر کے دکھلاؤں اور کوئی مذہب اُن تمام مذہبوں میں سے جو زمین پر ہیں برکات میں، معارف میں، تعلیم کی عمدگی میں، خدا کی تائیدوں میں خدا کے عجائب غرائب نشانوں میں اسلام سے ہمسری نہ کر سکے۔‘‘ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ ’’تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا‘‘۔

مگر اے میرے قادر خدا تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا۔ اور مجھے مفتری سمجھا۔ اور میرا نام کافر اور کذاب اور دجال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں اور طرح طرح کی دل آزار باتوں سے مجھے ستایا گیا اور میری نسبت یہ بھی کہا گیا کہ ’’حرام خور لوگوں کا مال کھانے والا، وعدوں کا تخلف کرنے والا، حقوق کو تلف کرنے والا، لوگوں کو گالیاں دینے والا عہدوں کو توڑنے والا، اپنے نفس کے لئے مال کو جمع کرنے والا اور شریر اور خونی ہے‘‘۔

یہ وہ باتیں ہیں جو خود اُن لوگوں نے میری نسبت کہیں جو مسلمان کہلاتے اور اپنے تئیں اچھے اور اہل عقل اور پرہیز گار جانتے ہیں۔ اور اُن کا نفس اِس بات کی طرف مائل ہے کہ درحقیقت جو کچھ وہ میری نسبت کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور انہوں نے صدہا آسمانی نشان تیری طرف سے دیکھے مگر پھر بھی قبول نہیں کیا۔ وہ میری جماعت کو نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک اُن میں سے جو بدزبانی کرتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے ثواب کا کام کر رہا ہے۔ سواے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا مقبول ہوں۔ اور جس سے اُن کا ایمان قوی ہو۔ اور وہ تجھے پہچانیں اور تجھ سے ڈریں اور تیرے اِس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی ان کے اندر پیدا ہو اور زمین پر

﴿۲﴾

پاکی اور پرہیز گاری کا اعلیٰ نمونہ دکھلاویں اور ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں اور اِس طرح پر تمام قومیں جو زمین پر ہیں تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں اور سمجھیں کہ تو اپنے اِس بندے کے ساتھ ہے اور دنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اس بجلی کی طرح دکھلائی دے کہ جو ایک لحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی اور شمال و جنوب میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے لیکن اگر اے پیارے مولیٰ میری رفتار تیری نظر میں اچھی نہیں ہے تو مجھ کو اِس صفحۂ دنیا سے مٹا دے تا میں بدعت اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں۔

میں اِس درخواست کے لئے جلدی نہیں کرتا تا میں خدا کے امتحان کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاؤں لیکن میں عاجزی سے اور حضرت ربوبیت کے ادب سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر میں اُس عالی جناب کا منظورِ نظر ہوں تو تین سال کے اندر کسی وقت میری اس دعا کے موافق میری تائید میں کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ ہو جیسا کہ آفتاب کے طلوع اور غروب کو انسانی تدبیروں سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اگرچہ اے میرے خداوند یہ سچ ہے کہ تیرے نشان انسانی ہاتھوں سے بھی ظہور میں آتے ہیں لیکن اِس وقت میں اِسی بات کو اپنی سچائی کا معیار قرار دیتا ہوں کہ وہ نشان انسانوں کے تصرفات سے بالکل بعید ہو تا کوئی دشمن اس کو انسانی منصوبہ قرار نہ دے سکے۔ سوائے میرے خدا تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ اگر تو چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو میرا ہے جیسا کہ میں تیرا ہوں تیری جناب میں الحاح سے دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور اگر یہ سچ ہے کہ تو نے ہی مجھے بھیجا ہے تو تُو میری تائید میں اپنا کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو پبلک کی نظر میں انسانوں کے ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے برتر یقین کیا جائے

تا لوگ سمجھیں کہ میں تیری طرف سے ہوں۔

اے میرے قادر خدا! اے میرے توانا اور سب قوتوں کے مالک خداوند! تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں اور کسی جن اور بھوت کو تیری سلطنت میں شرکت نہیں۔ دنیا میں ہر ایک فریب ہوتا ہے اور انسانوں کو شیاطین بھی اپنے جھوٹے الہامات سے دھوکہ دیتے ہیں مگر کسی شیطان کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ تیرے نشانوں اور تیرے ہیبت ناک ہاتھ کے آگے ٹھہر سکے یا تیری قدرت کی مانند کوئی قدرت دکھلا سکے کیونکہ تو وہ ہے جس کی شان **لَا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ** ہے اور جو **اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْم** ہے۔ جو لوگ شیطان سے الہام پاتے ہیں ان کے الہاموں کے ساتھ کوئی قادرانہ غیب گوئی کی روشنی نہیں ہوتی جس میں الوہیت کی قدرت اور عظمت اور ہیبت بھری ہوئی ہو۔ وہ تُو ہی ہے جس کی قوت سے تمام تیرے نبی تحدی کے طور پر اپنے معجزانہ نشان دکھلاتے رہے ہیں اور بڑی بڑی پیشگوئیاں کرتے رہے ہیں جن میں اپنا غلبہ اور مخالفوں کی درماندگی پہلے سے ظاہر کی جاتی تھی۔ تیری پیشگوئیوں میں تیرے جلال کی چمک ہوتی ہے اور تیری الوہیت کی قدرت اور عظمت اور حکومت کی خوشبو آتی ہے اور تیرے مرسلوں کے آگے فرشتہ چلتا ہے تا ان کی راہ میں کوئی شیطان مقابلہ کے لئے ٹھہر نہ سکے۔ مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ عیسوی سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ عیسوی تک پورے ہو جائیں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے اِس بندہ کو اُن لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا اور اُن تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا جو میرے

﴿۳﴾

پر لگائے جاتے ہیں۔ دیکھ! میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کررہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں اور جس کو تو نے بھیجا ہے اُس کی تکذیب کر کے ہدایت سے دور نہ پڑ جائیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور میری تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج اور چاند کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں پیشگوئی کی تاریخوں کے موافق گرہن میں آویں اور تو نے وہ تمام نشان جو ایک سو سے زیادہ ہیں میری تائید میں دکھلائے جو میرے رسالہ تریاق القلوب میں درج ہیں۔

تو نے مجھے وہ چوتھا لڑکا عطا فرمایا جس کی نسبت میں نے پیشگوئی کی تھی کہ عبد الحق غزنوی حال امرتسری نہیں مرے گا جب تک وہ لڑکا پیدا نہ ہولے۔ سو وہ لڑکا اُس کی زندگی میں ہی پیدا ہو گیا۔ میں اُن نشانوں کو شمار نہیں کرسکتا جو مجھے معلوم ہیں۔ میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے اِس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اُچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔ اس لئے نہ میں نے بلکہ میری روح نے اِس بات پر زور دیا کہ میں یہ دعا کروں کہ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور اگر تیرا غضب میرے پر نہیں ہے اور اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندہ کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔

دیکھ! میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اُٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر اور کاذب نہیں ہوں تو

اِن تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالا تر ہو۔ جبکہ تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں۔ تبھی سے میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے۔ اور میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔ اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن اور صلح کاری پھیلے اور تا لوگ یقین کریں کہ تو موجود ہے اور دعاؤں کو سنتا اور اُن کی طرف جو تیری طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے۔ اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف ہر روز میری آنکھ رہے گی جب تک آسمان سے تیری نصرت نازل ہو۔ اور میں کسی مخالف کو اِس اشتہار میں مخاطب نہیں کرتا اور نہ اُن کو کسی مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں۔

یہ میری دعا تیری ہی جناب میں ہے کیونکہ تیری نظر سے کوئی صادق یا کاذب غائب نہیں ہے۔ میری روح گواہی دیتی ہے کہ تو صادق کو ضائع نہیں کرتا اور کاذب تیری جناب میں کبھی عزت نہیں پا سکتا اور وہ جو کہتے ہیں کہ کاذب بھی نبیوں کی طرح تحدی کرتے ہیں اور ان کی تائید اور نصرت بھی ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ راستباز نبیوں کی وہ جھوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبوت کے سلسلہ کو مشتبہ کر دیں بلکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے اور تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔ تیری نصرت اور تائید اور تیرا فضل اور رحمت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے۔ آمین ثم آمین۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیاں ۵؍ نومبر ۱۸۹۹ء

تعداد ۳۰۰۰۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیاں

﴿۴﴾

اپنی جماعت کے لئے اِطلاع

یادرہے کہ یہ اشتہار محض اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ تا میری جماعت خدا کے آسمانی نشانوں کو دیکھ کر ایمان اور نیک عملوں میں ترقی کرے اور ان کو معلوم ہو کہ وہ ایک صادق کا دامن پکڑ رہے ہیں نہ کاذب کا۔ اور تا وہ راستبازی کے تمام کاموں میں آگے بڑھیں اور اُن کا پاک نمونہ دنیا میں چمکے۔

اِن دنوں میں وہ چاروں طرف سے سن رہے ہیں کہ ہر ایک طرف سے مجھ پر حملے ہوتے ہیں اور نہایت اصرار سے مجھ کو کافر اور دجال اور کذاب کہا جاتا ہے اور قتل کرنے کے لئے فتوے لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کو چاہیے کہ صبر کریں اور گالیوں کا گالیوں کے ساتھ ہرگز جواب نہ دیں اور اپنا نمونہ اچھا دکھاویں کیونکہ اگر وہ بھی ایسی ہی درندگی ظاہر کریں جیسا کہ اُن کے مقابل پر کی جاتی ہے تو پھر اُن میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے۔ اِس لئے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ہرگز اپنا اجر پا نہیں سکتے جب تک صبر اور تقویٰ اور عفو اور درگذر کی خصلت سب سے زیادہ اُن میں نہ پائی جائے۔

اگر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں تو کیا یہ نئی بات ہے؟ کیا اِس سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کو ایسا ہی نہیں کہا گیا؟ اگر مجھ پر بہتان لگائے جاتے ہیں تو کیا اس سے پہلے خدا کے رسولوں اور راستبازوں پر الزام نہیں لگائے گئے؟ کیا حضرت موسیٰ پر یہ اعتراض نہیں ہوئے کہ اُس نے دھوکہ دے کر ناحق مصریوں کا مال کھایا اور جھوٹ بولا کہ ہم عبادت کے لئے جاتے ہیں اور جلد واپس آئیں گے اور عہد توڑا اور کئی شیرخوار بچوں کو قتل کیا؟ اور کیا حضرت داؤد کی نسبت نہیں کہا گیا کہ

اُس نے ایک بیگانہ کی عورت سے بدکاری کی اور فریب سے اوریا نام ایک سپہ سالار کو قتل کرا دیا اور بیت المال میں ناجائز دست اندازی کی؟ اور کیا ہارون کی نسبت یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ اُس نے گوسالہ پرستی کرائی؟ اور کیا یہودی اب تک نہیں کہتے کہ یسوع مسیح نے دعویٰ کیا تھا کہ میں داؤد کا تخت قائم کرنے آیا ہوں اور یسوع کے اِس لفظ سے بجز اِس کے کیا مراد تھی کہ اُس نے اپنے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کی تھی جو پوری نہ ہوئی؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔ یہودی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ ابھی بعض لوگ زندہ موجود ہوں گے کہ میں واپس آؤں گا مگر یہ پیشگوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی اور وہ اب تک واپس نہیں آیا۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اُمور پر جاہلوں کے اعتراض ہیں جیسا کہ حدیبیہ کے واقعہ پر بعض نادان مرتد ہو گئے تھے۔ اور کیا اب تک پادریوں اور آریوں کی قلموں سے وہ تمام جھوٹے الزام ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت شایع نہیں ہوتے جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔

غرض مخالفوں کا کوئی بھی میرے پر ایسا اعتراض نہیں جو مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں پر نہیں کیا گیا۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ جب تم ایسی گالیاں اور ایسے اعتراض سنو تو غمگین اور دلگیر مت ہو کیونکہ تم سے اور مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت یہی لفظ بولے گئے ہیں۔ سو ضرور تھا کہ خدا کی وہ تمام سنتیں اور عادتیں جو نبیوں کی نسبت وقوع میں آ چکی ہیں ہم میں پوری ہوں۔

ہاں یہ درست بات ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے جب کہ ہم دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں اور ہمارا صدق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور ہماری راہ کے آگے صدہا اعتراضات کے پتھر پڑ جائیں تو ہم اپنے خدا کے آگے روئیں اور اُس کی جناب میں تضرعات کریں اور اُس کے نام کی زمین پر

تقدیس چاہیں اور اس سے کوئی ایسا نشان مانگیں جس کی طرف حق پسندوں کی گردنیں جھک جائیں۔ سو اِسی بنا پر میں نے یہ دعا کی ہے۔ مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں **ربّ انّی مغلوب** مگر بغیر **فَانتصر** کے۔ اور میری روح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سنے گا اور میرے لئے ضرور کوئی ایسا رحمت اور امن کا نشان ظاہر کر دے گا کہ جو میری سچائی پر گواہ ہو جائے گا۔

میں اِس وقت کسی دوسرے کو مقابلہ کے لئے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل کرتا ہوں بلکہ جیسا کہ میں تمام اُن لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ ایشیا کے رہنے والے ہیں اور خواہ یورپ کے اور خواہ امریکہ کے۔ ایسا ہی میں عام اغراض کی بنا پر بغیر اِس کے کہ کسی زید یا بکر کا میرے دِل میں تصوّر ہو خدا تعالیٰ سے ایک آسمانی شہادت چاہتا ہوں جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ اور یہ فقط دعائیہ اشتہار ہے جو خدا تعالیٰ کی شہادت طلب کرنے کے لئے میں لکھتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں اُس کی نظر میں صادق نہیں ہوں تو اس تین برس کے عرصہ تک جو ۱۹۰۲ء تک ختم ہوں گے۔ میری تائید میں ایک ادنیٰ قسم کا نشان بھی ظاہر نہیں ہوگا اور اِس پر میرا کذب ظاہر ہو جائے گا اور لوگ میرے ہاتھ سے مَخلصی پائیں گے۔ اور اگر اِس مدت تک میرا صدق ظاہر ہو جائے جیسا کہ مجھے یقین ہے تو بہت سے پردے جو دِلوں پر ہیں اُٹھ جائیں گے۔ میری یہ دعا بدعت نہیں ہے بلکہ ایسی دعا کرنا اسلام کی عبادات میں سے ہے جو نمازوں میں ہمیشہ پنج وقت مانگی جاتی ہے کیونکہ ہم نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [۱]

[۱] الفاتحة:٦،٧

اِس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنے ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں۔ نبیوں کا کمال۔ صدّیقوں کا کمال۔ شہیدوں کا کمال۔ صلحاء کا کمال۔ سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو۔ اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اُس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں۔ اور اُس صدیق کے صدق پر گواہی دیں اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دور ہو جائے اور مجسّم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں یہ دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اُس میں ایمان بھی نہیں۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنج وقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اِس طرح پر زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے کہ جب وہ یہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے۔ حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھایا تھا۔ دیکھو متی باب ۱۸ آیت ۹۔
”پس تم اسی طرح دعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو“۔

والسلام

راقم

مرزا **غلام احمد** از قادیاں ضلع گورداسپور پنجاب ۵/نومبر ۱۸۹۹ء

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحمَدہٗ و نصلّی عَلٰی رسولہِ الکریم

اشتہار واجب الاظہار

اپنی جماعت کے لئے اور گورنمنٹ عالیہ کی توجہ کے لئے

چونکہ اب مردم شماری کی تقریب پر سرکاری طور پر اِس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک فرقہ جو دوسرے فرقوں سے اپنے اصولوں کے لحاظ سے امتیاز رکھتا ہے علیحدہ خانہ میں اس کی خانہ پوری کی جائے اور جس نام کو اِس فرقہ نے اپنے لئے پسند اور تجویز کیا ہے وہی نام سرکاری کاغذات میں اس کا لکھا جائے اس لئے ایسے وقت میں قرین مصلحت سمجھا گیا ہے کہ اپنے فرقہ کی نسبت ان دونوں باتوں کو گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں یاد دلایا جائے اور نیز اپنی جماعت کو ہدایت کی جائے کہ وہ مندرجہ ذیل تعلیم کے موافق استفسار کے وقت لکھوائیں۔ اور جو شخص بیعت کرنے کے لئے مستعد ہے گو ابھی بیعت نہیں کی اُس کو بھی چاہیے کہ اس ہدایت کے موافق اپنا نام لکھوائے اور پھر مجھے کسی وقت اپنی بیعت سے اطلاع دیدے۔

یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس

فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اِس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں یا دین کے بغض اور دشمنی کی وجہ سے کسی کو قتل کیا جائے یا کسی اور نوع کی ایذا دی جائے یا کسی انسانی ہمدردی کا حق بوجہ کسی اجنبیت مذہب کے ترک کیا جائے یا کسی قسم کی بے رحمی اور تکبر اور لاپروائی دکھلائی جائے بلکہ جو شخص عام مسلمانوں میں سے ہماری جماعت میں داخل ہو جائے اُس کا پہلا فرض یہی ہے کہ جیسا کہ وہ قرآن شریف کی سورۃ فاتحہ میں پنج وقت اپنی نماز میں یہ اقرار کرتا ہے کہ خدا ربّ العالمین ہے اور خدا رحمٰن ہے اور خدا رحیم ہے اور خدا ٹھیک ٹھیک انصاف کرنے والا ہے۔ یہی چاروں صفتیں اپنے اندر بھی قائم کرے۔ ورنہ وہ اس دعا میں کہ اسی سورۃ میں پنج وقت اپنی نماز میں کہتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ[1] یعنی اے ان چار صفتوں والے اللہ میں تیرا ہی پرستار ہوں اور تو ہی مجھے پسند آیا ہے سراسر جھوٹا ہے۔ کیونکہ خدا کی ربوبیت یعنی نوع انسان اور نیز غیر انسان کا مربی بننا اور ادنیٰ سے ادنیٰ جانور کو بھی اپنی مربیانہ سیرت سے بے بہرہ نہ رکھنا یہ ایک ایسا امر ہے کہ اگر ایک خدا کی عبادت کا دعویٰ کرنے والا خدا کی اس صفت کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کو پسند کرتا ہے یہاں تک کہ کمال محبت سے اِس الٰہی سیرت کا پرستار بن جاتا ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ وہ آپ بھی اس صفت اور سیرت کو اپنے اندر حاصل کرلے تا اپنے محبّ کے رنگ میں آجائے۔

ایسا ہی خدا کی رحمانیت یعنی بغیر عوض کسی خدمت کے مخلوق پر رحم کرنا یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ سچا عابد جس کو یہ دعویٰ ہے کہ میں خدا کے نقشِ قدم پر چلتا ہوں ضرور یہ خُلق بھی اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔

[1] الفاتحة:۵

ایسا ہی خدا کی رحیمیت یعنی کسی کے نیک کام میں اس کام کی تکمیل کے لئے مدد کرنا۔ یہ بھی ایک ایسا امر ہے کہ سچا عابد جو خدائی صفات کا عاشق ہے اس صفت کو اپنے اندر حاصل کرتا ہے۔ ایسا ہی خدا کا انصاف جس نے ہر ایک حکم عدالت کے تقاضا سے دیا ہے نہ نفس کے جوش سے یہ بھی ایک ایسی صفت ہے کہ سچا عابد کہ جو تمام الٰہی صفات اپنے اندر لینا چاہتا ہے اس صفت کو چھوڑ نہیں سکتا اور راستباز کی خود بھاری نشانی یہی ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کے لئے اِن چار صفتوں کو پسند کرتا ہے ایسا ہی اپنے نفس کے لئے بھی یہی پسند کرے لہٰذا خدا نے سورۃ فاتحہ میں یہی تعلیم کی تھی جس کو اس زمانہ کے مسلمان ترک کر بیٹھے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ دنیا میں اکثر مسلمان باستثناء قدر قلیل کے دو قسم کے ہیں۔ ﴿۲﴾

ایک[۱] وہ علماء جو آزادی کے ملکوں میں رہ کر علانیہ جہاد کی تعلیم کرتے اور مسلمانوں کو اِس کے لئے ابھارتے ہیں اور اُن کے نزدیک بڑا کام دینداری کا یہی ہے کہ نوع انسان کو مذہب کے لئے قتل کیا جائے۔ وہ اِس بات کو سنتے ہی نہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[۱] یعنی دین کو جبر سے شائع نہیں کرنا چاہیے۔

(۲) دوسرا فرقہ مسلمانوں کا یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ خفیہ طور پر تو اُس پہلے فرقہ کے ہم رنگ ہیں مگر کسی گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے تقریراً یا تحریراً ظاہر کرتے رہتے ہیں کہ ہم جہاد کے مخالف ہیں۔ اُن کے امتحان کا ایک سہل طریق ہے مگر اس جگہ اِس کے لکھنے کا موقع نہیں۔ جس شخص کو خدا نے قوت کانشنس عطا کی ہے اور نورِ قلب بخشا ہے وہ ایسے لوگوں کو اِس طرح پر پہچان لے گا کہ اُن کے عام تعلقات کس قسم کے لوگوں سے ہیں۔ مگر اس جگہ ہمارا مدعا صرف اپنا مشن بیان کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم ایسے جہادوں کے سخت مخالف اور نہایت سخت مخالف ہیں۔ ہمارے اِس الٰہی فرقہ

[۱] البقرۃ:۲۵۷

کی مختصر طور پر لائف یہ ہے کہ خدا نے پہلی قوموں کو دُنیا سے اُٹھا کر دنیا کو نیکی کا سبق دینے کے لئے ابراہیم کی نسل سے دو سلسلے شروع کئے ایک سلسلہ موسوی جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم کیا گیا۔ دوسرا سلسلہ مثیلِ موسیٰ یعنی سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا کے اس وعدہ کے موافق ہے جو توریت استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ میں کیا گیا تھا۔ یہ سلسلہ سلسلہ موسویہ کی ایک پوری نقل ہے جو مثیل موسیٰ سے شروع ہو کر مثیل مسیح تک ختم ہوا اور عجیب تر یہ کہ جو مدت خدا نے موسیٰ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک رکھی تھی یعنی چودہ سو برس اسی مدت کی مانند اس سلسلہ کی مدت بھی رکھی گئی اور موسوی خلافت کا سلسلہ جس نبی پر ختم ہوا یعنی مسیح پر نہ وہ بنی اسرائیل میں سے پیدا ہوا کیونکہ اس کا کوئی اسرائیلی باپ نہ تھا اور نہ وہ موسیٰ اور یشوعا کی طرح تلوار کے ساتھ ظاہر ہوا اور نہ وہ ایسے ملک اور وقت میں جس میں اسرائیلی سلطنت ہوتی پیدا ہوا بلکہ وہ رومی سلطنت کے ایام میں ان اسرائیلی آبادیوں میں وعظ کرتا رہا جو پیلاطوس کے علاقہ میں تھیں۔

اب جب کہ پہلے مسیح نے نہ تلوار اُٹھائی اور نہ وہ بوجہ نہ ہونے باپ کے بنی اسرائیل میں سے تھا اور نہ اسرائیلی سلطنت کو اس نے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اِس لئے دوسرا مسیح جو انجیل متی ۱۷ باب آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ کے رو سے پہلے مسیح کے رنگ اور طریق پر آنا چاہیے تھا جیسا کہ یوحنا نبی ایلیا کے رنگ پر آیا تھا ضرور تھا کہ وہ بھی قریش میں سے نہ ہوتا جیسا کہ یسوع مسیح بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا اور ضرور تھا کہ دوسرا مسیح اسلامی سلطنت کے اندر پیدا نہ ہوتا اور ایسی سلطنت کے ماتحت مبعوث ہوتا جو رومی سلطنت کے مشابہ ہوتی سو ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ جہاں تک ہمیں علم ہے ہم جانتے ہیں کہ ہماری یہ سلطنت برطانیہ (خدا اِس پر

دین و دنیا میں فضل کرے) رومی سلطنت سے نہایت درجہ مشابہ ہے۔

اور ضرور تھا کہ دوسرا مسیح بھی تلوار کے ساتھ نہ آتا اور اس کی بادشاہت صرف آسمان میں ہوتی سو ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا نے مجھے تلوار کے ساتھ نہیں بھیجا اور نہ مجھے جہاد کا حکم دیا بلکہ مجھے خبر دی کہ تیرے ساتھ آشتی اور صلح پھیلے گی۔ ایک درندہ بکری کے ساتھ صلح کرے گا اور ایک سانپ بچوں کے ساتھ کھیلے گا۔ یہ خدا کا ارادہ ہے گو لوگ تعجب کی راہ سے دیکھیں۔ ﴿۳﴾

غرض میں اِس لئے ظاہر نہیں ہوا کہ جنگ و جدل کا میدان گرم کروں بلکہ اِس لئے ظاہر ہوا ہوں کہ پہلے مسیح کی طرح صلح اور آشتی کے دروازے کھول دوں۔ اگر صلح کاری کی بنیاد درمیان نہ ہو تو پھر ہمارا سارا سلسلہ فضول ہے اور اس پر ایمان لانا بھی فضول۔

حقیقت یہ ہے کہ پہلا مسیح بھی اُس☆ وقت آیا تھا جب یہود میں خانہ جنگیاں کثرت سے پھیل گئی تھیں۔ اور اُن کے گھر ظلم اور تعدی سے بھر گئے تھے اور سخت دِلی اُن کی عادت ہوگئی تھی اور سرحدی افغانوں کی طرح وہ لوگ بھی

☆ پہلے مسیح کو جو خدا بنایا گیا یہ کوئی صحیح اور واقعی امر نہیں تھا تا دوسرے مسیح میں اس کی مشابہت تلاش کی جائے بلکہ انسانی غلطیوں میں سے یہ بھی ایک غلطی تھی اور اصل فلاسفی اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کوئی نبی نبیوں میں سے خدا کا پیارا نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی ولی ولیوں میں سے اُس کا محبوب ٹھہر سکتا ہے جب تک کہ ایک مرتبہ موت کا خوف یا موت کے مشابہ اس پر ایک واقعہ وارد نہ ہولے۔ اور اسی پر سنت اللہ قدیم سے جاری ہے۔ جب ابراہیم آگ میں ڈالا گیا تو کیا یہ نظارہ صلیب کے واقعہ سے کچھ کم تھا اور جب اس کو حکم ہوا کہ تو اپنے پیارے فرزند کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر۔ تو کیا یہ واقعہ ابراہیم کے لئے اور اس کے اس فرزند کے لئے جس پر چھری چلائی گئی سولی کی دہشت سے کچھ کم درجہ پر تھا؟ اور یعقوب کے خوف کا وہ نظارہ جبکہ اس کو سنایا گیا کہ تیرا پیارا فرزند یوسف بھیڑیئے کا لقمہ ہوگیا اور اس کے

دوسروں کو قتل کر کے بڑا ثواب سمجھتے تھے گویا بہشت کی کنجی بے گناہ انسانوں کو قتل کرنا تھا۔ تب خدا نے حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد اپنا مسیح اُن میں بھیجا جو لڑائیوں کا سخت مخالف تھا وہ درحقیقت صلح کا شہزادہ تھا اور صلح کا پیغام لایا لیکن بدقسمت یہودیوں نے اس کا قدر نہ کیا اس لئے خدا کے غضب نے عیسیٰ مسیح کو اسرائیلی نبوت کے لئے آخری اینٹ کر دیا۔ اور اُس کو بے باپ پیدا کر کے سمجھا دیا کہ اب نبوت اسرائیل میں سے گئی۔ تب خداوند نے یہودیوں کو نالائق پا کر ابراہیم کے دوسرے فرزند کی طرف رخ کیا یعنی اسماعیل کی اولاد میں سے پیغمبر آخر الزمان پیدا کیا۔ یہی مثیل موسیٰ تھا جس کا نام محمدؐ ہے۔ اس نام کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ خدا جانتا تھا کہ بہت سے نافہم مذمت کرنے والے پیدا ہوں گے اس لئے اس نے اس کا نام محمدؐ رکھ دیا۔ جبکہ آنحضرت شکم آمنہ عفیفہ میں تھے تب فرشتہ نے آمنہ پر ظاہر ہو کر کہا تھا کہ تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے جو عظیم الشان نبی ہوگا۔ اس کا نام محمدؐ رکھنا۔

بقیہ حاشیہ: آگے یوسف کا مصنوعی طور پر خون آلودہ کرتہ ڈال دیا گیا اور پھر مدت دراز تک یعقوب کو ایک مسلسل غم میں ڈالا گیا کیا یہ نظارہ بھی کچھ کم تھا؟ اور جب یوسف کو مشکیں باندھ کر کوئیں میں پھینک دیا گیا تو کیا یہ دردناک نظارہ اس نظارہ سے کچھ کم تھا جب مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا؟ اور پھر کیا نبی آخر الزمان کی مصیبت کا وہ نظارہ کہ جب غار ثور کا ننگی تلواروں کے ساتھ محاصرہ کیا گیا کہ اسی غار میں وہ شخص ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کو پکڑو اور قتل کرو تو کیا یہ نظارہ اپنی رُعب ناک کیفیت میں صلیبی نظارہ سے کچھ کم تھا؟ اور کیا ابھی اِسی زمانہ کا یہ نظارہ کہ جب ڈاکٹر مارٹن کلارک نے مثیل مسیح پر جو یہی عاجز ہے اقدام قتل کا ایک جھوٹا دعویٰ کیا۔ اور تینوں قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں سے سربرآوردہ علماء کوشش کرتے تھے کہ یہ سزا پاوے۔ تو کیا یہ نظارہ مسیح کے صلیبی نظارہ سے کچھ مشابہت

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کی طرح اپنی قوم کے راستبازوں کو درندوں اور خونیوں سے نجات دی اور موسیٰ کی طرح اُن کو مکہ سے مدینہ کی طرف کھینچ لایا اور ابوجہل کو جو اس اُمّت کا فرعون تھا بدر کے میدانِ جنگ میں ہلاک کیا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت باب ۱۸ آیت ۱۸ کے وعدہ کے موافق موسیٰ کی طرح ایک نئی شریعت ان لوگوں کو عطا کی جو کئی سو برس سے جاہل اور وحشی چلے آتے تھے اور جیسے بنی اسرائیل چارسو برس تک فرعون کی غلامی میں رہ کر وحشیوں کی طرح ہو گئے تھے۔ یہ لوگ بھی عرب کے جنگلوں میں رہ کر اُن سے کم نہ تھے بلکہ وحشیانہ حالت میں بہت بڑھ گئے تھے یہاں تک کہ حلال حرام میں بھی کچھ فرق نہیں کر سکتے تھے۔ پس ان لوگوں کے لئے قرآن شریف بالکل ایک نئی شریعت تھی اور اُسی شریعت کے موافق تھی جو کوہ سینا پر بنی اسرائیل کو ملی تھی۔

تیسری[۳] مماثلت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ سے یہ تھی کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے فرعون کو ہلاک کر کے اپنی قوم کو سلطنت عطا کی

بقیہ حاشیہ

نہیں رکھتا تھا؟ پس سچ بات یہ ہے کہ ہر یک جو خدا کے پیار کا دعویٰ کرتا ہے ایک وقت میں ایک حالت موت کے مشابہ ضرور اُس پر آجاتی ہے سو اسی سنت اللہ کے موافق مسیح پر بھی وہ حالت آگئی مگر جتنی نظیریں ہم نے پیش کی ہیں وہ گواہی دے رہی ہیں کہ اُن تمام نبیوں میں سے ایسے امتحان کے وقت کوئی بھی نبی ہلاک نہیں ہوا۔ آخر قریب موت پہنچ کر جبکہ اُن کی روحوں سے ایلی ایلی لما سبقتنی کا نعرہ نکلا تب یک مرتبہ خدا کے فضل نے ان کو بچا لیا۔ پس جس طرح ابراہیم آگ سے اور یوسف کوئیں سے اور ابراہیم کا ایک پیارا بیٹا ذبح سے اور اسماعیل پیاس کی موت سے بچ گیا۔ اِسی طرح مسیح بھی صلیب سے بچ گیا۔ وہ موت کا حملہ ہلاک کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ ایک نشان دکھلانے کے لئے تھا۔ منہ

تھی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مثیل فرعون یعنی ابوجہل کو جو والی مکہ سمجھا جاتا تھا اور عرب کے نواح کا فرماں روا تھا ہلاک کر کے اپنی قوم کو سلطنت عطا کی اور جیسا کہ موسیٰ نے کسی پہلے نبی سے اصطباغ نہیں پایا خود خدا نے اس کو سکھلایا۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استاد بھی خدا تھا کسی نبی کی مریدی اختیار نہیں کی۔

غرض ان چار باتوں میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام میں مماثلت تھی اور میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ کا سلسلہ ایک ایسے نبی پر ختم ہوا جو چودہ سو برس کے ختم ہونے پر آیا اور باپ کے رو سے بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا اور نہ جہاد کے ساتھ ظاہر ہوا تھا اور نہ اسرائیلی سلطنت کے اندر پیدا ہوا۔

یہی تمام باتیں خدا نے محمدی مسیح کے لئے پیدا کیں۔ چودھویں صدی کے سر پر مجھے مامور کرنا اسی حکمت کے لئے تھا کہ تا اسرائیلی مسیح اور محمدی مسیح اُس فاصلہ کے رُو سے جو اُن میں اور اُن کے مورث اعلیٰ میں ہے باہم مشابہ ہوں۔ اور مجھے خدا نے قریش میں سے بھی پیدا نہیں کیا تا پہلے مسیح سے یہ مشابہت بھی حاصل ہو جائے کیونکہ وہ بھی بنی اسرائیل میں سے نہیں اور میں تلوار کے ساتھ بھی ظاہر نہیں ہوا اور میری بادشاہت آسمانی ہے اور یہ بھی اس لئے ہوا کہ تا وہ مشابہت قائم رہے اور میں انگریزی سلطنت کے ماتحت مبعوث کیا گیا اور یہ سلطنت رومی سلطنت کے مشابہ ہے اور مجھے اُمید ہے کہ اس سلطنت کے میرے ساتھ شاہانہ اخلاق رومی سلطنت سے بہتر ظاہر ہوں گے ﴿۴﴾ اور میری تعلیم وہی ہے جو میں اشتہار ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء میں ملک میں شائع کر چکا ہوں اور وہ یہ کہ اُسی خدا کو مانو جس کے وجود پر توریت اور انجیل اور قرآن تینوں متفق ہیں۔

کوئی ایسا خدا اپنی طرف سے مت بناؤ جس کا وجود ان تینوں کتابوں کی متفق علیہ شہادت سے ثابت نہیں ہوتا۔ وہ بات مانو جس پر عقل اور کانشنس کی گواہی ہے اور خدا کی کتابیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں۔ خدا کو ایسے طور سے نہ مانو جس سے خدا کی کتابوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ زنا نہ کرو، جھوٹ نہ بولو اور بدنظری نہ کرو اور ہر ایک فسق اور فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کی راہوں سے بچو اور نفسانی جوشوں کے مغلوب مت ہو۔ پنج وقت نماز ادا کرو کہ اِنسانی فطرت پر پنج طور پر ہی انقلاب آتے ہیں اور اپنے نبی کریم کے شکرگذار رہو اور اس پر درود بھیجو کیونکہ وہی ہے کہ جس نے تاریکی کے زمانہ کے بعد نئے سرے خداشناسی کی راہ سکھلائی۔

(۴) عام خَلق اللہ کی ہمدردی کرو اور اپنے نفسانی جوشوں سے کسی کو مسلمان ہو یا غیر مسلمان تکلیف مت دو نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

(۵) بہرحال رنج و راحت میں خدا تعالیٰ کے وفادار بندے بنے رہو اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے منہ نہ پھیرو بلکہ آگے قدم بڑھاؤ۔

(۶) اپنے رسول کی متابعت کرو اور قرآن کی حکومت اپنے سر پر لے لو کہ وہ خدا کا کلام اور تمہارا سچا شفیع ہے۔

(۹)☆ اسلام کی ہمدردی اپنی تمام قوتوں سے کرو اور زمین پر خدا کے جلال اور توحید کو پھیلاؤ۔

(۱۰) مجھ سے اِس غرض سے بیعت کرو کہ تا تمہیں مجھ سے روحانی تعلق پیدا ہو اور میرے درخت وجود کی ایک شاخ بن جاؤ اور بیعت کے عہد پر موت کے

☆ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں سے بعض کو نمایاں کر کے مفہوماً بیان فرمایا ہے۔ (ناشر)

وقت تک قائم رہو۔

یہ وہ میرے سلسلہ کے اصول ہیں جو اس سلسلہ کے لئے امتیازی نشان کی طرح ہیں جس انسانی ہمدردی اور ترک ایذاء بنی نوع اور ترک مخالفت حکام کی یہ سلسلہ بنیاد ڈالتا ہے دوسرے مسلمانوں میں اس کا وجود نہیں اُن کے اصول اپنی بے شمار غلطیوں کی وجہ سے اور طرز کے ہیں جن کی تفصیل کی حاجت نہیں اور نہ یہ ان کا موقع ہے۔

اور وہ نام جو اِس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** ہے اور جائز ہے کہ اِس کو **احمدی مذہب کے مسلمان** کے نام سے بھی پکاریں۔ یہی نام ہے جس کے لئے ہم ادب سے اپنی معزّز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اِس فرقہ کو موسوم کرے یعنی **مسلمان فرقہ احمدیہ۔**

جہاں تک میرے علم میں ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ آج تک تیس ہزار کے قریب متفرق مقامات پنجاب اور ہندوستان کے لوگ اس فرقہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں اور جو لوگ ہر ایک قسم کے بدعات اور شرک سے بیزار ہیں اور دل میں یہ فیصلہ بھی کر لیتے ہیں کہ ہم اپنی گورنمنٹ برطانیہ سے منافقانہ زندگی کرنا نہیں چاہتے۔ اور صلح کاری اور بردباری کی فطرت رکھتے ہیں وہ لوگ بکثرت اِس فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور عموماً عقلمندوں کی اس طرف ایک تیز حرکت ہو رہی ہے۔ اور یہ لوگ محض عوام میں سے نہیں ہیں بلکہ بعض بڑے بڑے معزز خاندانوں میں سے ہیں اور ہر ایک قسم کے تاجر اور ملازمت پیشہ اور تعلیم یافتہ اور علماء اسلام اور رؤساء اس فرقہ میں داخل ہیں گو

بہت کچھ عام مسلمانوں کی طرف سے یہ فرقہ ایذا ابھی پا رہا ہے لیکن چونکہ اہل عقل دیکھتے ہیں کہ خدا سے پوری صفائی اور اس کی مخلوق سے پوری ہمدردی اور حکام کی اطاعت میں پوری طیاری کی تعلیم اسی فرقہ میں دی جاتی ہے اِس لئے وہ لوگ طبعًا اِس فرقہ کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں اور یہ خدا کا فضل ہے کہ بہت کچھ مخالفوں کی طرف سے کوششیں بھی ہوئیں کہ اِس فرقہ کو کسی طرح نابود کر دیں مگر وہ سب کوششیں ضائع گئیں کیونکہ جو کام خدا کے ہاتھ سے اور آسمان سے ہو اِنسان اس کو ضایع نہیں کرسکتا۔ اور اِس فرقہ کا نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے اِن دو ناموں کی اِس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی۔ اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اِس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے اور جنگ اور لڑائی سے اِس فرقہ کو کچھ سروکار نہیں۔ سوائے دوستو

آپ لوگوں کو یہ نام مبارک ہو اور ہر ایک کو جو امن اور صلح کا طالب ہے یہ فرقہ بشارت دیتا ہے۔ نبیوں کی کتابوں میں پہلے سے اِس مبارک فرقہ کی خبر دی گئی ہے اور اس کے ظہور کے لئے بہت سے اشارات ہیں۔ زیادہ کیا لکھا جائے خدا اِس نام میں برکت ڈالے۔ خدا ایسا کرے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان اِسی مبارک فرقہ میں داخل ہو جائیں تا انسانی خونریزیوں کا زہر بکلی اُن کے دلوں سے نکل جائے اور وہ خدا کے ہو جائیں اور خدا اُن کا ہو جائے۔ اے قادر و کریم تو ایسا ہی کر۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

مرزا غلام احمد از قادیان

۴؍نومبر ۱۹۰۰ء

تعداد..................۲۸۰۰ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

ٹائیٹل بار اول

الحمد للہ

والمنۃ کہ رسالہ ہذا

از تصنیفات حضرت

امام ہمام مسیح موعود و مہدی معہود

جناب مرزا غلام احمد صاحب نصرہ اللہ وایدہ

الموسوم بہ

تحفہ غزنویہ

سنہ ۱۹۰۲ء

بماہ اکتوبر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع

گورداسپور میں باہتمام حکیم حافظ

فضل الدین صاحب

بھیروی مالک مطبع

چھپ کر شائع

ہوا

قیمت	محصولڈاک	وی پی	کل
۴ر	۱ر	۱ر	۶ر

تعداد اشاعت

۷۰۰

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلّی

درجواب اِشتہار عبدالحق غزنوی

☆

اے پئے تحقیر من بستہ کمر — نیستت جز ہجو من کارِ دگر
می کشائی ہر دمے برمن زباں — چوں نترسی از خدائے رازداں
از سر تقویٰ ہمی باید جدال — تا کجا دشنام ہا اے بدخصال
نیستی گرگِ بیابانی نہ مار — ترک کن ایں خوئی واز حق شرم دار
اے عجب از سیرتت اے پُر غضب — از حقیقت بے خبر دُور از ادب
خیز و اوّل فہمِ خود را کُن درست — نکتہ چیں را چشم می باید نخست
دل شود از بد زبانی ہا سیاہ — بد زباناں را در آنجا نیست راہ
کم نشیں با زمرۂ مُستھزئین — تا بیابی حصۂ از مھتدین
روز و شب بدگفتنم کارِ تو شد — لعنت و تحقیر کردارِ تو شد
لعنت آں باشد کہ از رحماں بود — لعنت نا اہل و دوں آساں بود
گر سفیہے لعنتے بر ما کند — او نہ بر ما خویش را رُسوا کند
ہر کہ مے دارد دلِ پرہیزگار — چوں عجب دارد زِ کارِ کردگار
آنکہ از یک قطرہ انسانے کند — و از دو مُشتِ تخم بستانے کند
چوں منے را گر مسیحائی کند — یا گدائے را شھنشاھی کند
نیست از فضل و عطائے او بعید — کور باشد ہرکہ از انکار دید
ہاں مشو نومید زاں عالی جناب — بندہ باش و ہرچہ می خواہی بیاب

﴿۲﴾

قادر است و خالق و ربّ مجید ہر چہ خواہد می کند عجزش کہ دید
نطفہ را روئے درخشاں می دہد سنگ را لعل بدخشاں می دہد
بر کسے چوں مہربانی مے کند از زمینی آسمانی مے کند
ہم چنیں بر من عطائے کردہ است فضل ہا بے انتہائے کردہ است
مظہر انوارِ آں بے چوں شدم در معارف از ہمہ افزوں شدم
یارِ من بر من کرم دارد بسے صد نشاں دارم اگر آید کسے
بشنوید اے مردگاں من زندہ ام اے شبانِ تیرہ من تابندہ ام
ایں دو چشم من کہ زیب ایں سرم بیند آں یارے کہ یارے دلبرم
ایں قدم تا عرش حق دارد گذر وایں دو گوشم را رسد از حق خبر
صد ہزاراں نعمتم بخشیدہ اند و ایں رُخم از غیر حق پوشیدہ اند
می دہم فرعونیاں را ہر زماں چوں ید بیضائے موسیٰ صد نشاں
زیں نشانہا بدرگاں کور و کر اند صد نشاں بینند و غافل بگذرند
دور افتادم ز چشمانِ بشر از مقامم کس نمے دارد خبر
در من افتادند از نقص عقول بخت برگردیدہ محروم از قبول
کس ز راز جان من آگاہ نیست عقل شاں را تا در ما راہ نیست
از سرِ حمق است جوش و جنگ شاں و از پئے اطفاء حق آہنگ شاں
اے مزوّر گربیائی سُوئے ما و از وفا رخت افگنی در کوئے ما
و از سر صدق و صداقت پروری روزگارے در حضور ما بری
عالمے بینی ز ربّانی نشاں سوئے رحماں خلق و عالم را کشاں
من نہ مے خواہم کہ آزارے دہم بر سر ہر ماہ دینارے دہم
ہم چنیں یک سال می باید قیام از من ایں عہد است و از تو التزام

گر گذشت ایں سال و عدم بے نشاں — ہر چہ میگوئی ہمے گو بعد زاں
صالحاں را ایں طریق وسنت است — راہ استعجال راہِ لعنت است
ہر کہ روشن شد دروں از حضرتش — کیمیا باشد دمے در صحبتش
ہر کہ او را ظلمتے گیرد بہ راہ — دامن پاکاں است اورا عذر خواہ
آں خدا با یارِ خود یاری کند — با وفاداراں وفاداری کند ﴿۳﴾
ہر کہ عشقش در دل و جانش فتاد — ناگہاں جانے در ایمانش فتاد
عشق حق گردد عیاں بر رُوئے او — بُوئے او آید ز بام وکُوئے او
دید او باشد بحکم دید او — خود نشیند حق پئے تائید او
بس نمایاں کارہا کاندر جہاں — مے نماید بہر اکرامش عیاں
صد شعاعش مے دہد چوں آفتاب — تا مگر جانے بر آید از حجاب
ایں چنیں برمن کرمہا کردہ است — منکرم برخود ستمہا کردہ است
علمِ قرآں علم آں طیب زباں — علم غیب از وحی خلّاقِ جہاں
ایں سہ علمم چوں نشانہا دادہ اند — ہر سہ ہمچوں شاہداں استادہ اند
آدمی زادے ندارد ہیچ فن — تا در آویزد دریں میداں بمن
حجتِ رحماں بر ایشاں شد تمام — یاوہ گوئی ماند در دست لئام
از کسوف وترک آں نورے کہ بود — مہر و مہ ہم پیشم آمد در سجود
ایں نشاں برآسماں رحماں نمود — بر زمیں ہم دست ہیبت ہا کشود
ہست لطف یارِ من برمن اتم — او مرا شد من ہم از بہرش شدم
دِلبرم در شد بجان ومغز و پوست — راحت جانم بیاد روئے اوست
رازہا دارم بیارِ دلبرم — شد عیاں از من بہارِ دلبرم
ہر کسے دستے بہ دامانے زند — ما بہ ذیل حیّ و قیّوم واَحد

اے دریغا قوم من نشناختند نقد ایماں در حسدہا باختند
ایں جہانِ پُر ستم کور و کر است چشم شاں ازچشم بوماں کمتر است

ذرّۂ بودم مرا بنواختند
چوں خورے گشتم زچشم انداختند

میاں عبدالحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار نکالا ہے جو درحقیقت مولوی عبدالجبار اور اُن کے بھائیوں کی طرف سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ اس اشتہار میں جس قدر سخت زبانی اور ٹھٹھا اور ہنسی ہے جو قدیم سے طریق سفہاء کا ہے اس کو ہم خدا تعالیٰ کے عدل کے سپرد کر کے اصل باتوں کا جواب دیتے ہیں وَ بِاللّٰہِ التّوفیق۔ ﴿۴﴾

یہ اشتہار دو رنگ کے حملوں پر مشتمل ہے۔ اوّل میاں عبدالحق نے بعض گذشتہ نشانوں اور پیشگوئیوں کو جو فی الواقع پوری ہو چکیں یا وہ جو عنقریب پوری ہونے کو ہیں پیش کر کے عام لوگوں کو یہ دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا وہ پوری نہیں ہوئیں۔ مثلاً وہ اپنے اشتہار میں لکھتا ہے کہ ڈپٹی آتھم اور احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی مگر ہمیں تعجب ہے کہ مولوی کہلا کر پھر ایسا گندہ جھوٹ بولنا ان لوگوں کی طبیعت کیونکر گوارا کر لیتی ہے کس کو معلوم نہیں کہ یہ دونوں پیشگوئیاں رجوع الی الحق اور توبہ کی شرط کے ساتھ مشروط تھیں۔ مگر احمد بیگ بباعث اس کے کہ اس کی نظر کے سامنے کوئی ہیبت ناک نمونہ موجود نہیں تھا اس شرط سے فائدہ اٹھا نہ سکا اور پیشگوئی کی منشاء کے موافق عین میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور اس کی موت نے صفائی سے پیشگوئی کی ایک ٹانگ کو پورا کر کے دکھلا دیا۔ احمد بیگ وہ شخص تھا جس کی موت نے مخالف

مولویوں میں بڑا ماتم پیدا کیا اور محمد حسین نے لکھا کہ یقیناً اس شخص کو علم نجوم آتا ہے جس کی پیشگوئی ایسی صفائی سے پوری ہوگئی''۔ مگر احمد بیگ کے داماد اور اس کے والدین اور اقارب نے جب یہ ہولناک نمونہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ قبل از مُردن مُردہ سمجھ لیا گیا اس لئے جیسا کہ انسان کی فطرت میں داخل ہے اس مشاہدہ سے بہت رجوع الی اللہ ان کے دلوں میں پیدا ہوا اور بعض نے مجھ کو خط لکھے کہ تقصیر معاف کریں اور ان کے گھروں میں دن رات ماتم شروع ہوا اور صدقہ خیرات اور نماز روزہ میں لگ گئے اور اس گاؤں کے لوگ عورتوں کا رونا اور چیخنا سنتے رہے غرض وہ تمام زن و مرد خوف سے بھر گئے اور یونس کی قوم کی طرح اُس عذاب کو دیکھ کر توبہ اور صدقہ اور خیرات میں مشغول ہوگئے۔ پھر سوچ لو کہ ایسی حالت میں ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا کیا معاملہ ہونا چاہیئے تھا۔ ایسا ہی ڈپٹی آتھم بھی احمد بیگ والے نشان کو سن چکا تھا اور بذریعہ اخبارات اور اشتہارات کے یہ نشان لاکھوں انسانوں میں مشہور ہو چکا تھا اس لئے اس نے بھی پیشگوئی کے سننے کے بعد خوف اور ہراس کے آثار ظاہر کئے۔ لہٰذا پیشگوئی کی شرط کے موافق خدا نے تاخیر دی کیونکہ شرط خدا کا وعدہ تھا اور وہ اپنے وعدہ کے برخلاف نہیں کرتا۔ یہ تمام دنیا کا مانا ہوا مسئلہ اور اہل اسلام اور نصاریٰ اور یہود کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ وعید یعنی عذاب کی پیشگوئی بغیر شرط توبہ اور استغفار اور خوف کے بھی ٹل سکتی ہے جیسا کہ یونس نبی کی چالیس دن کی پیشگوئی جس کے ساتھ کوئی شرط نہ تھی ٹل گئی اور نینوا کے رہنے والے جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے ان میں سے ایک بچہ بھی نہ مرا اور یونس نبی اس خیال اور اس ندامت سے کہ میری پیشگوئی جھوٹی نکلی اپنے ملک سے بھاگ گیا۔ اب سوچو کہ کیا یہ ایمانداری

﴿۵﴾

ہے کہ اس اعتراض کرتے وقت اس قصّہ کو یاد نہیں کرتے اور اس جگہ حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ **قال لن ارجع الیھم کذّابًا** یعنی یونس نے کہا کہ اب میں جھوٹا کہلا کر پھر اس قوم کی طرف ہرگز نہیں جاؤں گا۔ اگر حدیث پر اعتبار ہے تو درمنثور میں اس موقع کی تفسیر میں حدیثیں دیکھ لو اور اگر عیسائیوں کی بائبل پر اعتبار ہے تو یونہ نبی کی کتاب کو دیکھو آخر کسی وقت تو شرم چاہیے۔ بے حیائی اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے اس ناانصافی اور ظلم کا خدا تعالیٰ کے پاس کیا جواب دو گے کہ تم لوگوں نے سَو۱۰۰ پیشگوئی صفائی سے پوری ہوتے دیکھی اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور ایک دو پیشگوئیاں جن کو تم لوگ اپنی ہی جہالت سے سمجھ نہ سکے جو مشروط بشرائط تھیں ان پر شور مچا دیا مگر یہ شور مجھ سے اور میری پیشگوئیوں سے خاص نہیں ہے۔ بھلا کسی ایسے نبی کا تو نام لو جس کی بعض پیشگوئیوں کی نسبت جاہلوں نے شور نہ مچایا ہو کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ وعید یعنی عذاب کی پیشگوئیوں کی نسبت خدا تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ خواہ پیشگوئی میں شرط ہو یا نہ ہو تضرع اور توبہ اور خوف کی وجہ سے ٹال دیتا ہے۔ اس پر صرف یونس کا قصہ ہی گواہ نہیں بلکہ قرآن اور حدیث اور تمام نبیوں کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ جب کسی کو عذاب دینے کا ارادہ فرماتا ہے اور اُس پر کوئی بلا نازل کرنا چاہتا ہے تو وہ بلا دعا اور توبہ اور صدقات سے ٹل سکتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے اگر اپنے اس ارادہ پر کسی نبی یا رسول یا محدث کو مطلع کر دے تو اس صورت میں وہی ارادہ پیشگوئی کہلاتا ہے۔ پس جبکہ مانا گیا ہے کہ وہ ارادہ دعا اور صدقہ اور خیرات سے ٹل سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ محض اس سبب سے کہ اس ارادہ کی کسی ملہم کو اطلاع بھی دی گئی ہے ٹل نہیں سکتا۔ کیا وہ ارادہ اطلاع

﴿۶﴾

دینے کے بعد کچھ اور چیز بن جاتا ہے یا خدا کو اطلاع دینے کے بعد دعا اور توبہ اور صدقہ کے ذریعہ سے اس کو ٹال دینا ناگوار معلوم ہونے لگتا ہے اور قبل از اطلاع اس کو ٹالنا ناگوار معلوم نہیں ہوتا۔ افسوس کہ نادان لوگ خدا تعالیٰ کے وعدہ اور اس کی وعید میں کچھ فرق نہیں سمجھتے۔ وعید میں دراصل کوئی وعدہ نہیں ہوتا صرف اس قدر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدوسیت کی وجہ سے تقاضا فرماتا ہے کہ شخص مجرم کو سزا دے اور بسا اوقات اس تقاضا سے اپنے ملہمین کو اطلاع بھی دے دیتا ہے پھر جب شخص مجرم توبہ اور استغفار اور تضرع اور زاری سے اُس تقاضا کا حق پورا کر دیتا ہے تو رحمت الٰہی کا تقاضا غضب کے تقاضا پر سبقت لے جاتا ہے اور اس غضب کو اپنے اندر مجوب و مستور کر دیتا ہے۔ یہی معنے ہیں اس آیت کے کہ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ[۱] یعنی رحمتی سبقت غضبی ۔ اگر یہ اصول نہ مانا جائے تو تمام شریعتیں باطل ہو جاتی ہیں۔ پس کس قدر ہمارے مخالفوں پر افسوس ہے کہ وہ میرے کینہ کے لئے شریعت اسلامیہ پر تبر چلاتے ہیں۔ وہ جب حق بات سنتے ہیں تو تقویٰ سے کام نہیں لیتے بلکہ اس فکر میں لگ جاتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اس کو رد کرنا چاہیے۔ نہ معلوم کہ وہ معارف حقہ کو رد کرتے کرتے کہاں تک پہنچیں گے۔ یہ جو لکھا ہے کہ اولیاء کے مقابلہ سے سلب ایمان کا خطرہ ہے وہ خطرہ اس وجہ سے بھی پیدا ہوتا ہے کہ صدیقوں اور اولیاء کی باتیں سچائی کے چشمہ سے نکلتی ہیں اور ستون ایمان ہوتی ہیں مگر اُن کا مخالف اپنا یہ اصول مقرر کر لیتا ہے کہ ان کی ہر ایک بات کو رد کرتا جائے اور کسی کو قبول نہ کرے کیونکہ حسد اور عداوت بُری بلا ہے لہٰذا ایک دن کسی ایسے مسئلہ میں مخالفت کر بیٹھتا ہے جس سے ایمان فی الفور رخصت ہو جاتا ہے مثلاً جیسا کہ یہ مسئلہ کہ خدا کا عذاب کا ارادہ

﴿۷﴾

[۱] الاعراف: ۱۵۷

خواہ اُس ارادہ کو کسی ملہم پر ظاہر کیا ہو یا نہ کیا ہو دعا اور صدقہ اور توبہ اور استغفار سے ٹل سکتا ہے کس قدر سچا اور مغز شریعت اور تمام نبیوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے مگر کیا ممکن ہے کہ ایک نفسانی آدمی جو مجھ سے مخالفت رکھتا ہے وہ اس نکتہ معرفت کو میرے منہ سے سن کر قبول کر لے گا؟ ہرگز نہیں۔ وہ تو سنتے ہی اس فکر میں لگ جائے گا کہ اس کا کسی طرح رد کرنا چاہیے تا کسی پیشگوئی کی تکذیب کا یہ ذریعہ ٹھہر جائے۔ اگر اس شخص کو خدا کا خوف ہوتا تو لوگوں کی طرف نہ دیکھتا اور ریاکاری سے غرض نہ رکھتا بلکہ اپنے تئیں خدا کے سامنے کھڑا سمجھتا اور وہی بات منہ پر لاتا جو بپابندی تقویٰ بیان کرنے کے لائق ہوتی۔ اور ملامت اٹھاتا اور لوگوں کی لعنت سنتا مگر سچائی کی گواہی دے دیتا۔ **ولکن اذا غلبت الشقوۃ فاین السعادۃ۔** ﴿۸﴾

دوسرا حملہ میاں عبدالحق کا یہ ہے کہ وہ تجویز جو میں نے خدا تعالیٰ کے الہام سے بطور اتمام حجت پیش کی تھی جس کو میں اس سے پہلے بھی بذریعہ اشتہار شائع کر چکا تھا یعنی بیماروں کی شفا کے ذریعہ سے استجابت دعا کا مقابلہ اس تجویز کو میاں عبدالحق منظور نہیں فرماتے اور یہ عذر کرتے ہیں کہ بھلا سارے مشائخ اور علماء ہندوستان و پنجاب کس طرح جمع ہوں اور ان کے اخراجات کا کون متکفل ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کیا فضول اور لچر عذر ہے۔ جس حالت میں یہ لوگ قوم کا ہزارہا روپیہ کھاتے ہیں تو ایسے ضروری کام کے لئے دو چار روپیہ تک کرایہ خرچ کرنا کیا مشکل ہے یہ تو ہم نے قبول کیا کہ یہ لوگ دین کے لئے کوئی تکلیف اپنے پر گوارا نہیں کر سکتے لیکن ایسی ضروری مہم کے لئے کہ ہزارہا لوگ ان کے پنجہ سے نکلتے جاتے ہیں اور بزعم ان کے وہ کافر بنتے جاتے ہیں چند درہم کرایہ کے لئے جیب سے نکالنا کوئی بڑی مصیبت نہیں اور اگر کوئی شخص ایسا ہی ضُرِبَتْ

عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ [1] کا مصداق ہے تو اس کو عبدالحق کی وکالت کی ضرورت نہیں میں دوسو کوس تک کے کرایہ کا خود ذمہ وار ہوسکتا ہوں چاہیے کہ وہ کسی سے قرض لے کر لاہور پہنچ جائے اور اپنے شہر کے کسی رئیس کا سارٹیفکیٹ مجھے دکھلا دے کہ حقیقت میں اس مولوی یا پیرزادہ پر سخت رزق کی مار نازل ہے قرضہ لے کر لاہور میں پہنچا ہے۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ کرایہ میں دے دوں گا بشرطیکہ کوئی نام کا مولوی یا پیرزادہ نہ ہو نامی ہو جیسے نذیر حسین دہلوی وغیرہ۔ اور اگر یہ تجویز منظور نہیں تو صرف ضلع لاہور امرتسر گورداسپورہ لدھیانہ کے مولوی اور مشائخ اکٹھے ہو جائیں ان میں سے بھی بشرط مذکورہ بالا ہر ایک مصیبت زدہ کا کرایہ میں دے دوں گا۔ **وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا انکم سترجعون الی اللّٰہ ثم تُسئَلون۔**

﴿۹﴾

پھر میاں عبدالحق نے یہ کارروائی کی ہے کہ یہ عذر کر کے جس کا ابھی ہم نے جواب دیا ہے اپنی طرف سے ٹھٹھے اور ہنسی سے ایک نشان مانگا ہے اور اس ٹھٹھے میں گذشتہ منکرین سے کم نہیں رہے۔ کیونکہ عرب کے لوگوں نے اس قسم کے ہنسی اور ٹھٹھے سے کبھی نشان نہیں مانگا کہ فلاں صحابی کی ٹانگ کمزور ہے وہ درست ہو جائے یا اس کی کسی آنکھ میں بصارت نہیں وہ ٹھیک ہو جائے۔ ہاں مکہ کے لوگوں نے یہ نشان مانگا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سونے کا ہو جائے اور اس کے اردگرد نہریں بھی جاری ہوں اور نیز یہ کہ آپ ان کے دیکھتے ہوئے آسمان پر چڑھ جائیں اور دیکھتے دیکھتے آسمان پر سے اتر آئیں اور خدا کی کتاب ساتھ لاویں اور وہ اس کو ہاتھ میں لے کر ٹٹول بھی لیں تب ایمان لائیں گے۔ اس درخواست میں اگرچہ جہالت تھی لیکن میاں عبدالحق کی طرح ایذا دینے والی شرارت نہ تھی۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے نشان مانگے تھے لیکن ظاہر ہے کہ اُن درخواست کنندہ لوگوں کو ان کے مُنہ مانگے نشان نہیں دیئے گئے تھے بلکہ

[1] ال عمران: ۱۱۳

زجر اور توبیخ سے جواب دیا گیا تھا اور قرآن شریف میں اقتراحی نشانوں کے مانگنے والوں کو یہ جواب دیا گیا تھا کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا [۱] یعنی خدا تعالیٰ کی شان اس تہمت سے پاک ہے کہ کسی اس کے رسول یا نبی یا ملہم کو یہ قدرت حاصل ہو کہ جو الوہیّت کے متعلق خارق عادت کام ہیں ان کو وہ اپنی قدرت سے دکھلائے اور فرمایا کہ ان کو کہہ دے کہ مَیں تو صرف آدمیوں میں سے ایک رسول ہوں جو اپنی طرف سے کسی کام کے کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ محض امر الٰہی کی پیروی کرتا ہوں ۔ پھر مجھ سے یہ درخواست کرنا کہ یہ نشان دکھلا اور یہ نہ دکھلا سراسر حماقت ہے۔ جو کچھ خدا نے کہا وہی دکھلا سکتا ہوں نہ اور کچھ۔ اور انجیل میں خود تراشیدہ نشان مانگنے والوں کو صاف لفظوں میں حضرت مسیح مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے حرام کار لوگ مجھ سے نشان مانگتے ہیں ان کو بجز یونس نبی کے نشان کے اور کوئی نشان دکھلایا نہیں جائے گا یعنی نشان یہ ہوگا کہ باوجود دشمنوں کی سخت کوشش کے جو مجھے سولی پر ہلاک کرنا چاہتے ہیں مَیں یونس نبی کی طرح قبر کے پیٹ میں جو مچھلی سے مشابہ ہے زندہ ہی داخل ہوں گا اور زندہ ہی نکلوں گا اور پھر یونس کی طرح نجات پا کر کسی دوسرے ملک کی طرف جاؤں گا۔ یہ اشارہ اس واقعہ کی طرف تھا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جیسا کہ اُس حدیث سے ثابت ہے کہ جو کنز العمال میں ہے یعنی یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے نجات پا کر ایک سرد ملک کی طرف بھاگ گئے تھے یعنی کشمیر جس کے شہر سری نگر میں ان کی قبر موجود ہے۔ غرض جب حضرت مسیح سے ان کے دشمنوں نے نشان مانگا اور میاں عبد الحق کی طرح بعض خود تراشیدہ نشان پیش کئے کہ ہمیں یہ دکھلاؤ اور یہ دکھلاؤ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہی جواب تھا جو ابھی ہم نے تحریر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میاں عبد الحق کا ایسے اقتراحی نشان

﴿۱۰﴾

[۱] بنی اسرائیل: ۹۴

کے مانگنے میں کچھ قصور نہیں ہے بلکہ حسب آیت تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ[1] ان کی طبیعت ہی اُن بد بخت کفار کے مشابہ واقع ہوئی ہے جو خدا تعالیٰ کے نشانوں کو قبول نہیں کرتے تھے اور اپنی طرف سے اختراع کر کے درخواستیں کرتے تھے کہ ایسے ایسے نشان دکھاؤ لیکن اگر افسوس ہے تو صرف یہ ہے کہ ان لوگوں نے مولوی کہلا کر ہنسی ٹھٹھا اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ جو شخص عبدالحق کے اشتہار کو غور سے پڑھے گا اس کو قبول کرنا پڑے گا کہ انہوں نے اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کا شرارت اور بے ادبی سے ذکر کر کے ان کی ٹانگ کی درستی یا آنکھ کی نظر کی نسبت جو نشان مانگا ہے یہ ایک اوباشانہ طریق پر ٹھٹھا کیا ہے جو کسی پرہیزگار اور نیک بخت کا کام نہیں ہے۔ پلید دل سے پلید باتیں نکلتی ہیں اور پاک دل سے پاک باتیں۔ انسان اپنی باتوں سے ایسا ہی پہچانا جاتا ہے جیسا کہ درخت اپنے پھلوں سے۔ جس حالت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صاف فرما دیا کہ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ[2] یعنی لوگوں کے ایسے نام مت رکھو جو ان کو بُرے معلوم ہوں تو پھر برخلاف اس آیت کے کرنا کن لوگوں کا کام ہے لیکن اب تو نہ ہم عبدالحق پر افسوس کرتے ہیں نہ اس کے دوسرے رفیقوں پر کیونکہ ان لوگوں کا ظلم اور نا انصافی اور دروغ گوئی اور افترا حد سے گذر گیا ہے اسی اشتہار کو پڑھ کر دیکھ لو کہ کس قدر جھوٹ سے کام لیا ہے کیا کسی جگہ بھی خدا تعالیٰ سے حیا کی ہے چنانچہ ہم بطور نمونہ بطرز قولہ واقول اس ظالم شخص کے جھوٹوں کا ذخیرہ ذیل میں لکھ دیتے ہیں جو اسی اشتہار میں اس نے استعمال کئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

﴿۱۱﴾

قولہ۔ مرزا بارہا متفرق مواضع کے مباحثات میں شرمندہ اور لاجواب ہوا اور ہر مجمع میں خائب اور خاسر اور نامراد رہا۔

[1] البقرۃ: ۱۱۹ [2] الحجرات: ۱۲

اقول ۔ کیوں میاں عبدالحق کیا یہ تم نے سچ بولا ہے۔ کیا اب بھی ہم **لعنة اللّٰہ علی الکاذبین** نہ کہیں۔ شاباش! عبداللہ غزنوی کا خوب تم نے نمونہ ظاہر کیا۔ شاگرد ہوں تو ایسے ہوں بھلا اگر سچے ہی۔ تو ان مجامع اور مجالس کی ذرہ تشریح تو کرو جن میں میں شرمندہ ہوا اس قدر کیوں جھوٹ بولتے ہو کیا مرنا نہیں ہے؟ بھلا ان مباحثات کی عبارات تو لکھو جن میں تم یا تمہارا کوئی اور بھائی غالب رہا ور نہ نہ میں بلکہ آسمان بھی یہی کہہ رہا ہے کہ **لعنة اللّٰہ علی الکاذبین**۔ میری طرف سے اتمام حجت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا تھا کہ میں نے قرآن سے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ حدیث سے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے اور ان کی عمر ایک سو پچیس برس کی تھی۔ معراج کی حدیث نے ثابت کر دیا کہ وہ مردوں میں جا ملے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ کے پاس انہیں دیکھا۔ کیا اب بھی ان کے مرنے میں کسر باقی رہ گئی۔ تمام صحابہ کا اُن کی موت پر اجماع ہوگیا اور اگر اجماع نہیں ہوا تھا تو ذرہ بیان تو کرو کہ جب حضرت عمر کے غلط خیال پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور پھر دوبارہ دنیا میں آئیں گے حضرت ابو بکر نے یہ آیت پیش کی کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [1] تو حضرت ابو بکر نے کیا سمجھ کر یہ آیت پیش کی تھی اور کونسا استدلال مطلوب تھا جو مناسب محل بھی تھا اور صحابہ نے اس کے معنے کیا سمجھے تھے اور کیوں مخالفت نہیں کی تھی اور کیوں اس جگہ لکھا ہے کہ جب یہ آیت صحابہ نے سنی تو اپنے خیالات سے رجوع کر لیا۔ اسی طرح میں نے حدیثوں سے ثابت کر دیا ہے کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا اور اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے جیسا کہ حدیث **یَکسر الصَّلیب** سے سمجھا جاتا ہے۔

﴿۱۲﴾

[1] ال عمران: ۱۴۵

پھر آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ میری ہی دعوت کے وقت میں آسمان پر رمضان میں خسوف کسوف عین حدیث کے موافق وقوع میں آیا اور میرے ہاتھ پر سنوا کے قریب نشان ظاہر ہوا جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں جن کی تفصیل کتاب تریاق القلوب میں درج ہے کوئی طریق باقی نہیں رہا جس سے میں نے اتمامِ حجت نہیں کیا۔ نقلی طور پر میں نے اتمام حجت کیا۔ عقلی طور پر میں نے اتمام حجت کیا۔ آسمانی نشانوں کے ساتھ میں نے اتمام حجت کیا اب اگر کچھ حیا ہے تو خود سوچ لو کہ کون شرمندہ اور خائب اور خاسر اور نامراد رہا اور میں نے صرف اسی پر بس نہیں کی۔ بارہا اشتہار دیئے کہ اگر آپ لوگوں میں کچھ سچائی ہے تو میرے مقابلہ پر آؤ قرآن سے دکھلاؤ یا حدیث سے دکھلاؤ کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر زندہ مع جسم عنصری آسمان پر سے اتریں گے۔ میں تو اب بھی ماننے کو طیار ہوں اگر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي [1] کے معنے بجز مارنے اور ہلاک کرنے کے کسی حدیث سے کچھ اور ثابت کرسکو یا کسی آیت یا حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع جسم عنصری آسمان پر چڑھنا یا مع جسم عنصری آسمان سے اترنا ثابت کرسکو۔ یا اگر اخبار غیبیہ میں جو خدا تعالیٰ سے مجھ پر ظاہر ہوتی ہیں میرا مقابلہ کرسکو یا استجابت دعا میں میرا مقابلہ کرسکو یا تحریر زبان عربی میں میرا مقابلہ کرسکو یا اور آسمانی نشانوں میں جو مجھے عطا ہوئے ہیں میرا مقابلہ کرسکو تو میں جھوٹا ہوں۔ آپ لوگ تو ان سوالات کے وقت مردہ کی طرح ہو گئے یہی وجہ تو ہے کہ آپ لوگوں کو چھوڑ کر ہزارہا نیک مرد اور عالم فاضل اس جماعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ اے عزیز! یہ اوباشانہ فضولیاں کچھ کام نہیں دے سکتیں۔ کیا حق کے طالب ایسی بیہودہ باتوں سے رک سکتے ہیں؟ یہ غزنی نہیں ہے

﴿۱۳﴾

[1] المائدة: ۱۱۸

یہ پنجاب ہے جس میں بفضلہٖ تعالیٰ دن بدن لوگ زیرک اور اہل فراست ہوتے جاتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ انہی اوباشانہ جھوٹوں کی وجہ سے عقلمند لوگ آپ لوگوں سے بد اعتقاد ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ اب اگرچہ خاص لوگ اہل علم و اہل جاہ وثروت دس ہزار کے قریب ہماری جماعت میں موجود ہیں مگر عام تعداد تیس ہزار سے بھی زیادہ ہے اس کا کیا سبب ہے یہی تو ہے کہ آپ لوگ صرف ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں سے کام نکالتے ہیں کوئی راست روی کا پہلو اختیار نہیں کرتے۔ سیدھی بات تھی کہ آپ لوگ ملہم کہلاتے ہیں استجابت دعا کا بھی دعویٰ ہے چند پیشگوئیاں جو استجابت دعا پر بھی مشتمل ہوں بذریعہ اشتہار شائع کر دیں اور اس طرف سے میں بھی شائع کردوں ایک برس سے زیادہ میعاد نہ ہو پھر اگر آپ لوگوں کی پیشگوئیاں سچی نکلیں تو ایک دم میں ہزارہا لوگ میری جماعت کے آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور جھوٹے کا منہ کالا ہو جائے گا۔ کیا آپ اس درخواست کو قبول کرلیں گے؟ ممکن نہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ حق کے طالب آپ لوگوں سے بیزار ہوتے جاتے ہیں۔ صرف گالیوں اور بے ثبوت افتراؤں سے کون مان لے گا۔ اب بھی میں نے آپ لوگوں پر رحم کر کے ایک اشتہار شائع کیا ہے اور ایک اشتہار میری جماعت کی طرف سے شائع ہوا ہے مگر کیا ممکن ہے کہ آپ لوگ اس تصفیہ کے لئے کسی مجمع میں حاضر ہوسکیں گے آپ لوگوں کی نیت بخیر نہیں۔ مونہہ سے گالیاں دینا تحقیر کرنا کافر اور دجال کہنا لعنت بھیجنا جھوٹ بولنا اور جھوٹی فتح کا اظہار کرنا کیا اس سے کوئی فتح حاصل ہوسکتی ہے بلکہ ہمیشہ نبی اور راستباز شریر لوگوں سے ایسے ہی الفاظ سنتے رہے ہیں۔ اگر خدا پر بھروسہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے تو اس کی طرف سے کوئی پیشگوئی شائع کرو اور بالمقابل ہم سے دیکھ لو ورنہ مردہ کی طرح پڑے رہو

﴿۱۴﴾

اور انتظار وقت کرو۔ اگر صرف گالیاں دینا ہے تو میں آپ کا منہ بند نہیں کر سکتا۔ نہ حضرت موسیٰ ایسی بیہودہ گوئیوں کا منہ بند کر سکے نہ حضرت عیسیٰ بند کر سکے اور نہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بند کر سکے لیکن آپ لوگوں میں اگر کوئی رشید ہو تو اُس کو سوچنا چاہیے کہ میری دعوت کے قبول کرنے کے لئے کس قدر مسلمانوں میں پُر جوش حرکت ہو رہی ہے۔ پشاور سے چل کر راولپنڈی، جہلم، گجرات، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، وزیرآباد، امرتسر، لاہور، جالندھر، لدھیانہ، انبالہ، پٹیالہ، دہلی، الہ آباد، بمبئی، کلکتہ، مدراس، حیدرآباد دکن غرض کہاں تک بیان کریں پنجاب اور ہندوستان کے تمام شہروں اور دیہات کو دیکھو شاذ نادر ایسا کوئی شہر ہوگا کہ جو اس جماعت کے کسی فرد سے خالی ہوگا۔ اب اگر مسلمانوں کی سچی ہمدردی ہے تو صرف یہ اوباشانہ باتیں کافی نہیں ہیں کہ مرزا بارہا لاجواب ہو چکا ہے اور خائب اور خاسر اور نامراد رہا ہے۔ اب ایسے جھوٹ سے تو واقف کار لوگوں کو مردار سے زیادہ بدبو آتی ہے اور کوئی شریف اس کو پسند نہیں کرے گا۔ یوں تو ہندو اور چوہڑے اور چمار اور ادنیٰ سے ادنیٰ لوگ بارہا کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں سے مذہب میں گفتگو کر کے لاجواب کر دیا اور وہ ہمارے ہر مجمع میں لاجواب اور خائب اور خاسر اور نامراد رہے مگر شریف انسان کو ایسے ناپاک جھوٹ سے نفرت چاہیے۔ اے عزیز اگر ایمان اور مسلمانوں کی ہمدردی کا حصہ ایک ذرّہ بھی دِل میں موجود ہے تو اِن فضول گوئیوں کا اب یہ وقت نہیں ہے۔ اب واقعی طور پر کوئی مقابلہ کر کے دِکھلانا چاہیے۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔

﴿۱۵﴾

قولہ ۔ مباہلہ میں کما حقہٗ علیٰ رؤس الاشہاد رسوا اور ذلیل ہو کر قابل خطاب اور لائق جواب علماء عظام و صوفیہ کرام نہیں رہا۔

اقول ۔ افسوس کہ مباہلہ کا ذکر کر کے اور اس قدر قابل نفرت جھوٹ بول کر

اور بھی تم نے اپنی رسوائی اور پردہ دری کرائی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگوں کا حیا کہاں گیا اور تقویٰ اور راست گوئی سے اس قدر کیوں دشمنی ہوگئی۔ سوچ کر دیکھ لو کہ جس قدر تم پر اور تمہاری جماعت پر ادبار رہے وہ مباہلہ کے دن کے بعد ہی شروع ہوا ہے۔ یہ تو میری سچائی کا ایک بڑا نشان تھا جس سے آپ نے اپنی بدقسمتی سے ذرہ فائدہ نہیں اُٹھایا۔ نہ معلوم آپ لوگ کس غار کے اندر بیٹھے ہو کہ زمانہ کے حالات کی کچھ بھی خبر نہیں۔ ہزارہا لوگ بول اُٹھے ہیں اور بے شمار روحیں محسوس کر گئی ہیں کہ ہمارے اقبال اور ترقی اور ﴿۱۶﴾ تمہارے ادبار اور تنزل کا دِن مباہلہ کا دِن ہی تھا۔ ایک ادنیٰ مثال دیکھ لو کہ مباہلہ کے دن بلکہ اسی وقت علی رؤس الاشہاد جبکہ مباہلہ ختم ہی ہوا تھا اور ابھی تم اور ہم دونوں اُسی میدان میں موجود تھے اور تمام مجمع موجود تھا خدا تعالیٰ نے میری عزت اُس مجمع پر ظاہر کرنے کے لئے ایک فوری ذلت اور فوری رسوائی تمہارے نصیب کی یعنی فی الفور ایک گواہ تمہاری جماعت میں سے کھڑا کر دیا وہ کون تھا منشی محمد یعقوب جو حافظ محمد یوسف کا بھائی ہے۔ اُس نے قسم کھائی اور رو رو کر مجھے مخاطب کر کے بیان کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سچے ہو کیونکہ میں نے مولوی عبداللہ غزنوی سے سنا ہے کہ ایک خواب کی تعبیر کے موقع پر انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور کہا کہ ایک نور آسمان سے اُترا ہے اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اب دیکھو کہ تم ابھی مباہلہ کے مکان سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے کہ خدا نے تمہیں ذلیل کر دیا اور جس شخص کی استادی کا تم فخر کرتے ہو اُسی نے گواہی دے دی کہ تم جھوٹے اور غلام احمد قادیانی سچا ہے۔ اب اس سے زیادہ مباہلہ کا فوری اثر کیا ہوگا کہ میرے لئے خدا کا اکرام و اعزاز اُسی وقت ظاہر ہو گیا اور اُسی وقت میری سچائی کی گواہی مل گئی اور گواہی بھی تمہارے اُس اُستاد کی یعنی عبداللہ غزنوی کی کہ اگر اُس کی بات نہ مانو تو عاق کہلاؤ کیونکہ تمہارا سارا شرف اُسی کے طفیل ہے اگر اُس کو

تم نے جھوٹا سمجھا تو پھر تم نا خلف شاگرد ہو۔ غرض یہ خدا کا ایک نشان تھا کہ مباہلہ ہوتے ہی اُسی میدان میں اُسی گھڑی اُسی ساعت خدا نے تمہیں تمہارے ہی اُستاد کی گواہی سے تمہاری ہی جماعت کے آدمی کے ذریعہ سے ذلیل اور رسوا کر دیا اور نامرادی ظاہر کر دی۔ پھر مباہلہ کے بعد ایک اور نشان میری عزت کا پیدا ہوا جس کے لاکھوں انسان گواہ ہیں اور وہ یہ کہ ہمارے سلسلہ کے لئے مجھے وہ فتوحات مالی ہوئیں کہ اگر میں چاہتا تو اُن سے ایک غزنی کا بڑا حصہ خرید سکتا۔ چنانچہ اس پر سرکاری ڈاک خانجات کے وہ رجسٹر گواہ ہیں جن میں منی آرڈر درج ہوا کرتے ہیں۔ مگر کیا تمہیں اِس کے بعد کوئی ۲؍ کا منی آرڈر بھی آیا اگر آیا تو اِس کا ثبوت دو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ہزارہا روپیہ جو مباہلہ کے بعد مجھے بھیجا گیا جو تیس ہزار [۳۰۰۰۰] روپیہ سے کم نہ تھا کیا اِس بات پر دلیل نہیں ہے جو مسلمان لوگوں نے مجھے عزت اور بزرگی کی نظر سے دیکھا اور مجھے عزیز رکھ کر میرے پر اپنے مال فدا کئے۔ یہ ایک عظیم الشان نشان ہے جس سے انکار کرنا آفتاب پر تھوکنا ہے۔ پھر مباہلہ کی تاثیر کا نشان یہ ہے کہ یہ تیس ہزار آدمی کی جماعت جواب میرے ساتھ ہے یہ مباہلہ کے بعد ہی مجھ کو ملی۔ آتھم کا وفات پا کر ہمیشہ کے لئے اسلامی مخالفت کو ختم کر کے دنیا سے رخصت ہو جانا مباہلہ کے بعد ہی پیشگوئی کے موافق ظہور میں آیا۔ پیشگوئی کا یہ منشاء تھا کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا مذہب رکھتا ہے وہ پہلے مرے گا۔ سو آتھم نے مجھ سے پہلے وفات پا کر میری سچائی پر مہر لگا دی۔ پھر بعد اس کے لیکھرام کے قتل کا وہ نشان ظاہر ہوا جس پر تخمیناً تین ہزار مسلمان اور ہندوؤں نے ایک محضر نامہ پر جو ہماری طرف سے طیار ہوا تھا یہ گواہی اپنی قلم سے ثبت کر دی کہ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے ظہور میں آئی۔ اسی محضر نامہ پر سیّد فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر نہر کے دستخط ہیں جو مخالف جماعت میں سے ہو کر تصدیق کرتا ہے۔

﴿۱۷﴾

یہ یقینی امر ہے کہ تیس ہزار کے قریب لوگ اس پیشگوئی کو دیکھ کر ایمان لائے۔ ورنہ ہماری جماعت مباہلہ سے پہلے تین سو سے زیادہ نہ تھی۔ پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ کے نشانوں کی اِس قدر بارش ہوئی کہ سو سے زیادہ نشان ظہور میں آیا جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ بڑے بڑے امراء اور تاجر اِس جماعت میں داخل ہوئے اور ایک دنیا ارادت اور اعتقاد کے ساتھ میری طرف دوڑی اور ایک عظیم الشان قبولیت زمین پر پھیل گئی۔ کیا اس میں تمہاری ذلت نہ تھی۔ انسان دور بیٹھا ہوا اندھے کے حکم میں ہوتا ہے اگر ایک دو ہفتہ قادیاں میں آ کر دیکھو کہ کیونکر ہزار ہا کوس سے ہر طرف سے لوگ آ رہے ہیں اور کیونکر ہزار ہا روپیہ میرے قدموں پر ڈال رہے ہیں اور کیونکر ہر ایک ملک سے قیمتی تحفے اور سوغاتیں اور پھل چلے آتے ہیں اور کیونکر صد ہا لوگوں کے لئے ایک وسیع لنگر خانہ طیار ہے اور کیونکر ہماری جامع مسجد میں صدہا آدمی جو بیعت میں داخل ہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور کیونکر بے شمار زیارت کرنے والے قدموں پر گرے جاتے ہیں تو غالباً یہ نظارہ آپ کے لئے بباعث شدت غم ناگہانی موت کا موجب ہوگا۔ اب ذرہ انصاف سے سوچو کہ مباہلہ کے بعد کون رسوا اور ذلیل ہوا اور کس نے عزت پائی۔ اگر تمہیں خبر ہوتی کہ مباہلہ کے پہلے میری جماعت کیا تھی اور قبولیت کس قدر تھی اور پھر مباہلہ کے بعد کس قدر قبولیت زمین پر پھیل گئی اور کس قدر فوج در فوج لوگ اِس مبارک سلسلہ میں داخل ہوئے تو یقین تھا کہ تم شدّت غم سے مدقوق یا مسلول ہو کر مُدّت سے مر بھی جاتے۔ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے اور اِس قسم کو سچ نہ سمجھنا بھی لعنتی کا کام کہ میری عزت اور قبولیت مباہلہ سے پہلے ایک قطرہ کے موافق تھی اور اب مباہلہ کے بعد ایک دریا کی مانند ہے۔

﴿۱۸﴾

غرض ہر ایک پہلو سے خدا نے میری مدد کی یہاں تک کہ میں نے خدا تعالیٰ

سے الہام پا کر ایک پیشگوئی اپنی کتابوں میں شائع کی تھی کہ عبدالحق غزنوی نہیں مرے گا جب تک میرا چوتھا بیٹا پیدا نہ ہو۔ سوالحمدللہ کہ وہ بھی تمہاری زندگی میں ہی پیدا ہو گیا جس کا نام مبارک احمد ہے اور اسی طرح سو کے قریب اور نشان ظاہر ہوا اور عزت پر عزت حاصل ہوتی گئی یہاں تک کہ دشمنوں نے میری عزت کو اپنے لئے ایک عذاب دیکھ کر درد حسد سے مقدمات بھی بنائے لیکن ہر میدان میں مخذول اور مردود رہے۔ اب بتلاؤ کہ تمہیں مباہلہ کے بعد کونسی عزت اور قبولیت ملی اور کس قدر جماعت نے تمہاری بیعت کی اور کس قدر فتوحات مالی نصیب ہوئیں اور کس قدر اولاد ہوئی بلکہ تمہارا مباہلہ تو تمہاری جماعت کے مولوی عبدالواحد کو بھی لے ڈوبا اور اس کی بھی بیوی کے فوت ہونے سے خانہ بربادی ہوئی۔ مجھے خدا نے وعدہ دیا تھا کہ مباہلہ کے بعد دو اور لڑکے تمہارے گھر پیدا ہوں گے سو دو اور پیدا ہو گئے اور وہ دونوں پیشگوئیاں جو صدہا انسانوں کو سنائی گئی تھیں پوری ہو گئیں۔ اب بتلاؤ کہ تمہاری پیشگوئیاں کہاں گئیں۔ ذرہ جواب دو کہ اِس فضول گوئی کے بعد کس قدر لڑکے پیدا ہوئے۔ ذرہ انصاف سے کہو کہ جبکہ تم منہ سے دعوے کر کے اور اشتہار کے ذریعہ سے لڑکے کی شہرت دے کر پھر صاف نامراد اور خائب و خاسر رہے۔ کیا یہ ذلت تھی یا عزت تھی؟ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مباہلہ کے بعد جو کچھ قبولیت مجھ کو عطا ہوئی وہ سب تمہاری ذلت کا موجب تھی۔ ﴿۱۹﴾

قولہ ۔ کیا آتھم اور داماد مرزا احمد بیگ اور آپ کے فرزند موعود کا کوئی نتیجہ ظہور میں آیا۔

اقول ۔ ہزارہا دانشمند انسان اِس بات کو مان گئے ہیں کہ آتھم پیشگوئی کے مطابق مر گیا اور اگر زندہ ہے تو پیش کرو اور اگر یہ کہو کہ میعاد کے اندر فوت نہیں ہوا

تو یہ تمہارا حمق ہے کہ ایسا خیال کرو کیونکہ پیشگوئی شرطی تھی اور شرط کے تحقق نے میعاد کی رعایت کو باطل کر دیا تھا اور نیز میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یونس نبی کو سچا نبی مانتے ہو یا نہیں اس کی پیشگوئی کیوں خطا گئی اس میں تو کوئی شرط بھی نہ تھی پھر اگر حیا اور ایمان ہے تو شرطی پیشگوئیوں پر کیوں اعتراض کرتے ہو۔ دیکھو یونہ نبی کی کتاب اور دُرِّ منثور کہ کیسے یونہ نبی کو پیشگوئی کے خطا جانے سے تکالیف اٹھانی پڑیں۔ اب ﴿۲۰﴾ یونس کو مجھ سے زیادہ تر برا کہو کہ اُس کی قطعی پیشگوئی جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہ تھی خطا گئی۔ اے نادانو! اسلام پر کیوں تبر چلاتے ہو حق یہی ہے کہ وعید کی پیشگوئی میں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے کہ توبہ اور استغفار اور رجوع سے اس میں تاخیر ڈال دے گو اس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو تمام صدقات اور خیرات اور دعوات باطل ہو جائیں گی اور یہ اصول جو تمام نبیوں کا مانا ہوا ہے کہ **یُرَدُّ الْقَضَاءُ بِالصَّدَقَاتِ وَالدُّعَاء** صحیح نہیں رہے گا۔ ماسوا اس کے ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ میرا اور ڈپٹی آتھم کا مقابلہ کسی میرے دعوے کے متعلق نہ تھا۔ اِس تمام بحث کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ آتھم یہ کہتا تھا کہ عیسائی دین سچا ہے اور نعوذ باللہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفتری ہیں اور قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ انسان کا افترا ہے۔ اور میں کہتا تھا کہ عیسائی مذہب اپنی اصلیت پر قائم نہیں اور تثلیث و کفارہ وغیرہ سب باطل ہیں۔ پس جب پندرہ دن بحث کے ختم ہو گئے تو آخری دن میں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے الہام کیا میں نے اُسی مجلس بحث میں جس میں ستّر سے زیادہ مسلمان اور عیسائی موجود ہوں گے آتھم کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے اپنی کتاب میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام دجال رکھا ہے اور اِسلام کو جھوٹا مذہب ٹھہرایا ہے اور دیکھو اس وقت تم نے عیسائی مذہب کے

حامی ہو کر بحث کی ہے اور میں نے اسلام کو حق سمجھ کر اس کی حمایت میں بحث کی ہے۔ اب میں خدا سے الہام پا کر کہتا ہوں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص جھوٹے مذہب کا حامی ہے وہ سچے کے زندہ ہونے کی حالت میں ہی ہاویہ میں گرایا جاوے گا یعنی مرے گا مگر جو سچے مذہب کا حامی ہے وہ سلامت رہے گا۔ اور جھوٹے کی موت پندرہ مہینہ کے اندر اِس حالت میں ہوگی جبکہ وہ حق کی طرف کچھ بھی رجوع نہ کرے گا۔ جب میں یہ پیشگوئی بیان کر چکا جس کا یہ خلاصہ ہے تو اُسی وقت آتھم نے زبان نکالی اور توبہ کرنے والوں کی طرح دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دجال کہنے سے اپنی پشیمانی ظاہر کی۔ پس بلاشبہ ایک عیسائی کی طرف سے یہ ایک رجوع ہے جس کے ستّر سے زیادہ مسلمان اور عیسائی گواہ ہیں اور بعد اس کے برابر پندرہ مہینے تک عبداللہ آتھم کا گوشۂ تنہائی میں بیٹھنا اور امرتسر کے عیسائیوں کا ترک صحبت کرنا اور قانوناً نالش کرنے کا حق رکھ کر پھر بھی نالش نہ کرنا اور اقرار کرنا کہ میں ان لوگوں کی طرح حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا نہیں مانتا اور باوجود چار ہزار روپیہ انعام پیش کرنے کے قسم کھانے سے انکار کرنا اور میعاد پیشگوئی میں ایک حرف بھی ردِّ اسلام میں نہ لکھنا اور روتے رہنا اور برخلاف اپنی قدیم عادت کے ترک مباحثہ مسلمانوں سے کرنا یہ تمام ایسی باتیں ہیں کہ اگر انسان مفسد اور سیہ دل نہ ہو تو ضرور ان سے نتیجہ نکالے گا کہ بلاشبہ عبداللہ آتھم پیشگوئی کے سننے کے بعد ڈرا اور اسلامی عظمت کو دِل میں بٹھایا۔ لہٰذا ضرور تھا کہ بقدر اپنے رجوع کے الہامی شرط سے فائدہ اُٹھاتا۔ پھر ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے وہ شخص کیسا مسلمان ہے کہ جو اس قسم کے مذہبی مباحثہ میں جس کا نعوذ باللہ میرے مغلوب ہونے کی حالت میں اثر بد اسلام پر پڑتا ہے پھر بھی کہے جاتا ہے کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اے نادان اگر پیشگوئی جھوٹی نکلی تو پھر تجھے عیسائی ہو جانا چاہیے کیونکہ اس صورت میں

﴿۲۱﴾

عیسائی مذہب کا سچا ہونا ثابت ہوا۔ تم لوگوں کے لئے کیسے فخر کی بات تھی کہ دو شخص دو قوموں میں سے اسلام کے مقابل پر اُٹھے یعنی آتھم اور لیکھرام۔ اور اُن کو ایک آسمانی فیصلہ کے طور پر سنایا گیا کہ جو شخص جھوٹے مذہب پر ہوگا وہ اُس فریق سے پہلے مرجائے گا کہ جو سچے مذہب پر قائم ہے چنانچہ میری زندگی میں ہی آتھم اور لیکھرام دونوں مرگئے اور میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک زندہ ہوں اور اگر اسلام سچا نہ ہوتا تو ممکن تھا بلکہ ضروری تھا کہ میں پہلے ان سے مرجاتا۔ پس خدا سے ڈرو اور اُس فتح کو جو خدا کے کمال فضل سے اِسلام کو نصیب ہوئی میرے حسد کے لئے شکست کے پیرایہ میں بیان مت کرو۔ دیکھو اِس وقت آتھم کہاں ہے اور لیکھرام کس ملک میں ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ کئی برس ہوئے کہ آتھم فوت ہوگیا اور فیروز پور میں اُس کی قبر ہے۔ پس جبکہ پیشگوئی کی اصل غرض جو میری زندگی میں ہی آتھم کا فوت ہو جانا تھا پوری ہو چکی تو کیوں بار بار میعاد کا ذکر کر کے روتے ہو اور کہتے ہو کہ فوت تو ہوا مگر میعاد کے اندر فوت نہیں ہوا یہ کیسا بیہودہ عذر ہے۔ اے نادانو ں اور خدا کی شریعت کے اسرار سے غافلو! جبکہ وعید کی پیشگوئی میں خدا کو یہ بھی اختیار رہے کہ توبہ اور رجوع کرنے سے سرے سے عذاب کو ہی ٹال دیتا ہے تو کیا میعاد کی کمی وبیشی اس پر کوئی اعتراض پیدا کر سکتی ہے۔ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ [1] اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی رحمت اور رحیمانہ رعایت کو مخفی رکھنا نہیں چاہتا۔ پس جبکہ آتھم نے پیشگوئی کو سن کر اُسی وقت سر جھکا دیا اور زبان نکال کر اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر توبہ اور ندامت کے آثار ظاہر کئے جس کے گواہ ڈاکٹر مارٹن کلارک بھی ہیں اور بہت سے معزز مسلمان اور عیسائی جن میں سے میرے خیال میں خان محمد یوسف خاں صاحب رئیس امرتسر بھی ہیں جو اُس وقت موجود تھے تو کیا اس رجوع نے کوئی حصہ شرط کا پورا نہ کیا۔ میں

﴿۲۲﴾

[1] المؤمنون: ۹۲

سچ سچ کہتا ہوں کہ اعتراض اس صورت میں ہوتا تھا جبکہ باوجود اس قدر انکسار اور خوف اور تذلّل آتھم کے جو اُس نے ظاہر کیا اور باوجود اس کے کہ وہ مارے غم کے دیوانہ وار ہوگیا اور آئندہ مقابلہ اور مباحثہ سے زبان بند کر لی پھر بھی خدا تعالیٰ اپنی شرط کا کچھ بھی اس کو فائدہ نہ پہونچاتا اور سخت گیری سے میعاد کے اندر ہی اُس کی زندگی کو ختم کر دیتا۔ کیا اِس سے خدا کی پاک صفات کی معرفت حاصل نہیں ہوتی کہ اُس نے آتھم کی تضرع اور خوف کا بھی اُسے فائدہ پہنچا دیا اور پھر پیشگوئی کی منشاء ﴿۲۳﴾ کے موافق اُس کے رشتہ حیات کو بھی توڑ دیا تا ثابت ہو کہ جس قدر آتھم نے انکسار اور خوف ظاہر کیا بظاہر اس کی پاداش یہ تھی کہ کم سے کم دس سال اس کو اور زندگی دی جاتی تا بموجب آیت مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ[1] وہ اپنے دِلی خوف کی پوری پاداش کو پا لیتا لیکن خدا تعالیٰ نے اس لئے اس کو جلد ہلاک کر دیا کہ تا پادری لوگ نادان لوگوں کو دھوکہ نہ دیں اور اپنے مذہب کی حقانیت پر اس کی زندگی کو دلیل نہ ٹھہرائیں۔ میں تو اُسی وقت ڈر گیا تھا جبکہ عام مجمع میں آتھم نے اپنی زبان منہ سے باہر نکالی اور رونے والی صورت بنا کر دونوں ہاتھ اُٹھائے اور ظاہر کیا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہوں۔ اور اُسی وقت مجھے خیال آیا تھا کہ اب یہ شخص اپنی اس ندامت کے اقرار سے خدائے رحیم کے آستانہ پر گرا ہے دیکھئے اس کا نتیجہ کیا ہوگا کیونکہ میں جانتا تھا کہ خدا رحیم ہے اور اُس کی اِسی صفت کی وجہ سے یونس نبی پر ابتلا آیا اور جن کے لئے اُس نے چالیس دن تک ایک مہلک عذاب کا وعدہ کیا تھا اُن کے دامن کا ایک ذرہ گوشہ بھی چاک نہ ہوا۔ اور یاد رہے کہ حق کے طالبوں کو اِس پیشگوئی اور لیکھرام والی پیشگوئی سے ایک علمی فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ کہ آتھم کی پیشگوئی بباعث اُس کے ڈرنے اور خوف کھانے کے جمالی رنگ پر ظاہر ہوئی

[1] الزلزال: ۸

اور لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی وہ بباعث اس کی شوخی اور بیبا کی اور بدزبانی کے جو پیشگوئی کے بعد اور بھی زیادہ ہوگئی تھی جلالی رنگ میں ظاہر ہوئی اور اُس کی زبان کی چھری آخر اُسی پر چل گئی۔

یہ تو آتھم کی نسبت ہم نے بیان کیا اور احمد بیگ کے داماد کی نسبت ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کی دو ٹانگیں تھیں۔ ایک احمد بیگ کی موت کے متعلق اور ایک اُس کے داماد کے متعلق۔ سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ مدت ہوئی کہ پیشگوئی کی منشاء کے موافق فوت ہو چکا ہے اور اس کی قبر ہوشیار پور میں موجود ہے۔ رہا اس کا داماد سو پیشگوئی کی شرط کی وجہ سے اس کی موت میں تاخیر ڈال دی گئی اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ پیشگوئی شرطی تھی۔ پھر جب احمد بیگ شرط سے لاپروا رہ کر مر گیا تو اس کی موت نے اس کے داماد اور دوسرے اقارب کو یہ موقع دیا کہ وہ ڈریں اور شرط سے فائدہ اُٹھائیں سو ایسا ہی ہوا اور احمد بیگ اور اُس کے داماد کے متعلق جو شرطی الہام تھا اس کی یہ عبارت تھی۔ **ایّھا المرأة توبی توبی فان البلاء علٰی عقبک**۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ یہ الہام قبل از وقت بمقام ہوشیار پور شیخ مہر علی کے مکان پر بحاضری حافظ محمد یوسف یا منشی محمد یعقوب و نیز بحاضری منشی الٰہی بخش صاحب آپ کی جماعت میں سے ایک شخص کو جس کا نام عبدالرحیم تھا یا عبدالواحد تھا سنایا گیا تھا اور بعد میں یہ الہام چھپ بھی گیا تھا۔ غرض یہ پیشگوئی شرطی تھی جیسا کہ آتھم کی پیشگوئی شرطی تھی اور اگر وہ شرطی بھی نہ ہوتی تا ہم بوجہ وعید ہونے کے یونس نبی کی پیشگوئی سے مشابہ ہوتی۔ اور خدا کی باتوں کا صبر سے انجام دیکھنا چاہیے نہ شرارت سے اعتراض۔ ﴿۲۴﴾

اور فرزند موعود کی نسبت جو اعتراض تھا اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ ہمارے مخالفوں کی کچھ ایسی عقل ماری گئی ہے کہ اعتراض کرنے کے

وقت اُن کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اعتراض کا کوئی موقع بھی ہے یا نہیں۔ اے نادان! خدا تعالیٰ نے جیسا کہ وعدہ فرمایا تھا مجھے چار لڑکے عطا فرمائے اور ہر ایک لڑکے کی پیدائش سے پہلے مجھے اپنی خاص وحی کے ذریعہ سے اس کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور وہ ہر چہار بشارتیں ہر چہار اشتہار کے ذریعہ سے قبل از وقت دنیا میں شایع کی گئیں جن کے لاکھوں انسان ان ملکوں میں گواہ ہیں۔ پھر میں سمجھ نہیں سکتا کہ اعتراض کیا ہوا۔ اعتراض تو تمہاری حالت پر واقع ہوتا ہے کہ منہ سے نکالا کہ خدا کے فضل «۲۵» سے میرے لڑکا ہوگا اور اس پیشگوئی کو اشتہار میں شائع کیا اور پھر وہ لڑکا اندر ہی اندر تحلیل پا گیا۔ باہر آنا اُس کو نصیب نہ ہوا۔ کاش وہ مردہ ہی پیدا ہوتا تا تمہارے ہاتھ میں کچھ تو بات رہ جاتی۔ یہ بھی مباہلہ کا بد اثر تم پر پڑا کہ اولاد سے نامراد رہے۔ غرض میرے گھر میں تو اولاد کی بشارت کے بعد چار لڑکے ہوئے اور ہر ایک لڑکے کی پیدایش سے پہلے خدا نے خبر دی جس کو میں نے ہزارہا لوگوں میں شائع کیا مگر تم بتلاؤ کہ تمہارے گھر میں کیا پیدا ہوا۔ تم تو اب تک اس اعتراض کے نیچے ہو۔ کاش ایک صادق سے مباہلہ نہ کرتے تو شاید اب تک لڑکا ہو جاتا۔ سو آئینہ لے کر اپنا عیب دیکھو۔ میرے پر نکتہ چینی کا کوئی محل نہیں۔ ہاں اگر میں نے کوئی ایسا الہام شائع کیا ہے جس کے یہ معنے ہوں کہ اسی الہام کے قریب حمل سے اور اسی سال میں لڑکا پیدا ہوگا تو وہ میرا الہام شائع کردو مگر خبردار کوئی اس قسم کا اعتراض پیش نہ کرنا جو اس سے پہلے بعض منافقوں نے حدیبیہ کے قصے پر پیش کیا تھا جس سے عمر فاروق کو خدا نے بچایا اور منافق ہلاک ہوئے۔ اے عزیز کیوں میرے کینہ کے لئے شریعت محمدیہ سے دست بردار ہوتے ہو۔ اس جگہ تو کوئی ہاتھ ڈالنے کی تمہیں جگہ نہیں اور باوصف اس کے یہ متفق علیہ عقیدہ ہے کہ کبھی نبی اپنی پیشگوئی کے محل اور

موقع کے سمجھنے میں غلطی بھی کرسکتا ہے چنانچہ علماء اس پر دلیل حدیث ذَهَبَ وَهْلِیْ کو پیش کرتے ہیں جو بخاری میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کسی تاویل کی غلطی سے پیشگوئی غلط نہیں ٹھہر سکتی اور نہ غیر الہامی ٹھہر سکتی ہے پس جب نبیوں کی پیشگوئی میں یہاں تک وسعت ہے کہ نبی کے غلط معنے پیشگوئی کو کچھ حرج نہیں پہنچاتے تو پھر اعتراض اُسی صورت میں ہوگا جبکہ الہام کا اسی کے الفاظ سے غلط ہونا ثابت ہو جائے۔

﴿۲۶﴾ **قولہ** ۔ مرزا یقیناً جانتا ہے کہ اِس فضول کام کے لئے نہ کسی نے آنا ہے اور نہ یہ کام ہونا ہے مفت کی میری شیخی مشہور ہو جائے گی۔

اقول ۔ اے ناسمجھ خدا سے ڈر کیا دین کے کام کو فضول کام کہتا ہے کیا خدا کے نبی فضول کام میں ہی مشغول رہے۔ اے عزیز! کیا یہ کام فضول ہے جس سے ہزارہا جانیں جھوٹ اور ضلالت سے نجات پاتی ہیں اور اندرونی تفرقہ اس اُمت کا جس نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہے دور ہوتا ہے۔ اگر یہ کام فضول ہے تو کیا دوسرے کام شریعت کے لئے ضروری تھے جو آپ لوگ کر رہے ہیں۔ مثلاً نذیر حسین دہلوی باوجود پیرانہ سالی کے شیخ محمد حسین بٹالوی کے لڑکے کی شادی پر بٹالہ آیا اور سیالکوٹ کے ضلع تک گیا۔ بجز کھانے پینے کے اور کیا غرض تھی۔ اِس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت اِسی وجہ سے انحطاط میں ہے کہ حال کے مولوی ضروری کاموں کا نام فضول کام رکھتے ہیں اور اپنی نفسانی تجارتوں کے لئے عدن اور مسقط تک سیر کر آتے ہیں اس کو کوئی فضول نہیں سمجھتا مگر تائید اسلام کے کاموں کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور یوں گوشت پلاؤ کھانے اور شادیوں کی دعوتوں میں شامل ہونے کے لئے صدہا کوس چلے جاتے ہیں۔ یہ خوب دینداری ہے کہ یوں تو ملک میں شور مچا رہے ہیں کہ گویا اِس جماعت میں داخل ہو کر تیس ہزار آدمی کافر ہوگیا اور ہوتا جاتا ہے اور جب

کہا جائے کہ آؤ فیصلہ کرو تو جواب ملتا ہے کہ اس فضول کام کے لئے علماء کو فرصت کہاں ہے اور کرایہ کے لئے خرچ کہاں۔ ہم اس وقت ایسے علماء کو خدا کی حجت پوری کرنے کے لئے کرایہ کی مدد دینے کو بھی حسب شرائط مذکورہ بالا طیار ہیں۔ کاش کسی طرح اُن کے دل سیدھے ہوں۔ اسلام سب مذہبوں پر غالب ہوتا ہے۔ یہ کیسا اسلام ان کے ہاتھ میں ہے جوان کو تسلی نہیں دے سکتا۔ غرض اب ہم نے ان کا یہ عذر بھی توڑ دیا۔

﴿۲۷﴾

قولہ ۔ اے نئے عیسائیو اور نیا گرجا بنانے والو۔ ہم ایک سہل اور نہایت آسان طریق بتلاتے ہیں۔

اقول ۔ اے حد سے بڑھنے والے کیا اُن مسلمانوں کا نام عیسائی رکھتا ہے جو اسلام کے حامی اور زمین پر **حُجّت اللّٰہ** ہیں۔ اگر مسلمان تیرے جیسے ہی ہوتے تو اسلام کا خاتمہ تھا۔ پھر اس کے بعد آپ نے تمسخر اور ٹھٹھے سے مولوی عبد الکریم صاحب کا ذکر کیا ہے اور نشان یہ مانگا ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو جو ایک ٹانگ میں کچھ کمزوری ہے اور ایک آنکھ کی بصارت میں خلل ہے یہ دونوں عارضے جاتے رہیں۔ اور اس ذکر سے اصل غرض آپ کی صرف ٹھٹھا اور ہنسی ہے اور یہ مقولہ محض اُن کافروں کی طرح ہے جو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہتے تھے اور یہ نشان مانگتے تھے کہ اگر یہ سچا نبی ہے تو اس کے لڑکے جس قدر مر گئے ہیں اُن کو زندہ کر دے۔ مگر ہم اِس ٹھٹھے کا ابھی جواب دے چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انسان بوجہ اپنی انسانیت کے کسی نہ کسی نقص سے خالی نہیں ہوتا اور ہمیشہ امراض آفات بھی لاحق رہتے ہیں۔ عزیز و اقارب بھی مرتے ہیں لیکن کوئی شریف نشان مانگنے کے بہانہ سے اِس طرح پر دِل نہیں دکھاتا۔ یہ قدیم سے رذیلوں اور سفیہوں کا کام ہے اور ہمارے ملک میں اِس قسم کا ٹھٹھا

ہنسی اکثر مراسی کیا کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ میاں عبدالحق نے کیوں یہ طریق اختیار کیا ہے۔ بھلا اگر ابھی کوئی میاں عبداللہ غزنوی پر چند ایسے اعتراض کردے کہ اگر وہ ملہم تھا تو اُس کو چاہیے تھا کہ اپنے فلاں فلاں ذاتی نقص دُور کرتا اور لوگوں کو یہ نشان دکھلاتا تو مجھے معلوم نہیں کہ غزنوی صاحبان کیا جواب دیں گے۔ اے عزیز! اگر تم دوسرے کو اِس طرح پر دکھ دوگے تو وہ تمہارے باپ اور تمہارے مرشد تک پہنچے گا۔ پس اِن فتنہ انگیز باتوں سے فائدہ کیا ہوا بلکہ خدا کے نزدیک اپنے باپ اور اپنے مرشد کی تحقیر کرنے والے تم خود ٹھہروگے۔ اور اگر خدا کی قضا وقدر سے خود تمہاری دونوں آنکھوں پر نزول الماء نازل ہو جائے یا ٹانگوں پر فالج پڑے تو یہ ساری ہنسی یاد آجائے۔ اے غافلو! دوسروں پر کیوں عیب لگاتے ﴿۲۸﴾ ہو۔ کیا ممکن نہیں کہ خود تم کسی وقت ایسے بدنی نقص میں مبتلا ہو جاؤ کہ لوگ تم پر ہنسیں یا تمہارے چھونے سے پرہیز کریں۔ خدا سے ڈرو اور کفار کا شعار اختیار نہ کرو۔ یاد رکھو کہ تمام نبیوں نے اُن لوگوں کو ملعون ٹھہرایا ہے جو نبیوں اور ماموروں سے اقتراحی نشان مانگتے ہیں۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا فرمایا کہ اِس زمانہ کے حرامکار مجھ سے نشان مانگتے ہیں انہیں کوئی نشان دکھلایا نہیں جائے گا۔ ایسا ہی قرآن نے ان لوگوں کا نام ملعون رکھا جو لوگ حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تجویز سے نشان مانگا کرتے تھے جن کا بار بار لعنت کے ساتھ قرآن شریف میں ذکر ہے جیسا کہ وہ لوگ کہتے تھے فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ [1] یعنی ہمیں حضرت موسیٰ کے نشان دکھلائے جائیں یا حضرت مسیح کے اور کبھی آسمان پر چڑھ جانے کی درخواست کرتے تھے اور کبھی یہ نشان مانگتے تھے کہ سونے کا گھر آپ کے لئے بن جائے اور ہمیشہ انہیں نفی میں جواب ملتا تھا۔ تمام قرآن شریف کو

[1] الانبیاء : ٦

اوّل سے آخر تک دیکھو کہیں اِس بات کا نام ونشان نہ پاؤ گے کہ کسی کافر نے اپنی طرف سے یہ نشان مانگا ہو کہ کسی کی ٹانگ درست کردو یا آنکھ درست کردو یا مردہ زندہ کردو۔ تو آنحضرت نے وہی کام کردیا ہو اور نہ انجیل میں اس کی کوئی نظیر ملے گی کہ کفار نشان مانگنے آئے اور اُنہیں دکھایا گیا بلکہ ایک دفعہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ فلاں شخص جس کی نئی شادی ہوئی تھی اور سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تھا اُس کو زندہ کردو تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے بھائی کو دفن کرو۔ غرض قرآن شریف اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ مکہ کے پلید اور حرامکار کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے نشان مانگا کرتے تھے اور ہمیشہ اس سوال کی منظوری سے محروم رہتے اور خدا تعالیٰ سے لعنتیں سنتے تھے ایسا ہی تمام انجیل پڑھ کر دیکھ لو کہ اقتراحی نشان مانگنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے گالیاں سنا کرتے تھے۔ سو اے عزیز! کچھ خدا کا خوف کرو عمر کا اعتبار نہیں۔ خدا تعالیٰ میرے ہاتھ پر نشان ظاہر کرتا ہے مگر اُس سنت کے موافق جو قدیم سے اپنے مامورین سے رکھتا ہے۔ اور بلاشبہ اس سنت کے التزام سے ایک شخص اگر شیطان بن کر بھی آوے تب بھی اُس کو الٰہی نشانوں سے قائل کردیا جائے گا لیکن اگر خدا کی سنت قدیمہ کے مخالف دیکھنا چاہے تو اس کا اُس نعمت سے کچھ حصہ نہیں اور بالیقین وہ ایسا ہی محروم مرے گا جیسا کہ ابوجہل وغیرہ محروم مرگئے۔ اے عزیز آپ کا اختیار ہے کہ اُس طرح پر جو خدا نے مجھے مامور کیا ہے ایک جماعت لنگڑوں لولوں اندھوں اور کانوں اور دوسرے بیماروں کی لے آؤ اور پھر اُن میں سے قرعہ اندازی کے طریق پر جس جماعت کو خدا میرے حوالہ کرے گا اگر اُن میں مَیں مغلوب رہا تو جس قدر تم نے اپنے اشتہار میں گالیاں دی ہیں اُن سب کا میں مستحق ہوں گا ورنہ وہ تمام گالیاں تمہاری طرف رجوع

﴿۲۹﴾

کریں گی۔ دیکھو اِس طریق سے بھی وہی تمہارا مطلب حاصل ہے پھر اگر دل میں
مادہ فساد نہیں تو ایسا اُلٹا طریق کیوں اختیار کرتے ہو جس طریق کے اختیار کرنے والے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر حرامکار کہلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
زبان پر جہنمی اور لعنتی کہلائے۔ اگر تمہارے دِل میں ایک ذرہ ایمان ہے تو یہ طریق
جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میں پیش کرتا ہوں اِس میں حرج کیا ہے۔ کیا تم گالیوں اور
دہریہ کہنے سے فتح پا جاؤ گے۔ یقیناً اُسی گروہ کی فتح ہے جو دہریہ نہیں ہیں اور خدا تعالیٰ
پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرتے ہیں اور گذشتہ کافروں کی طرح
اپنے اقتراح سے نشان نہیں مانگتے بلکہ خدا کے پیش کردہ نشانوں میں غور کرتے ہیں۔
﴿۳۰﴾ اے موت سے غافل امانت اور دیانت کے طریق سے کیوں باہر جاتا ہے اور ایسی
باتیں کیوں زبان پر لاتا ہے جن میں تیرا دِل ہی تجھے ملزم کر رہا ہے کہ تو جھوٹ بولتا
ہے۔ سچ کہہ کیا اب تک تجھے خبر نہیں کہ خدا کو محکوم بنا کر کوئی بات امتحان کے طور پر
اس سے مانگنا یہ طریق صلحاء کا نہیں ہے بلکہ خدا کی کلام میں اِس طریق کو ایک
معصیت اور ترکِ ادب قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کو غور سے پڑھ اور پھر سوچ کہ جو
لوگ اقتراحی نشان مانگتے تھے یعنی اپنے اپنے خود تراشیدہ نشانوں کو طلب کرتے
تھے ان کو قرآن میں کیا جواب ملتا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں موردِ غضب تھے
یا موردِ رحم تھے اور اگر کچھ حیا اور شرم اور شوقِ تحقیق حق ہے اور اگر اپنے دعوے
میں سچے ہو تو اپنے اُن علماء سے جو دین سے کچھ خبر رکھتے ہیں یہ فتویٰ لو کہ کیا خدا پر
یہ حق واجب ہے کہ جب اس کے کسی نبی یا محدث یا رسول سے کوئی فرقہ کفار اور
بے ایمانوں کا خود تراشیدہ نشان مانگے تو وہ نشان اس کو دکھلاوے اور اگر نہ
دکھلاوے تو وہ نبی جس سے ایسا نشان طلب کیا جائے جھوٹا ٹھہرے گا پس اگر یہ فتویٰ

تجھے علماء سے مل گیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر تجھے تیرا پیش کردہ نشان دکھلا دوں گا اور اگر نہ ملا تو تیرے جھوٹ کی یہ سزا تجھے کافی ہے کہ تیری ہی قوم کے نامی علماء نے تیری تکذیب کی اور ہماری طرف سے یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ نامی علماء جیسے نذیر حسین دہلوی اور رشید احمد گنگوہی ہرگز تجھے یہ فتویٰ نہیں دیں گے اگرچہ تو اُن کے سامنے روتا روتا مر بھی جائے اور ناظرین کو چاہیے کہ اِس شخص کا جو خدا کی شریعت میں تحریف اور تلبیس کرتا ہے پیچھا نہ چھوڑیں جب تک ایسا فتویٰ علماء کا پیش نہ کرے۔ کیونکہ وہ طریق جو نشان مانگنے میں اُس نے اختیار کیا ہے وہ خدا سے ہنسی اور ٹھٹھا ہے۔ یاد رہے کہ سب سے پہلے دنیا میں شیطان نے حضرت عیسیٰ سے بیت المقدس میں نشان مانگا تھا اور کہا تھا کہ اپنے تئیں اس عمارت سے نیچے گرا دے اگر زندہ بچ رہا تو میں تجھ پر ایمان لاؤں گا مگر حضرت مسیح نے فرمایا کہ دور ہو اے شیطان کیونکہ لکھا ہے کہ خدا کا امتحان نہ کر۔ اس جگہ ایک پادری صاحب انجیل کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ درحقیقت وہ انسان ہی تھا جس نے حضرت مسیح سے اقتراحی نشان مانگا تھا اور حضرت مسیح نے خود اُس کا نام شیطان رکھا کیونکہ اُس نے خدا کو اپنی مرضی کا محکوم بنانا چاہا۔ پس انجیل کے اِس قصے کی رُو سے میاں عبدالحق کے لئے بھی بڑی خوف کی جگہ ہے جب انسان امانت سے بات نہیں کرتا تو اُس وقت شیطان کا محکوم ہوتا ہے گویا خود وہی ہوتا ہے چنانچہ آیت مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ [1] اِس کی شاہد ہے۔ ﴿۳۱﴾

قولہ۔ مرزا اور مرزائیوں کو قیامت اور حساب اور جنت اور دوزخ پر ایمان نہیں دہریہ مذہب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جس کو قیامت پر ایمان ہوتا ہے وہ ایسا آزاد دھوکہ باز مفتری علی اللّٰہ وعلی الرسول وعلی الناس نہیں ہوتا۔

[1] الناس:۷

اقول۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ سب صفات آپ لوگوں میں ہیں بلکہ آپ لوگ دہریوں سے بدتر ہیں کیونکہ دہریہ تو خدا تعالیٰ کی ہستی پر اپنے زعمِ باطل میں دلیل نہیں پاتا مگر آپ لوگ ایمان کا دعویٰ کر کے بھی پھر قابل نفرت جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ آپ لوگ جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے تو اس وقت آپ لوگ صریح خدا اور اس کے رسول پر افترا کرتے ہیں اور اگر افترا نہیں کرتے تو تمہیں خدا کی قسم ہے کہ بتلاؤ کہ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ افسوس کہ قرآن شریف میں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي [۱] کی آیت پڑھتے ہو اور خوب جانتے ہو کہ سارے قرآن شریف میں ہر جگہ توفّی بمعنی قبض روح ہے۔ اور ایسا ہی یقین رکھتے ہو کہ تمام حدیثوں میں بھی توفّی بمعنی قبض روح ہے اور پھر افترا کے طور پر کہتے ہو کہ اِس جگہ پر توفّی بمعنی زندہ اُٹھا لینے کے ہیں۔ پس اگر تم اِس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا نہیں کرتے تو بتلاؤ اور پیش کرو کہ کس حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے۔ ہائے افسوس اس قدر جھوٹ اور افترا۔ اے لوگو! کیا تم نے مرنا نہیں کیا کبھی بھی قبر کا منہ نہیں دیکھو گے۔ ﴿۳۲﴾

از افتراء و کذب شما خوں شدست دل — داند خدا کہ زیں غم دیں چوں شدست دل
ہیچم عیاں نشد کہ شمارا بکینہ ام — زینساں چرا دلیر و دگرگوں شدست دل

پھر جبکہ حدیث نبوی سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم خاکی آسمان پر چلے گئے تھے یا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر سے اُترنے والے ہیں اور قرآن اُن کو اُن لوگوں میں داخل کرتا ہے جو توفّی کے حکم کے نیچے ہیں اور معراج کی حدیث اِس بات کی تائید کرتی ہے کیونکہ آنحضرت نے معراج کی رات میں حضرت عیسیٰ کو

[۱] المائدۃ: ۱۱۸

وفات یافتہ روحوں میں دیکھا ہے اور ایک سو پچیس برس کی عمر جو حدیثوں میں بیان کی گئی ہے وہ صاف کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اِس قدر زمانہ گذرنے کے بعد ضرور فوت ہوگئے ہیں ایسا ہی وہ حدیث کنز العمال کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ دوسرے ملک میں چلے گئے اس کی مؤید ہے تو پھر یہ کس قدر خدا اور اُس کے رسول پر افترا ہے کہ آپ لوگ اب تک اِس جھوٹے عقیدہ سے باز نہیں آتے۔ اگر دنیا میں وہی مسیحؑ دوبارہ آنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ اس کو وفات یافتہ نہ کہتا اور حدیث میں کسی جگہ اس بات کی صراحت ہوتی کہ حضرت عیسیٰ زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں اور کسی وقت زندہ مع جسم عنصری اُتریں گے۔ مگر اب تو تمام حدیثیں دیکھ لی گئیں اِس بات کا پتہ نہیں ملتا کہ کسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر زندہ مع جسم آسمان پر سے اُتریں گے۔ اور اُترنے والے کی صفت میں یہ تو لکھا ہے کہ امامکم منکم مگر یہ نہیں لکھا کہ امامکم من انبیاء بنی اسرائیل۔ اب سوچو کہ افترا کی لعنت کس پر قرآن اور حدیث دونوں کرتے ہیں ہم پر یا تم پر۔ اگر ہمارے اِس ثبوت کا کچھ جواب ہے تو پیش کرو ورنہ تم بلا شبہ خدا کے نزدیک مفتری ہو۔ اور پھر اسی پر بس نہیں بات بات میں تمہارے افترا ظاہر ہیں اور تمہاری زبانیں جھوٹ سے پلید ہیں۔ بھلا بتلاؤ کہ مباہلہ کے بارے میں جو میرے ساتھ تم نے کیا تھا کس قدر بار بار تم نے جھوٹ بولا اور کہا کہ مباہلہ میں مجھ کو فتح ہوئی۔ اے سچائی کے دشمن اور حیا کے ترک کرنے والے سوچ اور سمجھ کہ خدا نے تو اُسی وقت اُسی مقام میں منشی محمد یعقوب کی گواہی سے تجھے ذلیل کیا۔ کیا یہی تیری فتح تھی کہ تیرے ہی اُستاد عبد اللہ غزنوی نے میری سچائی کی گواہی دے دی۔ اب اگر میں مفتری ہوں اور قیامت اور حساب اور دوزخ پر مجھے ایمان نہیں تو تجھے ساتھ ہی ماننا پڑے گا کہ عبد اللہ غزنوی

﴿۳۴﴾

تیرا اُستاد مجھ سے بڑھ کر مفتری تھا اور قیامت اور حساب اور دوزخ اور جنت پر ایمان نہیں رکھتا تھا کیونکہ بقول تمہارے اُس نے ایک ایسے آدمی کو سچا اور منجانب اللہ قرار دیا جو خدا پر افترا کرتا تھا۔ اے نادان یہ تمام تیری گالیاں تیری طرف ہی عود کرتی ہیں جب تک تو یہ ثابت نہ کرے کہ جو کچھ تیرے استاد عبداللہ نے گواہی دی وہ صحیح نہیں ہے۔ اے ظالم تو کیوں استاد کا عاق بنتا ہے تجھے تو چاہیئے تھا کہ سب سے پہلے تو ہی مجھے قبول کرتا کیونکہ تو نے اپنے اس اشتہار میں بھی اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ لکھے ہیں۔ ''عبدالحق غزنوی تلمیذ حضرت مولانا مولوی عبداللہ صاحب غزنوی''۔ اے بے ادب تو نے اپنے اُستاد کو یہی صِلہ دینا تھا کہ جس شخص کو وہ راستباز کہتا ہے تو نے اُس کو کذاب قرار دیا اور جبکہ تیری اِس مخالفت کے رو سے عبداللہ غزنوی مفتری ٹھہرا۔ اور اُس نے ناحق دروغ کے طور پر مجھے مظہر انوار الٰہی ٹھہرایا تو اب تجھے تو شرم سے مرجانا چاہیے کہ تو اُسی مفتری کا شاگرد ہے۔ میں نہیں کہتا کہ مولوی عبداللہ غزنوی مفتری تھا اور نہ میں اِس کا نام کذاب اور دھوکہ باز رکھتا ہوں لیکن تو نے بلا شبہ اس کو مفتری بنا دیا۔ خدا تجھ کو اس کی مکافات دے کہ ایسے عبد صالح کو تو نے عبد طالح قرار دیا کیونکہ جس حالت میں وہ مجھے صادق اور خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتا ہے اور میں بقول تیرے مفتری اور کذاب اور دجال ہوں تو یہی نام عبداللہ کو بھی تیری طرف سے تحفہ پہنچا مگر تیرے پر کوئی کیا افسوس کرے کیونکہ عبداللہ تو عبداللہ تو نے تو اُس کے مرشد کو بھی مفتری ٹھہرایا کیونکہ میاں صاحب کوٹھہ والے جو مولوی عبداللہ صاحب کے مرشد تھے قریب موت کے وصیت کرگئے تھے کہ پنجاب میں

﴿۳۴﴾

مہدی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے بلکہ پیدا ہو چکا اور اب ہم اُس کے زمانہ میں ہیں☆ وہ لوگ اب تک زندہ موجود ہیں جن کو یہ کشف سنایا گیا تھا۔ مگر اے ناحق شناس تو نے مرشد کے مرشد کا بھی ادب نگہ نہ رکھا۔ پس آفرین تیرے پر کہ تو نے اپنے مرشد اور مرشد کے مرشد سے خوب نیکی کی اور اُن کا نام مفتری اور کذاب رکھا اگر مولوی عبداللہ صاحب کی اولاد اپنے باپ کی کچھ عزت کرتے ہیں تو چاہیے کہ ایسے آدمی کو فی الفور اپنی جماعت میں سے نکال دیں کیونکہ جو اُستاد اور مرشد کا مخالف ہو اُس کے وجود میں خیر نہیں۔ اے بے ادب کیا تو ایسے بزرگ کی بے ادبی کرتا ہے جس کی شاگردی کا تو خود قائل ہے اور اگر تو یہ جواب دے کہ منشی محمد یعقوب صرف ایک گواہ ہے تو یہ دوسری بشارت بھی سن لے کہ چونکہ ضرور تھا کہ مباہلہ کے بعد ہر طرح سے خدا تجھے ذلیل کرے اور تیری رسوائی دنیا پر ظاہر ہو۔ اِس لئے اُسی دن جبکہ ہم مباہلہ سے فراغت پا چکے یا شاید دوسرے دن بوقت شام حافظ محمد یوسف داروغہ انہار نے جن کی بزرگی کے تم سب لوگ قائل ہو مجھ سے ملاقات کی اور ایک بڑی جماعت میں جو سو کے قریب آدمی تھا گواہی دی کہ مولوی عبداللہ صاحب نے ایک کشف اپنا مجھے سنایا ہے کہ ایک نور آسمان سے گرا اور وہ قادیاں پر نازل ہوا اور میری اولاد اس سے محروم رہ گئی یعنی وہ لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے اور مخالف ﴿۳۵﴾

☆ اگرچہ میاں صاحب موصوف کے منہ سے صرف مہدی کا لفظ نکلا تھا کہ وہ پیدا ہو گیا اور زبان اس کی پنجابی ہے مگر سامعین نے قرائن مقررہ کے لحاظ سے یہی سمجھا تھا کہ مہدی معہود ان کی مراد ہے کیونکہ اس وقت اُسی کی انتظار ہے اور عام محاورہ لوگوں کا یہی ہے کہ جب مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مہدی کب ظاہر ہوگا تو اُس کا مقصود مہدی معہود ہی ہوتا ہے اور مخاطب یہی سمجھتا ہے۔ منہ

ہو جائیں گے۔ اور اس فیض سے بے نصیب رہ جائیں گے☆ حافظ محمد یوسف صاحب اب تک زندہ ہیں ایک مجلس مقرر کرو اور مجھے اس میں بلاؤ اور پھر ان دونوں بزرگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھو کہ یہ دونوں واقعات اُنہوں نے بیان کئے ہیں یا نہیں اور یہ لوگ تمہاری جماعت میں سے ہیں اور نیز مولوی عبداللہ کے مربی اور محسن بھی۔ اب بتلاؤ کہ کیسی تمہاری جان شکنجہ میں آ گئی اور کس طرح صفائی سے ثابت ہو گیا کہ تم ہی مفتری ہو خدا اپنی مخلوق کو تمہارے افتراؤں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

قولہ ۔ مرزا کی کتابیں اس قسم کے جھوٹ اور افتراؤں سے بھری ہوئی ہیں کہ کوئی مومن باللہ ایسی دلیری نہیں کر سکتا۔

اقول ۔ اس تقریر کا دوسرے لفظوں میں مآل یہ ہے کہ عبداللہ غزنوی نے ایسے مفتری کا نام صادق اور منجانب اللہ رکھ کر ایک ایسے جھوٹ اور افترا

☆ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کشف اُس زمانہ کا ہے جبکہ یہ راقم اپنی عمر کے ابتدائی زمانہ میں مولوی عبداللہ صاحب کو بمقام خیروی جا کر ملا تھا اور تفاول نکالا تھا کہ مجھے خیر اور بہتری ملی۔ تب عبداللہ صاحب کو اپنی نسبت دعا کے لئے کہا تو اُنہوں نے دوپہر کے وقت شدت گرمی میں گھر میں جا کر میری نسبت دعا کی اور میری نسبت اپنا ایک الہام سنایا اور وہ یہ کہ **انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین** اور بوقت ظہر گھر سے واپس آ کر تبسم کے ساتھ مجھے کہا کہ خدا کی مجھ سے یہ عادت نہ تھی جو تمہارے معاملہ میں ظہور میں آئی اور اپنی فارسی زبان میں فرمایا کہ اس الہام سے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ صحابہ کے رنگ پر تمہارے شامل حال نصرت الٰہی رہے گی۔ اور پھر میں قادیاں میں آیا تو ایک خط ڈاک میں بھیجا جس میں مکرراً یہی الہام تھا اور شاید بعض اور فقرے بھی تھے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب ممدوح نے اسی تقریب اور تحریک سے قادیاں پر نور نازل ہوتا دیکھا۔ اچھا آدمی تھا خدا اُس پر رحمت نازل کرے آمین۔ منہ

سے کام لیا ہے کہ کوئی مومن باللہ ایسی دلیری نہیں کرسکتا۔ اب سچ کہو اے میاں عبدالحق کیا کوئی مومن باللہ ایسی دلیری کرسکتا ہے جو میاں عبداللہ نے کی کہ مفتری کا نام صادق اور آسمانی نور رکھا۔ خدا تعالیٰ تو مفتریوں پر لعنت بھیجتا ہے پس جس شخص نے ایسا جھوٹا الہام اور کشف بنایا کہ یہ بیان کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر خدا تعالیٰ کا نور نازل ہوا اور میری اولاد اُس سے بے نصیب رہ گئی اُس کی نسبت آپ لوگوں کا کیا فتویٰ ہے۔ ضرور یہ فتویٰ شائع کرنا چاہیئے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا[1]۔ آپ تو یہ رونا روتے تھے کہ نعوذ باللہ میں نے جھوٹ بولا ہے۔ اب آپ کے اقرار سے یہ ثابت ہوا کہ عبداللہ غزنوی کئی مرتبہ خدا پر جھوٹ بول کر اور حضرت احدیت پر افترا کرکے اِس دنیا سے گذر گیا ہے اور جو خدا پر افترا کرے اُس سے بدتر کون ہوسکتا ہے۔ ؎

﴿۳۶﴾

مرا خواندی وخود بدام آمدی نظر پختہ تر کن کہ خام آمدی

قولہ ۔ تین صریح جھوٹ ثابت کرتا ہوں جو کسی ایماندار بلکہ ذرہ شرم وحیا والے آدمی کا کام نہیں۔

اقول ۔ اے شرم اور حیا سے دور اِس تیرے قول سے بھی میں کچھ رنج نہیں کرتا کیونکہ پہلے بے ایمانوں کے طریق اور عادت کو تو نے پورا کیا۔ ہر ایک نبی اور خدا کا مامور اور صادق اور صدیق جو دنیا میں آیا اُس کو بدبخت کفار نے جھوٹا کہا بلکہ کذاب نام رکھا اور تو نے ساری جانکاہی سے تین مقام پیش کئے جن میں تیرے زعم باطل میں میں نے جھوٹ بولا ہے اور وہ تین مقام یہ ہیں جن کا جواب دیتا ہوں۔

قولہ ۔ اوّل جھوٹ یہ ہے کہ صفحہ پانچ سطر ۲۰ و ۲۱ میں لکھا ہے کیونکہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کی نسبت **لَمَّا تَوَفَّيْتَنِی** فرمانا اور حدیثوں میں

[1] الانعام : ۹۴

جیسا کہ بخاری میں ہے۔اس کے معنے امتنی بیان کرنا۔

اقول ۔اس نادان معترض کی اس پوچ اور لچر عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں اس جگہ آیت **یا عیسٰی انی متوفیک** کی تفسیر میں یہ قول ہے کہ **متوفیک ممیتک** یہ قول نہیں کہ **لما توفیتنی**. **اَمتنی** ۔اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ میری کلام کا اصل مقصود احادیث کا خلاصہ مطلب بیان کرنا ہے نہ یہ کہ کسی حدیث کے ٹھیک ٹھیک لفظ لکھنا جیسا کہ میرے اس فقرہ کے ذکر کرنے سے کہ اور حدیثوں میں یعنی بخاری وغیرہ میں۔ یہ میرا مدعا سمجھا جاتا ہے اور منصف کو میرے کلام پر غور کرنے سے شک نہیں رہے گا کہ میرا مدعا اِس جگہ حرف احادیث کا خلاصہ اور مآل اقوال لکھنا ہے نہ نقل عبارت اور ظاہر ہے کہ جو شخص مثلاً بیس ایسی حدیثوں کے معنے بیان کرنے لگتا ہے جو مختلف الفاظ میں آئی ہیں اور مآل واحد ہے تو اُس کو اُن احادیث کا حاصل مطلب لکھنا پڑتا ہے تا وہ لفظ سب پر منطبق ہو اور نیز اصل مقصود کا مفسر ہو جائے۔اسی طرح اصل مقصود بخاری وغیرہ کا **اَمتنی** ہے جو ذِکر کے قابل تھا اور اگرچہ خاص بخاری کا لفظ **متوفیک ممیتک** ہے مگر میرے بیان میں صرف بخاری کے الفاظ پر حصر نہیں رکھا گیا۔عموماً احادیث کی بحث ہے بخاری ہو یا غیر بخاری اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ خود بخاری نے اسی مقام میں اس آیت یعنی **فلمّا توفیتنی** کو بغرض تظاہر آیتین ذِکر کر کے جتلا دیا ہے کہ یہی تفسیر **فلمّا توفّیتنی** کی ہے اور وہی ﴿۳۷﴾ استدلال قول ابن عباس کا اس جگہ صحیح ہے جیسا کہ **انّی متوفّیک** میں صحیح ہے اور نیز اس جگہ یہ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ جو اصدق الصادقین ہے اُس نے اپنی کلام میں صدق کو دو قسم قرار دیا ہے ایک صدق باعتبار ظاہر الاقوال دوسرے صدق باعتبار التاویل والمآل۔ پہلی قسم صدق کی مثال یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ مریم کا بیٹا تھا اور

ابراہیم کے دو بیٹے تھے اسمٰعیل و اسحاق کیونکہ ظاہر واقعات بغیر تاویل کے یہی ہیں۔
دوسری قسم صدق کی مثال یہ ہے کہ جیسے قرآن شریف میں کفار یا گذشتہ مومنوں کے کلمات
کچھ تصرف کر کے بیان فرمائے گئے ہیں اور پھر کہا گیا کہ یہ اُنہی کے کلمات ہیں اور یا
جو قصّے توریت کے ذکر کئے گئے ہیں اور اُن میں بہت سا تصرف ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جس
اعجازی طرز اور طریق اور فصیح فقروں اور دلچسپ استعارات میں قرآنی عبارات ہیں
اِس قسم کے فصیح فقرے کافروں کے منہ سے ہرگز نہیں نکلے تھے اور نہ یہ ترتیب تھی بلکہ یہ
ترتیب قصوں کی جو قرآن میں ہے توریت میں بھی بالالتزام ہرگز نہیں ہے۔ حالانکہ فرمایا
ہے اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی [1] اور اگر یہ کلمات
اپنی صورت اور ترتیب اور صیغوں کے رُو سے وہی ہیں جو مثلاً کافروں کے مُنہ سے
نکلے تھے تو اِس سے اعجاز قرآنی باطل ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں وہ فصاحت
کفار کی ہوئی نہ قرآن کی اور اگر وہی نہیں تو بقول تمہارے کذب لازم آتا ہے کیونکہ
اُن لوگوں نے تو اور اور لفظ اور اور ترتیب اور اور صیغے اختیار کئے تھے اور جس طرح
متوفّیک اور توفّیتنی دو مختلف صیغے ہیں۔ اِسی طرح صدہا جگہ ان کے صیغے اور
قرآنی صیغے باہم اختلاف رکھتے تھے مثلاً توریت میں ایک قصۂ یوسف ہے نکال کر
دیکھ لو اور پھر قرآن شریف کی سورہ یوسف سے اس کا مقابلہ کرو تو دیکھو کہ کس قدر
صیغوں میں اختلاف اور بیان میں کمی بیشی ہے بلکہ بعض جگہ بظاہر معنوں میں بھی
اختلاف ہے ایسا ہی قرآن نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم کا باپ آزر تھا لیکن اکثر مفسر لکھتے ہیں ﴿۳۸﴾
کہ اس کا باپ کوئی اور تھا نہ آزر۔ اب اے نادان جلد توبہ کر کہ تو نے پادریوں کی
طرح قرآن پر بھی حملہ کر دیا۔ صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے کہ اِنّما الاَعمال بِالنیّات

[1] الاعلٰی: ۱۹۔۲۰

اسی طرح جب ہم نے دیکھا کہ اس محل میں تمام احادیث کا مقصود مشترک یہ ہے کہ توفیتنی کے معنے ہیں اَمتّنی تو بصحت نیت اس کا ذِکر کر دیا۔ اس طرز کے بیان کو جھوٹ سے کیا مناسبت اور جھوٹ کو اس سے کیا نسبت۔ کیا یہ سچ نہیں کہ امام بخاری کا مُدعا اس فقرہ متوفّیک ممیتک سے یہ ثابت کرنا ہے کہ لمّا توفّیتنی کے معنے ہیں اَمتّنی اور اسی لئے وہ دو مختلف محل کی دو آیتیں ایک جگہ ذکر کر کے اور ایک دوسرے کو بطور تظاہر قوت دے کر دکھلاتا ہے کہ ابن عباس کا یہ منشاء تھا کہ لمّا توفّیتنی کے معنی ہیں اَمتّنی۔ اس لئے ہم نے بھی بطور تاویل اور مآل کے یہ کہہ دیا کہ حدیثوں کے رُو سے لمّا توفّیتنی کے معنے اَمتّنی ہے☆ بھلا اگر یہ صحیح نہیں ہے تو تو ہی بتلا کہ جبکہ متوفّیک کے معنے ممیتک ہوئے تو اس قول ابن عباس کے رُو سے لمّا توفّیتنی کے کیا معنے ہوئے؟ کیا ہمیں ضرور نہیں کہ ہم لمّا توفّیتنی کے معنے ایسی حدیث کی رُو سے کریں جیسی کہ حدیث کے رُو سے متوفّیک کے معنے کئے گئے ہیں۔ اگر ہم اِس بات کے مجاز ہیں کہ ایک ہی محل کی دو آیتوں کی تفسیر میں ایک آیت کی تفسیر کو بطور حجت پیش کر دیں تو اِس میں کیا جھوٹ ہوا کہ ہم نے لکھ دیا کہ حدیث کے رو سے لمّا توفّیتنی کے معنے لمّا اَمتّنی ہیں۔ جبکہ توفی کے ایک صیغہ میں حدیث کی رو سے یہ مستفاد ہو چکا کہ اس کے معنے وفات دینا ہے تو وہی استدلال دوسرے صیغہ میں بھی جاری کرنا کیوں حدیثی استدلال سے باہر سمجھا جاتا ہے اور یہ کہنا کہ ہم اُسی قول کو حدیث کہیں گے جس کا اسناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو

☆ اِس طور کے قول قرآن شریف میں صدہا پائے جاتے ہیں کہ متکلم کے تو اور الفاظ اور اور اور پیرایہ تھا مگر خدا تعالیٰ نے الگ پیرایہ میں بیان فرمایا اور پھر کہا کہ یہ اُسی کا قول ہے افسوس کہ میرے بخل کے لئے یہ لوگ اب قرآن شریف پر بھی اعتراض کرنے لگے۔ اب تو خطرناک علامتیں ظاہر ہو گئیں خدا اپنا فضل کرے۔ آمین۔ منه

یعنی وہ مرفوع متصل ہو یہ اور جہالت ہے کیا جو منقطع حدیث ہو اور مرفوع متصل نہ ہو وہ حدیث نہیں کہلاتی۔ شیعہ مذہب کے امام اور محدث کسی حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچاتے تو کیا اُن اخبار کا نام احادیث نہیں رکھتے اور خود سُنیوں کے محدثوں نے بعض اخبار کو موضوع کہہ کر پھر بھی اُن کا نام حدیث رکھا ہے اور حدیث کو کئی قسموں پر منقسم کر کے سب کا نام حدیث ہی رکھ دیا ہے۔ افسوس کہ تم لوگوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اُن باتوں کا نام بھی جھوٹ رکھتے ہو جس طرز کو قرآن شریف نے اختیار کیا ہے اور محض شرارت سے خدا کی پاک کلام پر حملہ کرتے ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر مثلاً کوئی یہ کہے کہ میں نے پلاؤ کی ساری رکابی کھالی تو اُس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے جھوٹ بولا ہے۔ اور جھوٹ یہ کہ اُس نے چاول کھائے ہیں رکابی کو توڑ کر تو نہیں کھایا۔ اور جبکہ نصوص حدیثیہ کا استدلال کلّیت کا فائدہ بخشتا ہے تو یہ کہنا کہ حدیث کے رو سے **لمّا توفّیتنی** کے معنے **لمّا اَمتّنی** ہیں یعنی اِس بنا پر کہ **متوفّیک مُمِیتک** آچکا ہے اس میں کون سا کذب اور دروغ ہے لیکن ایسے جاہل کو کون سمجھائے جو اپنی جہالت کے ساتھ تعصب کی زہر بھی مخلوط رکھتا ہے۔ مگر غنیمت ہے کہ جیسا کہ یہ لوگ تین جھوٹ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں ایسا ہی تین جھوٹ میری طرف بھی منسوب کئے۔ ہم اِس ابراہیمی مشابہت پر فخر کرتے ہیں لیکن ان لوگوں کے جھوٹ اور افترا کو ان کے مُنہ پر مارتے ہیں۔

﴿۳۹﴾

قولہ۔ دوسرا جھوٹ اسی صفحہ سطر ۲۳ و ۲۴ میں لکھا ہے۔ قرآن شریف کا یہ فرمانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جو فوت نہیں ہوگیا یہ بھی سراسر جھوٹ ہے قرآن شریف میں فقط **خَلَتْ مِنْ**

قَبْلِهِ الرُّسل موجود ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیغمبر گذرے۔

اقول۔ کیا گذرنا بجز مرنے کے کوئی اور چیز بھی ہے۔ جو شخص دنیا سے گذر گیا اُسی کو تو کہتے ہیں کہ مرگیا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ ؎

پدر چوں دور عمرش منقضی گشت مرا ایں یک نصیحت داد و بگذشت

﴿۴۰﴾

اب بتلاؤ کہ بگذشت کے اس جگہ کیا معنے ہیں کیا یہ کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا باپ زندہ بجسم عنصری آسمان پر چلا گیا تھا یا یہ کہ مرگیا تھا۔ اے عزیز کیا ان تاویلات رکیکہ سے ثابت ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے۔ تمام دنیا کا یہ محاورہ ہے کہ جب مثلاً کہا جائے کہ فلاں بیمار گذر گیا تو کوئی بھی یہ معنے نہیں کرتا کہ وہ آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ گیا اور عربی میں بھی گذرنا بمعنی مرنا ایک قدیم محاورہ ہے چنانچہ ایک فاضل کی نسبت جو کسی کتاب کو تالیف کرنا چاہتا تھا اور قبل از تالیف مرگیا کسی کا یہ پورانا شعر ہے ؎

ولم یتفق حتّی مضی بسبیله وکم حسرات فی بطون المقابر

یعنی اس فاضل کو اس کتاب کا تالیف کرنا اتفاق نہ ہوا یہاں تک کہ گذر گیا اور قبروں کے پیٹ میں بہت سی حسرتیں ہیں یعنی اکثر لوگ قبل اس کے جو اپنے ارادے پورے کریں مرجاتے ہیں اور حسرتوں کو قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ اب دیکھو کہ اس جگہ بھی گذرنا بمعنی مرنے کے ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ کس تفسیر والے نے یہ معنے لکھے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ ہر ایک محقق مفسر جو عقل اور بصیرت اور علم بصیرت سے حصہ رکھتا ہے یہی معنے لکھتا ہے۔ دیکھو تفسیر مظہری صفحہ ۴۸۵ زیر آیت قد خلت من قبله الرسل یعنی مضت و ماتت من قبله الرسل یعنی

پہلے نبی دنیا سے گذر گئے اور مر گئے۔اور الف لام سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی ان میں سے موت سے خالی نہیں رہا۔ایسا ہی تفسیر تبصیر الرحمان و تیسیر المنان للشیخ العلامہ زین الدین علی المہائمی۔زیر آیت قد خلت لکھا ہے قد خلت ۔ منھم من مات ومنھم من قتل فلا منافات بین الرسالة والقتل والموت ۔ دیکھو صفحہ ۱۷۷۔جلد پہلی۔ تبصیر الرحمان ۔یعنی گذشتہ انبیاء دنیا سے اس طرح گذر گئے کہ کوئی مر گیا اور کوئی قتل کیا گیا۔پس نبوت اور موت اور قتل میں کچھ منافات نہیں۔ایسا ہی تفسیر جامع البیان للشیخ العلامہ سیّد معین الدین ابن شیخ سید صفی الدین صفحہ ۲۱ میں زیر آیت قد خلت من قبله الرسل لکھا ہے۔قد خلت من قبله الرسل بالموت او القتل فیخلو محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم ایضًا یعنی تمام نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھے موت کے ساتھ یا قتل کے ساتھ دنیا سے گذر گئے۔ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا سے گذر جائیں گے۔ایسا ہی حاشیه غایة القاضی و کفایة الراضی علیٰ تفسیر البیضاوی جلد ۳ صفحہ ۶۸ مقام مذکور کے متعلق یہ لکھا ہے۔لیس (رسولنا صلی اللّٰہ علیه وسلم) متبرءً عن الھلاک کسائر الرسل ویخلو کما خلوا ۔یعنی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موت سے مستثنیٰ نہیں ہیں بلکہ جیسا کہ پہلے اُن سے تمام پیغمبر مر چکے ہیں وہ بھی مریں گے۔اور جیسا کہ وہ اِس دنیا سے گذر گئے وہ بھی گذر جائیں گے۔ایسا ہی تفسیر جمل میں جس کا دوسرا نام فتوحات الٰہیہ ہے یعنی جلد ایک صفحہ ۳۳۶ میں زیر تفسیر آیت وما محمد. قد خلت یہ لکھا ہے۔کانھم اعتقدوا انه لیس کسائر الرسل فی انه یموت کما ماتوا ۔یعنی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو گویا یہ گمان ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے نبیوں کی طرح نہیں مریں گے بلکہ زندہ رہیں گے سو

﴿۴۱﴾

فرمایا کہ وہ بھی مرے گا جیسا کہ پہلے تمام نبی مر گئے۔ ایسا ہی تفسیر صافی زیر آیت مذکورہ جلد اوّل میں لکھا ہے۔ **فسیخلوا کما خلوا بالموت او القتل** یعنی حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا سے ایسا ہی گذر جائے گا جیسا کہ دوسرے نبی موت یا قتل کے ساتھ دنیا سے گذر گئے۔ اب ظاہر ہے کہ ان تمام تفسیر والوں نے لفظ **خلت** کے معنے **مات** ہی کیا ہے یعنی اِس آیت کے یہی معنے کئے ہیں کہ جیسے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام فوت ہو گئے ہیں ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پائیں گے۔ ﴿۴۲﴾ اب دیکھو کہ حضرت مسیح کی موت پر یہ کس قدر روشن ثبوت ہے جو تمام تفسیروں والے یک زبان ہوکر بول رہے ہیں کہ پہلے جس قدر دنیا میں نبی آئے سب فوت ہو چکے ہیں۔ ماسوا اِس کے ہر ایک ایماندار کا یہ فرض ہے کہ اِس مقام میں جن معنوں کی طرف خود اللہ جلّ **شانہٗ** نے اشارہ فرمایا ہے اُنہی معنوں کو درست سمجھے اور اس کے مخالف معنوں کو زَیغ اور الحاد یقین کرے۔ اور یہ بات نہایت بدیہی اور اظہر من الشّمس ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [1] کی تفسیر میں آپ ہی فرما دیا ہے اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ [1] پس اِس ساری آیت کے یہ معنے ہوئے کہ پہلے تمام نبی اس دنیا سے موت یا قتل سے گذر چکے ہیں۔ سو اگر یہ نبی بھی اُنہی کی طرح موت یا قتل سے گذر جائے تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے۔ اِس جگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اِس مقام میں خدا تعالیٰ نے دنیا سے گذر جانے کے دو ہی طور پر معنے قرار دیئے ہیں ایک یہ کہ بذریعہ موت **حتف انف** یعنی طبعی موت کے انسان مر جائے اور دوسرے یہ کہ مارا جائے یعنی قتل کیا جائے۔ غرض خدا تعالیٰ نے **خلت** کے لفظ کو موت یا قتل میں محصور کر دیا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر کوئی تیسرا شق بھی خدا تعالیٰ کے علم میں ہوتا تو **خلت** کے

[1] ال عمران: ۱۴۵

معنوں کی تکمیل کے لئے اِس کو بھی بیان فرماتا مثلاً یہ کہنا افائن مات اوقُتل اورُفع الی السماء بجسمہ کما رُفع عیسٰی انقلبتم علٰی اعقابکم ۔جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سارے نبی پہلے اِس سے گذر چکے ہیں پس اگر یہ نبی بھی مر جائے یا قتل کیا جائے یا عیسٰی کی طرح مع جسم آسمان پر اُٹھایا جائے تو کیا تم اِس دین سے پھر جاؤ گے۔اب اے عزیز کیا تو خدا پر اعتراض کرے گا کہ وہ اِس تیسری شق کا بیان کرنا بھول گیا اور صرف دو شق بیان کئے۔لیکن عقلمند خوب جانتے ہیں کہ لفظ خلت جو ایک تشریح طلب لفظ تھا اس کی تشریح صرف موت یا قتل سے کرنا اس بات پر قطعی دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اِس مقام میں خلت کے معنے یا موت یا قتل ہے اور کچھ نہیں اور یہ ایک ایسا یقینی اَمر ہے جو اس سے انکار کرنا گویا خدا کی اطاعت سے خارج ہونا اور اس پر افترا کرنا ہے۔جبکہ خدا تعالیٰ نے اسی آیت میں اپنے ہی منہ سے بیان فرما دیا کہ خلت کے معنے یا مرنا یا قتل کئے جانا ہے تو اِس سے مخالف بولنا کذب عظیم اور ایک بڑا افترا ہے اور صغائر میں سے نہیں ہے بلکہ کبیرہ گناہ ہے پس جبکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک خلت کے معنے دو میں ہی محصور ٹھہرے یعنی مرنا یا قتل کئے جانا تو اِس سے زیادہ افترا اور دروغ کیا ہوگا کہ جس طرح نصاریٰ نے خواہ نخواہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اِسی طرح خواہ نخواہ بغیر دلیل اور سلطان مبین کے خلت کے معنوں میں آسمان پر بجسم عنصری اُٹھائے جانا داخل سمجھا جائے ہاں اس جگہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوگا کہ جبکہ ائمہ لغت عرب نے بھی خلت کے معنے کہیں یہ نہیں لکھے کہ کوئی شخص زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلا جائے تو کیا حاجت تھی کہ خدا تعالیٰ نے اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ کے ساتھ لفظ خلت کی تشریح فرمائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ فیج اعوج کے زمانہ

﴿۴۳﴾

میں خلت کے یہ معنے بھی کئے جائیں گے کہ حضرت مسیح کو زندہ مع جسم عنصری آسمان پر پہنچا دیا گیا ہے۔ لہٰذا اِس تشریح سے بطور حفظ ماتقدم پہلے سے ہی ان خیالاتِ فاسدہ کا ردّ کر دیا۔ اب اس تمام تحقیق کے رُو سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے ان معنوں میں کوئی جھوٹ نہیں بولا بلکہ آپ ناراض نہ ہوں آپ خود بوجہ ترک معنی قرآن اِس قول شنیع دروغگوئی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ میں آپ کو ہزار روپیہ بطور انعام دینے کو طیار ہوں اگر آپ کسی قرآن شریف کی آیت یا کسی حدیث قوی یا ضعیف یا موضوع یا کسی قول صحابی یا کسی دوسرے امام کے قول سے یا جاہلیت کے خطبات یا دواوین اور ہر ایک قسم کے اشعار یا اسلامی فصحاء کے کسی نظم یا نثر سے یہ ثابت کرسکیں کہ خلت کے معنوں میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر چلا جائے۔ خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں اوّل خلت کا بیان کرنا اور پھر ﴿۴۴﴾ ایسی عبارت میں جو بموجب اصول بلاغت و معانی تفسیر کے محل میں ہے صرف مرنا یا قتل کئے جانا بیان فرمانا۔ کیا مومن کے لئے یہ اِس بات پر حجت قاطع نہیں ہے کہ خلت کے معنے اِس محل میں دو ہی ہیں یعنی مرنا یا قتل کئے جانا۔ اب خدا کی گواہی کے بعد اور کس کی گواہی کی ضرورت ہے۔ **الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ** کہ اسی مقام میں خدا تعالیٰ نے میری سچائی کی گواہی دے دی اور بیان فرما دیا کہ خلت کے معنے مرنا یا قتل کئے جانا ہے۔ آپ نے تو اِس مقام میں اپنے اس اشتہار میں میری نسبت یہ عبارت لکھی ہے کہ ایسا جھوٹ بولا ہے کہ کسی ایماندار بلکہ ذرہ شرم اور حیا کے آدمی کا کام نہیں۔ لیکن یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان ہے کہ وہی جھوٹ قرآنی شہادت سے آپ پر ثابت ہوگیا۔ اب بتلایئے کہ میں آپ کی نسبت کیا کہوں۔ آپ نے ناحق جلد بازی کر کے میرا نام دروغگو رکھا لیکن میں نہیں چاہتا کہ

بدی کا بدی کے ساتھ جواب دوں بلکہ اگر اسلامی شریعت میں جھوٹ بولنا حرام اور گناہ نہ ہوتا تو میں بعوض آپ کے کذاب کہنے کے آپ کو صدیق کہتا اور بعوض اس کے کہ آپ نے محض دروغگوئی سے مجھے ذلیل اور شکست یافتہ قرار دیا آپ کو معزز اور فتحیاب کے نام سے پکارتا۔

قولہ ۔تیسرا جھوٹ اسی صفحہ سطر ۲۷ میں جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضرت مسیح علیہ السلام اور تمام نبیوں کی موت پر اجماع ہو جانا یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔اصحاب کرام تو لاکھ سے بھی زیادہ ہوں گے سب سے ثبوت دینا تو مشکل ہے۔

اقول ۔اس جگہ مجھے آپ لوگوں کی حالت پر رونا آتا ہے کہ کیسے خدا نے عقل وعلم اور دیانت کو سینوں میں سے چھین لیا۔کیا اِسی مایۂ علمی پر آپ لوگ مولوی کہلاتے ہیں اور ایک دُوسرے کا نام علماء کرام اور صوفیہ عظام رکھتے ہیں۔اے قابل رحم نادان یہ بات فی الواقع سچ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور تمام گذشتہ نبیوں کی موت کی نسبت صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا اور جس طرح خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اجماع پایا گیا ہے اسی قسم کا بلکہ اس سے افضل و اعلیٰ یہ اجماع تھا اور اگر کوئی جرح قدح اس اجماع پر ہوتا ہے تو اس سے زیادہ جرح قدح خلافت مذکورہ کے اجماع پر ہوگا۔درحقیقت یہ اجماع خلافت ابوبکر کے اجماع سے بہت بڑھ کر ہے کیونکہ اِس میں کوئی ضعیف قول بھی مروی نہیں جس سے ثابت ہو جو کسی صحابی نے حضرت ابوبکر کی مخالفت کی یا تخلف کیا یعنی جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر بطور استدلال کے یہ آیت پڑھی کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ [1] جس کا یہ ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہے اس میں کوئی جز الوہیت کی نہیں اور اس سے پہلے تمام رسول

﴿۴۵﴾

[1] اٰل عمران : ۱۴۵

دنیا سے گذر چکے ہیں یعنی مر چکے ہیں۔ پس ایسا ہی اگر یہ بھی مر کر یا قتل ہو کر دنیا سے گذر گیا تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے تو اس آیت کے سننے کے بعد کسی ایک صحابی نے بھی مخالفت نہیں کی اور اُٹھ کر یہ عرض نہیں کی کہ یہ آپ کا استدلال ناقص اور ناتمام ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بعض نبی زندہ بجسم عنصری زمین پر موجود ہیں جیسے الیاس و خضر اور بعض آسمان پر جیسے ادریس اور عیسیٰ تو پھر اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت موت کیونکر ثابت ہوا اور کیوں جائز نہیں کہ وہ بھی زندہ ہوں بلکہ تمام صحابہ نے اس آیت کو سن کر تصدیق کی اور سب کے سب اس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ تمام نبیوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مرنا ضروری تھا پس یہ اجماع بلا توقف اور تردّد واقع ہوا لیکن وہ اجماع جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مانا جاتا ہے اِس میں بعض صحابہ کی طرف سے بیعت کرنے میں کچھ توقف اور تردّد بھی ہوا تھا گو کچھ دنوں کے بعد بیعت کر لی اور اس ابتلا میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مبتلا ہو گئے تھے لیکن گذشتہ انبیاء کی موت پر کسی صحابی کو بعد سننے صدیقی خطبہ کے کوئی ابتلا پیش نہیں آیا اور نہ ماننے میں کچھ بھی توقف اور تردّد کیا بلکہ سنتے ہی مان گئے۔ لہٰذا اسلام میں یہ وہ پہلا اجماع ہے جو بلا توقف انشراح صدر کے ساتھ ہوا۔ خلاصہ کلام یہ کہ بے شک نصوص صریحہ کے رُو سے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی موت پر جس میں حضرت مسیح بھی داخل ہیں اجماع ہو گیا تھا بلکہ حضرت مسیح اس اجماع کا پہلا نشانہ تھے۔ اب ذیل میں نصوص حدیثیہ کے رُو سے ثبوت لکھتا ہوں تا معلوم ہو کہ ہم دونوں میں سے کون شخص خدا تعالیٰ سے خوف کر کے سچ پر قائم ہے اور کون شخص دلیری سے جھوٹ بولتا

﴿۴۶﴾

اور نصوص صریحہ کو چھوڑتا ہے۔

واضح ہو کہ اِس بارے میں صحیح بخاری میں جو اصحّ الکتب کہلاتی ہے مندرجہ ذیل عبارتیں ہیں۔ عن عبد اللّٰہ بن عباس ان ابابکر خرج وعمریکلم النّاس فقال اجلس یا عمر فابٰی عمر ان یجلس فاقبل الناس الیه و ترکوا عمر فقال ابوبکر اما بعد من منکم یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات ومن کان منکم یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیٌّ لایموت قال اللّٰہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[1]۔ الی الشاکرین. وقال واللّٰہ کانّ الناس لم یعلموا ان اللّٰہ انزل ھذہ الاٰیة حتّی تلاھا ابوبکر فتلقاھا منه الناس کُلّھم فما اسمع بشرا من الناس الّا یتلوھا...... ان عمرًا قال واللّٰہ ماھو الّا ان سمعتُ ابابکر تلاھا فعقرت حتّی ما یقلنی رجلا ي وحتّی اھویت الی الارض حتّی سمعته تلاھا انّ النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قد مات ۔یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ ابوبکر نکلا (یعنی بروز وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور عمر لوگوں سے کچھ باتیں کر رہا تھا (یعنی کہہ رہا تھا کہ آنحضرت فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں) پس ابوبکر نے کہا کہ اے عمر بیٹھ جا مگر عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ پس لوگ ابوبکر کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر کو چھوڑ دیا پس ابوبکر نے کہا کہ بعد حمد وصلوٰۃ واضح ہو کہ جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہے اس کو معلوم ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خدا کی پرستش کرتا ہے تو خدا زندہ ہے جو نہیں مرے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ محمد صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے تمام رسول اس دنیا سے گذر چکے ہیں یعنی مر چکے ہیں اور حضرت

﴿۴۷﴾

[1] اٰل عمران : ۱۴۵

ابوبکر نے **الشاکرین** تک یہ آیت پڑھ کر سنائی☆ کہا راوی نے پس بخدا گویا لوگ اس سے بے خبر تھے کہ یہ آیت بھی خدا نے نازل کی ہے اور ابوبکر کے پڑھنے سے اُن کو پتہ لگا۔ پس اس آیت کو تمام صحابہ نے ابوبکر سے سیکھ لیا اور کوئی بھی صحابی یا غیر صحابی باقی نہ رہا جو اِس آیت کو پڑھتا نہ تھا اور عمر نے کہا کہ بخدا میں نے یہ آیت ابوبکر سے ہی سنی جب اُس نے پڑھی پس میں اُس کے سننے سے ایسا بے حواس اور زخمی ہو گیا ہوں کہ میرے پیر مجھے اُٹھا نہیں سکتے اور میں اُس وقت سے زمین پر گرا جاتا ہوں جب سے کہ میں نے یہ آیت پڑھتے سنا اور یہ کلمہ کہتے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ اور اس جگہ قسطلانی شرح بخاری کی یہ عبارت ہے۔ **وعمر بن الخطاب یکلّم النّاس یقول لهم مامات رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم ...... ولا یموت حتّی یقتل المنافقین** ۔یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور جب تک منافقوں کو قتل نہ کر لیں فوت نہیں ہوں گے اور ملل ونحل شہرستانی۞ میں اس قصّہ کے متعلق یہ عبارت ہے۔ **قال عمر بن الخطاب من قال ان محمدا**

﴿۴۸﴾

☆ اس آیت کا اگلا فقرہ یعنی **افان مات او قتل** صاف بتلا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک گذر جانا صرف دو قسم پر ہے یا بذریعہ موت حتف انف اور یا بذریعہ قتل اور خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ گذر جانا اِس طرح بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص زندہ بجسم عنصری آسمان پر چلا جائے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ نے گذر جانے کی تشریح لفظ **افان مات او قتل** سے آپ کر دی اور اس پر حصر کر دیا تو اس کے بعد نہ ماننا کسی صالح مومن کا کام نہیں۔ منه

۞ **الملل لابی الفتح الامام محمد بن عبد الکریم الشهرستانی المتوفّی ۵۴۸ ھ قال التاج السبکی فی طبقاتہٖ کتاب الملل و النحلِ للشهر الستانی هو عندی خیر کتاب فی هٰذاالباب صفحہ ۹ ۔ منه**

مات فقتلته بسیفی هٰذا. وانما رُفع الی السماء کمارُفع عیسی ابن مریم علیه السلام وقال ابوبکر بن قحافة من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قدمات ومن کان یعبد اِلٰه محمدٍ فانه حیّ لا یموت وقرء هذه الاٰیة وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ [1] فرجع القوم الی قوله ۔ دیکھو ملل نحل جلد ثالث ۔ ترجمہ یہ ہے کہ عمر خطاب کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں اپنی اِسی تلوار سے اُس کو قتل کر دوں گا بلکہ وہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں جیسا کہ عیسٰی بن مریم اُٹھائے ☆ گئے اور اَبو بکر نے کہا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے تو وہ تو ضرور فوت ہو گئے ہیں اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے نہیں مرے گا یعنی ایک

﴿۴۹﴾

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کلمہ منہ پر لائے گا کہ وہ مر گئے ہیں تو میں اس کو اپنی اسی تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اپنے کسی خیال کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر بہت غلو ہو گیا تھا اور وہ اس کلمہ کو جو آنحضرت مر گئے کلمہ کفر اور ارتداد سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ ہزار ہا نیک اجر حضرت ابو بکر کو بخشے کہ جلد تر اُنہوں نے اس فتنہ کو فرو کر دیا اور نص صریح کو پیش کر کے بتلا دیا کہ گذشتہ تمام نبی مر گئے ہیں اور جیسا کہ انہوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کو قتل کیا درحقیقت اس تصریح سے بھی بہت سے فیج اعوج کے کذّابوں کو تمام صحابہ کے اجتماع سے قتل کر دیا گویا چار کذاب نہیں بلکہ پانچ کذّاب مارے۔ یاالٰہی ان کی جان پر کروڑ ہا رحمتیں نازل کر آمین۔ اگر اِس جگہ خلت کے یہ معنے کئے جائیں کہ بعض نبی زندہ آسمان پر جا بیٹھے ہیں تب تو اِس صورت میں حضرت عمر حق بجانب ٹھہرتے ہیں اور یہ آیت ان کو

﴿۴۹﴾

[1] اٰل عمران: ۱۴۵

خدا ہی میں یہ صفت ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور باقی تمام نوع انسان وحیوان پہلے اس سے مرجاتے ہیں کہ اُن کی نسبت خلود کا گمان ہو۔ اور پھر حضرت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی جس کا یہ ترجمہ ہے کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں اور سب رسول دُنیا سے گذر گئے کیا اگر وہ فوت ہوگئے یا قتل کئے گئے تو تم مرتد ہو جاؤ گے تب لوگوں نے اس آیت کو سن کر اپنے خیالات سے رجوع کرلیا۔ اب سوچو کہ حضرت ابوبکر کا اگر قرآن سے یہ استدلال نہیں تھا

﴿۵۰﴾

بقیہ حاشیہ

مضر نہیں بلکہ اُن کی مؤید ٹھہرتی ہے۔ لیکن اس آیت کا اگلا فقرہ جو بطور تشریح ہے یعنی اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ [۱] جس پر حضرت ابوبکر کی نظر جا پڑی ظاہر کر رہا ہے کہ اس آیت کے یہ معنے لینا کہ تمام نبی گذر گئے گو مر کر گذر گئے یا زندہ ہی گذر گئے یہ دجل اور تحریف اور خدا کی منشاء کے برخلاف ایک عظیم افترا ہے۔ اور ایسے افترا عمداً کرنے والے جو عدالت کے دن سے نہیں ڈرتے اور خدا کی اپنی تشریح کے برخلاف اُلٹے معنے کرتے ہیں وہ بلاشبہ ابدی لعنت کے نیچے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُس وقت تک اِس آیت کا علم نہیں تھا اور دوسرے بعض صحابہ بھی اسی غلط خیال میں مبتلا تھے اور اُس سہو ونسیان میں گرفتار تھے جو مقتضائے بشریت ہے اور اُن کے دل میں تھا کہ بعض نبی اب تک زندہ ہیں اور پھر دنیا میں آئیں گے۔ پھر کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی مانند نہ ہوں۔ لیکن حضرت ابوبکر نے تمام آیت پڑھ کر اور اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ [۱] سنا کر دلوں میں بٹھا دیا کہ **خلت** کے معنے دو قسم میں ہی محصور ہیں (۱) حتف انف سے مرنا یعنی طبعی موت۔ (۲) مارے جانا۔ تب مخالفوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور تمام صحابہ اِس کلمہ پر متفق ہوگئے کہ گذشتہ نبی سب مرگئے ہیں اور فقرہ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ [۱] کا بڑا ہی اثر پڑا اور سب نے اپنے مخالفانہ خیالات سے رجوع کرلیا۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالک۔ منہ**

[۱] آل عمران: ۱۴۵

کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں اور نیز اگر یہ استدلال صریح اور **قطعیۃ الدلالت** نہیں تھا تو وہ صحابہ جو بقول آپ کے ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے محض ظنی اور شکی امر پر کیونکر قائل ہو گئے اور کیوں یہ حجت پیش نہ کی کہ یا حضرت یہ آپ کی دلیل ناتمام ہے اور کوئی نصّ قطعیۃ الدلالت آپ کے ہاتھ میں نہیں۔ کیا آپ اب تک اِس سے بے خبر ہیں کہ قرآن ہی آیت **رافعک الیّ** میں حضرت مسیح کا بجسمہ العنصری آسمان پر جانا بیان فرماتا ہے۔ کیا **بل رفعه اللّٰه اليه** بھی آپ نے نہیں سنا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جانا آپ کے نزدیک کیوں مستبعد ہے بلکہ صحابہ نے جو مذاق قرآن سے واقف تھے آیت کو سن کر اور لفظ خلت کی تشریح فقرہ **أفأن مات أو قتل** میں پا کر فی الفور اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا ہاں اُن کے دل آنحضرت کی موت کی وجہ سے سخت غمناک اور چور ہو گئے اور اُن کی جان گھٹ گئی اور حضرت عمر نے فرمایا کہ اس آیت کے سننے کے بعد میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ میرے جسم کو میرے پیر اُٹھا نہیں سکتے اور میں زمین پر گرا جاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیسے سعید اور **وقّاف عندالقرآن** تھے کہ جب آیت میں غور کر کے سمجھ آ گیا کہ تمام گذشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تب بجز اس کے کہ رونا شروع کر دیا اور غم سے بھر گئے اور کچھ نہ کہا اور تب حضرت حسان بن ثابت نے یہ مرثیہ کہا

کنتَ السواد لناظری فعمی علیک الناظر

من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذرُ

یعنی تو میری آنکھ کی پتلی تھا پس میری آنکھیں تو تیرے مرنے سے اندھی ہو گئیں اب تیرے بعد میں کسی کی زندگی کو کیا کروں۔ عیسیٰ مرے یا موسیٰ مرے بیشک مر جائیں مجھے تو تیرا ہی غم تھا۔ یاد رہے کہ اگر حضرت ابو بکر کی نظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

﴿۵۱﴾ موت سے باہر ہوتے تو وہ ہرگز اس آیت کو بطور استدلال پیش نہ کرتے اور اگر صحابہ کو اس آیت کے ان معنوں میں جو تمام نبی فوت ہو چکے ہیں کچھ تردّد ہوتا تو وہ ضرور عرض کرتے کہ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں تو پھر یہ دلیل ناتمام ہے اور کیا وجہ کہ عیسیٰ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ آسمان پر نہ گئے ہوں۔ لیکن اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی موت کا بھی اُسی دن فیصلہ ہوا اور صحابہ نے اس آیت کو سن کر بعد اس کے کبھی دم نہیں مارا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں۔ اور چونکہ صحیح بخاری کے لفظ **کُلّھم** سے ثابت ہو گیا کہ اُس وقت سب صحابہ موجود تھے اور کسی نے اِس آیت کے سننے کے بعد مخالفت نہ کی اس لئے ماننا پڑا کہ اُن سب کا تمام گذشتہ انبیاء کی موت پر اجماع ہو گیا اور یہ پہلا اجماع تھا جو صحابہ میں ہوا۔ اور خلافت ابوبکر کے اجماع سے جو بعد اس کے ہوا یہ اجماع بہت بڑھ کر تھا کیونکہ اس میں کسی نے دم نہیں مارا اور خلافت ابوبکر میں ابتدا میں اختلاف ہو گیا تھا۔ ہاں اِس جگہ یہ خیال گذرتا ہے کہ اِس آیت کے سننے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ مذہب تھا کہ باوجود مر جانے کے وہ بھی دنیا میں واپس آئیں گے کیونکہ انہوں نے ان کا رفع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع ایک ہی طور کا قرار دیا اور جبکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم تو حضرت عایشہ کے گھر میں ہی اب تک پڑا ہے تو وہ باوجود اقرار مشابہت کے کس طرح اِس بات کے قائل ہو سکتے تھے کہ حضرت مسیح کا جسم آسمان پر چلا گیا لیکن آیت کو سن کر یہ خیال بھی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس روز تمام صحابہ اس بات پر ایمان لائے کہ اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں اور درحقیقت بڑی بے ادبی تھی اور سخت گناہ تھا کہ نبی خاتم الرسل

افضل الانبیاء فوت ہو جائیں ان کی میّت سامنے پڑی ہو اور کسی دوسرے نبی کی نسبت یہ خیال ہو کہ وہ فوت نہیں ہوا۔ درحقیقت یہ خیال اور محبت اور تعظیم رسول کریمؐ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ایمانداری اور تقویٰ سے سوچو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ اِس خیال کا ردّ بجز اس کے کب ممکن تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسیح اور تمام گذشتہ نبیوں کی موت ثابت کرتے بھلا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اس آیت **قد خلت** کے پڑھنے سے یہ ارادہ نہ تھا کہ حضرت مسیح وغیرہ انبیاء گذشتہ کی موت ثابت کریں تو انہوں نے حضرت عمر کے خیال کا ردّ کیا کیا۔ حضرت عمر کے اس خیال کا تمام دار مدار حضرت مسیح کے زندہ اٹھائے جانے پر تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ اپنے اجتہاد سے یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے دِل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر حضرت مسیح زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو پھر ہمارے نبی احق و اولیٰ ہیں کہ زندہ آسمان پر چلے جائیں کیونکہ یہ ایک عظیم فضیلت ہے کہ خدا تعالیٰ کسی نبی کو زندہ آسمان پر اپنے پاس بلا لے اور بلحاظ طریقت وحسن ادب یہ بات کفر کے رنگ میں تھی کہ ایسا سمجھا جائے کہ گویا حضرت مسیح تو زندہ آسمان پر چلے گئے۔ اور وہ نبی جو خاتم الانبیاء اور افضل الانبیاء ہے جس کے وجود باجود کی بہت سی ضرورتیں ہیں وہ عمر طبعی تک بھی نہ پہنچے اگر بے ایمانی اور تعصب مانع نہ ہو تو یہ آیت مذکورہ بالا ایک بڑی نص صریح اِس بات پر ہے کہ تمام صحابہ کا اِسی پر اتفاق ہو گیا تھا کہ مسیح وغیرہ تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں اور اگر یہ نہیں تو بھلا ہوش کر کے اور خدا سے ڈر کر

﴿۵۲﴾

بتلاؤ کہ اس مخالفت کے وقت میں جو حضرت ابوبکر کی رائے اور حضرت عمر کی رائے میں واقع ہوئی تھی جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے کی تائید میں یہی پیش کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں سو ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھائے جائیں گے اور پھر کیوں ممتنع اور محال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود بہتر اور افضل ہونے کے حضرت مسیح کی طرح آسمان پر نہ اُٹھائے جائیں۔ اُس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی رائے کے ردّ کرنے میں جو آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[1] پڑھی اِس سے اُن کا اگر یہ مطلب نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ بھی جن کا حوالہ دیا جاتا ہے فوت ہو چکے ہیں تو پھر اور کیا مطلب تھا اور کیونکر حضرت عمر کے خیال کا بجز اس کے ازالہ ہوسکتا تھا اور آپ کا یہ کہنا کہ اس پر اجماع نہیں ہوا۔ یہ ایسا صریح جھوٹ ہے کہ بے اختیار رونا آتا ہے کہ کہاں تک آپ لوگوں کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ اے عزیز! بخاری میں تو اس جگہ کُلُّھم کا لفظ موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ کل صحابہ اُس وقت موجود تھے اور لشکر اسامہ جو بیس ہزار آدمی تھا اس مصیبت عظمیٰ واقعہ خیر الرسل سے رُک گیا تھا اور وہ ایسا کون بے نصیب اور بد بخت تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنی اور فی الفور حاضر نہ ہوا۔ بھلا کسی کا نام تو لو۔ ماسوا اِس کے اگر فرض بھی کر لیں کہ بعض صحابہ غیر حاضر تھے تو آخر مہینہ دو مہینہ چھ مہینہ کے بعد ضرور آئے ہوں گے پس اگر انہوں نے کوئی مخالفت ظاہر کی تھی اور آیت قد خلت کے اور معنے کئے تھے تو آپ اس کو پیش کریں اور اگر پیش نہ کر سکیں تو پس یہی ایمان اور دیانت کے برخلاف ہے کہ ایسے جامع اجماع کے برخلاف آپ عقیدہ رکھتے ہیں حضرت مسیح کی موت پر یہ ایک ایسا زبردست اجماع ہے کہ کوئی بے ایمان

﴿۵۳﴾

[1] ال عمران: ۱۴۵

اس سے انکار کرے تو کرے نیک بخت اور متقی آدمی تو ہرگز اِس سے انکار نہیں کرے گا اب بتلاؤ کہ حضرت مسیح کی موت پر اجماع تو ہوا زندگی پر کہاں اجماع ثابت ہے برابر تفسیروں والے ہی لکھ جاتے ہیں کہ یہ بھی قول ہے کہ تین دن یا تین گھنٹے کے لئے مسیح مر بھی گیا تھا گویا مسیح کے لئے دو موتیں تجویز کرتے ہیں۔ میتتہ الاولٰی و میتتہ الاخرٰی اور امام مالک کا قول ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے مر گیا۔ یہی قول امام ابن حزم کا ہے۔ معتزلہ برابر اس کی موت کے قائل ہیں اور بعض صوفیہ کرام کے فرقے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح مر گیا اور اس کے خلق اور خو پر کوئی اور شخص اسی اُمت میں سے دنیا میں آئے گا اور بروزی طور پر وہ مسیح موعود کہلائے گا۔ اب دیکھو جتنے منہ اُتنی ہی باتیں اجماع کہاں رہا۔ اجماع صرف موت پر ہوا اور یہی اجماع آپ لوگوں کو ہلاک کر گیا۔ اب روافض کی طرح حضرت ابوبکر کو کوستے رہو جنہوں نے آپ کے اِس عقیدہ کی بیخ کنی کی۔ اعلموا رحمکم اللّٰہ ان حاصل کلامنا ھذا ان الاجماع علٰی موت المسیح عیسی بن مریم وغیرہ من النبیین الذین بعثوا قبل سیدنا ورسُولنا المصطفٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثابت متحقق بالنصوص الحدیثیۃ القطعیۃ والروایات الصحیحۃ المتواترۃ. ویعلم کل من عندہ علم الحدیث ان ھذا الاجماع قد انعقد فی ناد محشود و محفل مشھود عند اجتماع جمیع بدور الاصحاب وبحور الالباب. فما تناضلوا بالانکار. وما ردّوا رأی امامھم المختار. وما ذکروا شیئا من ھفوتہ. وما صالوا علٰی فوھتہ . بل سکنت عند بیان الصدیق قلوبھم. ومالت الی السلم حروبھم. ووجدوا البرھان المحکم والدلیل القویّ الجلیل . فتحاموا القال والقیل. وصُقِلَ الخواطرُ.

﴿۵۴﴾

وانـارالـقـلـوبُ ونشط الفاتر. وكانوا قبل ذالک غرضَ اللّظى. او كرجل التهبت احشاء ہ بالطوٰی بما عيل صبرهم بموت النبیّ سيدهم المصطفٰی محمد ِالمجتبٰی وبما قلقت قلوبهم وصار فؤادهم فارغا بما فقد وا حبّهم خيـر الـورىٰ وكـانـوا كـالمبهوتين فاذا قام عبد اللّٰه الصديق . فتح عليهم بـاب التحقيق. و اَروَاهُم من هٰذا الرحيق . و قُضِى الامرواُزيل الشبهاتُ. وسـكـنـت الاصواتُ. وانعقد الاجماع علٰى موت المسيح وسائر الانبياء الـمـاضيـن. بـل هـو اوّل مـا اجمع عليه الصحابة بعد موت خاتم النبيين. ولهٰـذا الاجـماع شان اكبرمن اجماعٍ انعقد علٰى خلافة ابى بكر ِالصديق فاِنّ الـصحابة اتفقوا عليه كلهم وما بقى من فريق. وقبلوا ذالک الامرمن غيـر تـردّد وتـوقفٍ بـل بـأتـمّ الاذعـان والـيـقين. وكان كلهم يتلون الآيت ويُقرُّون بموت الرسل ويبكون على موت سيّد المرسلين. حتّى اذا سـمـع الـفـاروق الاٰية قـال عُـقِـرت ومـا تـقـلـنـى رجلاى وكان من الحزن كـالـمـجـانيـن. وقـال حسّـان وهـويـرثى رسُول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم. ﴿۵۵﴾

كنت السواد لناظرى فعمى عليک الناظر | من شاء بعدک فليمت فعليک كنت احاذر

يـعنى اى سيّدى وحبيبى كنت قرّة عينى فَفَقَدَ نُور عينى بفُقدانک ولا ابـالى بعدک ان يموت عيسىٰ او مُوسىٰ اونبى آخرفانى كنت عليک اخـاف فـاذامـتَّ فليمت من كان من السّابقين وفى هٰذه اشارة الٰى انّ الاٰية التـى تـلاهـا الـصـديـق نبّهـت الـصحابة علٰى موت الانبياء كلهم فمابقى لهم همّ فى شانهم مثقال ذرّة وما كانوا متأسفين. بل استبشروا بـمـوت الجميع بعد موت رسُولهم الامين ولوكان الامر خلاف ذالک اعـنـى ان ثبت حيٰوة احـد مـن الانبيـاء الـسـابقين بنصّ القرآن وبآية من

آیات الفرقان فکادوا ان یموتوا اسفا علٰی رسولهم و کادوا ان یلحقوا بالمیتین. ولکنهم لمّا علموا ان رسُولنا صلّی اللّٰہ علیه وسلّم لیس بمنفرد بورود الموت من اللّٰہ العلّام بل الانبیاء کلهم ماتوا من قبل وسقوا کأس الحمام تهلّلت وجوههم واستبشرت قلوبهم فکانوا یتلون هٰذه الاٰیة فی سکک المدینة واسواقها ومات المنافقون ولم یبق لهم سعة ان یعترضوا علی الاسلام بموت نبینا الصبیح وحیات المسیح فالحمد للّٰہ علٰی هٰذا العون الصریح . ان کلمة الاسلام هی العلیا ویبرق نوره من کل جنب وشفا. واللّٰہ ارسل محمّدًا وهویکرمه الی یوم الدین. واذا ثبت الاجماع ولم یبق القناع وسطع الصبح وازال الظلمة الشعاع. فاسئل المنکرین مابقی من عذرهم وقد حصحص الحقّ النباعُ وکُرّر الثبوتُ واحکمت الاضلاعُ وکمل الارداء والاهجاعُ. فمن ادعی بعد ذالک علٰی رفع هذاالاجماع . وعزا امرنا الی الابداع. فعلیه الدلیل القطعی من الکتاب والسنة واثبات اجماعٍ انعقد علٰی حیات المسیح فی عهد الصحابة. وانّی لهم هٰذا ولو ماتوا متفکرین. وکیف ولیس عندهم حجة من اللّٰہ ولیس معهم سلطان مبین. ان یتبعون الّا آباء هم الذین کانوا مخطئین. قست القلوب ورُفعت الامانت وما بقی فیهم الا فضول الهذر وما بقی فیهم من یطلب کالمتقین. و اذا قیل لهم آمنوا بمن جاءکم من عند ربکم علٰی رأس المائة وعند ضرورةٍ احسّها قلوب المؤمنین. قالوا لا نعرف من جاء وما نراه الا احدًا من الدجّالین وقد عُلِّموا انّه یجیئهم حکمًا عدلًا ویحکم بینهم فیما کانوا فیه مختلفین. فکیف یصیر حاکمهم محکومهم وکیف یقبل کلما اجمعوا من رطب و

﴿۵۶﴾

یـابس مالهـم لا یتفکرو ن کالعاقلین. و یسبّوننی عدوا بغیر علم فاللّٰه خیر مـحـاسبـا وهـویعلم ما فی صدور العالمین. وقد کانوا یستفتحون من قبل ویـعـدّون المائین. فلمّا جاء هم من یرقبونه نبذوا وصایا اللّٰه ورسُوله وراء ظهـورهـم کـانـه جـاء فی غیر وقته وکانهم ما عرفوه من علامة وکانوا من الـمـعـذوریـن. الـم یـروا کیف یتـم الـلّٰه به الحجّة بآیات السماء ویعصم عـرض رسُـولـه من قوم کافرین. بل کفروا به وقالوا فاسقٌ ومن المفترین. فسیـعلمون من فسق ومن کان یفتری علی اللّٰه وان اللّٰه لا یخفی علیه خافیة والـلّٰـه لا یـجعل عاقبة الخیر اِلّا لقوم متقین. و ما قیل لی الّا ما قیل للرسل من قبل تشـابهـت القلوب . وزُیّن لهم اعمالهم وحسبوا انهم یعطون الثواب عـلـی مـایـؤذونـنـی ویـدخـلـون الـجـنّة بـالتـحقیر والتکذیب والتوهین. وکفّرونی وفسّقونی وکذّبونی وجهّلونی وقالوا کافرٌ شرّالنّاس. ولوشاء الـلّٰـه لـما قالوا ولکن لیتمّ ماجاء فی نبأ خیر المرسلین. ومابنطقون الّا بـطـرًا ورِیاءَ الناس ولا یدبّرون الاَمْرَ کالمنصفین. ولا تجدفی قلوبهم احـقـاق الـحـق کـالـصـالـحین بل تجد کثیرا منهم یکیدون کل کیدٍ لیـطفئوا نـور الـلّٰـه بـافـواههـم وما کانوا خائفین. الا یقرءون القراٰن اَوْلا یجاوزحناجرهم اوصاروا من المعرضین. الا یعلمون کیف قال اللّٰه یـا عیسٰـی انّـی متـوفّیک. وقـال فـلمّا توفّیتنی فما یقبلون بعد کتاب مبیـن. الا یـذکـرون ان اجـمـا ع الصحابة قد انعقد علٰی موت الانبیاء کـلّهم اجمعین. ایرتابون فیه او کانوا من المعتدین. مالهم لا یذکرون یـومًـا مـات فیـه رسُول اللّٰه وثبت معنی التوفّی بموته وجمع فی الصحابة کـــرب الاوّلیـــن والاٰخـــریـــن. ونـــزلـــت عـلیهـم مـصیبة لـن یـنـــال

﴿۵۷﴾

کـمثـلـه احـدمـن الـعـالمين. وقال بعضهم لا نسلم موت رسُول اللّٰه وانه سيرجع لقتل المنافقين. فحينئذ قام منهم عبد كان اعلم بكتاب اللّٰه وايّده اللّٰه بروحه فصارمن المتيقظين. وقال ايّها الناس ان محمدًا مات كمامات اخوانه من النّبيّين من قبلُ فلا تصرّوا علٰى ما تعلمون ولا تكونوا من المسرفين. وقرء الأية وقال مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ [1] فماكان من الصحابة من خالفه اوتصدى للجدال كالمنكرين. ورُفع النزاع الذى نَشَأ بين الصحابة وقاموا من المجلس معترفين باكين. ولا يخفى انّ مقصود الصديق رضى اللّٰه عنه من قراءة هٰذه الأية ما كان الّا تعميم الموت وتسكين القلوب المضطرة بعموم هٰذه السنة و تنجية المحزونين ممّا نزل عليهم و تسلية المُضطرين. وافحام المنافقين الضاحكين. ولو فرضنا ان الأية تدل علٰى موت زمرة من الانبياء فقط لا على موت سائر النبيين فيفوت المقصود الذى تحرّاه الصديق بقراءة هٰذه الأية كما لا يخفى على العالمين. فان ابابكر رضى اللّٰه عنه ما كان مقصده من قراءتها الا ان يبطل ما زعم عمرومن معه من حيات نبيّنا صلّى اللّٰه عليه وسلم وعوده الى الدنيا مرة اخرىٰ ولا يحصل هٰذا المقصود من هٰذه الأية التى قرءت اِستدلالًا الّا بعد ان تُجعل الأية دليلًا وبُرهانًا علٰى مَوتِ جميع الانبياء الماضين. وليس بخفى ان مقصد ابى بكر من قراءة هذه الأية كان تسلية الصحابة بتعميم سنة الموت وتبكيت المنافقين. وازالة مااخذ الصحابة بموت نبيهم من قلق و كرب وضَجرٍ وبكاء وانين. فلو كان مفهوم الأية مقصورا علٰى ذكرموت البعض وحيات

﴿۵۸﴾

[1] ال عمران: ۱۴۵

البعض فبایّ غرض قرأها ابوبکر فانها کانت تخالف ماقصده بهٰذا المعنٰی وماکانت قراء تها مفیدةً للسامعین. وما کان حاصلها الا ان یزید قلق الصحابة ویزید حُزنهم فوق ما اُحزنوا و یسحّ الاجاج علٰی جرح المجروحین. فان رسولهم الذی کان احبّ الاشیاء الیهم وکان جاء هم کالعهاد. وکانوا یرقبون اثمار برکاته رقبة اهلّة الاعیاد. مات قبل اتمام آمالهم وقبل قلع المفسدین واقیالهم بل مات قبل اهلاک الکاذبین الذین ادعوا النبوّة وثوّروا الفتن فی الارضین. فلوکان ابن مریم وغیره احیاءً من غیر ضرورةٍ ومات نبیّنا الذی کانت ضرورته لاُمّةٍ من غیر ریبة وشُبهةٍ فایُّ رُزءٍ کان اکبرمن ذالک لهٰؤلاءِ المخلصین. و ایّ مصیبة کانت اصعب من هذه المصیبة لقوم فقدوا نبیهم خیر النبیین فلذٰلک کانو ا یرجون طول حیات النبی النبیل وما کان احد منهم یظنّ انه یموت بهٰذا الوقت وبهٰذا العمر القلیل. ویرجع الٰی ربّه الجلیل و یترکهم متألمین. فحسبوا موته فی غیر اوانه . وقبل قطع الشوک و ارواء بستانه. وقبل اجاحة مسیلمة الکذّاب واعوانه فاخذهم مایأْخذ الیتامی الصغار عند هلاک المتکفّلین. وهذا اٰخرما اردنا فی هٰذا الباب

والحمدُ للّٰه رَبّ العالمین

تمّت

المؤلّف

میرزا غلام احمد عافاہُ اللّٰہ وَ ایّد

ٹائیٹل بار اول

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

رُوْئدادِ جلسۂ دُعا

جو حضرت سیدنا و امامنا عالیجناب میرزا غلام احمدؑ
صاحب مسیح موعود مہدی مسعود کی
تحریک پر دارالامان قادیان
میں بتاریخ ۲ فروری سنہ ۱۹۰۰ء
منعقد ہوا

مطبوعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان

﴿۲﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحمدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الکَرِیْم

روئیداد جلسۂ دعاء

جو حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی

تحریک پر دارالامان قادیان میں بتاریخ

۲؍فروری ۱۹۰۰ء منعقد

ہوا

پیشتر اس کے کہ ہم اس روئیداد کو ناظرین کے سامنے پیش کریں اوّل اس امر کا جتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جناب **امام المتقین حجة الله برزمین** حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان مسیح زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح عام مخلوقات کے خیر خواہ ہیں اسی طرح وہ گورنمنٹ وقت کے سچے دِل سے وفادار اور خیر خواہ ہیں۔ یہ انہیں کی ذات مبارک ہے جس نے حقوق رعایا و

﴿۳﴾ حقوق گورنمنٹ کو روزِ روشن کی طرح کھول کر دکھا دیا اور اپنی جماعت کے دِلوں میں اس محسن گورنمنٹ کے احسانات کو ایسے مؤثر اور گوناگوں پیرایوں میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا جس سے اس سلطنت کے ساتھ منافقانہ رنگ کا دھبہ اس پاک جماعت کے دِلوں سے ایسا یک لخت اُڑ گیا کہ اس کا نام ونشان تک نہ رہا یہ وہی رنگ تھا جو معصّب اور جاہل مُلاؤں کی صحبت سے بے چارہ سادہ دِل اور نادان مسلمانوں کے رگ وریشہ میں چڑھتا جاتا ہے۔ اور وہ اسی طرح صدق دِل سے گورنمنٹ برطانیہ کے وفادار اور نمک حلال ہو گئے ہیں جس طرح کسی اسلامی حکومت کے ہونے چاہیے تھے۔

یہ بات خود گورنمنٹ پر بھی مخفی نہیں کہ جناب موصوف کا خاندان ہمیشہ سے اس گورنمنٹ کا وفادار اور جاں نثار رہا ہے اور ہر آڑے وقت پر اپنی حیثیت سے بڑھ کر خدمات بجا لاتا رہا ہے جس سے حکام گورنمنٹ خود نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب کے خاندان کو پہلے ہی سے اس گورنمنٹ سے تعلقات یگانگت حاصل ہیں گو حضرت موصوف کے بزرگ سپاہ اور سواروں سے مدد فرماتے تھے تاہم یہ اپنے رنگ میں پرسوز دعاؤں کے لشکر سے امداد دینے میں فروگذاشت نہیں کرتے۔ چنانچہ جب کبھی سرحد افغانستان یا بلوچستان یا برہما میں جنگ اور لڑائی پیش آئی تو یہ دعا کرتے رہے۔ حضرت ملکہ معظّمہ قیصرہ کی جوبلی پر بڑی خوشی منائی اور جلسہ منعقد کر کے ان کی طول عمر اور اقبال کی دعا جناب الٰہی میں کی اور وہ اپنی اس طرز زندگی میں جو محض فقیرانہ زندگی ہے اور ہمیشہ سے گوشہ گزینی اور خلوت نشینی ان کی عادت ہو رہی ہے بجز دعا کے اور کس طرح اپنی محسن اور مہربان گورنمنٹ کی مدد کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر بھی جبکہ سرکار برطانیہ کو ایک ایسی قوم سے جس کو درپردہ اور قومیں مدد دے رہی ہیں جس سے ہماری گورنمنٹ کو ناحق تکلیف پہنچ رہی ہے اس ہمدرد خلائق نے مناسب سمجھا کہ فتح یابی کے لئے دعا کی جائے چنانچہ یکم فروری کو

﴿۴﴾ حضرت اقدس موصوف نے اپنی جماعت کے لوگوں کو جو افغانستان۔عراق۔ہندوستان کے مختلف بلاد مثلاً مدراس۔کشمیر۔شاہجہان پور۔جموں۔متھرا۔جھنگ۔ملتان۔پٹیالہ۔کپورتھلہ۔ مالیرکوٹلہ۔ لدھیانہ۔شاہ پور۔ سیالکوٹ۔ گجرات۔ لاہور۔ امرتسر۔گورداسپور وغیرہ اضلاع سے آئے ہوئے تھے ارشاد فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ عید کے روز سرکار برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعا کی جائے جس کو سب نے سن کر خندہ پیشانی سے پسند کیا۔

بنابریں عید کے روز قریب ۸ بجے کے **حضرت مسیح علیہ السلام** مع اپنی جماعت کے اس وسیع میدان میں جو قصبہ قادیان کی جانب مغرب ہے اور جو قدیمی عیدگاہ ہے تشریف لے گئے اور نو ۹ بجے تک دور ونزدیک کے دیہات کے لوگ بھی وہاں جمع ہوتے رہے۔پھر **علامة الدهر و حيد العصر** حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے نماز **عید الفطر** پڑھائی اور بعد فراغت نماز عالی جناب حضرت **امام الزّمان** نے کھڑے ہوکر **خطبہ** نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑھا اور تقریر اِس قدر پرتاثیر تھی کہ تمام لوگ جو تعداد میں ہزار سے کم نہ تھے ہمہ تن گوش ہو رہے تھے اور اِس قدر واضح اور عام فہم تھی کہ دیہاتی آدمی بھی جو مویشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں متاثر ہوکر بول اُٹھے۔ حضرت اقدس سب سچ کہہ رہے ہیں۔اس تقریر میں جیسے کہ اصل تقریر سے واضح ہوگا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ حکام مجازی کے حقوق کا کس قدر فوٹو کھینچا گیا ہے اور کس طرح رعایا کو بتلایا گیا ہے کہ اس گورنمنٹ برطانیہ کے کس قدر احسانات ہم مسلمانوں پر ہیں اور ہم مسلمان اپنے قرآن کی رو سے کس حد تک گورنمنٹ کی وفاداری اور جاں نثاری کے لئے پابند کئے گئے ہیں۔کیا کوئی دنیا میں ہے کہ اِس طرح پر از روئے مذہب گورنمنٹ برطانیہ کے حقوق صدق دلی اور نیک نیتی سے ثابت کر سکے۔یہ اسی جوانمرد کا کام ہے

کہ جس نے اپنی جماعت کے دِلوں میں گورنمنٹ کی نسبت سچی محبت بٹھادی ہے اور بارہا اپنی جماعت کو تحریراً وتقریراً بتاکید فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی اپنی گورنمنٹ سے منافقانہ روش اختیار کرے گا وہ ہماری جماعت میں شمار نہیں ہوگا اور وہ خدا اور رسول کا نافرمان ہوگا۔ کیونکہ ہم لوگ گورنمنٹ برطانیہ کی کسی ذاتی منافع یا کسی خود غرضی کی بنا پر تعریف وتوصیف نہیں کرتے بلکہ ازروئے مذہب اسلام ہم مامور ہیں کہ ہم نہایت صفائی باطن اور صدق دل سے عملاً وقولاً وفاداری کا ثبوت دیں۔ ہم کسی خطاب یا زمین یا جاگیر کے حاصل کرنے کے لیے منافقانہ چالیں یا خوشامدیں کرنی حرام سمجھتے ہیں چونکہ تقریر بجنسہٖ ذیل میں لکھی جاتی ہے اس لئے ہمیں زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ﴿۵﴾

خطبہ

جناب مسیحِ موعود علیہ الصَّلٰوۃ والسَّلام

جو بعد نماز عیدالفطر پڑھا گیا

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرنا چاہیے جس نے اُن کو ایک ایسا دین بخشا ہے جو علمی اور عملی طور پر ہر ایک قسم کے فساد اور مکروہ باتوں اور ہر ایک نوع کی قباحت سے پاک ہے اگر انسان غور اور فکر سے دیکھے تو اُس کو معلوم ہوگا کہ ’’واقعی طور پر تمام محامد اور صفات کا

﴿۶﴾

مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی انسان یا مخلوق واقعی اور حقیقی طور پر حمد وثنا کا مستحق نہیں ہے۔'' اگر انسان بغیر کسی قسم کی غرض کی ملونی کے دیکھے تو اُس پر بدیہی طور پر کھل جاوے گا کہ کوئی شخص جو مستحق حمد قرار پاتا ہے وہ یا تو اِس لئے مستحق ہوسکتا ہے کہ کسی ایسے زمانہ میں جبکہ کوئی وجود نہ تھا اور نہ کسی وجود کی خبر تھی وہ اس کا پیدا کرنے والا ہو۔ یا اس وجہ سے کہ ایسے زمانہ میں کہ کوئی وجود نہ تھا اور نہ معلوم تھا کہ وجود اور بقاء وجود اور حفظِ صحت اور قیامِ زندگی کے لئے کیا کیا اسباب ضروری ہیں اس نے وہ سب سامان مہیا کئے ہوں یا ایسے زمانہ میں کہ اُس پر بہت سی مصیبتیں آسکتی تھیں اُس نے رحم کیا ہو اور اُس کو محفوظ رکھا ہو۔ اور یا اِس وجہ سے مستحق تعریف ہوسکتا ہے کہ محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہ کرے اور محنت کرنے والوں کے حقوق پورے طور پر ادا کرے۔ اگرچہ بظاہر اجرت کرنے والے کے حقوق کا دینا معاوضہ ہے لیکن ایسا شخص بھی محسن ہوسکتا ہے جو پورے طور پر حقوق ادا کرے۔ یہ صفات اعلیٰ درجہ کی ہیں جو کسی کو مستحق حمد وثنا بنا سکتی ہیں اب غور کرکے دیکھ لو کہ حقیقی طور پر اِن سب محامد کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کامل طور پر ان صفات سے متصف ہے اور کسی میں یہ صفات نہیں ہیں۔

اوّل۔ دیکھو صفت خلق اور پرورش۔ یہ صفت اگرچہ انسان گمان کرسکتا ہے کہ ماں باپ اور دیگر محسنوں کے اغراض و مقاصد ہوتے ہیں۔ جن کی بنا پر وہ احسان کرتے ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً بچہ تندرست خوبصورت توانا پیدا ہو تو ماں باپ کو خوشی ہوتی ہے۔

﴿۷﴾

اور اگر لڑکا ہو تو پھر یہ خوشی اور بھی بڑی ہوتی ہے شادیانے بجائے جاتے ہیں لیکن اگر لڑکی ہو تو گویا وہ گھر ماتم کدہ اور وہ دن سوگ کا دن ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتے۔ بسا اوقات بعض نادان مختلف تدابیر سے لڑکیوں کو ہلاک کر دیتے یا اُن کی پرورش میں کم التفات کرتے ہیں۔ اور اگر بچہ لُنجہ اندھا اپاہج پیدا ہو تو چاہتے ہیں کہ وہ مر جاوے اور اکثر دفعہ تعجب نہیں کہ خود بھی وبالِ جان سمجھ کر مار دیتے ہوں۔ میں نے پڑھا ہے کہ یونانی لوگ ایسے بچوں کو عمداً ہلاک کر دیتے تھے بلکہ اُن کے ہاں شاہی قانون تھا کہ اگر کوئی بچہ ناکارہ۔ اپاہج۔ اندھا وغیرہ پیدا ہو تو اُس کو فوراً مار دیا جائے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ انسانی خیالات میں پرورش اور خبر گیری کے ساتھ ذاتی اور نفسانی اغراض ملے ہوئے ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی اس قدر مخلوق کی (جس کے تصور اور بیان سے وہم اور زبان قاصر ہے اور جو زمین اور آسمان میں بھری پڑی ہے) خلق اور پرورش سے کوئی غرض نہیں ہے۔ وہ والدین کی طرح خدمت اور رزق نہیں چاہتا بلکہ اس نے مخلوق کو محض ربوبیت کے تقاضہ سے پیدا کیا ہے۔ ہر ایک شخص مان لے گا کہ پودا لگانا پھر آبپاشی کرنا اور اس کی خبر گیری رکھنا اور ثمردار درخت ہونے تک محفوظ رکھنا ایک بڑا احسان ہے۔ پس انسان اور اس کی حالت اور غور و پرداخت پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اس قدر انقلابات اور بیکسیوں کی گھڑیوں میں کیسے کیسے تغیرات میں اس کی دستگیری فرمائی ہے۔

﴿۸﴾ دوسرا پہلو جو ابھی میں نے بیان کیا ہے کہ قبل از پیدائش وجود ایسے سامان ہوں کہ تمدنی زندگی اور قویٰ کے کام کے لئے پورا سامان موجود ہو۔ دیکھو ہم ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے کہ سامان پہلے ہی کر دیا۔ منور سورج جو اب چڑھا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے عام روشنی پھیلی ہوئی ہے اور دن چڑھا ہوا ہے اگر نہ ہوتا تو کیا ہم دیکھ سکتے تھے یا روشنی کے ذریعہ جو فوائد اور منافع ہمیں پہنچ سکتے ہیں ہم کس ذریعہ سے حاصل کر سکتے۔ اگر سورج اور چاند یا اور کسی قسم کی روشنی نہ ہوتی تو بینائی بے کار ہوتی اگرچہ آنکھوں میں ایک قوّت دیکھنے کی ہے مگر وہ بیرونی اور خارجی روشنی کے بدوں نکمی ہے۔ پس یہ کس قدر احسان ہے کہ قویٰ سے کام لینے کے لئے اس نے اُن ضروری سامانوں کو پہلے سے مہیّا کر دیا۔ اور پھر یہ کس قدر اس کی رحمت ہے کہ اُس نے ایسے قویٰ دیئے ہیں اور ان میں بالقوہ ایسی استعدادات رکھ دی ہیں جو انسان کی تکمیل اور **وصول الی الغایۃ** کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ دماغ میں، اعصاب میں، عروق میں، ایسے خواص رکھے ہیں کہ انسان ان سے کام لیتا ہے اور ان کی تکمیل کر سکتا ہے اس لئے کہ قوتوں کی تکمیل کا سامان ساتھ ہی پیدا کر دیا ہے۔ یہ تو اندرونی نظام کا حال ہے کہ ہر ایک قوت اُس منشاء اور مفاد سے پوری مناسبت رکھتی ہے جس میں انسان کی فلاح ہے اور بیرونی طور پر بھی ایسا ہی انتظام رکھا ہے کہ ہر شخص جس قسم کا حرفہ رکھتا ہے اس کے مناسب حال ادوات و آلات قبل از وجود مہیا کر رکھے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی جوتا بنانے والا ہے تو اُس کو چمڑا اور دھاگا نہ ملے تو وہ

﴿۹﴾

کہاں سے لائے اور کیونکر اپنے حرفہ کی تکمیل کرے اسی طرح درزی کو اگر کپڑا نہ ملے تو کیونکر سیئے۔ اِسی طرح ہر متنفس کا حال ہے طبیب کیسا ہی حاذق اور عالم ہو لیکن اگر ادویہ نہ ہوں تو وہ کیا کرسکتا ہے۔ بڑی سوچ اور فکر سے ایک نسخہ لکھ کر دے گا لیکن بازار میں دوا نہ ملے تو کیا کرے گا۔ کس قدر خدا کا فضل ہے کہ ایک طرف تو اُس نے علم دیا ہے اور دوسری طرف نباتات، جمادات، حیوانات جو مریضوں کے مناسب حال تھے پیدا کر دیئے ہیں اور اُن میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں جو ہر زمانہ میں ناandیشیدہ ضروریات کے کام آسکتے ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ نے کوئی چیز بھی غیر مفید پیدا نہیں کی۔ کتب طِب میں لکھا ہے کہ اگر کسی کا پیشاب بند ہو جائے تو بعض وقت جُوں کو احلیل میں دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ انسان ان اشیاء کی مدد سے کہاں تک فائدہ اُٹھاتا ہے کوئی اندازہ کرسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ کسی کے تصور میں نہیں آسکتا پھر چوتھی بات پاداش محنت ہے اس کے لئے بھی خدا کا فضل درکار ہے مثلاً انسان کس قدر محنت و مشقت سے زراعت کرتا ہے اگر خدا تعالیٰ کی مدد اُس کے ساتھ نہ ہو تو کیونکر اپنے گھر میں غلہ لا سکے۔ اُسی کے فضل و کرم سے اپنے وقت پر ہر ایک چیز ہوتی ہے۔ چنانچہ اب قریب تھا کہ اس خشک سالی میں لوگ ہلاک ہو جاتے مگر خدا نے اپنے فضل سے بارش کر دی اور بہت سے حصہ مخلوق کو سنبھال لیا۔ غرض اوّلاً بالذات اکمل اور اعلیٰ طور سے خدا تعالیٰ ہی مستحق تعریف ہے اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا ذاتی طور پر کوئی بھی استحقاق نہیں۔ اگر کسی دوسرے کو استحقاق تعریف کا ہے تو صرف طفیلی طور پر ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا رحم ہے کہ باوجودیکہ وہ وحدہٗ

﴿۱۰﴾ لاشریک ہے۔ مگر اُس نے طفیلی طور پر بعض کو اپنے محامد میں شریک کر لیا ہے۔ جیسے اس سورہ شریفہ میں بیان فرمایا ہے:۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۪ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ [1]

اس میں اللہ تعالیٰ نے حقیقی مستحق حمد کے ساتھ عارضی مستحق حمد کا بھی اشارۃً ذکر فرمایا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اخلاق فاضلہ کی تکمیل ہو۔ چنانچہ اِس سورہ میں تین ۳ قسم کے حق بیان فرمائے ہیں۔ اوّل فرمایا کہ تم پناہ مانگو اللہ کے پاس جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔ اور جو ربّ ہے لوگوں کا۔ اور ملک بھی ہے اور معبود و مطلوب حقیقی بھی ہے۔ یہ سورہ اِس قسم کی ہے کہ اِس میں اصل توحید کو تو قائم رکھا ہے مگر معًا یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ دُوسرے لوگوں کے حقوق بھی ضائع نہ کریں جو اِن اسماء کے مظہر ظلی طور پر ہیں۔ ربّ کے لفظ میں اشارہ ہے کہ گو حقیقی طور پر خدا ہی پرورش کرنے والا اور تکمیل تک پہنچانے والا ہے لیکن عارضی اور ظلی طور پر دو اور بھی وجود ہیں جو ربوبیّت

[1] الناس : ۲ تا ۷

کے مظہر ہیں۔ایک جسمانی طور پر دوسرا روحانی طور پر۔جسمانی طور پر والدین ہیں اور روحانی طور پر مُرشد اور ہادی ہے۔ «۱۱»

دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بھی ذکر فرمایا ہے:۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا [1]

یعنی خدا نے یہ چاہا ہے کہ کسی دوسرے کی بندگی نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔ حقیقت میں کیسی ربوبیت ہے کہ انسان بچہ ہوتا ہے اور کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس حالت میں ماں کیا کیا خدمات کرتی ہے اور والد اس حالت میں ماں کی مہمات کا کیسا متکفّل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ناتواں مخلوق کی خبر گیری کے لئے دو محل پیدا کر دیئے ہیں اور اپنی محبت کے انوار سے ایک پَرتَو محبت کا اُن میں ڈال دیا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ماں باپ کی محبت عارضی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت حقیقی ہے اور جب تک قلوب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا القا نہ ہو کوئی فرد بشر خواہ دوست ہو یا کوئی برابر درجہ کا ہو یا کوئی حاکم ہو کسی سے محبت نہیں کر سکتا اور یہ خدا کی کمال ربوبیت کا راز ہے کہ ماں باپ بچوں سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ اُن کے تکفّل میں ہر قسم کے دکھ شرح صدر سے اُٹھاتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی زندگی کے لئے مرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ پس خدا تعالیٰ نے تکمیل اخلاق فاضلہ کے لئے **ربِّ النّاس** کے لفظ میں والدین اور مرشد کی طرف

[1] بنی اسرائیل: ۲۴

﴿۱۲﴾ ایما فرمایا ہے تا کہ اس مجازی اور مشہود سلسلہ شکرگذاری سے حقیقی ربّ و ہادی کی شکرگذاری میں قدم اُٹھائیں۔ اِسی راز کے حل کی یہ کلید ہے کہ اِس سورہ شریفہ کو **ربّ النّاس** سے شروع فرمایا ہے۔ **الٰہ النّاس** سے آغاز نہیں کیا۔ چونکہ مرشد روحانی خدا تعالیٰ کے منشاء کے موافق اس کی توفیق و ہدایت سے تربیت کرتا ہے اس لئے وہ بھی اِسی میں شامل ہے پھر دوسرا ٹکڑا اس میں **مَلِک النّاس** ہے یعنی تم پناہ مانگو خدا کے پاس جو تمہارا بادشاہ ہے۔ یہ ایک اور اشارہ ہے تا لوگوں کو متمدّن دنیا کے اصول سے واقف کیا جاوے اور مہذب بنایا جاوے۔ حقیقی طور پر تو اللہ تعالیٰ ہی بادشاہ ہے مگر اِس میں اشارہ ہے کہ ظلی طور پر بادشاہ ہوتے ہیں اور اِسی لئے اِس میں اشارۃً مَلِک وقت کے حقوق کی نگہداشت کی طرف بھی ایما ہے۔ یہاں کافر اور مشرک اور موحّد بادشاہ یعنی کسی قسم کی قید نہیں بلکہ عام طور پر ہے خواہ کسی مذہب کا بادشاہ ہو، مذہب اور اعتقاد کے حصے جدا ہیں۔ قرآن میں جہاں جہاں خدا نے محسن کا ذکر فرمایا ہے وہاں کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ مسلمان ہو اور موحّد ہو اور فلاں سلسلہ کا ہو بلکہ عام طور پر محسن کی نسبت ذکر ہے۔ خواہ وہ کوئی مذہب رکھتا ہو اور پھر خدا تعالیٰ اپنے کلام پاک میں محسن کے ساتھ احسان کرنے کی سخت تاکید فرماتا ہے جیسے آیت ذیل سے ہویدا ہے:۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [1]

کیا احسان کا بدلا احسان کے سوا بھی ہوسکتا ہے

[1] الرحمٰن : ۶۱

﴿۱۳﴾ اب ہم اپنی جماعت کو اور تمام سننے والوں کو بڑی صفائی اور وضاحت سے سناتے ہیں کہ **سلطنت انگریزی** ہماری محسن ہے اُس نے ہم پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں۔ جس کی عمر ساٹھ یا ستّر برس کی ہوگی وہ خوب جانتا ہوگا کہ ہم پر **سکھوں** کا ایک زمانہ گذرا ہے اس وقت مسلمانوں پر جس قدر آفتیں حائل تھیں وہ پوشیدہ نہیں ہیں اُن کی یاد سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے اور دل کانپ اٹھتا ہے۔ اُس وقت مسلمانوں کو عبادات اور فرائض مذہبی کی بجا آوری سے جن کا بجالانا ان کو جان سے عزیز تر ہے روکا گیا تھا۔ بانگ نماز جو نماز کا مقدمہ ہے اس کو بآواز بلند پکارنے سے منع کیا گیا تھا۔ اگر کبھی مؤذّن کے منہ سے سہواً **اللہ اکبر** بآواز بلند نکل جاتا تو اُس کو مار ڈالا جاتا تھا اِسی طرح پر مسلمانوں کے حلال وحرام کے معاملہ میں بے جا تصرف کیا گیا تھا۔ ایک گائے کے مقدمہ میں ایک دفعہ پانچ ہزار غریب مسلمان قتل کئے گئے۔ بٹالہ کا واقعہ ہے کہ ایک سیّد وہیں کا رہنے والا باہر سے دروازہ پر آیا وہاں گائیوں کا ہجوم تھا اس نے تلوار کی نوک سے ذرہ ہٹایا ایک گائے کے چمڑے کو اتفاق سے خفیف سی خراش پہنچ گئی اس بے چارہ کو پکڑ لیا گیا اور اِس امر پر زور دیا گیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ آخر بڑی سفارشوں کے بعد جان سے بچ گیا لیکن اُس کا ہاتھ ضرور کاٹا گیا مگر اب دیکھو کہ ہر قوم و مذہب کے لوگوں کو کیسی آزادی ہے ہم صرف مسلمانوں ہی کا ذکر کرتے ہیں فرائض مذہبی اور عبادات کے بجالانے میں **سلطنت** نے

﴿۱۴﴾ پوری آزادی دے رکھی ہے اور کسی کے مال و جان و آبرو سے کوئی ناحق کا تعرض نہیں برخلاف اُس پُرفتن وقت کے کہ ہر ایک شخص کیسا ہی اس کا حساب پاک ہو اپنی جان و مال پر لرزتا رہتا تھا۔ اب اگر کوئی خود اپنا چلن آپ خراب کر لے اور اپنی کج روی اور بے اندامی اور ارتکاب جرائم سے خود مستوجب عقوبت ٹھہر جائے تو اور بات ہے۔ یا خود ہی سوء اعتقاد اور غفلت کی وجہ سے عبادت میں کوتاہی کرے تو جدا امر ہے لیکن گورنمنٹ کی طرف سے ہر طرح کی پوری آزادی ہے۔ اس وقت جس قدر عابد بننا چاہو بنو کوئی روک نہیں گورنمنٹ خود معابد مذہبی کی حرمت کرتی ہے اور اُن کی مرمت وغیرہ پر ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتی ہے۔ سکھوں کے زمانہ میں اس کے خلاف یہ حال تھا کہ مسجدوں میں بھنگ گھٹتی تھی اور گھوڑے بندھتے تھے جس کا نمونہ خود یہاں **قادیان** میں موجود ہے اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں اِس کے بکثرت نمونے ملیں گے۔ لاہور میں آج تک کئی ایک مسجدیں سکھوں کے قبضہ میں ہیں۔ آج اس کے مقابل میں گورنمنٹ انگلشیہ ان بزرگ مکانوں کی ہر قسم کی واجب عزت کرتی ہے اور مذہبی مکانات کی تعظیم و تکریم اپنے فرائض میں سے سمجھتی ہے جیسا کہ ان ہی دنوں حضور وائسرائے لارڈ **کرزن** صاحب بہادر بالقابہٖ نے دہلی کی جامع مسجد میں جوتا پہن کر جانے کی مخالفت اپنی عملی حالت سے ثابت کر دی اور قابل اقتدا نمونہ بادشاہانہ اخلاق فاضلہ کا دیا اور اُن کی اُن تقریروں

سے جو وقتاً فوقتاً انہوں نے مختلف موقعوں پر کی ہیں صاف معلوم ہو گیا ہے کہ وہ مذہبی مکانات کی کیسی عزت کرتے ہیں پھر دیکھو کہ گورنمنٹ نے کہیں منادات نہیں کی کہ کوئی بآوازِ بلند بانگ نہ دے یا روزہ نہ رکھے بلکہ انہوں نے ہر قسم کے تغذیہ کے سامان مہیا کئے ہیں جس کا سکھوں کے ذلیل زمانہ میں نام ونشان تک نہ تھا۔ برف سوڈا واٹر اور بسکٹ ڈبل روٹی وغیرہ ہر قسم کی غذائیں بہم پہنچائیں اور ہر قسم کی سہولت دے رکھی ہے۔ یہ ایک ضمنی امداد ہے جو اِن لوگوں سے ہمارے **شعائر اسلام** کو پہنچی ہے۔ اب اگر کوئی خود روزہ نہ رکھے تو یہ اور بات ہے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان خود شریعت کی توہین کرتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو جنہوں نے اِن دنوں روزے رکھے ہیں۔ وہ کچھ دبلے نہیں ہو گئے اور جنہوں نے **استخفاف** کے ساتھ اِس مہینہ کو گذارا ہے وہ کچھ موٹے نہیں ہو گئے ان کا بھی وقت گذر گیا اور ان کا بھی زمانہ گذر گیا۔ جاڑہ کے روزے تھے صرف غذا کے اوقات کی ایک تبدیلی تھی سات آٹھ بجے نہ کھائی چار پانچ بجے کھا لی باوجود اِس قدر رعایت کے پھر بھی بہتوں نے شعائر اللہ کی عظمت نہیں کی اور خدا تعالیٰ کے اِس **واجب التکریم** مہمان ماہِ رمضان کو بڑی حقارت سے دیکھا۔ اِس قدر آسانی کے مہینوں میں رمضان کا آنا ایک قسم کا معیار تھا اور مطیع و عاصی میں فرق کرنے کے لئے یہ روزے میزان کا حکم رکھتے تھے

﴿۱۵﴾

﴿۱۶﴾ خدا تعالیٰ کی طرف سے سلطنت نے ہر قسم کی آزادی دے رکھی ہے طرح طرح کے پھل اور غذائیں میسر آتی ہیں کوئی آسایش و آرام کا سامان نہیں جو آج مہیا نہ ہوسکتا ہو۔ با ایں ہمہ جو پرواہ نہیں کی گئی اِس کی کیا وجہ ہے یہی کہ دلوں میں ایمان نہیں رہا۔ افسوس خدا کا ایک ادنیٰ بھنگی کے برابر بھی لحاظ نہیں کیا جاتا گویا یہ خیال ہے کہ خدا سے کبھی واسطہ ہی نہ ہوگا اور نہ کبھی اُس سے پالا پڑے گا۔ اور اُس کی عدالت کے سامنے جانا ہی نہیں ہوگا۔ کاش منکر غور کریں اور سوچیں کہ کروڑوں سورجوں کی روشنی سے بھی بڑھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں افسوس کی جگہ ہے کہ ایک جوتہ کو دیکھ کر یقینی طور پر سمجھ لیا جاتا ہے کہ اِس کا کوئی بنانے والا ہے مگر یہ کس قدر بدبختی ہے کہ خدا تعالیٰ کی بے انتہا مخلوق کو دیکھ کر بھی اُس پر ایمان نہ ہو یا ایسا ایمان ہو جو نہ ہونے میں داخل ہے خدا تعالیٰ کی ہم پر بہت رحمتیں ہیں ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ اُس نے ہم کو جلتے ہوئے تنور سے نکالا سکھوں کا زمانہ ایک آتشی تنور تھا اور **انگریزوں کا قدم** رحمت و برکت کا قدم ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب اوّل ہی اوّل انگریز آئے تو ہوشیارپور میں کسی مؤذّن نے اُونچی اذان کہی چونکہ ابھی ابتدا تھی اور ہندوؤں اور سکھوں کا خیال تھا کہ یہ بھی اُونچی اذان کہنے پر روکیں گے یا ان کی طرح اگر گائے کو کسی سے زخم لگ جائے تو اُس کا ہاتھ کاٹیں گے اُس اونچی اذان کہنے والے مؤذن کو پکڑ لیا۔ ایک بڑا بھاری ہجوم ہوکر ڈپٹی کمشنر کے سامنے

اُسے لے گئے بڑے بڑے رئیس مہاجن جمع ہوئے اور کہا حضور ہمارے آٹے بھرشٹ ہوگئے ہمارے برتن ناپاک ہوگئے جب یہ باتیں اُس انگریز کو سنائی گئیں تو اُسے بڑا تعجب ہوا کہ کیا بانگ میں ایسی خاصیت ہے کہ کھانے کی چیزیں ناپاک ہو جاتی ہیں اُس نے سر رشتہ دار سے کہا کہ جب تک تجربہ نہ کرلیا جائے اِس مقدمہ کو نہ کرنا چاہیے چنانچہ اُس نے مؤذن کو حکم دیا کہ تو پھر اُسی طرح بانگ دے وہ ڈرا کہ شاید دوسرا جرم قائم نہ ہو بانگ دینے سے ذرہ جھجکا مگر جب اُس کو تسلی دی گئی اُس نے اُسی قدر زور سے بانگ دی صاحب بہادر نے کہا کہ ہم کو تو اِس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا سر رشتہ دار سے پوچھا کہ تم کو کوئی ضرر پہنچا اُس نے بھی کہا کہ حقیقت میں کوئی ضرر نہیں ہوا آخر اُس کو چھوڑ دیا گیا اور کہا گیا کہ جاؤ جس طرح چاہو بانگ دو۔ **اللہ اکبر** ۔ یہ کس قدر آزادی ہے اور کس قدر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے پھر ایسے احسان پر اور ایسے انعام صریح پر بھی اگر کوئی دل گورنمنٹ انگریزی کا احسان محسوس نہیں کرتا تو وہ دل بڑا کافر نعمت اور نمک حرام اور سینہ سے چیر کر نکال ڈالنے کے لائق ہے۔ ﴿۱۷﴾

خود ہمارے اِس گاؤں میں جہاں ہماری مسجد ہے کارداروں کی جگہ تھی اُس وقت ہمارے بچپن کا زمانہ تھا لیکن میں نے معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ جب انگریزوں کا دخل ہوگیا تو چند روز تک وہی سابقہ قانون رہا انہی ایام میں ایک کاردار یہاں آیا ہوا تھا اُس کے پاس

﴿۱۸﴾ ایک مسلمان سپاہی تھا وہ مسجد میں آیا اور مؤذن کو کہا کہ بانگ دو اُس نے وہی ڈرتے ڈرتے گنگنا کر اذان دی سپاہی نے کہا کہ کیا تم اِسی طرح پر بانگ دیا کرتے ہو مؤذن نے کہا ہاں اِسی طرح دیتے ہیں سپاہی نے کہا کہ نہیں کوٹھے پر چڑھ کر اُونچی آواز سے اذان دو اور جس قدر زور سے ممکن ہوسکتا ہے بانگ دو وہ ڈرا آخر اُس نے سپاہی کے کہنے پر زور سے بانگ دی اِس پر تمام ہندو اکٹھے ہوگئے اور مُلّا کو پکڑ لیا، وہ بیچارہ بہت ڈرا اور گھبرایا کہ کاردار مجھے پھانسی دے دے گا سپاہی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں آخر سنگ دِل چھری مار برہمن اُس کو پکڑ کر کاردار کے پاس لے گئے۔ اور کہا کہ مہاراج اِس نے ہم کو بھرشٹ کر دیا کاردار تو جانتا تھا کہ سلطنت تبدیل ہوگئی ہے اور اب وہ سکھا شاہی نہیں رہی مگر ذرا دبی زبان سے پوچھا کہ تو نے اُونچی آواز سے کیوں بانگ دی؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اُس نے نہیں میں نے بانگ دی کاردار نے کہا۔ کم بختو! کیوں شور ڈالتے ہو لاہور میں تو اب کھلے طور سے گائیاں ذبح ہوتی ہیں تم اذان کو روتے ہو جاؤ چپکے ہو کر بیٹھ رہو۔ الغرض یہ واقعی اور سچی بات ہے جو ہمارے دل سے نکلتی ہے جس قوم نے ہم کو تحت الثریٰ سے نکالا ہے اُس کا احسان ہم نہ مانیں تو پھر یہ کس قدر ناشکری اور نمک حرامی ہے۔

اِس کے علاوہ پنجاب میں بڑی جہالت پھیلی ہوئی تھی ایک بوڑھے آدمی کمّے شاہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے اُستاد کو دیکھا ہے

کہ وہ بڑے تضرع سے دعا کیا کرتے تھے کہ **صحیح بخاری** کی ایک دفعہ زیارت ہو جائے اور بعض وقت اِس خیال سے کہ کہاں اس کی زیارت ممکن ہے دعا کرتے کرتے اتنا روتے کہ ان کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں اب وہی بخاری دو چار روپے میں امرت سرا اور لاہور سے ملتی ہے۔ ایک مولوی شیر محمد صاحب تھے کہیں سے دو چار ورق **احیاء العلوم** کے اُن کو مل گئے تھے کتنی مدت تک ہر نماز کے بعد نمازیوں کو بڑی خوشی اور فخر سے دکھایا کرتے تھے کہ یہ احیاء العلوم ہے اور تڑپتے تھے کہ پوری کتاب کہیں سے مل جائے اب جابجا احیاء العلوم مطبوعہ موجود ہے۔ غرض انگریزی مقدم کی برکت سے لوگوں کی دینی آنکھ بھی کھل گئی ہے اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اسی سلطنت کے ذریعہ دین کی کس قدر اعانت ہوئی ہے کہ کسی اور سلطنت میں ممکن ہی نہیں۔ پریس کی برکت اور قسم قسم کے کاغذ کی ایجاد سے ہر قسم کی کتابیں تھوڑی تھوڑی قیمت پر میسر آسکتی ہیں اور پھر ڈاک خانہ کے طفیل کہیں سے کہیں گھر بیٹھے بٹھائے پہنچ جاتی ہیں اور یوں دین کی صداقتوں کی تبلیغ کی راہ کس قدر سہل اور صاف ہوگئی ہے۔ پھر منجملہ اور برکات کے جو تائید دین کے لئے اس گورنمنٹ کے عہد میں ملی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ عقلی قویٰ اور ذہنی طاقتوں میں بڑی ترقی ہوئی ہے اور چونکہ گورنمنٹ نے ہر ایک قوم کو اپنے مذہب کی اشاعت کی آزادی دے رکھی ہے اِس لئے ہر طرح پر لوگوں کو ہر ایک مذہب کے اصول اور دلائل پر کھنے اور اُن پر غور کرنے

﴿۱۹﴾

﴿۲۰﴾ کا موقع مل گیا ہے۔ اسلام پر جب مختلف مذہب والوں نے حملے کئے تو اہل اسلام کو اپنے مذہب کی تائید اور صداقت کے لئے اپنی مذہبی کتابوں پر غور کرنے کا موقع ملا اور اُن کی عقلی قوتوں میں ترقی ہوئی قاعدہ کی بات ہے کہ جیسے جسمانی قویٰ ریاضت کرنے سے بڑھتے ہیں ایسا ہی روحانی قویٰ بھی ریاضت سے نشو ونما پاتے ہیں جیسا گھوڑا چابک سوار کے نیچے آکر درست ہوتا ہے اسی طرح سے انگریزوں کے آنے سے مذہب کے اُصولوں پر غور کرنے کا موقع ملا ہے اور تدبّر کرنے والوں کو استقامت اور استحکام اپنے مذہبِ حق میں زیادہ مل گیا اور جس جس موقع پر **قرآن کریم** کے مخالفوں نے انگشت رکھی وہیں سے غور کرنے والوں کو ایک گنجِ معارف ہاتھ لگا اور اس آزادی کی وجہ سے علم کلام نے بھی معتد بہ ترقی کی اور یہ ترقی مخصوصًا اِسی جگہ پر ہوئی ہے اب اگر کوئی روم یا شام کا رہنے والا خواہ وہ کیسا ہی عالم و فاضل کیوں نہ ہو آجائے تو وہ عیسائیوں یا آریوں کے اعتراضات کا کافی جواب نہ دے سکے گا کیونکہ اس کو ایسی آزادی اور وسعت کے ساتھ مختلف مذاہب کے اصولوں کے موازنہ کرنے کا موقع نہیں ملا غرض جیسے جسمانی طور پر گورنمنٹ انگلشیہ سے ملک میں امن ہوا ایسے ہی روحانی امن بھی پوری طرح پھیلا چونکہ ہمارا تعلق دینی اور روحانی باتوں سے ہے اس لئے ہم زیادہ تر ان امور کا ذکر کریں گے جو فرائض مذہب کے ادا کرنے میں گورنمنٹ کی طرف سے ہم کو بطور احسان ملے ہیں پس یاد رکھنا چاہیے کہ انسان پوری آزادی

اوؔر اطمینان کے ساتھ عبادات کو جب ہی بجا لا سکتا ہے کہ اس میں **چار شرطیں** موجود ہوں اور وہ یہ ہیں:- ﴿۲۱﴾

اوّل صحت: اگر کوئی شخص ایسا ضعیف ہو کہ چارپائی سے اٹھ نہ سکے وہ صوم وصلوٰۃ کا کیا پابند ہو سکتا ہے اور پھر وہ اسی طرح پر حج زکوٰۃ وغیرہ بہت سے ضروری امور کی بجا آوری سے قاصر رہے گا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ گورنمنٹ کے طفیل سے ہم کو صحت جسمانی کے بحال رکھنے کے لئے کس قدر سامان ملے ہیں ہر بڑے شہر اور قصبہ میں کوئی نہ کوئی ہسپتال ضرور ہے جہاں مریضوں کا علاج نہایت دلسوزی اور ہمدردی سے کیا جاتا ہے اور دوا اور غذا وغیرہ مفت دی جاتی ہیں بعض بیماروں کو ہسپتال میں رکھ کر ایسے طور پر اُن کی نگہداشت اور غور و پرداخت کی جاتی ہے کہ کوئی اپنے گھر میں بھی ایسی آسانی اور سہولت اور آرام کے ساتھ علاج نہیں کرا سکتا۔ حفظان صحت کا ایک الگ محکمہ بنا رکھا ہے جس پر کروڑ ہا روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے قصبات اور شہروں کی صفائی کے بڑے بڑے سامان بہم پہنچائے ہیں گندے پانی اور مواد ردیہ مضر صحت کے دفع کرنے کے لئے الگ انتظام ہیں۔ پھر ہر قسم کی سریع الاثر ادویہ طیار کر کے بہت کم قیمت پر مہیا کی جاتی ہیں یہاں تک کہ ہر ایک آدمی چند دوائیں اپنے گھر میں رکھ کر بوقت ضرورت علاج کر سکتا ہے۔ بڑے بڑے میڈیکل کالج جاری کر کے طبی تعلیم کو کثرت سے پھیلایا گیا ہے یہاں تک کہ دیہات میں بھی ڈاکٹر

﴿۲۲﴾ ملتے ہیں ۔ بعض خطرناک امراض مثلاً چیچک ۔ ہیضہ ۔ طاعون وغیرہ کے دفعیہ کے لئے حال ہی میں طاعون کے متعلق جس قدر کارروائی گورنمنٹ کی طرف سے عمل میں آئی ہے ۔ وہ بہت ہی کچھ شکر گذاری کے قابل ہے غرض صحت کے لحاظ سے گورنمنٹ نے ہر قسم کی ضروری امداد دی ہے اور اِس طرح پر عبادت کے لئے پہلی اور ضروری شرط کے پورا کرنے کے واسطے بہت بڑی تائید کی ہے ۔

دوسری شرط ایمان ہے ۔ اگر خدا تعالیٰ اور اس کے احکام پر ایمان ہی نہ رہا ہو اور اندر ہی اندر بے دینی اور الحاد کا جذام لگ گیا ہو تو بھی تعمیل احکامِ الٰہی نہیں ہوسکتی یہی وجہ ہے کہ بہت لوگ کہا کرتے ہیں ۔ ایہہ جگ مِٹھا تے اگلا کِن ڈِٹھا ۔ افسوس ہے دو آدمیوں کی شہادت پر ایک مجرم کو پھانسی مل سکتی ہے مگر باوجودیکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور بے انتہا ولیوں کی شہادت موجود ہے لیکن ابھی تک اس قسم کا الحاد لوگوں کے دِلوں سے نہیں گیا ۔ ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ اپنے مقتدر نشانوں اور معجزات سے **اَنَا الْمَوجُود** کہتا ہے مگر یہ کمبخت کان رکھتے ہوئے بھی نہیں سنتے ۔ غرض یہ شرط بھی بہت بڑی ضروری شرط ہے اِس کے لئے بھی ہمیں گورنمنٹ انگلشیہ کا شکر گذار ہونا چاہیے کیونکہ ایمان و اعتقاد پختہ کرنے کے لئے عام تعلیم مذہبی کی ضرورت

﴿۲۳﴾ تھی اور مذہبی تعلیم کا انحصار مذہبی کتابوں کی اشاعت سے وابستہ تھا۔ پریس اور ڈاکخانہ کی برکت سے ہر قسم کی مذہبی کتابیں مل سکتی ہیں اور اخبارات کے ذریعہ تبادلہ خیالات کا موقع بھی ملتا ہے سعید الفطرت لوگوں کے لئے بڑا بھاری موقع حاصل ہے کہ ایمان واعتقاد میں رسوخ حاصل کریں۔ ان باتوں کے علاوہ جو ضروری اور اشد **ضروری بات** ایمان کے رسوخ کے لئے ہے وہ خدا تعالیٰ کے **نشانات** ہیں جو اس شخص کے ہاتھ پر سرزد ہوتے ہیں جو خدا کی طرف سے **مامور** ہوکر آتا ہے اور اپنے طرزِ عمل سے گم شدہ صداقتوں اور معرفتوں کو زندہ کرتا ہے سو خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اُس نے اِس زمانہ میں **ایسے شخص کو پھر ایمان زندہ کرنے کے لئے مامور** کیا اور اس لئے بھیجا کہ تا لوگ قوتِ یقین میں ترقی کریں وہ اسی مبارک گورنمنٹ کے عہد میں آیا وہ کون ہے؟ **وہی جو تم میں کھڑا ہوا بول رہا ہے** چونکہ یہ مسلّم بات ہے کہ جب تک پورے طور پر ایمان نہ ہو نیکی کے اعمال انسان **علٰی وجہ الاتم** بجا نہیں لاسکتا۔ جس قدر کوئی پہلو یا کنگرہ ایمان کا گرا ہوا ہو اُسی قدر انسان اعمال میں سُست اور کمزور ہوگا اس بنا پر **ولی** وہ کہلاتا ہے جس کا ہر پہلو **سالم** ہو اور وہ کسی پہلو سے کمزور نہ ہو اس کی عبادات اکمل واتم طور پر صادر ہوتی ہوں غرض دوسری شرط ایمان کی سلامتی ہے۔

﴿۲۴﴾ **تیسری شرط** انسان کے لئے **طاقت مالی** ہے۔ مساجد کی تعمیر اور اُمور متعلقہ اسلام کی بجا آوری مالی طاقت پر منحصر ہے۔ اس کے سوا تمدنی زندگی اور تمام اُمور کا اور خصوصاً مساجد کا انتظام بہت مشکل سے ہوتا ہے اب اِس پہلو کے لحاظ سے گورنمنٹ انگلشیہ کو دیکھو۔ گورنمنٹ نے ہر قسم کی تجارت کو ترقی دی۔ تعلیم پھیلا کر ملک کے باشندوں کو نوکریاں دیں اور بعض کو بڑے بڑے عہدے بھی دیئے سفر کے وسائل بہم پہنچا کر دوسرے ملکوں میں جا کر روپیہ کما لانے میں مدد دی چنانچہ ڈاکٹر پلیڈر عدالتوں کے عہدہ دار سرشتہ تعلیم کے ملازموں کو دیکھو غرض بہت سے ذریعوں سے لوگ معقول روپیہ کماتے ہیں اور تجارت کرنے والے سوداگر قسم قسم کے تجارتی مال ولایت اور دور دراز ملکوں افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ میں جا کر مالا مال ہو کر آتے ہیں غرض گورنمنٹ نے روزگار عام کر دیا ہے اور روپیہ کمانے کے بہت سے ذریعے پیدا کر دیئے ہیں۔

چوتھی شرط امن ہے۔ یہ امن کی شرط انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس کا انحصار علی الخصوص سلطنت پر رکھا گیا ہے۔ جس قدر سلطنت نیک نیت اور اس کا دل کھوٹ سے پاک ہوگا اسی قدر یہ شرط زیادہ صفائی سے پوری ہوگی اب اس زمانہ میں امن کی شرط اعلیٰ درجہ پر پوری ہو رہی ہے۔ میں خوب یقین رکھتا ہوں کہ سِکھوں کے زمانہ کے دن انگریزوں کے زمانہ کی راتوں سے بھی کم درجہ پر تھے یہاں سے قریب ہی بوٹر☆ ایک گاؤں ہے وہاں

☆ یہ موضع قادیان شریف سے دو میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ جمالی

﴿۲۵﴾

اگر یہاں سے کوئی عورت جایا کرتی تھی تو رو رو کر جایا کرتی تھی کہ خدا جانے پھر واپس آنا ہوگا یا نہیں۔ اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ انسان زمین کی انتہا تک چلا جائے اس کو کسی قسم کا خطرہ نہیں سفر کے وسائل ایسے آسان کر دیئے گئے ہیں کہ ہر ایک قسم کا آرام حاصل ہے گویا گھر کی طرح ریل میں بیٹھا ہوا یا سویا ہوا جہاں چاہے چلا جائے۔ مال و جان کی حفاظت کے لئے پولیس کا وسیع صیغہ موجود ہے۔ حقوق کی حفاظت کے لئے عدالتیں کھلی ہیں جہاں تک چاہے چارہ جوئی کرتا چلا جائے۔ یہ کس قدر احسان ہیں جو ہماری عملی آزادی کا موجب ہوئے ہیں۔ پس اگر ایسی حالت میں جبکہ جسم و روح پر بے انتہا احسان ہو رہے ہوں ہم میں صلح کاری اور شکرگزاری کا مادہ پیدا نہیں ہوتا تو تعجب کی بات ہے؟ جو مخلوق کا شکر نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا۔ وجہ کیا ہے؟ اس لئے کہ وہ مخلوق بھی تو خدا ہی کا فرستادہ ہوتا ہے اور خدا ہی کے ارادہ کے تحت میں چلتا ہے۔ الغرض یہ سب اُمور جو میں نے بیان کئے ہیں ایک نیک دل انسان کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ ایسے محسن کا شکرگذار ہو یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار اپنی تصنیفات میں اور اپنی تقریروں میں گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ ہمارا دل واقعی اس کے احسانات کی لذّت سے بھرا ہوا ہے احسان فراموش نادان اپنی منافقانہ فطرتوں پر قیاس کر کے ہمارے اِس طریق عمل کو جو صدق و اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جھوٹی خوشامد پر حمل کرتے ہیں۔

اب میں پھر اصل بات کی طرف عود کر کے

﴿۲۶﴾ بتلانا چاہتا ہوں کہ پہلے اس سورۃ میں خدا تعالیٰ نے **رَبِّ النّاس** فرمایا پھر **ملک النّاس** ۔آخر میں **اِلٰہ النّاس** فرمایا جو اصلی مقصود اور مطلوب انسان ہے۔ **اِلٰہ** کہتے ہیں معبود ۔مقصود ۔مطلوب کو۔ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** کے معنی یہی ہیں کہ **لَا مَعْبُوْدَ لِیْ وَلَا مَقْصُوْدَ لِیْ وَلَا مَطْلُوْبَ لِیْ اِلَّا اللّٰہُ** یہی سچی توحید ہے کہ ہر مدح وستایش کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی کو ٹھہرایا جاوے۔ پھر فرمایا **مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ** [1] یعنی وسوسہ ڈالنے والے خنّاس کے شر سے پناہ مانگو۔خنّاس عربی میں سانپ کو کہتے ہیں جسے عبرانی میں نحاش کہتے ہیں اس لئے کہ اس نے پہلے بھی بدی کی تھی۔ یہاں ابلیس یا شیطان نہیں فرمایا تا کہ انسان کو اپنی ابتدا کی ابتلا یاد آوے کہ کس طرح شیطان نے اُن کے **اَبَوَیْن** کو دھوکا دیا تھا اس وقت اس کا نام خنّاس ہی رکھا گیا تھا یہ ترتیب خدا نے اس لئے اختیار فرمائی ہے تا کہ انسان کو پہلے واقعات پر آگاہ کرے کہ جس طرح شیطان نے خدا کی اطاعت سے انسان کو فریب دے کر روگرداں کیا ویسے ہی وہ کسی وقت ملکِ وقت کی اطاعت سے بھی عاصی اور روگرداں نہ کرادے۔ یوں انسان ہر وقت اپنے نفس کے ارادوں اور منصوبوں کی جانچ پڑتال کرتا رہے کہ مجھ میں ملکِ وقت کی اطاعت کس قدر ہے اور کوشش کرتا رہے اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے کہ کسی مدخل سے شیطان اُس میں داخل نہ ہو جائے۔اب اس سورۃ میں جو اطاعت کا حکم ہے وہ خدا تعالیٰ ہی کی اطاعت کا حکم ہے کیونکہ

[1] الناس:۵

﴿۲۷﴾ اصلی اطاعت اُسی کی ہے مگر والدین مرشد و ہادی اور بادشاہِ وقت کی اطاعت کا حکم بھی خدا ہی نے دیا ہے اور اطاعت کا فائدہ یہ ہوگا کہ خنّاس کے قابو سے بچ جاؤ گے۔ پس پناہ مانگو کہ خنّاس کی وسوسہ اندازی کے شر سے محفوظ رہو کیونکہ مومن ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا۔ ایک بار جس راہ سے مصیبت آئے دوبارہ اُس میں نہ پھنسو۔ پس اِس سورۃ میں صریح اشارہ ہے کہ بادشاہ وقت کی اطاعت کرو۔ خنّاس میں خواص اسی طرح ودیعت رکھے گئے ہیں جیسے خدا تعالیٰ نے درخت اور پانی اور آگ وغیرہ چیزوں اور عناصر میں خواص رکھے ہیں۔ عنصر کا لفظ اصل میں عَنْ سِرّ ہے۔ عربی میں ص اور س کا بدل ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ چیز اسرار الٰہی میں سے ہے درحقیقت یہاں آ کر انسان کی تحقیقات رک جاتی ہے۔ غرض ہر ایک چیز خدا ہی کی طرف سے ہے خواہ وہ بسائط کی قسم سے ہو خواہ مرکبات کی قسم سے۔ جبکہ یہ بات یہ ہے کہ ایسے بادشاہوں کو بھیج کر اُس نے ہزارہا مشکلات سے ہم کو چھڑایا اور ایسی تبدیلی بخشی کہ ایک آتشی تنور سے نکال کر ایسے باغ میں پہنچا دیا جہاں فرحت افزا پودے ہیں اور ہر طرف ندیاں جاری ہیں اور ٹھنڈی خوشگوار ہوائیں چل رہی ہیں پھر کس قدر ناشکری ہوگی اگر کوئی اس کے احسانات کو فراموش کر دے۔ خاص کر ہماری جماعت کو جس کو خدا نے بصیرت دی ہے اور اُن میں فی الحقیقت نفاق نہیں ہے کیونکہ انہوں نے جس سے تعلق پیدا کیا ہے اُس میں ذرہ بھر نفاق نہیں شکر گذاری کا بڑا عمدہ نمونہ بننا چاہیے۔

﴿۲۸﴾ اور مجھے کامل یقین ہے کہ میری جماعت میں نفاق نہیں ہے اور میرے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں اُن کی فراست نے غلطی نہیں کی اس لئے کہ میں درحقیقت وہی ہوں جس کے آنے کو ایمانی فراست نے ملنے پر متوجہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ میں وہی **صادق** اور **امین** اور **موعود** ہوں جس کا **وعدہ** ہمارے سیّد و مولیٰ صادق و مصدوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دیا گیا تھا اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جنہوں نے مجھ سے تعلق پیدا نہیں کیا وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ فراست گویا ایک کرامت ہے یہ لفظ فراست بفتح فا بھی ہے اور بکسر فا بھی جب زبر کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ہیں گھوڑے پر چڑھنا۔ مومن فراست کے ساتھ اپنے نفس کا چابک سوار ہوتا ہے خدا کی طرف سے اُس کو نور ملتا ہے جس سے وہ راہ پاتا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله ۔یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ غرض ہماری جماعت کی فراست حقہ کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے خدا کے نور کو شناخت کیا۔ اِسی طرح میں امید رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت عملی حالت میں بھی ترقی کرے گی کیونکہ وہ منافق نہیں ہے اور وہ ہمارے مخالفوں کے اس طرز عمل سے بالکل پاک ہے کہ جب حکام سے ملتے ہیں تو اُن کی تعریفیں کرتے ہیں اور جب گھر میں

آتے ہیں تو کافر بتلاتے ہیں۔ اے میری جماعت سنو اور یاد رکھو کہ خدا اِس طرز عمل کو پسند نہیں فرماتا۔ تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور محض خدا کے لئے رکھتے ہو۔ **نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرو اور بدی کرنے والوں کو معاف کرو۔** کوئی شخص صدیق نہیں ہوسکتا جب تک وہ یک رنگ نہ ہو۔ جو منافقانہ چال چلتا ہے اور دورنگی اختیار کرتا ہے آخر وہ پکڑا جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ دروغگو را حافظہ نباشد۔ ﴿۲۹﴾

اس وقت میں ایک اور ضروری **بات** کہنی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سلاطین کو اکثر مہمیں پیش آتی ہیں اور وہ بھی رعایا ہی کے بچاؤ اور حفاظت کے لئے ہوتی ہیں تم نے دیکھا ہے کہ **ہماری گورنمنٹ** کو سرحد پر کئی بار جنگ کرنی پڑی ہے گو سرحدی لوگ مسلمان ہیں مگر ہمارے نزدیک وہ حق پر نہیں ہیں۔ اُن کا انگریزوں کے ساتھ جنگ کرنا کسی مذہبی حیثیت اور پہلو سے درست نہیں ہے اور نہ وہ حقیقتاً مذہبی پہلو سے لڑتے ہیں کیا وہ یہ عذر کرسکتے ہیں کہ گورنمنٹ نے مسلمانوں کو آزادی نہیں دے رکھی؟ بے شک دے رکھی ہے اور ایسی آزادی دے رکھی ہے جس کی نظیر کابل اور نواح کابل میں رہ کر بھی نہیں مل سکتی۔ امیر کے حالات اچھے سننے میں نہیں آتے ان سرحدی مجنونوں کے لڑنے کی کوئی وجہ بجز پیٹ بھرنے کے

﴿۳۰﴾ نہیں ہے دس بیس روپے مل جائیں تو اُن کا غازی پن غرق ہو جاتا ہے یہ لوگ ظالم طبع ہیں اور اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ اِسلام بادشاہِ وقت اور محسن کے حقوق قائم کرتا ہے یہ دنی الطبع لوگ اپنے پیٹ کی خاطر حدود اللہ کو توڑتے ہیں اور اُن کی رذالت اور سفاہت اور سفا کی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ایک روٹی کے لئے بہ آسانی ایک انسان کا خون کر دیتے ہیں ایسا ہی آجکل ہماری گورنمنٹ کو ٹرینسوال کی ایک چھوٹی سی جمہوری سلطنت کے ساتھ مقابلہ ہے وہ سلطنت پنجاب سے بڑی نہیں ہے اور یہ سراسر اُس کی حماقت ہے کہ اُس نے اس قدر بڑی سلطنت کے ساتھ مقابلہ شروع کیا ہے لیکن اس وقت جبکہ مقابلہ شروع ہوگیا ہے ہر ایک مسلمان کا حق ہے کہ انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعا کرے۔ ہم کو ٹرنسوال سے کیا غرض جس کے ہزاروں ہم پر احسان ہیں ہمارا فرض ہے کہ اس کی خیر خواہی کریں۔ ایک ہمسایہ کے اتنے حقوق ہیں کہ اُس کی تکلیف سن کر اُس کا پتہّ پانی ہو جاتا ہے تو کیا اب ہمارے دلوں کو سرکار انگلشیہ کے وفادار سپاہیوں کے مصائب پڑھ کر صدمہ نہیں پہنچتا۔ میرے نزدیک وہ بڑا سیاہ دل ہے جسے گورنمنٹ کے دکھ اپنے دکھ معلوم نہیں ہوتے۔ یاد رکھو جذام کئی قسم کے ہوتے ہیں ایک جذام جسم کو لگ جاتا ہے جس کو کوڑھ کہتے ہیں اور ایک جذام روح کو لگ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کو عادت بد ہو جاتی ہے۔

کہ لوگوں کی بدی سے خوش اور بھلائی سے رنج کرتا ہے چنانچہ اس قسم کا ﴿۳۱﴾
ہمارے ہاں ایک شخص بازار میں رہا کرتا تھا اگر کوئی مقدمہ کسی پر ہو جاتا تو
پوچھا کرتا تھا کہ مقدمہ کی کیا صورت ہے اگر کسی نے کہہ دیا کہ وہ بَری ہو گیا
یا اچھی صورت ہے تو اُس پر آفت آ جاتی اور چپ ہو جاتا اور اگر کوئی کہہ دیتا
کہ فرد قرارداد جرم لگ گئی تو بہت خوش ہوتا اور اُس کو پاس بٹھا کر سارا قصہ
سنتا۔ غرض بعض آدمیوں کی فطرت میں بد اندیشی کا مادہ ہوتا ہے کہ وہ بری
خبریں سننا چاہتے ہیں اور لوگوں کی برائی پر خوش ہوتے ہیں کیونکہ شیطان
کی سیرت اُن کے اندر ہوتی ہے پس بدخواہی کسی انسان کی بھی اچھی نہیں
چہ جائیکہ محسن ہو۔ لہٰذا میں اپنی جماعت کو کہتا ہوں کہ وہ ایسے لوگوں کا نمونہ
اختیار نہ کریں بلکہ پوری ہمدردی اور سچی خیرخواہی کے ساتھ برٹش گورنمنٹ
کی کامیابی کے لئے دعا کریں اور عملی طور پر بھی وفاداری کے نمونے
دکھائیں۔ ہم یہ باتیں کسی صلہ یا انعام کی خاطر نہیں کرتے ہم کو صلہ اور انعام
اور دنیوی خطابات سے کیا غرض۔ ہماری نیات کو علیم خدا خوب جانتا ہے کہ
ہمارا کام محض اُس کے لئے اور اُسی کے امر سے ہے۔ اُسی نے ہم کو تعلیم دی
ہے کہ محسن کا شکر کرو ہم اِس شکر گذاری میں اپنے مولیٰ کریم کی اطاعت
کرتے ہیں اور اُسی سے انعام کی امید رکھتے ہیں سو تم جو میری جماعت ہو
اپنی محسن گورنمنٹ کی خوب قدر کرو۔

اب میں چاہتا ہوں کہ ٹرنسوال کے جنگ کے لئے ہم دعا کریں۔ فقط

﴿۳۲﴾ اس کے بعد **حضرت اقدس** نے نہایت جوش اور خلوص کے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور سب حاضرین نے جن کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز تھی دعا کی اور بہت دیر تک فتح اور کامیابی کے لئے دعا کی گئی بعد ازاں حضرت اقدس نے تجویز فرمائی کہ زخمیانِ سرکار برطانیہ کے لئے چندہ بھی بھیجنا ضروری ہے جس کے لئے ایک **اشتہار** بھی شائع کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔

راقم مرزا خدا بخش از قادیان

اپنی جماعت کے لئے ایک ضروری اشتہار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحمدہٗ وَنُصلّی عَلٰی رَسُوْلہ الکریم

چونکہ مسلمانانِ ہند پر علی العموم اور مسلمانان پنجاب پر بالخصوص گورنمنٹ برطانیہ کے بڑے بڑے احسانات ہیں۔ لہٰذا مسلمان اپنی اِس مہربان گورنمنٹ کا جس قدر شکریہ ادا کریں اتنا ہی تھوڑا ہے کیونکہ مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھولا جبکہ وہ سکھوں کی قوم کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور اُن کے دستِ تعدّی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا ہی تباہ تھی بلکہ اُن کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذان نماز کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے۔ ایسی حالت زار میں اللہ تعالیٰ نے دور سے اس مبارک گورنمنٹ کو ہماری نجات کے لئے ابرِ رحمت کی طرح بھیج دیا جس نے آن کر نہ صرف ان ظالموں کے پنجہ سے بچایا بلکہ ہر طرح کا امن قائم کر کے ہر قسم کے سامان آسائش مہیا کئے اور مذہبی آزادی یہاں تک دی کہ ہم بلا دریغ اپنے دین متین کی اشاعت نہایت خوش اسلوبی سے کر سکتے ہیں۔ ہم نے عید الفطر کے موقع پر اس مضمون پر مفصل تقریر کی تھی جس کی مختصر کیفیت تو انگریزی اخباروں میں جا چکی ہے اور باقی مفصل کیفیت عنقریب حبّی فی اللّٰہ مرزا خدا بخش صاحب شائع کرنے والے ہیں ہم نے اس مبارک عید کے موقع پر گورنمنٹ کے احسانات کا ذکر کر کے اپنی جماعت کو جو اس گورنمنٹ سے دِلی اخلاص رکھتی ہے اور دیگر لوگوں کی طرح منافقانہ زندگی

﴿۳۳﴾

بسر کرنا گناہ عظیم سمجھتی ہے توجہ دلائی کہ سب لوگ تہ دل سے اپنی مہربان گورنمنٹ کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جنگ میں جو ٹرانسوال میں ہو رہی ہے فتح عظیم بخشے اور نیز یہ بھی کہا کہ حق اللہ کے بعد اسلام کا اعظم فرض ہمدردی خلائق ہے اور بالخصوص ایسی مہربان گورنمنٹ کے خادموں سے ہمدردی کرنا کارِ ثواب ہے جو ہماری جانوں اور مالوں اور سب سے بڑھ کر ہمارے دین کی محافظ ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کے لوگ جہاں جہاں ہیں اپنی توفیق اور مقدور کے موافق سرکار برطانیہ کے اُن زخمیوں کے واسطے جو جنگ ٹرانسوال میں مجروح ہوئے ہیں چندہ دیں۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ھٰذا اپنی جماعت کے لوگوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہر ایک شہر میں فہرست مکمل کر کے اور چندہ کو وصول کر کے یکم مارچ سے پہلے مرزا خدا بخش صاحب کے پاس بمقام **قادیان** بھیج دیں کیونکہ یہ ڈیوٹی ان کے سپرد کی گئی ہے۔ جب آپ کا روپیہ معہ فہرستوں کے آجائے گا تو اس فہرست چندہ کو اُس رپورٹ میں درج کیا جائے گا جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے ہماری جماعت اِس کام کو ضروری سمجھ کر بہت جلد اس کی تعمیل کرے۔ **وَالسَّلام**

راقم میرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۰ رفروری ۱۹۰۰ء

خوشخبری

۱۰ رفروری کے اشتہار میں یہ خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ روئیداد کے ساتھ فہرست اسمائے چندہ دہندگان شائع کی جائے گی لیکن چونکہ روئیداد کی ضخامت بڑھ گئی ہے لہٰذا حضرت امام ہمام ہادیٔ انام مناسب نہیں سمجھتے کہ فہرست شائع کی جائے۔ بڑی رقوم صرف معدودے چند اصحاب کی طرف سے موصول ہوئی ہیں اور باقی بہت قلیل رقوم ہیں چنانچہ بڑی سے بڑی رقم ما ۱۵/ کی ہے جو نواب **محمد علی خان** صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی طرف سے آئی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی رقم ۳ پائی تک ہے۔

چونکہ حضرت اقدس جناب **مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسَّلام** روپے کے بھیجنے میں

﴿۳۴﴾ زیادہ توقف پسند نہیں فرماتے ہیں اس لئے تاریخ مقررہ اشتہار کی انتظار کر کے پانسو روپے کی رقم جناب چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں ارسال کر دی گئی چنانچہ جو رسید صاحب بہادر موصوف کی طرف سے آئی ہے وہ آگے ہم درج کرتے ہیں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم رسید لکھیں اس امر کا ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت اقدس ان لوگوں پر جنہوں نے اپنی اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق زخمیان و بیوگان و یتیمان سرکار برطانیہ کی ہمدردی اور امداد کی ہے بہت ہی خوش ہوئے ہیں اور مبارکی ہے اُن لوگوں کو جنہوں نے امامِ برحق کے ارشاد کی تعمیل کر کے نہ صرف اپنے پیر و مرشد کو خوش کیا بلکہ حقیقی مالک الملک اور مجازی حکام کی خوشنودی کے باعث ہوئے کیونکہ زمین و آسمان کے بادشاہ نے اِس کتاب پاک میں جو اہل اسلام کے ہاتھ میں ہے حق اللہ کے بعد حق العباد کے ملحوظ رکھنے کا سخت حکم فرمایا ہے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کو اپنی خوشنودی اور رضامندی کا سبب ٹھہرایا ہے خواہ وہ انسان کسی مذہب اور کسی ملت کا ہو خواہ وہ مشرق کا ہو یا مغرب کا سب کی ہمدردی کا حکم فرمایا ہے اور پھر جو محسن ہو اور ہمارے حقوق کی حفاظت کرتا ہو اُس کی ہمدردی بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔ اس سرکار برطانیہ سے بڑھ کر کون زیادہ محسن اور خیر خواہ ہے جس نے اسلام والوں کی بہت سے موقعوں پر مدد کی ہے اور خطرناک اور جانکاہ مصائب سے نجات دے کر کنارِ امن و عافیت میں جگہ دی ہے۔

جو چندہ کہ اس غریب جماعت کی طرف سے بھیجا گیا تھا وہ عالی شان گورنمنٹ کے مقابلہ میں ایک نہایت ہی قلیل تھا لیکن اُس عالی حوصلہ گورنمنٹ نے اس کو بڑی عزت کے ساتھ قبول فرمایا اور مزید براں مسرت بھی ظاہر کی۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو حکام وقت کی خوشی اور غمی میں شریک ہو کر مراتب حاکمانہ و محکومانہ کو مدنظر رکھتے ہیں اور کیا ہی بلند حوصلہ اور عالی شان ہے وہ گورنمنٹ جو اپنی رعایا کے غریبانہ چندوں اور مبارک بادیوں کو عظمت اور عزّت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ کیا یہ کم قدر افزائی کی بات ہے کہ پانسو کی ذلیل رقم پر جناب نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہٖ نے خوشنودی کی رسید ارسال فرمائی اور فتوحات افریقہ

﴿۳۵﴾

جنوبی پر مبارک بادی کی تار دینے پر جناب **امام ھمام** ہادی انام کو عالی جناب نواب گورنر جنرل وائسرائے بہادر بالقابہٖ اور جناب لاٹ صاحب پنجاب نے اپنی اپنی چٹھیات میں مسرت ظاہر فرمائی اور شکریہ ادا کیا ہے۔ بہرحال یہ گورنمنٹ قابل شکر گذاری ہے خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو جو امن اور آزادی کی حامی ہے دیرپا رکھے اور اس کو آسمانی بادشاہت سے حصہ وافر عطا فرمائے۔

اب تینوں چٹھیوں کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں تا کہ ناظرین ان کو پڑھ کر مسرت حاصل کریں۔

چٹھی نمبر ۲۳۴

از طرف جے۔ ایم۔ سی۔ ڈوئی صاحب بہادر آئی۔ سی۔ ایس قائم مقام چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب۔

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور مورخہ ۲۶؍ مارچ ۱۹۰۰ء از مقام لاہور۔

صاحب من! نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کی طرف سے ہدایت ہوئی ہے کہ ہم آپ کو اِطلاع دیں کہ جو فیاضانہ عطیہ تعدادی ۵۰۰؍ روپیہ کا آپ کے اور آپ کے مریدوں کی جانب سے سرکار برطانیہ کے جنوبی افریقہ کے بیمار اور زخمی بھائیوں کی امداد کے لئے بھیجا ہے وہ پہنچ گیا ہے اور صاحبان کنگ کنگ کمپنی کو بمبئی میں بھیج دیا گیا ہے۔

راقم آپ کا نہایت ہی فرمانبردار سرونٹ جے۔ ایم۔ ڈوئی قائم مقام چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب۔

چٹھی نمبر ۱۶۶

مورخہ ۹؍ مارچ ۱۹۰۰ء از مقام لاہور

از جانب ڈبلیو۔ آر۔ ایچ مرک صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ قائم مقام چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور

﴿۳۶﴾

صاحب من! مجھے نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کی جانب سے ہدایت ہوئی ہے کہ آپ کو اطلاع دوں کہ وہ آپ کو اس مبارک بادی کے عوض میں جو آپ نے ان فتوحات کی نسبت دی ہے جو سرکار برطانیہ کو جنوبی افریقہ میں نصیب ہوئی ہیں مسرت آمیز شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آپ کا نہایت ہی فرمانبردار سرو ینٹ ڈبلیو مرک صاحب قائم مقام چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

چٹھی نمبر ۲۱۱

از جانب ڈبلیو۔آر۔ایچ مرک صاحب بہادر۔سی۔ایس۔آئی قائم مقام چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان۔مورخہ ۲۱؍مارچ ۱۹۰۰ء از مقام لاہور

صاحب من! مجھے اِس امر کی ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کو اِطلاع دوں کہ گورنمنٹ ہند نے بڑی مسرت کے ساتھ آپ کی مبارک بادی کو جو آپ نے سرکار برطانیہ کی اُن فتوحات پر دی ہے جو جنوبی افریقہ میں سرکار موصوف کو حاصل ہوئی ہیں قبول فرمایا ہے۔

آپ کا نہایت ہی فرمانبردار سرو ینٹ ڈبلیو مرک صاحب قائم مقام چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

ترجمہ چٹھی انگریزی

نمبر ۷ ۳۰ مورخہ ۱۸؍اپریل ۱۹۰۰ء

مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان ضلع گورداسپور کے پاس رسید بجنسہ بذیل چٹھی دفتر ہذا نمبری ۲۳۴

مورخہ ۲۶؍مارچ ۱۹۰۰ء بھیجی جائے

بحکم صاحب انڈر سکرٹری گورنمنٹ پنجاب دستخط صاحب انڈر سکرٹری

ترجمہ رسید انگریزی ڈی نمبر ۱۴۳۸۔لارڈ میئر کا فنڈ

جو ٹرانسوال کی بیواؤں یتیموں اور زخمیوں کی امداد کے لئے قائم کیا گیا ہے۔از مقام بمبئی مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور اور اس کے مریدوں کی طرف سے ایک رقم تعدادی پانچ سو روپیہ وصول ہوئی۔ چندہ ہذا جو مذکورہ بالا فنڈ کے لئے ہے۔بسبیل مناسب رائٹ آنریبل لارڈ میئر صاحب بہادر کی خدمت میں مرسل ہو۔

دستخط خزانچی کنگ کنگ کمپنی

مرتبہ مرزا خدا بخش از قادیان

﴿۳۷﴾

قصیدہ مولوی عبداللہ صاحب کشمیری

حمد بیحد مر جناب حضرت پروردگار
آنکہ در ہر مظہرے شد حسن رویش آشکار

برمظاہر از صفات خویشتن پر تو فگند
بہر تکمیل وجودما بروئے روزگار

درو جود و در بقاہم در قیام زندگی
حسب حاجت داد ما را جملہ ساماں بیشمار

ہرچہ می بایست مارا بہر جسم و نیز جاں
خود مہیّا کرد از رحمت پئے ما کردگار

آفتاب و ماہ پرویں ایں زمین و آسماں
خورد و پوش دل پسند و میوہائے خوشگوار

ایں ہوائے خوش کہ ہردم می وزد از لطف او
ایں ہمہ گلزار و لالہ آب ہائے آبشار

ایں ہمہ از رحمت و از لطف ذات کبریا
بے عنایاتش زمانہ میشود تاریک و تار

درحقیقت ہر ثنائے ذاتِ حق را می سزد
آنکہ خوبیہائے لطفش ہست بحر بے کنار

از سر فضل و عنایت حکمت و شان بلند
در مظاہر جلوہ گر شد رحمتش بر روزگار

از ربوبیت رُخ خود وانمود از مظہرے
تا کہ گردد بہر جسم و جان ما او فیض بار

ایں وجود والدیں ظلّے زِ ربّ النّاس ہم
زیں سبب فرزند را مادر گرفتہ در کنار

از پئے تکمیل اخلاق بشر نکتہ شنو
برمظاہر کن نظر یاد آر ذات کردگار

شکر یزدانست شکر مظہر الطاف او
ازسرایمان من لم یشکر النّاس یادآر

گفت حق اے مومناں باوالدین احساں کنید
زیں حقیقت رازِ احساں بر جہاں شد آشکار

رہنمائے دین وتوحید خدائے لَمْ یَزل
ازپئے ارواح ماشد مظہر پروردگار

ایں زماں آں آفتاب از مطلع ہندوستاں
سربرآوردہ بعالم چوں خور نصف النہار

چوں زِمن آید ثنائے آں شہ عالی جناب
من چہ دانم وصف حسن روئے آں عالی تبار

سیّد ما رہبر ما پیشوائے ملک دیں
عاشق روئے محمدؐ ہرزماں شوریدہ وار

﴿۳۸﴾

مّی دمد از رُوئے پاکش بوئے دلدارِ ازل	از سرگیسوئے مشکینش و زد مُشکِ تتار
برجہاں رخشید چوں ایں نیرّ عالم فروز	آبِ حیواں بہرِ ایماں شد رواں در جوئبار
از نسیم نورِ ایماں تازہ شد گلزارِ دل	بردماغِ پاک طبعاں می وزد بادِ بہار
درگلستانِ محمد نالہ زد ایں عندلیب	باغ دیں ویران گشتہ بازش آوردہ بہار
بلبلے در روضۂ قدس است ایں فرخندہ خو	ازفغانش قدسیاں راچشم دل شد اشکبار
درمقام قرب یزداں پائے او بالارسید	از مئے عشق محمد شد ز خود بے اختیار
حق بنعمت ہائے خویشش درجہاں ممتاز کرد	شد وجیہ درگہ آں عالم ذوالاقتدار
در مقامِ قادیان از آسماں آمد فرود	برزمین مردہ بارید ایں زماں ابر بہار
از پئے تصدیق او از آسماں آمد نِدا	مہر و ماہ ماہِ رمضاں نیز نجمِ تاجدار
عیسیٔ فرخ سیر ہم مہدی آخر زماں	آمدہ از بہرِ تردید خیال کارزار
ازپئے سرکوبیٔ ایں غازیان جنگ جو	آنکہ شد اسلام از کردارِشاں بس شرمسار
ایں امامِ وقت آمد تا زِ صدق و راستی	رازِ ایماں برجہانے می نماید آشکار
گفت ملک النّاس درقرآں خدائے ذوالمنن	ایں اشارہ ہست ظاہر بر وجود شہریار
درجہاں بہر خلائق بادشاہ دادگر	ازعنایاتِ خدا شد ظلّ لطف کردگار
ہرکہ شکر شاہ عادل رانمی آرد بجا	منکر آلائے حق باشد ذلیل و نیز خوار
آں نبی پاکباز و تاجدارِ انبیاء	عہد کسریٰ را عطا فرمود عزّ و افتخار
نیکوئی بانیکواں فرمودۂ ذاتِ کریم	بدروی سازو بہ نیکاں بدسگال و بدشعار
حق شناسی فرض باشد بہر مخلوق خدا	کافرآلائے حق ماوائے او بئس القرار
الغرض در عہد پاک ایں شہ ہندوستاں	آنکہ از احسانِ اوبادِخزاں را شد بہار
ہرطرف گسترد ظلِّ معدلت ایں سلطنت	ایں زماں آمد بدنیا نیز مہدی کامگار
ہست گورنمنٹ برماسایۂ یزدان پاک	یاد باید کرد عہد ظالمانِ نابکار

﴿۳۹﴾

ہرکہ وارد عہد سکھاں ظلم اوشاں درنظر — تاچہ میکردند جور و ہم ستمہا بے شمار
آفتے برپا ہمی شد ازپئے بانگ نماز — ازپئے یک گاؤ مردم را بسوزندے بنار
ازتظلم ہائے شاں دنیا شبے تاریک بود — ناگہاں آمد ز مطلع بادشاہ نور بار
ایں مبارک سلطنت چوں سایۂ برمافگند — ناگہاں از لطف حق شدلیل ما مثل نہار
شد مہیا امن و دولت از وجود سلطنت — از پئے ایماں ز بالا نیز آمد شہسوار
آں خداوندش پئے اتمام حجت از سما — داد گنجے از معارف نیز تیغِ آبدار
از سنان آسماں دجال اعور را بکشت — شد مصیر آتھم یک چشم چوں دار البوار
کشتہ شد از تیغ بُرّاں لیکھرام بدگہر — آریاں بدسیرزاں روز ازحق شرمسار
بہر امداد وکیل بدزباں طاقت نہ بود — در وجود مُردۂ آں ایشر بے اختیار
ازدرخت روضہ قدس است شاخی ایں جواں — باغبانش آب دادہ شد درخت میوہ دار
از حماقت میزند ہرکو کہ برپایش تبر — پائے خود را بشکند جانش ہمی سوزد بنار
درجبینش نورحق تابد مدام از راستی — موئے مشکیں بوئے اوشد درجہانے عطربار
در دِلم جو شد ثنائے آں مہ بدرالدجیٰ — لیک درگفتن نیاید شرح بحربے کنار
ایں غلام آں شہِ خوباں کہ نامش مصطفیٰ — آنکہ از توحید یزداں زدتبر برپائے دار
کردثابت برجہاں عجز بت نصرانیاں — میّتِ دیرینہ روئے خودنمود از خانیار
عندلیب خوشنوا در روضہ قدس و جلال — نالہ زن ازعشق یزداں آمدہ برشاخسار
پہلوانِ آسمانی باکمال عزّ وشاں — قدسیاں درخدمت اوبریمین و بریسار
کارہائے طاقتِ حق از خدائے وا نمود — بردریدہ پردہائے منکرین جیفہ خوار
کس بمیدانش نمی آید بروں بہردغا — دشمناں عوعوکناں وجاگزین درکنج غار
بردرودیوار عالم سخت لرزہ اوفتاد — چوں بمیدان وغا یک نعرہ زد ایں نامدار
صدر بزم و پیشوا او رہنمائے مؤمنین — ازپئے تائید دین آمد نشانے استوار

﴿۴۰﴾

آز فیضِ آسماں آراستہ دارالاماں ۔۔۔ شد منوّر خلق و عالم نیز از گرد و جوار

از سر صدق وصفا شد خیر خواہ سلطنت ۔۔۔ نے بمکر وچاپلوسی بل بحکم کردگار

زانکہ فرمودہ است یزداں نیکوئی با نیکواں ۔۔۔ زیں سخن پیچد سرخود جاہل آشفتہ کار

جاہل مسجد نشیں برما ملامت می کند ۔۔۔ از برائے خیر خواہی با شہان باوقار

مانمی ترسیم از غوغائے ایں سگ سیرتاں ۔۔۔ از نفاق و بدروی داریم شرم و ننگ و عار

از خدا خواہیم اقبال شہ ہندوستاں ۔۔۔ باچنیں ناپاک طبعانِ جہاں ما را چہ کار

یا الٰہ النّاس ہر دم جستہ مے باید پناہ ۔۔۔ از زیان دشمن جانی کہ باشد مثل مار

اے خدائے ملک و عالم وے پناہ صادقاں ۔۔۔ برزمین راست بازاں ابر رحمت را ببار

آن خبیثانی کہ پیچیدند از حق روئے خویش ۔۔۔ آتش افشاں برسرشاں بیخ ناپاکاں برآر

کُن نظر برحال زارم از عنایت ہا نواز ۔۔۔ از مئے عشق امام عالمم مخمور دار

آن مسیح قادیانی عاشق خیر الورا

رحمت حق برروانش باد اندر ہر دو دار

☆

ترجمہ فارسی عبارات

ٹائٹل مسیح ہندوستان میں

۔ بے حد و قیاس حمد اور بے انتہاء اور لا متناہی تشکر رحیم و کریم خدا بادشاہ جن و انس جو گوہر بے بہا اور بھٹکے ہوؤں کے نسخہ کیمیا کا راہنما ہے

صفحہ ۱۰۳

۔ کیونکہ آپ سلیمان علیہ السلام کے توابع اور لواحق میں سے تھے اس بنا پر عرب کے لوگ آپ کو سلیمانی کہہ کر پکارتے تھے۔

صفحہ ۱۲۹

۔ انسانوں میں وہی خدا کی طرف سے کامل ہوتا ہے جو روشن نشانوں کے ساتھ خدانما ہوتا ہے

۔ اُس کے چہرہ سے عشق اور صدق وصفا کا نور چمکتا ہے، کرم، انکسار اور حیا اس کے اخلاق ہوتے ہیں

۔ اُس کی ساری صفات خدا کی صفات کا پرتو ہوتی ہیں اور اُس کا استقلال بھی انبیاء کے استقلال کی مانند ہوتا ہے

۔ اُس کے چشمہ میں ابدی فیضان کا سمندر موجزن ہوتا ہے اور اس کے چہرہ میں خدائے بزرگ کا چہرہ نظر آتا ہے

۔ اُس کی پرواز ہر وقت آسمان کی طرف ہی ہوتی ہے اور اُس کا وجود مصطفیٰ کی طرح سراسر رحمت ہوتا ہے

۔ خدا اُس کی تشریف آوری کی خبر قرآن مجید میں دیتا ہے اور رسول کی طرف سے بھی سینکڑوں ثنا اور سلام بھیجے جاتے ہیں

۔ وہ اپنے معشوق کی راہ میں کبھی اخلاص میں کمی نہیں آنے دیتا۔ خواہ مصیبتوں کا طوفان کتنے ہی زوروں پر ہو

۔ اُس عزت والے دوست کی راہ میں وہ کسی بلا سے نہیں ڈرتا خواہ اُس یار کے راستے میں اژدہا بیٹھا ہو

۔ وہ نیند اور عیش کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے جبکہ سب نیک و بد اس عیش و عشرت کی بلا میں گرفتار ہوتے ہیں

۔ اُس کا دل ہاتھ سے اور ٹوپی سر سے گری ہوئی ہوتی ہے اور ہر قسم کی خود بینی اور ریا سے پاک ہوتا ہے

۔ اُس کا اصول صرف خلقت پر رحم اور لطف ہے اور اس کا طریقہ کلی طور پر ہمدردی اور سخاوت ہوتا ہے

۔ اس کا شریف دل ہمیشہ اس حسرت سے غمگین رہتا ہے کہ بُرے لوگوں کی جماعت کس طرح ہدایت پائے گی

۔ وہ ہمیشہ شریروں کی صحبت سے مجتنب رہتا ہے اور اولیاء اللہ کی طرح دین کے لئے غیرت مند ہوتا ہے
۔ وہ دین کی پناہ اور مسلمانوں کی جائے حفاظت ہوتا ہے اور اپنی دعا سے قضا کو ٹال دیتا ہے

صفحہ ۱۳۰

۔ تو ہزار ٹکریں مارتا رہے مگر تیری مشکل حل نہیں ہوتی لیکن جب تو اس کے سامنے جاتا ہے تو اس کی ایک دعا کافی ہوتی ہے
۔ اس جہان میں اس کی زندگی شیر کی زندگی کی طرح ہوتی ہے یعنی دوسروں کو اس کے شکار سے غذا میسر آتی ہے
۔ کبھی وہ دین اسلام کی خاطر نشان دکھاتا ہے اور کبھی بدبختوں کے ساتھ اسے لڑائی کا معرکہ پیش آتا ہے
۔ وہ خدائے کریم کی طرف سے مظفر و منصور ہوتا ہے اور شریعت کی مشکلات کو حل کرنے والا ہوتا ہے
۔ اُس یارِ ازلی کی محبت کا نور اس کے چہرہ سے برستا ہے اور اس عالی جناب کی شان کی اس میں چمک ہوتی ہے
۔ اہل کشوف کے کشف اُسی کی خاطر ہوتے ہیں اور ستاروں سے بھی اس کی تشریف آوری کی آواز آتی ہے
۔ غرض ولایت کا مقام بہت سے نشان رکھتا ہے یہ نہیں کہ جو گدڑی پہن لے وہ ولیوں میں شمار ہونے لگے
۔ اس ساری دولت کی کنجی محبت اور وفا ہے خوش قسمت ہے وہ جسے ایسی دولت مل جائے
۔ فقر کی باتیں چوری کر کے بھی بیان کی جاسکتی ہیں لیکن اس راہ کے مردوں کی علامت صدق و صفا ہے
۔ راہِ راست کی مشکلات کی تفصیل میں کیا بیان کروں کہ ہر قدم کے لئے گریہ وزاری لازمی ہے
۔ خدا کرے وہ جل جائے جو دوست کی راہ میں نہیں جلتا خدا کرے وہ مر جائے جو فنا سے بھاگتا ہے
۔ کوئی سر فتح و ظفر کا تاج نہیں پہن سکتا سوائے اُس کے جو دین کی حفاظت کے لئے قربان ہو
۔ کسی شخص کو آسمانی نشان نہیں ملتے مگر اُسی کو جو خدا کی خاطر فنا ہو جائے
۔ وہی شخص خوارق اور معجزوں کے درجہ پر پہنچتا ہے جو دوستی اور برگزیدگی کے مقام پر ہو
۔ ضرورت ہے کہ دین میں ایسا امام آیا کرے جب خلقت جاہل بے دین اور مُردوں کی طرح ہو جائے
۔ اہل جہان سب اس کے زیر بارِ احسان ہوتے ہیں کیونکہ وہ مذہبِ اسلام کی پناہ ہوتا ہے
۔ اگرچہ وہ تلوار نہیں رکھتا مگر دلیل کی تلوار سے اُس قوم کی صفیں الٹ دیتا ہے جو گمراہ ہو

صفحہ ۱۳۱

- رب کریم کے پاس سے وہ ایک پہلوان کی طرح آتا ہے اور ہر لحظہ اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ صدق کی مدد کرے
- کشتی اور لڑائی کے دن وہ بڑھ بڑھ کر ہاتھ دکھاتا ہے صرف اس امید پر کہ کوئی جان نجات پا جائے
- یہی خدا کے برگزیدہ لوگوں کی جماعت ہے ہمارے خدا کی طرف سے ان کی یہی نشانیاں مقرر ہیں
- وہ اپنا ہر سانس جنگ اور لڑائی میں گزارتے ہیں تا کہ فتنوں سے لوگوں کی حفاظت ہو
- تیری رات آرام سے نیند میں بسر ہوتی ہے اس لئے کہ وہ بڑی دردمندی سے تیری پاسبانی کرتے ہیں
- تو اُن مردانِ کارزار کی ہمت کا غلام بن جا کہ مردانِ جنگ کے طفیل ہی عورتوں اور مردوں کو امن حاصل ہوتا ہے
- وہی جوانمرد دینِ اسلام کی پُشت و پناہ ہوتا ہے جس کا دل دینِ مصطفٰیؐ کے لئے خون ہوتا ہے
- یہی وجہ ہے کہ سب لایق اور نیک فطرت لوگوں کا سر عاجزی سے ان لوگوں کی درگاہ پر جھکا رہتا ہے
- ان بہادر لوگوں کے مقابل تکبر اور بڑائی کرنا بےوقوفی ہے، جو تکبر کرتا ہے وہ سخت بےحیا ہے
- تکبر کا کیا موقع ہے کہ وہ تو ہر انسان کی جائے پناہ ہیں انہی کی طفیل سب کی عزتیں محفوظ ہیں
- اگر تو ان کی پناہ کی جگہ سے ایک لحظہ بھی جدا ہو تو ایمان کی پونجی اور دولت تجھ سے جدا ہو جائے گی
- ان مخلص راستبازوں کا سر تبر کے نیچے رہتا ہے تا کہ اُس قوم کا سر بچ جائے جو مصیبت میں ہو
- ان کا اصول محض ہمدردی محبت اور شفقت ہے اور ان کا طریقہ عاجزی اور رضا کی طلب ہے
- ہزاروں قیمتی جانیں اُس ایک دل پر قربان ہوں جو خداوند کبریا کی رضا میں سرشار اور بےخود رہتا ہے

صفحہ ۱۳۲

- پاک لوگوں کی خلوت میں اگر تیرا گزر ہو تو تجھے معلوم ہو کہ وہاں کیسے کیسے انوار برستے ہیں
- دونوں جہان کی دولت کی طرف بھی یہ لوگ توجہ نہیں کرتے اُن کا دردمند دل محبوب کے عشق میں چور رہتا ہے
- سبز کلاہ اور اُونی خرقہ پر ناز نہ کر کہ نمائشی گُدڑی کے نیچے بہت سے فریب ہوتے ہیں
- وہی مرد ایسے دست و بازو کے ساتھ خدمت کر سکتا ہے جس کے دل و جان ہدایت کے لئے پرسوز ہوں
- جس کا دل مخلوق کی خاطر دن رات بےچین رہے یہ ثابت شدہ بات ہے کہ وہی لوگوں کا خادم ہوا کرتا ہے

- حادثات کی غارت گری دین کی بنیاد کو ہلا دے اگر ہمارے مذہب سے ان لوگوں کا سایہ الگ ہو جائے
- یہی وجہ ہے کہ جب صدی کے سال ختم ہوتے ہیں تو ایسا مرد ظاہر ہوتا ہے جو دین کے لئے نائبِ خدا ہوتا ہے
- مجھے غیب سے یہ خوشخبری ملی ہے کہ میں وہی انسان ہوں جو اس دین کا مجدد اور راہ نما ہے
- ہمارا جھنڈا ہر خوش قسمت انسان کی پناہ ہوگا اور کھلی کھلی فتح کا شہرہ ہمارے نام ہوگا
- اگر مخلوقات ہماری طرف دوڑ کر آئے تو تعجب نہ کر کہ جہاں دولتمند ہوتا ہے وہاں فقیر جمع ہو جاتے ہیں
- وہ پھول جو کبھی خزاں کا منہ نہیں دیکھے گا وہ ہمارے باغ میں ہے اگر تیری قسمت یاور ہو
- میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ میں ہی مسیح ہوں اور میں ہی اس پادشاہ کا خلیفہ ہوں جو آسمان پر ہے
- یہ بات مقدر ہو چکی ہے کہ ایک دن روئے زمین پر ہزاروں جان و دل میری راہ میں قربان ہوں گے
- مری ہوئی زمین بھی دمِ عیسیٰ کو چاہتی ہے جو آپ بے عمل ہوں اُن کے وعظ کا اثر کہاں ہوتا ہے
- فضل کے دروازے کھولے گئے ہیں اگر تو اب بھی نہ آئے۔ تو یہ تیری بدبختی کی نحوست ہے
- بے ہودگی سے تو اُس مسیح اور مہدی کا طلبگار نہ ہو۔ جس کا کام سراسر خونریزی اور جنگ ہوگا
- اے میرے عزیز! دین کی تائید کا اور ہی رستہ ہے، یہ نہیں کہ اگر کوئی انکار کرے تو تو فوراً تلوار نکال لے
- اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ تو دین کی خاطر تلوار کھینچے وہ دین دین نہیں جس کی بنا خونریزی پر ہو
- جبکہ دین مدلل معقول اور روشن ہو تو وہ کون سا دل ہوگا جسے ایسے مذہب سے انکار ہو؟
- جب دین صحیح ہو تو اس کے لئے خنجر درکار نہیں کیونکہ با دلائل کلام کی طاقت معجز نما ہوتی ہے
- چونکہ تو ابھی نفسانی خواہشات کے چکر سے نہیں نکلا اس وجہ سے تیری ساری خواہش ظالمانہ جبر کے لئے ہے

صفحہ ۱۳۳

- دنیا میں جبر سے حجت قائم نہیں ہوتی اگر تجھے عقل ہے تو جا اور اس کے برخلاف دلائل پیش کر
- جبر سے تو راست بازوں کی جماعت ٹوٹ جاتی ہے اسی وجہ سے جبر کا طریق غلط ہے
- خبردار ہو کہ جبر تو خود شکست کی دلیل ہے اس سے لوگوں کے دلوں کی تسلی کہاں ہوتی ہے؟
- تو اس بات کی وجہ سے مجھ پر کفر کا الزام لگاتا ہے کیونکہ تیرے نزدیک نیکوں کو کافر کہنا درست ہے
- اگر یہ تیرا قول ہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ جو بے ہنر ہوتا ہے وہ بکواسی ہوتا ہے

۔ جو چاہے کہہ۔ کیونکہ تجھے علم ہی نہیں کہ اس کے دروازہ پر رہنے والوں کا کتنا بڑا مرتبہ ہے

۔ میں تو ہر ظلم اٹھانے کو تیار رہوں خواہ قتل ہو جاؤں اس لئے کہ ہر عمل اور کام کی جزا ضرور ملتی ہے

۔ تو اپنی دونوں آنکھیں صاف کرتا کہ میرا چہرہ دیکھ سکے ورنہ تیری نظر میں تو ہر انصاف بھی ظلم دکھائی دے گا

۔ میری اس بات میں وہ فضول گو عیب نکالتا ہے جو ہمارے دین کی راہ و رسم سے بے خبر ہے

۔ ایسا ملہمِ صادق کہاں ہے کہ جس پر ہماری حقیقت پردۂ حجاب میں سے بھی ظاہر ہو

۔ جاگنے کا وقت آ گیا مگر ابھی تو نیند میں ہے سن کہ ہر پچھلی رات کو فرشتہ یہی آواز دیتا ہے

۔ علم و فضل اور کرامت کے زور سے کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکتا کہاں ہے وہ شخص جو علم و فضل و کرامت کا مدعی ہے

۔ تو ہزاروں سکے دکھائے پھر بھی چمک دمک اور کھرا ہونے میں ہمارے سکہ کی برابری نہیں کر سکتا

۔ وہ تائید یافتہ شخص جو مسیحا دم اور مہدی وقت ہے اس کی شان کو اتقیا میں سے کوئی نہیں پہنچ سکتا

۔ یہ جہان ایک غنچہ کی طرح بند تھا میں (اس کے لئے) اُن برکتوں کو لے کر آیا ہوں جو بادِ صبا لایا کرتی ہے

۔ اس زمانہ میں کس قدر فتنے پیدا ہو گئے ہیں اور کونسا راستہ بدی کا ہے جو مخفی ہے

۔ ناممکن ہے کہ تو ان فتنوں سے بچ سکے سوائے اس کے کہ تو میری پیروی کرے

۔ وہ شخص جسے بالِ ہُما نے بھی فائدہ نہ دیا ہو اسے چاہیے کہ دو دن ہمارے زیر سایہ رہے

۔ خدا کی طرف سے میری حکومت ثابت ہو چکی ہے کیونکہ میں اس خدا کا مسیح ہوں جو آسمان پر ہے

صفحہ ۱۳۴

۔ مجھے اس خطاب کا ہرگز کوئی شوق نہ تھا لیکن میرا کیا قصور ہے جب کہ خدا کی طرف سے ایسا ہی حکم ہے

۔ میں کسی زمینی تاج و تخت کی خواہش نہیں رکھتا نہ میرے دل میں کسی بادشاہی تاج کا شوق ہے

۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ آسمانی بادشاہت ہاتھ آ جائے کیونکہ زمینی ملکوں اور جائدادوں کو بقا نہیں ہے

۔ جبکہ خدا نے مجھے روزِ اوّل سے آسمان کے حوالہ کر دیا ہے تو اب دنیاوی پونجی پر میری نظر کیونکر پڑ سکتی ہے

۔ جب کہ میرا مسکن و ماوی جنّت الفردوس ہے تو پھر میرا ٹھکانہ اس گڑھے کی کوڑی میں کیوں ہو

۔ اگر سارا جہان بھی میری تحقیر کرے تو مجھے کیا غم کیونکہ میرے ساتھ وہ قادر خدا ہے جو بڑی بزرگیوں والا ہے

۔ میں ہی مسیح وقت ہوں اور میں ہی کلیم خدا ہوں، میں ہی وہ محمد اور احمد ہوں جو مجتبیٰ ہے

- نہ صرف بلعم ہے بلکہ بلعم سے بھی بدتر وہ نادان ہے جس کی لڑائی خدا کے کلیم کے ساتھ ہوائے نفس کے ماتحت ہو
- میں اُس پنجرہ سے نکل کر اڑ چکا ہوں جس کا نام دنیا ہے اب تو عرش کے کنگرہ پر ہماری جگہ ہے
- اللہ تعالیٰ کی رضا کے باغ میں میرا گزر رہوا ہے میرا مقام برگزیدگی اور تقدس کا چمن ہے
- پاکیزگی اور صدق وصفا کا کمال جو معدوم ہوگیا تھا وہ دوبارہ میرے کلام اور وعظ سے قائم ہوا ہے
- اے وہ شخص جو بالکل بے خبر ہے میری بات سے ناراض نہ ہو کہ جو میں نے کہا ہے یہ خدا کی وحی سے کہا ہے
- جو شخص اپنی خودی کو چھوڑ کر خدا کے نور میں جاملا اُس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات حق ہوگی
- میں جنگ وجدال اور جہاد کے لئے نہیں آیا میرے آنے کی غرض تو تقویٰ کا سبق پڑھانا ہے
- ہم ذلت کی خاک اور لوگوں کی لعنتوں پر راضی ہوگئے اس لئے کہ نیستی کا پھل بقا ہوا کرتا ہے
- میرا باطن اُس نور کی محبت سے بھرپور ہے جس سے گمراہی کے زمانہ میں روشنی ہوا کرتی ہے
- اُس کے چہرہ کے عشق کی قید کے سوا کوئی آزادی نہیں اور اُس کا درد ہی سب بیماریوں کا علاج ہے
- اُس کا فضل وکرم ہر وقت میری پرورش کرتا ہے اگر تیری آنکھیں کھلی ہیں تو تجھے یہ بات نظر آجائے گی
- قدرت کے کارخانے میں ہزاروں نقش ہیں مگر رحمٰن کا جلوہ صرف ہمارے نقش سے نظر آتا ہے
- میں اس لئے آیا ہوں کہ صدق کی راہ کو روشن کروں اور دلبر کے پاس اُسے لے چلوں جو نیک وپارسا ہے
- میں اس لئے آیا ہوں کہ علم وہدایت کا دروازہ کھولوں اور اہل زمین کو وہ چیزیں دکھاؤں جو آسمانی ہیں

صفحہ ۱۳۵

- تجھے ہمارے انکار کا حق نہیں کیونکہ تو نامرد ہے تو عورتوں کے ساتھ بیٹھ اگر تجھے کچھ شرم ہے
- میرے جان ودل دین کی حمایت کے لئے گداز ہوگئے مگر تیری آنکھ اب بھی اندھی ہے یہ کیسا ظلم ہے
- تجھے کیا فکر۔ اگر دین معدوم ہوجائے کہ تیرا دل تو ہر لحظہ حرص وہوا کے لئے کباب ہو رہا ہے
- تو بے تعلقی کی وجہ سے خود ہی دور ہوگیا ورنہ خدا کے دروازہ سے تو بلانے کی آواز ہر طرف جاتی ہے
- تو رحمان کی شکایت نادانی کی وجہ سے کیوں کرتا ہے تُو پاکباز بن تا کہ اُدھر سے بھی صفائی کا سلوک ہو
- ایسا وقت، ایسا زمانہ اور ایسی ایسی برکتیں! پھر بھی اگر تو بے نصیب رہے تو اس بدبختی پر کیا تعجب ہے

۔ دیکھ تو سہی میرے اس گھر پر نُور برس رہا ہے لیکن اگر تو نابینا ہو تو کیونکر دیکھ سکتا ہے

۔ تو جس کا کام عورتوں کی طرح صرف زینت اور دنیا کی ہوس ہے تیرے دل میں ہدایت کی رغبت کس طرح پیدا ہو سکتی ہے

۔ اُن لوگوں کے ایک بازو پر ہزار زاہد قربان ہوں جن کی جان دینِ حق پر فدا ہے

۔ وہ خدا کی محبت کے اسیر اور اُس کے حسن کے پجاری ہیں اور اُس راہ پر چلنے والے ہیں جو فنا کا راستہ ہے

۔ امامِ وقت میدانِ کار زار کا وہی پہلوان ہے جس کے سر پر تلوار ہے اور سر خدا کے حضور میں ہے

۔ تو جوانمردوں کے اخلاق کی قدر کیا پہچان سکتا ہے کہ تیری تو سب خصلتیں عورتوں کی سی ہیں

۔ اُن کے نزدیک دنیا اور دنیا کی عزت ایسی حقیر ہے جیسے تیری نظر میں بورے کا ایک تنکا

۔ چاند اُن کے منہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ اُس کا نور سورج سے ہے اور اُن کا نور خدا سے

۔ یہ لوگ بارگاہِ خداوندی میں صاحب عزت ہیں اور اُن کی آہ وزاری کی دعا آسمان کو چیر دیتی ہے

۔ میں ساتوں آسمانوں میں کسی کو اُن کا مثیل نہیں دیکھتا خواہ ہر آسمان نُور کا چشمہ ہی کیوں نہ ہو

۔ اُن کی صحبت کے باعث گناہ کے جذبات کافور ہو جاتے ہیں اور اُن کے چمن میں وہ بہار جوش مارتی ہے جو دل کو فرحت دینے والی ہے

۔ تو ہزار کوشش کر یہ نفس کا تانبا سونا نہیں بنے گا مگر اُن کی دوستی جو کیمیا کا اثر رکھتی ہے (یہ بات ہو سکتی ہے)

۔ اگر تو آپ ہی اُن سے بھاگے تو خیر ورنہ یہ ناممکن ہے کہ اُن کی مہربانی کا سایہ تجھ سے الگ ہو جائے

۔ یہ لوگ حرص و ہوا کے غبار کو پیروں میں مسل ڈالتے ہیں کہ اپنی خواہش کی خاطر دوست کو چھوڑنا ظلم ہے

۔ میرے مربّی نے مجھے اس اپنے گروہ میں داخل کیا ہے ایسے جذبہ کے ساتھ جس کی حد و انتہا نہیں ہے

صفحہ ۱۳۶

۔ خلقت کی آنکھیں میری روشنی کو چاند کی طرح دیکھ سکتی ہیں بشرطیکہ حجابوں سے نجات حاصل ہو

۔ میں انہیں ہزاروں قسم کے نشانات دکھاؤں گا بشرطیکہ صبر سے ہمارا امتحان کیا جائے

۔ برکتوں کی بارش کی کثرت سے فلک زمین کے نزدیک آ گیا خدا کا طالب کہاں ہے تا کہ اُس کا یقین بڑھے

۔ ایسا دل کہاں ہے جس میں خدا کا خوف ہو اور ایسی پتلی آنکھ کی کہاں ہے جس میں شرم و حیا ہو

۔ دنیاوی عزت اور عہدوں پر اے سمجھ دار انسان ناز نہ کر کہ تیرا یہ عیش و آرام دائمی نہیں ہے

۔ تیرا یہ اچھا زمانہ خواب کی طرح گزر جائے گا یہ امید مت رکھ کہ یہ حال ہمیشہ اسی طرح باقی رہے گا

۔ تو نماز پڑھتا ہے مگر قبلۂ مقصود سے غافل ہے میں نہیں جانتا کہ ایسی نمازوں کا کیا فائدہ ہے

۔ حشر کا ذکر سننے سے آنکھیں خون چکاں ہو جاتی ہیں بشرطیکہ دل میں خدا کا خوف ہو

۔ قلبِ سیاہ کے ساتھ خدا کے وصل کی آرزو! افسوس کی بات ہے خدا تک تو وہی پہنچتا ہے جو اپنے آپ کو اس کی راہ میں فنا کر دے

۔ روحانی لوگوں کی منزل میں قدم رکھ کہ بغیر اس کے دنیا اور دنیا کے سب کام ابتلا ہی ابتلا ہیں

۔ یہ آرام کی نیند اور امن اور عیش و عشرت کی جگہ کب ہے جبکہ موت کا مگر مچھ ہر وقت پیچھے لگا ہوا ہے

۔ محبوب سے دل لگانے میں ساری کامیابی ہے کیا حسین چہرہ ہے جس کا قیدی آزاد ہے

۔ ہزار شکر کہ میں نے اپنے یار کا منہ دیکھ لیا اور وہ سب مزے چکھ لئے جن میں لقا کی لذت ہے؟

۔ میں منکرانِ دین کے غرور و تکبر کو توڑ رہا ہوں لو میں حاضر ہوں میرے مقابل پر کوئی دوسرا کہاں ہے

۔ میں روشن اور چمکدار سورج کی طرح نُور پھیلا رہا ہوں۔ دوسرا کہاں ہے؟ اور ایسی قدرت کس میں ہے؟

۔ وہ کام جو میں کرتا ہوں اور اُن نشانوں سے جو میں دکھاتا ہوں یہی ظاہر ہوتا ہے کہ میرا سارا کاروبار خدا کی طرف سے ہے

۔ اب جبکہ میرے چمن میں ہزاروں پھول کھل چکے ہیں اگر تو طلب نہ کرے تو سخت غلطی ہوگی

۔ تو عمر مانگ اور صبر طلب کر حتی کہ وہ وقت آ جائے جبکہ ہمارے سورج کی روشنی نابینائی کو دور کرنے والی ہو جائے

۔ دل کی گرہ کھول دے اور ہمارے کام کو غور سے دیکھ اگر تیرا دل صاف ہوگا تو تجھے مصفّٰی عقل بھی ملے گی

۔ تجھے کیا ہوا کہ سوگ میں زار و نالاں بیٹھا ہے حالانکہ موسم تو ایسا ہے کہ ہر پرندہ چہچہا رہا ہے

۔ تفرقہ اندازی کا خیال چھوڑ دے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تمام اہل اللہ اور متقی لوگوں کو جمع کیا جائے

صفحہ ۱۳۷

۔ خدا کا ازلی ارادہ یہ زمانہ اور یہ وقت لایا ہے تو ہے کیا چیز کہ اس قضا و قدر کو پلٹ دے

۔ بے وقوفی سے چلا نہ جا بلکہ ہمارے پاس آ کر بیٹھ کہ اہل اللہ کا سایہ شفا کا موجب ہوا کرتا ہے

۔ کچھ دن نیکوں کے حلقہ میں آ کر بسر کر شاید اُس قادر کی مہربانی تیری گرہ کو کھول دے

۔ وہ کیسا اچھا زمانہ ہوگا جب تو ہماری طرف آئے گا زہے قسمت اگر تجھے شوق اور آرزو پیدا ہو جائے

۔ افسوس کس قدر مظالم تو اپنی جان پر کر رہا ہے ایسے ذہن اور سمجھ پر ہزار افسوس !!

۔ کیا ضرورت ہے کہ تو کتابیں تصنیف کرنے کی تکلیف اٹھائے کیونکہ دعا گو کا امتحان بھی دعا ہی کے ذریعہ سے ہوتا ہے

۔ خدا کی قسم میں ہرگز کوئی عزت اور مرتبہ نہیں چاہتا میرا مطلب تو صرف تائید اسلام ہے

۔ میری قسمت کا منہ کالا ہو اگر میرے دل میں سوائے خدا کے اور کوئی غرض ہو

۔ اُس سیاہ دل انسان کو نجات کیونکر مل سکتی ہے جو میرے جیسے دل والے پر ظلم کرنے کے در پے ہو

۔ ہماری آنکھ کے سیلاب کی طرح کا اور کوئی سیلاب نہیں اس بات سے ڈر کہ کہیں یہ سیلاب تیرے سامنے ہی نہ ہو

۔ تجھے ابدالوں کی جماعت کی آہوں سے ڈرنا چاہیے۔ خصوصاً اگر مرزا (غلام احمد) کی آہ ہو

صفحہ ۲۰۲

۔ جو کچھ نئی شادی کے لئے ضرورت ہے میں وہ سب سامان کر دوں گا

صفحہ ۲۱۹

۔ اے فخر رسل مجھے تیرے قرب الٰہی کا (بلند مرتبہ) معلوم ہو گیا ہے تو اس لئے دیر سے پہنچا ہے کہ بہت دور سے آیا ہے

صفحہ ۲۶۵

۔ اب ظہور کر اور نکل کہ تیرا وقت نزدیک آ گیا اور اب وہ وقت آ رہا ہے کہ محمدی گڑھے میں سے نکال لئے جاویں گے اور ایک بلند اور مضبوط مینار پر ان کا قدم پڑے گا۔

صفحہ ۲۹۰

۔ اے وہ بہت سی خواہشات جو خاک ہو گئیں

۔ تا جس کا جھوٹ ثابت ہو جائے اس کا منہ کالا ہو

صفحہ۳۰۰

۔ جب خدا کسی کی پردہ دری چاہتا ہے تو اس کی طبیعت کو نیک لوگوں پر طعنہ زنی کی طرف مائل کر دیتا ہے

صفحہ۳۰۵

۔ یہ وہ نوجوان ہے جس نے مشکلات اور سختیاں دیکھی ہیں اور جنگ اور کارزار سے خوب آشنا ہے۔ خلافت پر اس کا دل بہت مائل تھا لیکن ابوبکر درمیان میں حائل ہو گیا

صفحہ۳۲۰

۔ تا جس کا جھوٹ ثابت ہو جائے اس کا منہ کالا ہو

صفحہ۳۴۰

۔ آسمان اور چاند سورج نے گواہی دے دی تا کہ تو نادانی اور غفلت کی وجہ سے میری تکذیب نہ کرے

۔ جب تجھے نیکوں کی طرح خدا کی مدد حاصل نہیں ہے تو انصاف سے بعید ہے کہ تو حق پر ہونے کا دعویٰ کرے

صفحہ۳۷۸

۔ گندم سے گندم ہی اُگتی ہے اور جو سے جو۔ تُو اپنے عمل کی پاداش سے غافل نہ ہو

صفحہ۳۸۲

۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان میں ایک عجیب نور ہے محمدؐ کی کان میں ایک عجیب وغریب لعل ہے

۔ دل اُس وقت ظلمتوں سے پاک ہوتا ہے جب وہ محمدؐ کے دوستوں میں داخل ہو جاتا ہے

۔ میں اُن نالائقوں کے دلوں پر تعجب کرتا ہوں جو محمدؐ کے دسترخوان سے منہ پھیرتے ہیں

۔ دونوں جہان میں مَیں کسی شخص کو نہیں جانتا جو محمدؐ کی سی شان وشوکت رکھتا ہو

۔ خدا اُس شخص سے سخت بیزار ہے جو محمدؐ سے کینہ رکھتا ہو

۔ خدا خود اس ذلیل کیڑے کو جلا دیتا ہے جو محمدؐ کے دشمنوں میں سے ہو

۔ اگر تو نفس کی بدمستیوں سے نجات چاہتا ہے تو محمدؐ کے مستانوں میں سے ہو جا

۔ اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تیری تعریف کرے تو تہ دل سے محمدؐ کا مدح خواں بن جا

۔ اگر تو اُس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اُس کا عاشق بن جا کیونکہ محمدؐ ہی خود محمد کی دلیل ہے

۔ میرا سرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پا پر نثار ہے اور میرا دل ہر وقت محمدؐ پر قربان رہتا ہے

۔ رسول اللہ کی زلفوں کی قسم کہ میں محمدؐ کے نورانی چہرے پر فدا ہوں

۔ اس راہ میں اگر مجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جاوے تو پھر بھی میں محمدؐ کی بارگاہ سے منہ نہیں پھیروں گا

۔ دین کے معاملہ میں مَیں سارے جہان سے بھی نہیں ڈرتا کہ مجھ میں محمدؐ کے ایمان کا رنگ ہے

صفحہ ۳۸۳

۔ دنیا سے قطع تعلق کرنا نہایت آسان ہے محمدؐ کے حسن و احسان کو یاد کر کے

۔ اُس کی راہ میں میرا ہر ذرّہ قربان ہے کیونکہ میں نے محمدؐ کا مخفی حسن دیکھ لیا ہے

۔ میں اور کسی استاد کا نام نہیں جانتا میں تو صرف محمدؐ کے مدرسہ کا پڑھا ہوا ہوں

۔ اور کسی محبوب سے مجھے واسطہ نہیں کہ میں تو محمدؐ کے ناز و ادا کا مقتول ہوں

۔ مجھے تو اسی آنکھ کی نظرِ مہر درکار ہے۔ میں محمدؐ کے باغ کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا

۔ میرے زخمی دل کو میرے پہلو میں تلاش نہ کرو کہ اسے تو ہم نے محمدؐ کے دامن سے باندھ دیا ہے

۔ میں طائرانِ قُدس میں سے وہ اعلیٰ پرندہ ہوں جو محمدؐ کے باغ میں بسیرا رکھتا ہے

۔ تو نے عشق کی وجہ سے ہماری جان کو روشن کر دیا اے محمدؐ تجھ پر میری جان فدا ہو

۔ اگر اس راہ میں سو جان سے قربان ہو جاؤں تو بھی افسوس رہے گا کہ یہ محمدؐ کی شان کے شایاں نہیں

۔ اس جوان کو کس قدر رعب دیا گیا ہے کہ محمدؐ کے میدان میں کوئی بھی (مقابلہ پر) نہیں آتا

۔ اے نادان اور گمراہ دشمن ہوشیار ہو جا اور محمدؐ کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر

۔ خدا کے اس راستہ کو جسے لوگوں نے بھلا دیا ہے تو محمدؐ کے آل اور انصار میں ڈھونڈ

۔ خبردار ہو جا! اے وہ شخص جو محمدؐ کی شان نیز محمدؐ کے چمکتے ہوئے نور کا منکر ہے

۔ اگرچہ کرامت اب مفقود ہے مگر تو آ اور اسے محمدؐ کے غلاموں میں دیکھ لے

صفحہ ۳۹۴

۔ وہ مخالف جو ہفتہ کے دن زندہ تھا اتوار کو اس کا کوئی نشان نہ رہا

۔ آج وہ لیکھرام کہاں ہے؟ اتوار کے دن سب خاص و عام پوچھ رہے ہیں

صفحہ ۳۹۵

۔ اس عمر میں اس کی طبیعت بہت سخت تھی اسے کسی انسان نے نہیں بلکہ خود خدا نے قتل کیا ہے

۔ دلبر کا چہرہ طالبوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ سورج میں بھی چمکتا ہے اور چاند میں بھی

۔ لیکن وہ حسین چہرہ غافلوں سے پوشیدہ ہے سچا عاشق چاہیے تا کہ اُس کی خاطر نقاب اٹھائی جائے

۔ اُس کا مقدس دامن تکبر سے ہاتھ نہیں آ تا اس کے لئے کوئی راہ سوائے انکساری درد اور بے قراری کے نہیں ہے

۔ اُس محبوب ازلی کا راستہ بہت خطرناک ہے اگر تجھے جان کی سلامتی چاہیے تو خود روی کو ترک کر دے

۔ نااہل لوگوں کی عقل اُس کے کلام کی تہ تک نہیں پہنچ سکتی جو خودی کا تارک ہوا سی کو وہ صحیح راستہ ملتا ہے

۔ قرآن کو سمجھنے کا مسئلہ اہل دنیا سے حل نہیں ہوسکتا، اس شراب کا مزا وہی جانتا ہے جو اس شراب کو پیتا ہے

۔ اے وہ شخص جسے باطنی انوار کی کچھ خبر نہیں ،تو جو کچھ بھی ہمارے حق میں کہے ناراضگی کا موجب نہیں

۔ ہم نے نصیحت اور خیر خواہی کے طور پر یہ باتیں کہی ہیں تا کہ وہ خراب زخم اس مرہم سے اچھا ہو جائے

۔ انکارِ دعا کے مرض کا علاج دعا ہی سے کر جیسے خمار کے وقت شراب کا علاج شراب سے ہی کیا جاتا ہے

صفحہ ۳۹۶

۔ اے وہ شخص جو کہتا ہے کہ اگر دعاؤں میں اثر ہے تو دکھاؤ کہاں ہے پس میری طرف دوڑ تا کہ میں تجھے سورج کی طرح دعا کا اثر دکھاؤں

۔ خبردار خدا کی قدرتوں کے بھیدوں کا انکار نہ کر بات ختم کر اور ہم سے دعائے مستجاب دیکھ لے

صفحہ ۵۴۵

۔ تا جس کا جھوٹ ثابت ہو جائے اس کا منہ کالا ہو

صفحہ ۵۶۲

۔ تمہارے بہتانوں اور جھوٹوں سے دل خون ہو گیا ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس دین سے دل کی کیا حالت ہوگئی ہے

۔ مجھے کچھ بھی تو معلوم نہ ہوسکا کہ میری دشمنی پر تمہارا دل اتنا دلیر اور میرے خلاف کیوں ہو گیا ہے

صفحہ ۵۶۷

۔ تو نے مجھے مقابلہ کے لئے للکارااور آپ ہی جال میں پھنس گیا۔اپنی سوچ کوزیادہ پختہ کر کیونکہ تو ابھی کچا ہے

صفحہ ۵۷۲

۔ میرے باپ کی زندگی کا عرصہ جب ختم ہو گیا تو اس نے مجھے یہ ایک نصیحت کی اور چل بسا

صفحہ ۶۲۱

۔ جھوٹے شخص کا حافظہ نہیں ہوتا

صفحہ ۶۲۹

۔ اس خدائے پروردگار کی بے حد حمد (وثنا) جس کے چہرے کا حسن ہر مظہر میں آشکار ہو گیا

۔ جس نے مظاہر پر اپنی صفات کا پرتو ڈالا (تا کہ) دنیا میں ہمارے وجود کی تکمیل ہو

۔ (ہمارے) وجود میں، ہماری بقا میں اور ہماری زندگی کے قیام میں ضرورت کے مطابق ہمیں جملہ سامان مہیا کئے جو بے شمار ہیں۔

۔ ہر وہ چیز جو ہمارے جسم و جان کے لئے ضروری ہے کردگار نے خود اپنی رحمت سے وہ سب ہمارے لئے مہیا کی ہیں۔

۔ سورج اور چاند ستارے، یہ زمین اور آسمان کھانے اور پہننے کے پسندیدہ سامان اور خوشگوار میوے

۔ یہ خوشگوار ہوا جو کہ ہر دم اس کے کرم سے چلتی ہے یہ سب گلزار و گل لالہ اور آبشاروں کے پانی

۔ یہ سب اس عظیم ذات کی رحمت اور احسان ہے۔اس کی عنایات کے بغیر یہ زمانہ تاریک و تار ہو جائے

۔ ہر قسم کی ثناء درحقیقت اسی ذات حق کو زیبا ہے جس کے احسانات کی خوبیاں ایک بحر بے کنار ہے

۔ اس کے فضل وعنایت ،حکمت اور بلند شان کی وجہ سے اس کی رحمت اس دنیا پر اس کے مظاہر کے ذریعہ جلوہ گر ہے۔

۔ اپنی ربوبیت کے سبب، مظہر کے ذریعہ اس نے اپنا چہرہ دکھلایا تا کہ ہمارے جسم و جان کو فیض پہنچانے والا بن جائے

۔ یہ والدین کا وجود بھی رب الناس کا ہی ایک ظل ہے۔یہی سبب ہے کہ ماں بچے کو اپنے پہلو میں پکڑ لیتی ہے

۔ اخلاق بشر کی تکمیل کے لئے ایک نکتہ سنو۔مظاہر پر نظر کرو اور ذات کردگار کو یاد کرو

۔ اس کے احسانات کے مظاہر کا شکر کرنا شکر خدا ہی ہے اور اپنے ایمان سے ''من لم یشکر الناس '' کو یادرکھو

۔ خدائے حق نے فرمایا کہ اے مومنو! اپنے والدین سے احسان کرو۔اس کے راز احسان کی یہ حقیقت دنیا پر کھل گئی ہے

۔ دین اور توحید خدائے جاوداں کی راہ دکھانے والا ہماری ارواح کے لئے پروردگار کا ایک مظہر بن گیا

۔ اس زمانہ نے اس آفتاب کو مطلع ہندوستان سے نصف النہار کے سورج کی طرح اس عالم پر طلوع کر دیا ہے

۔ میرے سے کس طرح اس عالی جناب بادشاہ کی تعریف ہوسکتی ہے۔میں اس عالی ذات کے حسین چہرہ کے اوصاف کیسے جان سکتا ہوں

۔ ہمارا آقا، ہمارا رہبر اور ملک دین کا پیشوا سارا زمانہ دیوانہ وار روئے محمدؐ کا عاشق ہے

صفحہ ۶۳۰

۔ اس کے پاک چہرے سے دلدار ازل کی خوشبو آتی ہے اور اس کے مشکبار گیسوؤں سے مشک تاتار کی خوشبو آتی ہے

۔ دنیا پر عالم کو روشن کر دینے والے سورج کی طرح چمکا ہے (اور) ندیوں میں ایمان کے واسطے زندگی بخش پانی جاری ہو گیا

۔ نور ایمان کی تازہ ہوا سے دل کا باغیچہ تر و تازہ ہو گیا ہے (اور) پاک طبع لوگوں پر باد بہار چل رہی ہے

۔ محمدؐ کے چمن میں اس عندلیب نے نالہ بلند کیا ہے (اور) دین کے ویران باغ میں وہ دوبارہ بہار لے آیا ہے

۔ یہ مبارک طبع (وجود) پاکیزگی کے باغ میں ایک بلبل ہے۔اس کی آہ وفغاں سے صادقوں کے دل کی آنکھیں اشکبار ہو گئی ہیں

۔ خدا کے قرب کے مقام میں اس کے قدم بلندی پر پہنچ چکے ہیں اور عشق محمدؐ کی شراب سے وہ اپنی ذات سے بے اختیار ہو گیا ہے

۔ خدائے حق نے اپنی نعمتوں سے اس کو جہان میں ممتاز کر دیا (اور) اس عالم ذوالاقتدار کی درگاہ میں عزت پا گیا

- قادیان کے مقام پر آسمان سے نیچے آیا۔ اس زمانہ میں مردہ زمین پر ابر بہار برسا ہے۔
- اس کی تصدیق کی خاطر آسمان سے ندا آئی (نیز) سورج اور چاند، ماہ رمضان اور تاجدار ستارہ
- نیک سیرت عیسیٰ اور مہدی آخر زماں جنگ (وجدال) کے خیال کی تردید کے لئے آیا ہے
- ان جنگجو غازیوں کی سرکوبی کے لئے (اور) وہ جن کے کردار سے اسلام بہت شرمسار رہے
- یہ امام وقت آ گیا ہے تا کہ صدق اور راستی سے ایمان کے راز کو دنیا پر آشکار کرے
- خدائے ذوالمنن کے قرآن میں ملک الناس نے کہا (اور) یہ اس بادشاہ کے وجود کی طرف ایک واضح اشارہ ہے
- ہر وہ شخص جو عادل بادشاہ کا شکر ادا نہیں کرتا خدا کی نعمتوں کا ایسا منکر ذلیل وخوار ہوتا ہے
- اس پاک نبی اور انبیاء کے تاجدار نے کسریٰ کے دور کو بھی عزت اور افتخار عطا کر دیا
- اس ذات کریم کا فرمان ہے کہ نیکوں کے ساتھ نیکی کر، بد اندیشوں اور بد کردار نیکوں سے منہ بسور
- مخلوق خدا کے لئے حق شناسی فرض ہے۔ خدائے حق کی نعماء کا کفر کرنے والوں کا ٹھکانہ بہت برا ہے
- الغرض ہندوستان کے اس بادشاہ کے پاک عہد میں اس کے احسان سے بادخزاں بہار ہوگئی ہے
- اس سلطنت کے عدل کا سایہ ہر طرف پھیل گیا۔ اسی زمانہ میں دنیا میں مہدی کا مگار نازل ہوا
- یہ گورنمنٹ ہم پر خدائے پاک کا سایہ ہے اور بد کردار ظالموں کے عہد کو (بھی ذرا) یاد رکھنا چاہیے

صفحہ ۶۳۱

- جس نے بھی سکھوں کا عہد دیکھا، اس کو ظلم یاد ہے۔ انہوں نے بے شمار جور و ستم کئے
- ان کے مظالم سے دنیا ایک تاریک رات کی مانند تھی کہ اچانک پر نور بادشاہ کا طلوع ہوا
- یہ مبارک سلطنت جب ہم پر سایہ فگن ہوئی تو خدا کی مہربانی سے ہماری رات فوراً مبدل بہ صبح ہوگئی
- اس سلطنت کے وجود سے امن اور دولت میسر آئی اور ایمان کے واسطے اوپر سے ایک شاہسوار بھی نازل ہوگیا
- اس کے خدا نے اتمام حجت کے لئے آسمان سے معارف کا خزانہ اور آبدار تیغ عطا فرمائی
- آسمانی نیزہ سے اس نے کانے دجال کو ہلاک کیا اور یک چشمی آتھم کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہوئی
- بدخصلت لیکھرام بھی تیغ براں سے قتل کیا گیا اور بدفطرت آریہ بھی اس روز خدا کی طرف سے شرمسار ہوئے

۔ بدزبان وکیل کی مدد کے لئے بھی طاقت نہ تھی۔اس بے اختیار ایشور کے مردہ وجود میں

۔ یہ جوان دراصل باغ بہشت کے درخت کی شاخ ہے۔باغبان نے اس کو پانی دیا اور وہ درخت پھلدار ہوگیا

۔ ہر وہ شخص جو حماقت سے اس کے تنے پر آرےیہ چلاتا ہے دراصل اپنے ہی پاؤں کاٹتا ہے اور اس کی جان بھی آگ میں جلتی ہے

۔ اس کی جبیں پر راستی سے ہمیشہ نور حق چمکتا ہے اور اس کے سیاہ بالوں کی خوشبو جہاں میں عطر کی طرح پھیل گئی ہے

۔ میرے دل میں اس بدرالدجیٰ چاند کی ثناء جوش مارتی ہے لیکن اس بحر بے کنار کی تشریح بیان کرنا ممکن نہیں

۔ یہ اس شہ خوباں کا غلام ہے کہ جس کا نام ہے مصطفےٰ۔وہ کہ جس نے خدا کی توحید سے ان بتوں پر کلہاڑا چلایا جو کہ گھر کے دروازے پر تھے

۔ جہان پر نصرانی بتوں کا عجز ثابت کر دیا اور ایک دیرینہ میت (محلّہ) خانیار سے اپنا چہرہ نمودار کر دیا

۔ خوشنوا عندلیب قدس وجلال کے باغ سے خدا کے عشق میں نغمہ زن بلند شاخ پر آ بیٹھا ہے

۔ آسمانی پہلوان جو کہ عزت وشان کے بلند ترین مرتبہ پر فائز ہے اور اس کے دائیں بائیں فرشتے حاضر خدمت ہیں

۔ اس نے خدا کی قدرت سے حق کی طاقت کے کارنامے دکھلائے اور مردار خور منکرین کے پردے پھاڑ ڈالے

۔ کوئی مقابلے کے لئے اس کے سامنے میدان میں نہیں آتا اور دشمن بھونکتے ہوئے غار کے ایک کونے میں (چھپے) بیٹھے ہیں

۔ عالم کے در ودیوار پر سخت زلزلہ آ گیا جب اس نامدار (پہلوان) نے میدان جنگ میں نعرہ لگایا

۔ وہ صدر محفل اور پیشوا اور مومنوں کا راہنما ہے۔دین کی تائید کے لئے مسلسل نشان ظاہر ہو رہے ہیں

صفحہ ۶۳۲

۔ (قادیان) دارالامان آسمانی فیض سے آراستہ ہوگیا نیز خلق وعالم اور اس کے گرد ونواح بھی منور ہوگئے

۔ صدق وصفا کے باعث سلطنت کا خیرخواہ ہوگیا نہ کہ مکر وچاپلوسی سے بلکہ کردگار کے حکم سے

۔ خدا تعالیٰ نے جو فرما دیا کہ نیکوں کے ساتھ نیکی (اور) جاہل اور مجنوں اس بات سے اپنا سر پھیرتا ہے

۔ جاہل مسجد میں بیٹھ کر ہم پر ملامت کرتا ہے باوقار شاہان کی خیر خواہی کی وجہ سے

۔ ہم ان سگ سیرت کے بھونکنے سے نہیں ڈرتے بلکہ نفاق اور برے اخلاق سے ہمیں شرم، حیا اور عار ہے

۔ ہم خدا سے ہندوستان کے بادشاہ کی نیک بختی چاہتے ہیں اور ایسے دنیاوی ناپاک طبع لوگوں سے ہمارا کیا کام؟

۔ اے الہ الناس ہر دم تیری پناہ مانگنی چاہیے اس جانی دشمن کے ضرر سے جو سانپ کی طرح ہوتا ہے

۔ اے ملک وعالم خدا اور صادقوں کی (جائے) پناہ راستبازوں کی زمین پر رحمت کے بادل کو برسا دے

۔ وہ خبیث لوگ جو حق سے اپنا منہ موڑتے ہیں ان کے سروں پر ایسی آگ گرے گی جو ناپاکوں کی جڑ کو اکھیڑ ڈالے گی

۔ میری پریشان حالی پر نظر فرما اور اپنی عنایات سے نواز (اور) امام عالم کے عشق کی شراب سے مجھے مخمور کر دے

۔ وہ قادیانی مسیح جو خیر الوراء کا عاشق ہے اس کی جان پر ہر دو جہانوں میں خدا تعالیٰ کی رحمت ہو

انڈیکس

روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵

زیر نگرانی

سید عبد الحی

آیات قرآنیہ

احادیث نبویہ ﷺ

(بترتیب حروف تہجی)

احادیث بالمعنیٰ

☆ ☆ ☆

الہامات ورؤیا وکشوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اردو الہامات

انگریزی الہامات

فارسی الہامات

رؤیا و کشوف

☆ ☆ ☆

مضامین

الہام

امت محمدیہ

انسان

انگریزی سلطنت

اہل بیت

اہل حدیث

ایمان

وعیدی پیشگوئیاں

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں

ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۲ میں حضرت اقدسؑ کی تحریر کردہ پیشگوئیاں

ت

تعدد ازدواج

تعصب

تفسیر

تناسخ

توفی

ج

جلسہ

جہاد

جین مت

ح،خ

حدیث

حکومت

خلافت

خُلق

س،ش،ص

قسم

قوم

کتاب

کرامت

کسوف و خسوف

کشف

کفارہ

کلمہ طیبہ

ل، م

لعنت

ن،و

نبی

نشان

نور

والدین

اسماء

چ، ح، خ

د، ڈ، ر، ز

آپؑ کے متعلق پیشگوئیاں اور نشانات

بعثت کا مقصد

دعاوی

صداقت حضرت اقدسؑ

حضرت اقدسؑ اور مخالفین

حضرت اقدسؑ اور دیگر انبیاء

حضرت اقدسؑ اور انگریزی گورنمنٹ

آپ کی تحریرات

متفرق

----☆☆----

ف، ق

مقام

’’مسیح ہندوستان میں‘‘ کی روشنی میں صلیبی موت سے نجات

اناجیل سے شہادتیں

قرآن سے شہادتیں

احادیث سے شہادتیں

طبابت کی کتابوں سے شہادتیں

تاریخی کتب سے شہادتیں

اسلامی کتابوں سے شہادتیں

بدھ مذہب کی کتابوں سے شہادتیں

تاریخی کتابوں سے شہادتیں

واقعہ صلیب اور اس کی تفصیل

کشمیر اور ہندوستان وغیرہ کی طرف سفر

حضرت مسیحؑ اور حضرت بدھؑ

حضرت مسیحؑ اور حضرت یونسؑ

حضرت مسیحؑ اور یہود

الوہیت مسیح

وفات مسیح

حیات مسیح کا عقیدہ

مرہم عیسیٰ دیکھئے مضامین میں ''مرہم عیسیٰ''

مسیح موعود علیہ السلام نیز دیکھئے ''مرزا غلام احمد قادیانیؑ''

☆ ☆ ☆

مقامات

ل،م،ن

کتابیات

لوقا

متی

مرقس

یوحنا

☆ ☆ ☆